مفہوم القرآن

جلد ششم



رفعت اعجاز

بیت القرآن

درستگی اغلاط مفہوم القرآن جلد ششم

غلطی کی درستگی	آیت نمبر	سورت کا نام	صفحہ نمبر
اَوْلِیَآءُ کے بعد علامت وقف ط نہیں لکھا ہوا، یہ اَوْلِیَآءُ ط ہے۔	32	الاحقاف	20
یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی کے بعد یہاں علامت وقف ط نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ط ہے۔	33	الاحقاف	20
فَاِمَّا مَنًّا کے بعد یہاں چھوٹی میم نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل فَاِمَّا مَنًّۢا ہے۔	4	محمد	25
یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ کے بعد یہاں چھوٹی میم نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل یُؤْمِنۢ بِاللّٰہِ ہے۔	13	الفتح	44
ھُمِ کے میم پر جزم نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل ھُمْ ہے۔	53	الذّٰریٰت	91
اللُّؤْلُه الْمَكْنُوْنِ یہاں لفظ غلط لکھا ہوا ہے، اور درست لفظ یہ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ہے۔	23	الواقعة	136
وَرَهْبَانِيَّةَ میں نون قطنی نہیں لکھا ہوا، یہ دراصل وَرَهْبَانِيَّةَ ہے	27	الحدید	158
وَرَسُوْلَهٗ میں اعراب کی غلطی ہے اور ہاء بھی اصل شکل میں نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل وَرَسُوْلَهٗ ہے۔	13	المجادلة	168
یَوْمَئِذ میں نون قطنی نہیں لکھا ہوا، یہ دراصل یَوْمَئِذٍ ہے	12	القیامة	307
یَوْمَئِذ میں نون قطنی نہیں لکھا ہوا، یہ دراصل یَوْمَئِذٍ ہے	30	القیامة	308
اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی میں یاء کی پوزیشن درست نہیں ہے، یہ دراصل اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ہے۔	40	القیامة	308
نوٹ: ''مفہوم القرآن'' کی جلد نمبر 6 میں تمام سورتوں کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' غلطی سے تحریر نہیں ہوئی ''ادارہ بیت القرآن'' ان تمام کوتاہیوں پر آپ سے معذرت خواہ ہے اور آئندہ ایڈیشن میں ان تمام غلطیوں کو صحیح کر دیا جائے گا بلکہ مکمل ایڈیشن دوبارہ تیار کر کے شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔			

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴾ [سورۃ القمر ۱۷]

"اور یقیناً ہم نے اِس قرآن کو سمجھنے کیلیے بالکل آسان بنادیا ہے پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے"؟

مطالب قرآن آسان زبان میں

مفہوم القرآن

﴿ پارہ 26 تا 30 ﴾

رفعت اعجاز

BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاہور - پاکستان

نام کتاب	مفہوم القرآن جلد ششم ﴿پارہ 26 تا 30﴾
تالیف	رفعت اعجاز
نظر ثانی	ابو عکاشہ عبداللطیف حلیم
کمپوزنگ سیٹنگ	حافظ سعید عمران، مدثر بن یوسف، قاری محمد اکرم محمدی
ایڈیشن دوم	اگست 2009
پبلشر	بیت القرآن لاہور پاکستان
ہدیہ	65 روپے

برائے رابطہ

بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر 150، جی پی او، لاہور، پاکستان۔

فون: 111 737 111-042 ایکسٹینشن 115 فیکس 111 737 111-042 ایکسٹینشن 111

www.bait-ul-quran.org info@bait-ul-quran.org

لاہور سیل پوائنٹ

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔

فون: 042-7320318 فیکس: 042-7239884

کراچی سیل پوائنٹ

نسیم بک

فضلی بک سپر مارکیٹ

اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 021-2629724 فیکس: 021-2633887

پبلشر نوٹ

1. ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ ''بیت القرآن'' اپنی مطبوعات پر منافع وصول نہیں کرتا بلکہ اشاعت فنڈ وصول کرتا ہے جو کہ صرف کتاب کی پرنٹنگ، کاغذ اور بائنڈنگ کی لاگت ہے، البتہ تاجران کتب پرنٹ شدہ ہدیہ وصول کر سکتے ہیں۔
2. ''بیت القرآن'' کی مطبوعات منظر عام پر آئیں تو بہت سے حضرات و خواتین نے اس منفرد کام کو سراہتے ہوئے اس کار خیر میں مالی تعاون کی پیشکش کی ہے تو اس حوالے سے عرض ہے کہ ادارے سے مالی تعاون کی بجائے اس کار خیر میں شرکت کی بہترین اور واحد صورت یہ ہے کہ آپ ''بیت القرآن'' کی مطبوعہ کتب خرید کر لوگوں میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔
3. ہم نے قرآنی آیات کی طباعت کے وقت ہر صفحہ بغور پڑھا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ان کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں، پھر بھی اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ یقیناً سہواً ہوئی ہے، آپ فوراً ہمیں اطلاع دیں، ہم اسے درست کر دیں گے۔ اور اگر غلطی سے بائنڈر کچھ صفحات آگے یا پیچھے لگا دے یا صفحات کم و بیش ہوں تو ادارہ ایسی غلطی کو بھی درست کرنے کا ذمہ دار ہے، آپ ایسا نسخہ واپس کر کے صحیح نسخہ حاصل کر سکتے ہیں۔ شکریہ

فہرست مضامین

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ستائیسواں پارہ)

تعارف سورۃ الاحقاف

یہ قرآن پاک کی چھیالیسویں سورت ہے اور حٰم سے شروع ہونے والی ساتویں اور آخری سورت ہے۔ اس میں چار رکوع اور پینتیس آیات ہیں۔ یہ مکی سورت ہے۔ اور قیام مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ 10 نبوی رسول ﷺ کی زندگی کا سخت ترین سال تھا کیونکہ مسلسل تین برس سے قریش نے آپ ﷺ کو مسلمانوں سمیت شعب ابی طالب (محلہ گھاٹی) میں محصور کر رکھا تھا۔ جب یہ محاصرہ ٹوٹا تو آپ ﷺ کے پیارے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا پھر ایک ماہ بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ یہ دونوں آپ ﷺ کیلئے بہت زیادہ مددگار تھے۔ ان کے بعد کفار نے اور بھی سختی شروع کر دی تو آپ ﷺ طائف کی طرف تبلیغ کی نیت سے گئے۔ انہوں نے نہ صرف انکار ہی کیا بلکہ آپ ﷺ پر پتھر بھی برسائے۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کے صبر اور درگزر کرنے کی بہت بڑی مثال ثابت ہوا۔ یہاں سے واپسی پر جب آپ ﷺ انتہائی پریشانی کی حالت میں قرن المنازل (مقام کا نام) کے قریب پہنچے تو فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ "اگر آپ ﷺ کہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں سے ان لوگوں کو کچل دوں؟" تو آپ ﷺ نے جواب دیا "نہیں"۔ یہ صبر و استقامت کی بہت بڑی مثال ہے۔ انہیں حالات میں اس سورت کا نزول ہوا۔ جو کہ کفار کو ان کی ہٹ دھرمی غرور اور گمراہی سے خبردار کرنے کیلئے نازل ہوئی۔ اس سورت کا موضوع بھی یہی ہے۔ اخلاق حسنہ کا حکم اور بدکرداری و گمراہی سے منع اور اس کی مذمت کی گئی ہے۔

تخلیق کائنات بے مقصد نہیں

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝۲ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ
بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ
النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ
قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ ؕ قُلْ اِنِ
افْتَرَیْتُہٗ فَلَا تَمْلِکُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ؕ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ ؕ کَفٰی بِہٖ شَھِیْدًۢا
بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ؕ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝۸ قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا
یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ
وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ع

حٰمٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔(1) یہ کتاب اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔(2) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ دونوں میں ہے حکمت پر اور مقررہ وقت تک کیلئے پیدا کیا ہے اور کفار کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔(3) فرمادیں کہ ''بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ' ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے؟ اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا انبیاء کے علم میں سے کچھ لکھا ہوا موجود ہو تو وہ مجھے دکھاؤ۔(4) اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسوں کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکیں اور ان کو ان کے پکارنے تک کی خبر نہ ہو۔(5) اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پوجا سے انکار کریں گے۔(6) اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر حق کے بارے میں جو ان کے پاس آچکا تھا کہتے ہیں کہ ''یہ تو صریح جادو ہے۔(7) کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ سب اس نے خود ہی بنالیا ہے۔ فرمادیں کہ ''اگر میں نے یہ اپنی طرف سے بنالیا ہو تو تم اللہ کے سامنے میرے بچاؤ کا کچھ اختیار نہیں رکھتے وہ اس بات چیت کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارے میں کرتے ہو۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(8) فرمادیں کہ ''میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی مجھ پر آتی ہے اور میرا کام تو علانیہ ہدایت کرنا ہے۔(9) فرمادیں کہ بھلا دیکھو تو! اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک کتاب کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی تو تمہارے ظالم ہونے میں کیا شک ہے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(10)

تشریح: اللہ کی وحدانیت بے شمار ذریعوں سے ثابت ہو چکی ہے کائنات کا نظام ایک مستحکم اور کامل مرکزی نظام ہے۔ جس کو ایک اکیلے اللہ نے پیدا کیا وہی چلا رہا ہے اور وہی اس کو اپنی مرضی اور مقرر کردہ وقت پر ختم بھی کردے گا۔ یہ اختتام دراصل دوسری تخلیق کا آغاز ہوگا اور اس طرح ہم اس کو تخلیقی امر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح اس دنیا میں آنے کیلئے پیدائش کا عمل ہوا اسی طرح دوسری دنیا میں جانے کیلئے موت کا عمل ' منتقل ہونے کا تخلیقی عمل ہے۔ اس پر یقین کرنا عام انسان کیلئے یوں مشکل ہے کہ یہ غیب کی بات ہے۔ آنکھوں دیکھی بات نہیں۔ انسان اس کے کھوج میں لگا رہتا ہے۔ لہٰذا تاریخی لحاظ سے مذہبی لحاظ سے اور سائنسی لحاظ سے اس عمل پر تحقیقات ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان تینوں شعبوں میں سب سے زیادہ محکم ' ٹھیک پکا اور سچا شعبہ ہے مذہبی لحاظ سے تحقیق کا کام، کیونکہ تاریخ بدلتی رہتی ہے۔

سائنسی تجربات تو ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں البتہ دینی اور قرآنی ثبوت و احکامات نہ بدلنے والے ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مذہب کے لوگ دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے تھے مثلاً فراعنہ مصر کے اہرام، کہ ان میں مرنے والے کے ساتھ گھوڑے غلام اور بے شمار ضروریات زندگی کی چیزیں اس خیال سے دفن کر دی جاتی تھیں کہ جب یہ دوبارہ جی اٹھیں گے تو استعمال کریں گے اسی طرح قدیم چینی امریکہ کے ریڈ انڈین جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا کے اصلی باشندے۔ ہندو' بدھ اور جین مذہب والے سب ہی بار بار پیدا ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ غرض دنیا کے ہر مذہب میں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھا جاتا ہے۔

ہم مسلمان جب مذہبی معیار سے اس بات کو دیکھتے ہیں تو قرآن پاک اس غیب کے واقعہ اور عمل کو بار بار دہراتا ہے۔ اور قرآن کا یہ بتا دینا ہم مسلمانوں کیلئے سچی حقیقت ہے اور یہی عقیدہ بتاتا ہے کہ نہ تو کائنات کھیل تماشہ ہے اور نہ ہی ہماری اس دنیا کی زندگی ہی بے مقصد ہے۔ یہ مقصد کہ ہم نے اس دنیا میں کئے گئے اعمال کا بدلہ جنت اور دوزخ کی صورت میں ضرور پانا ہے ہماری زندگیوں کو سیدھا' صاف اور سچا راستہ دکھاتی ہیں۔ کیونکہ جب ہم آخرت کے بدلے کو سامنے رکھ کر زندگی کا ہر لمحہ گزارتے ہیں تو ہم اپنی کامیابی کو اپنا نظریہ حیات بنا کر زندگی گزارتے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص کامیابی کیلئے ہی جدوجہد کرتا ہے تو مسلمان آخرت میں کامیابی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے۔ اور یہ مقصد ہے کائنات کے بنانے کا اور انسان کی زندگی کا اور پھر آخرت کا کہ جو ہم بوئیں گے وہی کاٹیں گے اس صورت میں کون ایسا بے وقوف ہوگا جو اس فانی دنیا اور اسکی ختم ہو جانے والی آسائشوں کی خاطر آخرت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو حاصل نہ کرنا چاہے گا؟ اب تیسرا یقین ہے سائنسی لحاظ سے تو تمام سائنسدان تقریباً اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ سورج ایک دن ضرور ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کائنات اپنے عمل سے رک جائے گی سیارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی اور دنیا کا یہ ختم ہو جانا نئی دنیا کے آغاز کی بنیاد ہوگی۔ اور پھر وہ نئی دنیا ہمیشہ رہنے والی ہوگی۔ اسی دنیا کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں' برکتوں' آسائشوں اور رحمتوں کو حاصل کرنے کا بہترین نسخہ قرآن پاک بتاتا ہے۔ "جو اللہ کے دوست ہیں' جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا' ان کیلئے کسی خوف اور رنج کا امکان نہیں۔ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں میں ان کیلئے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے" (سورۂ یونس 62-63-64) قرآن پاک مسلمانوں کیلئے بہترین گائیڈ بک ہے۔

اللہ فرماتا ہے۔ "کامیاب زندگی وہ ہے جس میں مشکلات آسان ہوں' دشواریوں میں راستہ نکلے' رزق نصیب ہو' ہر کام آسان ہو۔ اس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے۔" (القرآن) ایسے ہی لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی مقصد ہے کائنات کا انسانی زندگی کا اور پھر آخرت کا۔ قرآن پاک، احادیث، اولیائے کرام کے مشاہدات اور جدید سائنس کے تجربات کو جان لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص آخرت پر یقین نہیں رکھتا تو پھر اس کیلئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ

عقیدہ آخرت پر قائم رہنے والوں کیلئے اللہ فرماتا ہے۔ "اے نفس مطمئنہ رکھنے والے! واپس چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تم سے راضی۔ پس شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

(سورۃ الفجر آیات 27 تا 30)

قرآن پاک کا یہی تو کمال ہے کہ اس نے انسان کو ماضی حال مستقبل اور غیب سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ خالق و مالک الہ العلمین نے کائنات کا ذرہ ذرہ مفید اور کارآمد بنایا ہے یہاں چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بے کار اور فضول نہیں بنائی گئی۔ ہر چیز ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے۔ اسی طرح قیامت بھی تخلیق کائنات کا مقصد پورا کرنے کیلئے ہی آئے گی۔ اسی لیے قیامت کو خاتمہ نہیں بلکہ ایک واقعہ کا نام دیا گیا ہے جو دوسری تخلیق کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ کب ہوگا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پروگرام میں طے کر رکھا ہے جس کا علم سوائے اس کے کسی کو نہیں۔ اس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔ "بیشک وہ گھڑی آنے والی ہے۔ میرے سامنے اس کو پوشیدہ رکھنے میں مقاصد ہیں۔ کہ ہر نفس کو اس کی کوشش کے مطابق بدلہ دیا جائے"۔ (سورۃ طٰہٰ آیت 15)

سب کچھ کفار مکہ پر ظاہر ہو چکا تھا اور آج کے کفار پر بھی ظاہر ہو چکا ہے مگر پھر بھی رسول کو اللہ کا نبی ماننے سے مسلسل انکار کرتے تھے اور کرتے ہیں اس حجت بازی میں کئی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کو علم الغیب کیوں نہیں ہوتا' ان کے آگے پیچھے فرشتے کیوں نہیں پھرتے اور یہ عام انسانوں کی طرح زندگی کیوں گزارتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو اس کا جواب اللہ نے دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ "میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں آ گیا میری طرح بے شمار رسول آ چکے ہیں۔ میں تو صرف وحی الٰہی کے مطابق ہی بات کرتا ہوں میرا کام تو صرف راہ راست پیش کرنا ہے اور منکر لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرانا ہے۔ اس قسم کی تعلیمات مجھ سے پہلے بنی اسرائیل کی آسمانی کتابوں میں آ چکی ہیں اور ان کی کتابوں میں میرے نبی آخر ہونے اور قرآن پاک کی صداقت کے بارے میں بھی بڑی وضاحت سے آ چکا ہے۔ اور وہ مان بھی چکے ہیں اور تم بھی جان چکے ہو کہ اللہ کی تعلیمات وحی کے ذریعہ ہی نازل کی جاتی ہیں۔ پھر بھی منکرین اگر نہیں مانتے اور الٹے سیدھے اعتراضات کر کے انکار کے پہلو نکالتے ہیں تو یہ صرف بے بنیاد غرور' ہٹ دھرمی اور نافرمانی ہے۔ اور کچھ نہیں"۔ تو ایسے ہی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (آیت 10) رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت صرف اس کو مفید ہو سکتی ہے جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ (ترمذی، مشکوۃ)

شرک کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے اور وہ قیام گاہ بہت ہی بری ہے جو ان ظالموں کو نصیب ہوگی"۔ (سورہ آل عمران: 151)

تمام انبیاء نے آسمانی دین کی ہی تعلیم دی ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ
فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ
مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا
اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا
وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ
قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۵ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ
عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ
مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۷ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا
وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ
ع الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰

اورکافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ "اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے اور جب وہ اس سے ہدایت نہ پا سکے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔(11) اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی لوگوں کیلئے رہنما اور رحمت، یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس کی تصدیق کرنے والی تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنائے۔(12) بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔(13) یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔(14) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا

اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ "اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ان کیلئے شکر کروں اور یہ کہ نیک کام کروں جن کو آپ پسند کریں اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح اور تقویٰ دے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔(15) یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اور یہی اہل جنت میں سے ہوں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔(16) اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ "اف اف "! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں زمین سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اے خرابی تیری تو ایمان لے آ۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے "۔ تو کہنے لگا "یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں "۔(17) یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں جنوں اور انسانوں کی دوسری امتوں میں سے جو ان سے پہلے گزر چکیں عذاب کی بات پکی ہو چکی 'بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔(18) اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔ غرض یہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان کا نقصان نہ کیا جائے۔(19) اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کیے جائیں گے تو کہا جائے گا کہ تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے برت چکے سو آج تم کو رسوائی والا عذاب ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس بات کی کہ بدکرداری کیا کرتے تھے۔(20)

تشریح: آیت گیارہ میں تو کفار کی حجت بازی کا ذکر کیا گیا ہے اور جواب دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر ہمیشہ انسان کی اصلاح کیلئے رسول اور آسمانی کتابیں آتی رہی ہیں اور مخالفت کرنے والے بھی آتے رہے ہیں اور مخالفت کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے اس طرح قرآن پاک جو کہ تمام پہلے نازل ہونے والی کتابوں یعنی تورات، انجیل اور زبور کے علاوہ تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ ہے اور ان سب کو سچی کتابیں بھی کہتا ہے کچھ باتیں تو ان کتابوں کے مطابق ہیں اور کچھ باتوں کا قوانین اور شریعت میں اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ بہر حال ایک بات کہ "اللہ ایک ہے ،اس کا کوئی شریک نہیں"۔ تمام رسولوں اور کتابوں میں بتائی گئی ہے۔ یہ سب سے پہلا اصلاحی مذہبی اور قانونی حکم ہے جو ان کے ذریعے تمام انبیاء کو بتایا گیا۔ یہاں بھی اسی کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے۔ دوسرا حکم آخرت کا ہے۔ کہ اس میں نیک لوگوں کو انعامات ملنے کی خوشخبری دی گئی ہے اور برے لوگوں کو سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ چند اسلامی اور شرعی احکامات طبی اور اخلاقی لحاظ سے کچھ یوں بتائے گئے ہیں۔ پہلا حکم حقوق العباد میں سے ایک یہ ہے کہ والدین کے ساتھ ہر صورت بھلائی کرو۔ خاص طور سے ماں کے ساتھ اور اس کی وجہ طبی نکتہ نظر سے یہ بتائی گئی ہے کیونکہ وہ بچے کو پیٹ میں پرورش کرتی ہے جو بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ پھر بچے کی پیدائش ہوتی ہے جو کہ بے حد تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے اور پھر اس کی پرورش ' بچے

کو دودھ پلانا۔ یہاں ایک بہت بڑا طبی نقطہ جو کہ موجودہ صدی میں معلوم کیا گیا ہے قرآنِ پاک میں اس کو بڑے واضح الفاظ میں بہت پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی بچے کی پیدائش اور دودھ پلانے کی انتہائی مناسب اور ٹھیک مدت بتائی گئی ہے یعنی ڈھائی سال۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو سال دودھ پلاؤ اور چھ ماہ میں بچے کی پیدائش طبی لحاظ سے بالکل مناسب ہے۔ جبکہ عام طور پر یہ مدت 9 ماہ ہی گنی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ میں بچہ جسمانی لحاظ سے بالکل مکمل ہو جاتا ہے۔ باقی تین ماہ اس کی مزید پختگی میں لگ جاتے ہیں اس لیے اگر کوئی ماں 6 ماہ کے بعد پیدائش کا عمل پورا کر لیتی ہے تو وہ گناہگار نہیں۔ اس سے مطابقت میں حضرت عبداللہ جہنی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں کہ "ہمارے قبیلہ کی ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا کیا تو اس کے خاوند نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ اس کی عورت نے ناجائز بچہ کو جنم دیا ہے۔ جب عورت آئی تو اس نے اپنی بے گناہی میں قسم اٹھائی مگر کیونکہ عام طور پر بچہ کی پیدائش 9 ماہ کے عرصہ کے بعد ہوتی تھی اس لیے اس کی بے گناہی نہ مانی گئی اور اس کو زانیہ ہونے کی وجہ سے سزا سنا دی گئی جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آیت 15 دکھائی جو اس عورت کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے کافی تھی لہٰذا اس عورت کی سزا معاف کر کے اس کو باعزت زندگی دلائی گئی"۔ اس آیت میں حمل اور دودھ پلانے کے تیس مہینے بتائے گئے ہیں۔ چوبیس مہینے دودھ پلانے کے اور 6 مہینے حمل کے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ مزید وضاحت کیلئے عرض ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب کسی عورت کو 9 ماہ میں بچہ پیدا ہو تو اس کی دودھ پلائی کی مدت 21 ماہ کافی ہے اور جب 7 ماہ میں ہو تو پھر دودھ پلائی کی مدت 23 ماہ ہے اور جب 6 ماہ میں بچہ ہو جائے تو پھر مدت رضاعت دو سال کامل۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ "حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے"۔ (از تفسیر ابن کثیر)

بچہ جوان ہونے تک اور عقل و شعور کی پختگی کو حاصل کرنے میں 40 سال لگا دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے بنو امیہ کو مشقی گورنر حجاج بن عبداللہ حلیمی فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم و حیا سے چھوڑ اتھا اسکے بعد گناہوں کو چھوڑنے کا باعث خود ذاتِ خداوندی سے حیا تھی پھر اس کی دعا کا بیان ہے۔ (از ابن کثیر)

مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی کو اس کی عقل و شعور اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے کئی ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں عقل و طاقت کا دور چالیس سال کی عمر میں عروج پر ہوتا ہے۔ اکثر انبیاء کی بعثت اسی عمر میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ 40 سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت ملی اور شروع کے 13 سال ہر لحاظ سے انتہائی مشکل محنت طلب اور بے حد صبر آزما واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ 40 سال کی عمر بھرپور طاقت کی عمر ہوتی ہے۔ اس عمر میں جو اللہ سے ڈرتے ہیں' نیک کام کرتے ہیں اور اللہ سے دعائیں کرتے ہیں وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی دعاؤں کے جواب میں اللہ فرماتا ہے۔ "یہی

وہ نیک لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے"۔(آیت 16)

مگر جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"عذاب کی بات پکی ہوچکی بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے"۔(آیت 18)

ثابت ہوگیا کہ نافرمانی، کفروشرک اور بدعملی کی سزا تو ہر شخص کو اور ہر صورت میں ضرور ملے گی۔مگر جوانی میں کی گئی عبادت اور نیکی کا درجہ بہت بڑا ہے اسی طرح جوانی میں کیے گئے گناہ و بدکاری کا انجام بھی بڑا سخت خراب ہوگا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس بات کی کہ بدکرداری کیا کرتے تھے"۔(آیت 20)

ان آیات میں اسلامی قانون کے کچھ نکات بیان کیے گئے ہیں بچہ ماں باپ اور خاندان کو بربادی سے بچانے کے لیے یہ طبی حقیقت جو انسان کے علم سے باہر تھی اللہ نے وحی و قرآن کے ذریعہ واضح کردی کہ ماں کے پیٹ میں نشوونما پاکر ولادت کے لیے مکمل ہوجانا صرف 28 ہفتے کا کام ہے۔یہ مدت ساڑھے چھ مہینے سے کچھ زیادہ بنتی ہے۔یہ بڑا نازک معاملہ ہے لہٰذا اس کی وضاحت قرآن میں اچھی طرح کردی گئی ہے۔قرآن پاک کی سچائی کے لیے یہ بھی ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔اسی طرح غیب کا وہ سلسلہ جو موت کے بعد زندہ ہونے عذاب اور ثواب کے ملنے کا پتہ دیتا ہے اس کی اطلاع بھی قرآن پاک میں ہی دی گئی ہے۔اور یہ اطلاع ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ واقعی اللہ ایک ہے وہی رب العٰلمین ہے مالکِ یوم الدین ہے۔سمیع و بصیر ہے۔اور انسان کے ہر ہر عمل کو دیکھ رہا ہے نوٹ کررہا ہے بلکہ فلم بن رہی ہے۔جو قیامت کے دن انسان کے دنیا کے اعمال کی گواہی دے گی تاکہ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہوجائے۔اللہ تو سب سے بڑا اور بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ان تمام لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جو یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی صرف اس دنیا کی ہی ہے۔اصل زندگی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر شروع ہوگی۔یہ بالکل سچ ہے اس میں ایک ذرہ برابر بھی غلطی نہیں۔انسان کو انسانیت کے دائرے میں رکھنے کے لیے یہ بہترین نسخہ ہے۔اور اسی میں بہت بڑی کامیابی ہے۔

بڑی کامیابی کے لیے ایک قصہ سنیے سیدنا جبار بن سلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔جو بڑے کٹر غیر مسلم تھے۔ایک جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے کہ ایک مسلمان سیدنا حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے نیزہ سے شہید کردیا۔جب سیدنا عامر رضی اللہ عنہ تڑپ کر زمین پر گرے تو ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا" کعبہ کے رب کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا"۔اس جملے نے سیدنا جبار بن سلمی رضی اللہ عنہ کی دنیا ہی بدل دی فوراً مسلمان ہوگئے اور پھر نامور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں شامل ہوئے۔

(از"ہمارا سنگین ترین مسئلہ"مصنف محمد منظور الحق)

قوم عاد کا قصہ جو کہ نافرمان تھی

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ
اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ
مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ
قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ
شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ
مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ ع
يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ
وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور قوم عاد کے بھائی ہود کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی۔ ان سے پہلے اور بعد والے ہدایت کرنے والے گزر چکے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔(21) کہنے لگے ''کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔ اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔(22) انہوں نے کہا کہ ''اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی میں پھنس رہے ہو۔(23) پھر جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے کہ ''یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا نہیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔(24) ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کیے دیتی ہے، تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔(25) اور ہم نے ان لوگوں کو ایسی چیزوں کا مقدور دیا تھا جن کا مقدور تمہیں نہیں دیا۔ انہیں کان ' آنکھیں اور دل دیئے تھے۔ تو جب وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آ سکے نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔(26) اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے

ہلاک کر دیا اور باری باری اپنی نشانیاں ظاہر کر دیں تا کہ وہ رجوع کریں۔(27) تو جن کو ان لوگوں نے اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟ بلکہ وہ ان کے سامنے سے گم ہو گئے۔ اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور یہ وہ افترا کیا کرتے تھے۔(28)

تشریح: قوم عاد کا قصہ ان لوگوں کے لیے بیان کیا جا رہا ہے جو اس زمانے میں نخوت' غرور' بڑائی' لاپرواہی اور کفر و شرک کی وجہ سے ناشکری اور نافرمانی پر اڑے رہتے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ نے ہر قسم کی نعمت' عزت' عقل و فہم اور صحت و تندرستی دے رکھی تھی مگر وہ ان تمام نعمتوں کے نشے میں بدمست اپنے نبی کی ہدایت پر چلنے کو تیار نہ تھے بلکہ الٹا نبی کا مذاق ہی اڑایا کرتے تھے۔ اور جس عذاب کی اطلاع ان کا نبی ان کو دیتا تھا اس کو مذاق سمجھتے تھے۔ جیسا کہ آج کل کے پڑھے لکھے لوگ عقل و فہم رکھتے ہوئے بھی اللہ کو اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کو بالکل فضول (نعوذ باللہ) اور بے کار' بے معنی سمجھ کر اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے تو ایسے تمام لوگوں کو اس قوم کی تباہی اور اس جیسی کئی قوموں کی تباہی و بربادی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ قوم عاد بڑی ترقی یافتہ خوشحال قوم تھی ان کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ قرآن میں ان کا اصل وطن الاحقاف بتایا گیا ہے۔ اب وہ علاقہ اس قدر ویران اور ہولناک ہے کہ اس کے اندرونی حصوں میں جانے کی کوئی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ اگر حضرموت کی شمالی سطح مرتفع پر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں دکھائی دیتا ہے اور اس میں جگہ جگہ باریک سفید ریت کے ٹکڑے نظر آتے ہیں تجربہ سے معلوم ہوا ہے اگر ان میں کوئی چیز گر جائے تو دلدل کی طرح ان کے اندر غرق ہو جاتی ہے اور بالکل گل سڑ جاتی ہے۔ یہ کیا ہے؟ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کبھی یہاں شاندار قوم رہتی تھی۔ اس علاقے کی تباہی اور اس کی اس درجہ ہولناکی اللہ تعالیٰ نے صرف اسی لیے محفوظ کر رکھی ہے کہ مشرک اور منکرِ خدا لوگ عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ فرعون کی لاش بھی اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لیے اس دنیا میں محفوظ کر کے رکھ چھوڑی ہے۔ آخر انسان ان باتوں کو کیوں نہیں مان لیتا کہ اللہ ایک ہے' وہی ہمارا سب کچھ ہے کیونکہ اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے وہی پالنے والا ہے اور اسی کے پاس واپس جائیں گے۔ نیکی میں نجات ہے اور روشنی ہے۔ بدی میں عذاب ہے اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ چور' ڈاکو' قاتل کبھی سکون سے زندگی نہیں گزار سکتے جبکہ اللہ کے نیک بندے پر سکون اور خوش و خرم ہوتے ہیں۔ وہ بالکل بے فکرے ہوتے ہیں۔ ان کو نہ کوئی غم ہوتا ہے نہ کوئی فکر ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں اللہ کا فرمان بالکل سچا ہے۔ اللہ نے فرمایا: "ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔" (سورة ق:16)

پھر اللہ رحیم ہے کریم ہے اس کو اپنے بندوں سے اس قدر پیار ہے کہ ہم اس کا اندازہ یوں کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا میں ایک حصہ رحمت ہے اور ننانوے حصے رحمت کے اللہ کے پاس ہیں جو اللہ اپنے بندوں سے کرتا ہے اور قیامت کے دن کرے گا ... تعالیٰ فرماتا ہے۔" اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان کے قریب ہی ہوں۔

پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں"۔(سورۃ بقرہ آیت 186)
پھر فرمایا" کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے' جب کہ وہ پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے"؟(سورۃ نحل آیت 62)
یہ ایسی سچی بات ہے کہ اس کو بے شمار دفعہ دلیلوں کے ساتھ قرآن میں کہا گیا ہے۔ بھلا اس خالق مطلق کی کہی ہوئی بات کبھی غلط ہوسکتی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا کل کائنات کو پیدا کیا وہی خالق ہے وہی مالک ہے اور اسی کی طرف ہم سب لوٹ کر جائیں گے۔ اسی لیے بار بار کہا گیا ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو"۔(سورۃ ہود آیت 19)

سچے اور پکے مسلمان کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکتی۔

ہم کو طوفان سے ڈرائیں نہ زمانے والے
کشتیاں ہم سر ساحل ہیں جلانے والے

(خالد کفایت)

قرآن انسانوں اور جنوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا
قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ
وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ
فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ
يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۚ
بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۚ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۚ
قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا
الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ الربع ع

اور جب ہم نے جنوں میں سے ایک گروہ کو تمہاری طرف متوجہ کر دیا کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب ختم ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ ان کو نصیحت کریں۔(29) کہنے لگے کہ "اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی۔ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق

کرتی ہے۔ سچا دین اور سیدھا رستہ بتاتی ہے۔(30) اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔(31) اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔(32) کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر رہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے ہاں ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(33) اور جس دن انکار کرنے والے آگ کے سامنے کیے جائیں گے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟ تو کہیں گے " کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم حق ہے "۔ حکم ہو گا کہ تم جو دنیا میں انکار کیا کرتے تھے اب عذاب کے مزے چکھو۔(34) پس جس طرح عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح آپ بھی صبر کرو اور ان کے لیے عذاب جلدی نہ مانگو۔ جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں رہے ہی نہ تھے مگر گھڑی بھر دن۔ یہ قرآن کا پیغام ہے۔ سو اب وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان تھے۔(35)

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے جنوں کا ذکر آتا ہے۔ ان کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور بہت سے دوسرے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے۔ کہ جب رسول کریم ﷺ طائف سے مایوس ہو کر مکہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو نخلہ کے مقام پر نماز میں تلاوت کر رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ ادھر سے گزرا اور وہ قرآن سننے لگا۔ ان کے موجود ہونے کی خبر آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی گئی ہے۔ کیونکہ جن انسان کی طرح مٹی سے نہیں بلکہ آگ سے بنائے گئے ہیں۔ اس لیے دکھائی نہیں دیتے ان آیات میں بہت سے نئے موضوعات پر بات کی گئی ہے۔

ایک تو یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں کے علاوہ بھی مخلوقات ہیں جو کہ بے شمار ہیں مگر عقل سمجھ رکھنے والی مخلوقات، جن میں فرشتے اور جن بھی شامل ہیں۔

دوسرا۔ انسان کو ان مخلوقات پر فوقیت دی گئی ہے کیونکہ انسان اللہ کا نائب بنایا گیا اور عقل کے ساتھ ارادہ بھی رکھتا ہے۔

تیسرا۔ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے جبکہ فرشتے نور سے اور جنات آگ سے بنائے گئے ہیں۔

چوتھا۔ جنات بھی نیک بد اور کافر و مشرک ہوتے ہیں۔

پانچواں۔ پیغمبر انسانوں سے ہی بھیجے گئے۔ جنات میں سے رسول نہیں بھیجے گئے۔

چھٹا۔ جنات پہلے سے آسمانی کتابوں پر ایمان لا چکے تھے۔ کیونکہ انہوں نے قرآن سننے کے بعد کہا کہ "اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی"۔(30)

ساتواں۔ جنات نے گواہی دی کہ قرآن بہترین کتاب ہے کیونکہ انہوں نے یوں کہا" جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی

ہیں یہ کتاب ان کی تصدیق کرتی ہے۔سچا دین اور سیدھا راستہ بتاتی ہے"۔(30)

آٹھواں۔جنات نے بھی قرآن، اللہ، رسول اور دین اسلام کی پوری طرح تصدیق کردی۔

نواں۔ جنوں نے بھی اسی پیغام کو دہرایا جو بار بار قرآن پاک میں دیا گیا ہے یعنی اللہ ایک ہے۔وہی قادر مطلق ہے زندگی ہنسی مذاق نہیں بلکہ پورا پورا احساب لیا جائے گا اور پھر دوزخ یا جنت ملے گی۔

آخر میں کیونکہ آپ ﷺ طائف کے لوگوں کی طرف سے بے حد ناامید اور رنجیدہ ہوکر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔"پس جس طرح عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔اور ان کے لیے عذاب جلدی نہ مانگو"۔(35) اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

ان آیات میں ایک نیا موضوع متعارف کروایا گیا ہے اور وہ ہے جنوں کی تخلیق۔قرآن واحادیث سے اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ انسان کے علاوہ ایک شعور رکھنے والی مخلوق جن بھی ہے۔اور یہ انسان سے کم تر درجہ رکھتے ہیں۔یہ کچھ لحاظ سے مضبوط ہوتے ہیں مثلاً بجلی کی طرح تیزی سے سفر کرنا' دور تک دیکھ سکنا اور بغیر تھکے کام کرتے جانا۔کمزور کردار کے انسانوں کے ذہنوں کو بدل سکتے ہیں کیونکہ ان میں بھی انسانوں کی طرح کوئی مسلمان کوئی ہندو' عیسائی اور کافر ہوتے ہیں لیکن اکثریت شریر طبیعت والے ہوتے ہیں۔اس موضوع پر سلطان بشیر محمود صاحب بہت خوب لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔"جیسا کہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسانی روح کی بنیاد بھی نور ہے فرشتے بھی نوری مخلوق ہیں اس کے مقابلہ میں جنات کی فطرت ناری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور البتہ تخلیق کی ہم نے انسان کی بجنے والی مٹی سے جو ایک سڑے ہوئے کیچڑ نما گارے پر مشتمل تھی اور اس سے پہلے ہم نے پیدا کیا جنات کو آگ کی لو سے۔(سورہ حجر آیات 26 تا 27)

مزید لکھتے ہیں۔"آگ کی لو کا جدید سائنس کی زبان میں مطلب ہاٹ گیس پلازما (HotGasPlasma) ہے۔جو انتہائی گرم گیس کا شعلہ ہے۔سورج ستارے بھی اسی طرح کی آگ سے بنے ہیں۔دراصل یہ آگ بجلی اور مقناطیسی شعاؤں پر مشتمل ہے"۔(از قیامت اور حیات بعد الموت)۔

بہر حال اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں البتہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر چیز کو پوری کائنات کو تمام مخلوقات کو ایک خاص قائدے قانون اور مقدار کے مطابق بنایا ہے۔یہ قائدے قانون اور مقدار سمجھ لینا پوری طرح سے انسان کے بس میں نہیں۔یہ جان لینا کافی ہے کہ ہمارے ساتھ دو مخلوق شر کی اور خیر کی لگی رہتی ہیں۔اگر ہم اپنے عقائد میں مضبوط ہوں تو جن یا شیطان کوئی بھی ہمیں برے راستوں پر چلانے کی ہرگز طاقت نہیں رکھ سکتے۔اللہ سے مدد مانگتے رہنا چاہیے وہی بہترین مددگار ہے اور محافظ بھی۔فرشتوں اور جنوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے چلے کاٹنا بالکل غلط کام ہے۔یہ شرک اور بدعت میں شامل ہے۔اللہ عالم الغیب نے صاف فرمادیا ہے "اے اولاد آدم! دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر بہکا دے' جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا"۔(سورہ اعراف آیت 27)

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ "اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے جو ہمارے عمل کے مطابق نہیں تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا" (بخاری' مسلم' مسند احمد) جو لوگ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتے وہ شیطان کے بہکانے میں بڑی آسانی سے اپنا رخ شیطانی کاموں کی طرف موڑ لیتے ہیں۔ القرآن: "شیطان نے ان کے برے کرتوت انہیں خوشنما بنا کر دکھائے"۔ (سورہ نحل آیت 63)

"اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

حضرت یوسف کی بہترین دعاؤں میں سے ایک ہے۔ "اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے کارساز ہیں' دنیا میں بھی آخرت میں بھی' مجھے پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجیے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجیے"۔ آمین (سورۃ یوسف۔101)

خلاصہ سورۃ الاحقاف

یہ سورت بھی بے شمار حقائق سے بھری ہوئی ہے۔ سب سے پہلی اور آخری حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ ارحم الراحمین مالک و حاکم جس نے ہمیں پیدا کیا تمام کائنات مخلوقات اور یوم آخر یعنی قیامت کے بعد حساب وکتاب کے دن کا مالک ہے۔ ان حقائق کے بعد قرآن کا مضمون ہمیں یہ وضاحت بتاتا ہے۔ انسان کیا ہے؟ مومن کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ پیدائش سے پہلے ہمارا مقام کہاں تھا؟ مرنے کے بعد ہم کس مقام میں ٹھہریں گے؟ قیامت کیسے آئے گی کب آئے گی؟ دوبارہ زندہ کیسے کیے جائیں گے؟ محشر میں کیا ہوگا؟ جنت دوزخ کی کیا صورتیں ہوں گی؟ جنات اور فرشتوں کی کیا حقیقت ہے؟ انہی تمام سوالوں کے جوابات پورے قرآن پاک میں اور اس سورت میں بھی واضح کر دیئے گئے ہیں۔ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ قرآن کو پڑھے سمجھے دوسروں کو سمجھائے اور یوں امت مسلمہ ہونے کا حق ادا کرے۔ یاد رہے کہ آپ مسلم ہیں اور آپ اس عظیم رہنما کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں جو انسانیت کا امام "اللہ کا دوست" "مقبولِ خدا انتہائی برگزیدہ انسان تھا۔ اور وہ ہیں ابراہیم علیہ السلام۔ آپ نے فرمایا "ابراہیم نے کہا کہ میں رب العلمین کا مسلم یعنی فرمانبردار ہوں"۔ اللہ جل شانہ کے اس حکم کو ہر وقت سامنے رکھیں (القرآن)

"تم کو ایک ایسی امت بن کر رہنا چاہیے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے"۔ اگر ہم نے اپنا یہ فرض ادا نہ کیا تو پھر ہمارا انجام بھی اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ "خدائے بزرگ وبرتر سے جبریل علیہ السلام نے کہا' رب العزت! ان میں تو تیرا ایک ایسا نیک بندہ ہے جس نے پلک جھپکانے کی حد تک بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ رب العزت نے فرمایا۔ "ہاں جبریل بستی کو اس پر بھی الٹ دو اور دوسروں پر بھی اس لئے کہ ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور اس نے کچھ بھی نہیں کیا" (مشکوۃ باب الامر بالمعروف عن جابر رضی اللہ عنہ) ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دعوت وتبلیغ کا کام بڑا مشکل نازک مگر بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی"۔

تعارف سورت محمد

یہ سورت نام کے لحاظ سے بڑی ہی پیاری اور خوبصورت ہے کیونکہ یہ ہمارے رہبر اعظم، امام انسانیت پیارے رسول سیدنا محمد ﷺ کے نام پر آئی ہے۔ اس میں 4 رکوع 38 آیات ہیں اور یہ مدنی سورت ہے کیونکہ اس کا زمانہ نزول ہجرت کے بعد ہے اور اس وقت کے حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی کیونکہ جب لڑائی کا حکم آ گیا تو کمزور ایمان والے اور منافقین کی جان پر بن گئی۔ حالات اس وقت یہ تھے کہ مسلمان یا تو سر دھڑ کی بازی لگا کر اسلام کا نفاذ کر دیں یا پھر کفر کے سامنے جھک جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو راہ دکھائی۔ پہلے تو سورۂ حج میں جنگ کی اجازت دی پھر سورۃ بقرہ میں آیت 19 میں جنگ کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے حالات اس وقت ہر طرح سے بہت کمزور تھے نہ تو مالی لحاظ سے مستحکم تھے نہ عددی لحاظ سے اور نہ ہی معاشی لحاظ سے مضبوط تھے کہ اتنی بڑی اہلِ عرب کی طاقت سے ٹکرا جائیں۔ بہر حال یہ بہت بڑا امتحان تھا اور فیصلہ کن معرکہ تھا کفر و اسلام کا۔ یہی وقت تھا پہچان کا کہ کون پکا مسلمان ہے کون کمزور ایمان والا ہے اور کون منافق ہے۔

یہی تین گروہ کھل کر سامنے آ گئے۔ پھر مسلمانوں کو جنگی ہدایات اللہ کی مدد اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے انعامات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے بعد کفار کو ان کی ناکامی آخرت میں برے انجام اور بدنصیبی کی خبر دی گئی ہے۔ پھر تیسرے گروہ منافقین کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اجر تو نیت کا ملے گا اور منافقین کے لیے بہت برا اجر ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایسے دکھاوے کے مسلمانوں کی کوئی عبادت قابل قبول نہیں۔ پھر مسلمانوں کو ہمت دلائی جا رہی ہے کہ ہمتِ مرداں مددِ خدا اللہ پر بھر پورا بھروسہ کر کے کفر کی بڑی طاقت سے بے خوف و خطر ٹکرا جائیں۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ مالی اور جسمانی تمام وسائل اس جنگ میں بے دریغ لگا دیں۔ اچھی طرح جان لیں کہ جو کچھ بھی وہ کریں گے صرف اپنے لیے ہی کریں گے اللہ کو اس کی ضرورت نہیں۔ اور سوچ لیں کہ اگر خلوص نیت سے کریں گے تو دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ اگر بے دلی سے کریں گے تو یقیناً اللہ ان کی جگہ کسی دوسرے گروہ کو لے آئے گا اور ان کی دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی اس سورت میں انفاق، یعنی خرچ کرنا اور نفاق دونوں کی اچھائیاں اور برائیاں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایمان کی طاقت سربلندی اور کفر کی بے وقعتی کو بڑے اچھے انداز میں واضح کیا گیا ہے۔

منکر و مومن کا مقابلہ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝١ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

بَالَهُمْ ﴿٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کے رستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔(1) اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو کتاب محمد پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے برحق ہے ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔(2) یہ اس لیے ہوا، کہ جو منکر ہوئے انہوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی اور جو ایمان لائے اور اپنے رب کے دین حق کے پیچھے چلے اسی طرح اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔(3)

تشریح: یہ آیات مومن اور کافر کا فرق بڑی وضاحت سے کرتی ہیں۔ کیونکہ صرف قرآن کو پڑھ لینا اور پھر لپیٹ کر رکھ دینا ہی اسلام لے آنا نہیں کہلاتا بلکہ نیکی، ایمان، تقوی اور اللہ رسول اور قرآن پر پورا پورا یقین رکھنا اور اس میں بتائے گئے تمام احکامات پر خلوص نیت سے عمل کرنا دوسروں کو عمل کرنے کی تاکید کرنا اور یہ سب کچھ دل و جان سے کرنا۔ مومن کی نشانی ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے خاص رحمتیں، برکتیں اور مدد نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس تمام عمل کے دوران اگر کوئی غلطی ان سے ہو جاتی ہے تو اللہ غفور الرحیم ان کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے کیونکہ اللہ پوری خبر رکھنے والا ہے وہ نیتوں کو خوب جانتا ہے اس لیے ریاکاری اور منافقت سے کیے گئے کام لوگوں کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ کو ہرگز دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ نیک عمل، نیک کام اور بہترین زندگی گزارنے کے بہترین اصول کتاب مقدس قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے اور بڑے آسان و سادہ الفاظ میں بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو اچھے اور برے کی تمیز ہو جائے۔ جیسا کہ یہاں بھی فرمایا "اسی طرح اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان کرتا ہے"۔

دنیا سے فسق و فجور اور فساد جہاد کے ذریعے مٹانے کا حکم

13معـ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا
مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڕ ذٰلِكَ ړ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ
وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾
سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ
تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ
اَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾
ع ١١ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿١١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ
وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ
قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ
زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ
مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ
عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ
وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوْا مِنْ
عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ
اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾
فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ
مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع 2 8 6

جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو جو زندہ پکڑے جائیں ان کو مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر۔ یہاں تک کہ دشمن ہتھیار ڈال دے یہ حکم یاد رکھو اور اگر اللہ چاہتا تو اور طرح ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک سے دوسروں کو لڑوا کر کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔(4) بلکہ ان کو سیدھے رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا۔(5) اور ان کو بہشت میں داخل کر دے گا جس سے ان کو واقف کروایا جا چکا ہے۔(6) اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔(7) اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔(8) یہ اس لیے کہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو پسند نہ کیا تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔(9) کیا انہوں نے ملک کی سیر نہیں کی تا کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو ہوگا۔(10) یہ اس لیے کہ مومن کا کارساز اللہ ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔(11) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اللہ بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔(12) اور بہت سی بستیاں تمہاری بستی سے جس کے رہنے والوں نے

تمہیں وہاں سے نکال دیا زور اور قوت میں تم سے کہیں بڑھ کر تھیں ہم نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔(13) بھلا جو شخص اپنے رب کی مہربانی سے کھلے رستے پر چل رہا ہو وہ ان کی طرح ہو سکتا ہے جن کے اعمال بد انہیں اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔(14) جنت، جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بونہیں کرے گا اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہیں اور خالص شہد کی نہریں ہیں (جو خوب میٹھی ہیں) اور وہاں ان کے لیے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ پرہیزگار ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔(15) اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک کہ سب کچھ سنتے ہیں لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو علم دین رکھنے والوں کو کہتے ہیں کہ "بھلا انہوں نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔(16) اور جو لوگ ہدایت رکھتے ہیں ان کو وہ اور بھی ہدایت دیتا ہے اور پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔(17) اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ اچانک ان پر آ جائے سو اس کی نشانیاں وجود میں آ چکی ہیں پھر جب وہ ان پر نازل ہو گی اسوقت انہیں نصیحت کوئی کام نہ دے سکے گی۔(18) پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور ساتھ ہی مومن مردوں، مومن عورتوں کے لیے بھی۔ اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے خوب واقف ہے۔(19)

تشریح: آیت نمبر چار بہت اہم ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم صاف الفاظ میں زوردار طریقہ سے دیا گیا ہے اور پھر جہاد کی کچھ خاص شرائط، احکامات اور فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ یہ کن حالات میں اتری تھی ورنہ اس کو پڑھ کر غیر مسلم جہاد کو بڑے ہی غلط معنی دیتے ہیں جیسا کہ محققین برٹانیکا نے جہاد کو جنگ کہہ کر اس کا پورا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا۔ اور موجودہ زمانے میں بھی مخالفین اسلام یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان اسلام کو تلوار یا بندوق کے زور پر پھیلا رہے ہیں اور بڑا غلط پروپیگنڈہ اسلام اور جہاد کے بارے میں کر رہے ہیں۔ تو جب ہم یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ جہاد کا مفہوم اصل میں کیا ہے اور یہ آیت مسلمانوں کو کن حالات میں جہاد کا حکم دیتی ہے تو پھر مسئلہ کافی حد تک حل ہو جاتا ہے یہاں تو خیر صاف طور سے مقابلہ میں قتل کرنے کا حکم ہے۔ ورنہ مسلمان کے تو رگ و ریشہ اور روح میں اللہ، رسول اور ان کے احکامات اس قدر سما چکے ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی کا کوئی عمل، کوئی حرکت، کوئی بات اور کوئی سوچ ایسی نہیں ہوتی کہ جو اس کوشش سے خالی ہو کہ وہ اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اسی کوشش و جدوجہد کا نام ہے جہاد۔ میدان جنگ میں اپنی پیاری زندگی کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کے لیے نکل پڑنا جہاد بالسیف ہے۔ سورۃ الحج میں آیت 39 میں حکم ہوا۔ "جن مسلمانوں سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ

ان کی مدد کرے گا وہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔" جیسا کہ مکہ میں مسلمانوں کو اس قدر تنگ کیا گیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑنے پہ مجبور ہو گئے۔ مکہ میں صبر کی تلقین کی گئی تھی لیکن جب مسلمان مدینہ میں ہجرت کر آئے تو وہاں بھی ان پر ظلم وستم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی تو سورۃ حج کی اس آیت میں جنگ کرنے کی اجازت دی گئی اور اب کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تدابیر، فہم و فراست اور بہترین انتظامات کی وجہ سے مدینہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کافی مضبوط ہو گئی تو پھر لڑائی کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی جنگ کے ابتدائی قوانین کی وضاحت بھی کر دی گئی۔ اور یہ تسلی بھی دی گئی کہ اپنے بے سروسامان ہونے، مالی کمزوری اور تعداد کی کمی کی فکر ہرگز مت کرو کیونکہ تم حق کے لیے لڑ رہے ہو اس لیے اللہ کی خاص مدد تمہارے ساتھ ہے اور اللہ کی مدد جس کے ساتھ ہو بھلا اس کو کون ہرا سکتا ہے۔ اس وقت ضروری تھا کہ کفار کو ان کے ظلم وستم، زیادتی اور کمزوری کا احساس دلا دیا جاتا اور وہ ایسے ہی تھا کہ بے دریغ ان کو قتل کر دیا جائے تاکہ ان کی فوجی طاقت کمزور ہو جائے اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں۔ پھر کیونکہ نفرت اور ظلم وستم سے اسلام نے منع کیا ہے اس لیے جنگی قوانین کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور حکماء دین کی عملی زندگی سے جو تشریحات ان اصول وقوانین کی ملتی ہیں وہ یوں ہیں۔

1۔ دشمن کی جنگی طاقت کو توڑنا۔

2۔ آخر تک ان کا پیچھا کرنا اور جو زندہ پکڑے جائیں ان کو جنگی قیدی بنا لینا۔ قتل نہ کرنا۔

3۔ کیونکہ اس آیت میں جنگی قیدی کو قتل کرنے سے صاف طور پر منع نہیں کیا گیا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے 70 قیدیوں میں سے صرف عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث کو خاص وجہ سے قتل کیا۔ اسی طرح جنگ احد کے ابوعزہ قیدی کو قتل کیا گیا۔ یہی طریقہ کار فتح مکہ کے بعد اختیار کیا اور پھر یہ طریقہ خلفائے راشدین میں بھی اختیار کیا گیا۔ (از تفہیم القرآن)

4۔ قیدیوں پر احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کر لو۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ مالی معاوضہ لیا جائے۔ خاص مدت کے لیے خاص خدمت لی جائے۔ قیدیوں کا تبادلہ کر لیا جائے۔

5۔ اسلامی شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ جنگی قیدی کو بھوکا ننگا رکھا جائے یا تکلیف پہنچائی جائے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں بانٹ دیا اور فرمایا "ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔"

6۔ جنگی قیدی تاحیات قید نہ رکھے جائیں۔ ان کی واپسی کا حتی الامکان بہترین طریقہ سوچا جائے۔ اگر قید ہو جانے کے بعد قیدی اسلام قبول کر لے تو آزاد نہ کیا جائے گا۔ حدیث میں آتا ہے۔ بنی عقیل کا ایک شخص قیدی بننے کے بعد کہنے لگا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ بات تو نے اس وقت کہی ہوتی جب تو آزاد تھا تو یقیناً فلاح پا جاتا۔ (مسند احمد ترمذی اور مسلم)۔

اس حکم میں مصلحت یہ ہے کہ آزاد ہونے کے لیے سب ہی اسلام قبول کر لیتے جو کہ نامناسب ہے۔

7۔ قیدیوں سے جزیہ لے کر ان کو ذمی رعایا بنا لیا جائے۔ یعنی وہ ایک مقررہ رقم ادا کر کے اقلیت کی صورت میں

آزاد زندگی گزار سکیں۔ امام محمد، السیر الکبیر میں لکھتے ہیں کہ "ہر وہ شخص جس کو غلام بنانا جائز ہے اس پر جزیہ لگا کر اسے ذمی بنا لینا بھی جائز ہے"۔ (از تفہیم القرآن)

8۔ قیدی کو اس کے بہترین کردار اور اچھی شہرت کی وجہ سے اعتماد کرتے ہوئے بغیر کسی شرط کے آزاد کر دیا جائے۔ جیسا کہ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو اچھی شہرت اور نیک کردار کی وجہ سے آزاد کر دیا تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ صحابہ کرام کے دور میں بھی قیدیوں کو احسان کے طور پر بلا کسی شرط کے آزاد کیا جاتا رہا ہے مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کندی کو رہا کیا"۔ (از کتاب الاموال لابی عبیدہ)

9۔ مالی معاوضہ لے کر قیدیوں کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

10۔ کسی خدمت کے بدلے میں آزاد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قریشی قیدیوں پر حضور نے یہ شرط لگائی کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ (از مسند احمد، طبقات ابن سعد)

11۔ قیدیوں سے قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے۔ جیسا کہ ایک دفعہ قبیلہ ثقیف کے دوست قبیلے بنی عقیل کا ایک آدمی مسلمانوں کی قید میں آ گیا۔ جس کے بدلے میں دو مسلمانوں کو رہا کرا لیا گیا۔ (از مسلم، ترمذی)

ان تمام قوانین کو غور سے پڑھنے اور عمل کرنے سے وہ تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں جو عام طور پر جنگی قیدیوں کی وجہ سے بے شمار مسائل پیدا کر دیتے ہیں۔ اللہ کے یہ بنائے ہوئے قوانین ہر لحاظ سے بے حد مکمل، واضح، آسان اور فائدہ مند ہیں۔ کیوں نہ ہوں اللہ کے وضع کیے ہوئے قوانین بندوں کے بنائے ہوئے قوانین کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ رحیم و کریم، رب العلمین، مالک کل کائنات، بہترین خالق اور حی القیوم اس کی ہر بات میں مصلحت اس کے ہر کام میں معقولیت اور حکمت ہے۔ اب یہ دنیا اور مخلوقات کا جو سلسلہ اللہ نے بنا رکھا ہے تو اس میں بھی حکمت ہی حکمت ہے۔ اُس کے لیے کیا مشکل ہے کہ گنہگاروں کو ایک سکینڈ میں تباہ و برباد کر کے رکھ دے مگر یہ سب تو بندوں کی آزمائش کا سلسلہ ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے کون مخلص ہے کون کافر ہے، کون ریاکار ہے اور کون منافق ہے؟ تاکہ پھر قیامت کے دوران سب کا حساب کتاب لے کر ان کو جنت و دوزخ کی راہ دکھائی جائے۔ جنت کیا ہے ایک ایسی بہترین پُر آسائش جگہ کہ جس میں ایسا بہترین پانی ہوگا جیسا دنیا میں کبھی دیکھا نہ پیا، دودھ ایسا ہوگا کہ جس میں لذت ہی لذت ہوگی۔ اسی طرح شہد اور شراب ایسے مصفیٰ کہ نہ ان میں چھتے مکھی کی کوئی علامت ہوگی اور نہ شراب میں وہ بدبو اور نشہ ہوگا جو دنیا کی شراب میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ صرف اور صرف مفرح مشروب ہوگا۔ یہی وہ انعام ہے جو اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دیا جائے گا۔ شہداء کی تو بے شمار فضیلتیں ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ یہاں ان کے تین درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی کرے گا۔ یعنی جنت کا راستہ دکھائے گا۔

2۔ حالت درست کردے گا یعنی ان کو بنا سنوار کر دنیا میں کی گئی تمام خطاؤں اور گناہوں سے بالکل پاک صاف کردے گا۔

3۔ ہر چیز اور ہر جگہ ان کو مانوس لگے گی کیونکہ قرآن و حدیث میں یہ سب کچھ ان کو بتایا جا چکا ہے۔ اور شہادت کے وقت بھی وہ اپنا مقام و مرتبہ دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ کی محبت میں جان تک دے دیتا ہے تو بھلا وہ ایسے انعامات کا حق دار کیوں نہ ہو گا۔ یقیناً ایسے ہی لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور متقی و پرہیز گار ہیں اللہ والے ہیں سب اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے درجات ضرور حاصل کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " کیا یہ پرہیز گار ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔" (آیت 15)

یہ وہ لوگ ہوں گے جو نبی اکرم ﷺ کی باتیں سننے کے بعد کہتے تھے یہ کیا کہہ رہے تھے؟ یعنی ان کے کان حق سننے کو تیار نہ تھے۔ دل کسی اچھی بات کو ماننے کو تیار نہ تھے دماغ کسی نیک عمل کو سمجھنے سوچنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، یعنی پھر ان کو شیطان کی دوستی اور شیطانی عمل اس قدر بھا چکے ہیں کہ وہ انہی کاموں کو اچھا، سچا اور فائدہ مند سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جن کے دلوں میں اللہ نے مہر لگا رکھی ہے"۔ یعنی جو لوگ نیکی، ہدایت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں اللہ ان کے لیے نیکی، ہدایت اور مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ دوزخ کا نقشہ بے شمار دفعہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے۔ بڑا ہولناک منظر ہوگا۔ رب العٰلمین ہماری خطائیں معاف فرمائے نیکی کی ہدایت دے اور دوزخ کے عذاب سے بچائے (آمین)۔

مگر کفار کا یہی عقیدہ ہے عیش کر لو زندگی میں جو مرضی دیکھا جائے گا جب قیامت آئے گی۔ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہاں زندگی کے تمام عیش جائز، ناجائز خوب کر لو۔ "بابر بہ عیش کوش کہ دنیا دوبارہ نیست"۔

ان غافل لوگوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ قیامت بہت قریب آ چکی ہے اور قیامت آنے کی نشانیاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ پہلی نشانی تو یہ ہے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی تشریف لا چکے ہیں ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

اور رسول اللہ ﷺ قیامت کے قریب آئیں گے۔ اس کے علاوہ بے شمار قیامت کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں مثلاً حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "زمانہ قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، (دلوں) میں بخیلی ڈال دی جائے گی اور ہرج بکثرت ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا کہ ہرج کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "قتل"۔ (مسلم از اسوہ حسنہ)

قیامت کا دن بڑا سخت دن ہوگا اس کی تیاری میں ہر وقت مصروف رہنا چاہیے۔ استغفار کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ ابوداؤد نسائی کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہوا ہے کہ "میں دن میں سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں"۔ سب کچھ جان لینے کے بعد کون ہے جو شیطان کا ساتھی بنے گا؟ رب العزت اپنے پیارے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے

فرماتا ہے۔"پس اے نبی! خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو معافی مانگو اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی اللہ آپ کی سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور آپ کے ٹھکانے سے بھی واقف ہے"۔(آیت 19)

یہاں مخاطب تو پیارے نبی ﷺ کو کیا گیا ہے مگر نصیحت تمام انسانوں کے لیے ہے۔سمجھ یہی آتا ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ اپنے اعمال نیک پر کبھی غرور نہ کرو بلکہ اللہ کو ہی بڑا اور واحد جانو اسی سے ہر وقت مغفرت کی دعائیں کرتے رہو صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو بھی اپنی دعاؤں میں ہمیشہ شامل رکھو۔اور یہ یقین رکھو کہ ہمارا ظاہر باطن، مرنا جینا اس جہاں میں مرنے اور قبر کی جگہ، پھر آخرت میں جزا و سزا کا علم صرف اللہ کو ہی ہے۔اس لیے اپنے اعمال پر ہی بھروسہ نہ کرتے رہو بلکہ اس کی رحمت پر زیادہ بھروسہ رکھو اور اس سے ہر وقت مغفرت مانگتے رہو۔استغفار ہر مشکل کی دعا ہے۔حدیث ملاحظہ ہو۔حضرت عبداللہ بن بسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مبارک باد ہے اس کو جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بہت پائے۔(ابن ماجہ از بنت الاسلام) اسی طرح دعا کی فضیلت بھی بہت زیادہ بتائی گئی ہے۔خاص طور سے وہ دعا جو اپنے کسی غائب بھائی بہن کے لیے مانگی جائے۔حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو کوئی مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے پسِ پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اسی کے مثل ہو۔(مسلم از اسوہ حسنہ۔بنت الاسلام)

یہ بات مسلمان کے باہمی بھائی چارے، خلوص اور نیک نیتی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا مولیٰ ہے ہمارے لیے شفیق و رحیم ہے، ہمارا خیر خواہ ہے اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک اس نے ایک ہی پیغام دیا ہے فرماتا ہے۔"اور وہ یہ ہے کہ ہم تقویٰ کی زندگی بسر کریں"۔ایک اور جگہ فرمایا کہ "تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے رہو"۔(سورۃ النساء آیت 13) اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے آمین ثم آمین

منافقین کا جہاد سے راہ فرار اور غداری

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ

۝٢٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اِسْرَارَهُمْ ۝٢٦ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝٢٧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ
اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝٢٨ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ع
مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝٢٩ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝٣٠ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ
مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝٣١ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا
الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝٣٢

اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کی کوئی سورت نازل کیوں نہیں ہوتی؟ لیکن جب صاف لفظوں میں سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہو۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے تو تم دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف یوں دیکھیں گے جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو رہی ہو، سو ان کے لیے خرابی ہے۔(20) (اچھا کام تو یہ ہے) فرمانبرداری اور پسندیدہ بات کہنا ہے۔ پھر جب جہاد کی بات پکی ہوگئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہنا چاہتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔(21) اے منافقو! تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرو گے۔(22) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔(23) بھلا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔(24) جو لوگ راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے یہ کام ان کو خوبصورت کر کے دکھایا اور (انہیں لمبی عمر کی) امید دلائی۔(25) یہ اس لیے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب سے بے زار ہیں یہ ان سے کہتے ہیں کہ "بعض کاموں میں ہم تمہاری بات بھی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔(26) تو اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے جائیں گے۔(27) یہ اس لیے کہ جس بات سے اللہ ناخوش ہے یہ اس کے پیچھے چلے اور اس کی رضا کو اچھا نہ سمجھا تو اللہ نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔(28) کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سوچے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا؟۔(29) اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو ان کے چہروں سے ہی پہچان لیتے اور تم ان کو ان کے انداز گفتگو سے ہی پہچان لوگے اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔(30) اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔(31) جن لوگوں کو سیدھا رستہ معلوم ہو گیا اور پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اللہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کر دے گا۔(32)

تشریح: ان آیات میں ان حالات کا تھوڑا سا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جب مدینہ میں مسلمانوں کی چھوٹی سی ریاست قائم ہو

چکی تھی اور کفار مکہ ان کو ہر طرح سے ستانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تو مسلمان خواہش کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی طرف سے جنگ کرنے، لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت مل جائے تو اچھا ہے۔ اور جب جہاد کا حکم اللہ کی طرف سے ملا تو جو سچے مسلمان تھے وہ تو اللہ کی راہ میں لڑنے پر خوش ہوئے مگر جو منافق تھے ان کی تو جان ہی نکل گئی یعنی سخت پریشان ہوئے۔ اصل میں اس وقت تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو سچے مسلمان ایک کمزور مسلمان اور ایک منافق۔ تو منافقین کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اے منافقو! اگر تم حاکم ہو جاؤ تو تم سے بعید نہیں کہ ملک میں خرابی کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے"۔ (آیت 23) مطلب یہ ہے کہ منافق کی سزا بڑی سخت بتائی گئی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ تو خود اپنے آپ سے بھی مخلص نہیں ہوتے دوسروں سے کیا خلوص برتیں گے۔ ان کا کام تو فساد پھیلانا، خودغرضی، قطع رحمی اور نفاق پھیلانا ہوتا ہے اور پھر یہ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا رہتے ہیں کہ ہماری اصلیت کسی کو معلوم نہیں۔ ان کو اللہ کی قدرت طاقت اور برتری کا علم ہے مگر پھر بھی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں ان کی حالت تو یہ ہے کہ ہر برے کام کو اچھا سمجھتے ہیں گویا جان بوجھ کر شیطان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور یوں لگتا ہے یہ نیک بات سننے سے عاجز ہیں یعنی بہرے ہیں اور انہیں نیکی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا گویا اندھے ہیں اور ان کے دل و دماغ برائی گناہ اور خباثت کی تہہ میں بالکل غرق ہو چکے ہیں تو ایسے لوگوں کی دنیا بھی خراب اور آخرت میں تو خیر ان کی بری ہی حالت ہوگی۔ بلکہ ان کو موت بھی تکلیف دہ ہوگی عالم برزخ بھی تکلیف دہ ہوگا اور حساب کے دن تو دوزخ کا عذاب ان کے لیے مقرر کیا جا چکا ہے جو کہ بڑا ہی ہولناک منظر ہے۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین) منافق لوگ تو زیادہ ہی عذاب کے مستحق ہوں گے کیونکہ یہ تو سب احکامات خداوندی سن کر بھی اللہ کی فرمانبرداری سے منہ موڑتے ہیں تو ایسے لوگوں کو یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ ان کی نماز، روزہ کی یا عبادت کی اللہ کو نہ تو ضرورت ہے نہ فائدہ بلکہ یہ سب جو بھی وہ کرتے ہیں خود اپنے لیے ہی کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے "اللہ ان کا کیا کرایا اکارت کر دے گا" (آیت 32) سبق ہمیں یہی ملتا ہے کہ تدبرِ قرآن ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جب یہ تدبّر حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان چاہے زندگی کے کسی بھی یا دور سے گزر رہا ہو کامیاب و کامران زندگی گزار سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک ہی تو زندگی کے ہر راستے کو روشن کر کے ہمیں برائی کے گڑھوں سے بچا لیتا ہے۔ علمِ الٰہی نے ہی تو انسان کو فرشتوں پر فضیلت دلوائی ہے۔ "یونانی حکیم سقراط کا یہ مقولہ علم کی اہمیت کی دلیل ہے کہ "Knowledgeisthevirtue" (اصل نیکی علم ہے) (انوار القرآن از ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب)

بقول علامہ اقبال دنیا میں مظلوم ترین چیز قرآن مجید ہے۔ جس پر ظلم خود مسلمانوں نے ہی کیا ہے۔ قرآن پاک جو دنیا بھر کے انسانوں کی کامیابی و کامرانی کے لیے نشانِ منزل ہے، ہدایت ہے، فلاح کا ضامن ہے۔ اسی کتابِ ہدایت سے مسلمانوں نے منہ موڑ لیا۔ یہ مظلوم اہلِ ایمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ

ا۔ اسکے کتاب اللہ ہونے ،اسکے نور ہونے پر دل کی گہرائیوں سے یقین کیا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔

ب۔ اس کی تلاوت اس یقین سے کی جائے کہ اس سے برکتیں اور سعادتیں ملتی ہیں۔

ج۔ اس کی تلاوت یہ سوچ کر کی جائے کہ یہ ہمارے مالک کا ہمارے نام پیغام ہے۔ خط ہے۔ جس میں مالک نے ہماری دنیاوی و آخروی زندگی کی کامیابی کے لیے رہنما اصول و تعلیمات درج کیے ہیں۔ للہذا اس کو پوری کوشش سے سمجھنا چاہیے۔

د۔ اس پیغام کو جاننے کے بعد اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ان سنہری تعلیمات سے کردار کو سنوار لیا جائے۔

ہ۔ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے تاکہ اس کی نورانی تعلیمات سے ہر طرف اجالا ہو جائے۔

و۔ اس کے احکام کو اپنی اور احباب کی انفرادی و اجتماعی اور قومی زندگی میں نافذ کیا جائے۔ کیونکہ جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کے لئے مالک کی سخت وعید ہے "اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہی کافر ہیں"۔ (المائدہ 44) (ماخوذ از مطالعہ قرآن۔ پاکستان ملٹری اکاڈمی کاکول)

اگر تو اس کو کھلی آنکھوں سے پڑھیں تو سب کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔

ابو رافع ؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ مجھے ان کی ہچکیوں کی آواز دور سے سنائی دی۔ آیت یہ ہے "اس نے کہا، میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا"۔ (سورۃ یوسف آیت 86)

اللہ ہم تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دے۔ (آمین)

ایمان والوں کو ہدایت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا۟ أَعْمَٰلَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَصَدُّوا۟ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا۟ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا۟ وَتَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱلسَّلْمِ وَأَنتُمُ ٱلْأَعْلَوْنَ وَٱللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَٰلَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِن يَسْـَٔلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا۟ وَيُخْرِجْ أَضْغَٰنَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ ٱلْغَنِىُّ وَأَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا۟ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا۟ أَمْثَٰلَكُم ﴿٣٨﴾

مومنو! اللہ کا کہا مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔ (33) جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے

سے روکتے رہے پھر کافر مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔(34) تو تم ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ تم تو غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔(35) دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔(36) اگر وہ تم سے مال طلب کرے اور تم پر تنگی کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ بخل تمہاری بدنیتی ظاہر کر کے رہے(37) دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہارے جیسے نہیں ہوں گے۔(38)

تشریح: ان آیات میں چند رہنما اصول بیان کر دیے گئے ہیں اور یہ اصول ایسے بنیادی اور پکے ہیں کہ انسان کی پوری زندگی اور موت پھر زندگی بعد الموت سب کچھ انہی کے گرد گھومتے ہیں اسی لیے قرآن پاک جو کہ مسلمانوں کے لیے ہدایت و کامیابی کا نسخہ ہے۔ بار بار ان بنیادی اصولوں کو دہراتا ہے تا کہ ہر مسلم کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا یہ اصول بن جائیں۔

1۔ اللہ کو پہچانو اور پھر صرف اسی کا کہا مانو۔

2۔ پیغمبر کیونکہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا معلم ہوتا ہے جو اللہ کے اصول وضوابط کی تشریح کرتا ہے اور اپنی عملی زندگی سے اسکے فوائد ذہن نشین کرواتا ہے اس لیے صرف اس کی بات مانو اسی پر عمل کرو تو ہر طرح کامیاب وکامران رہو گے۔

3۔ کفر وشرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔ کفر بہت بڑا ظلم ہے۔ کفر کا مطلب ہے انکار، شرک کا مطلب ہے حصہ داری، شراکت۔ اور شرک بے شمار صورتوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی کہے "اللہ حافظ" یہ ٹھیک ہے اور اگر کوئی کہے "اللہ نبی حافظ" تو یہ شرک ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ صحابہ کرام کو بار بار تاکید کرتے تھے کہ "خبردار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا"۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی)۔

شرک سے دوری ہی انسان میں توکل اور بھروسہ پیدا کرتی ہے۔ "توکل" کو سمجھنا بھی اسی طرح بڑا نازک مسئلہ ہے جس طرح شرک کو سمجھنا بڑا نازک کام ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں توکل کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے پوری پوری محنت کوشش اور خلوص سے کام کرنا اور پھر پورے یقین کے ساتھ نتیجہ اللہ کے سپرد کر دینا۔ یہ توکل جب دل میں پوری طرح پیدا ہو جاتا ہے تو پھر انسان کبھی بھی ناامیدی، فکر اور غم سے دوچار نہیں ہوتا بلکہ دل اور دماغ پوری طرح مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرتے جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح روزی دی جاتی جس طرح کہ پرندوں کو دی جاتی ہے کہ وہ صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں"۔ (ترمذی)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جنگ میں بھرپور توکل سے کام لو۔

4 جنگی اصول: "توتم ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ تم ہی غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔"

یہ آیت اللہ پر بھروسہ کرنے کی ایک نہایت پکی دلیل ہے۔ یہ آیت تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اللہ کا پیغام ہے اور مسلمان کی شان ہے کہ وہ اگر جدوجہد کے بعد اپنا سب کچھ الہ العلمین کے سپرد کرتا ہے تو اس کو جواب میں ایک بے مثال، مضبوط، لازوال اور پائیدار مدد اور سہارے کی یقین دہانی بھی کروائی جارہی ہے۔ تاریخ اس کی گواہ ہے۔ ایک اکیلے شخص کا اعلانِ نبوت اور اعلانِ توحید کرنا اور پھر انتہائی تھوڑی مدت میں شرقاً غرباً چھا جانا یہ توکل کا ہی نتیجہ ہے۔ پھر غزوہ بدر، احد، فتح مکہ۔ کون سوچ سکتا ہے کہ اتنی بڑی مشرک آبادی سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے یہی کامیابیاں ہیں جو مسلمانوں کو اپنے زہد و تقویٰ سے بھری زندگی کے بدلہ میں دنیا میں دی گئیں آخرت کے انعامات کا تو کیا ہی کہنا۔

5۔ خبردار کیا گیا ہے کہ جو لوگ بھی اوپر بیان کی گئی تمام باتوں کو اپنی عملی زندگی میں شامل نہیں کریں گے تو ان کو اچھی طرح یاد رکھ لینا چاہیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ پھر بدنیت، بخیل نافرمان، مشرک اور کافر کو اللہ تعالیٰ ایک مہلت دینے کے بعد عذاب دے کر نیست و نابود کر دیتا ہے اور وہاں کسی دوسری اچھی قوم کو آباد کر دیتا ہے۔

یہ تو چند اصول بتائے گئے ہیں۔ قرآن پاک تو امن و سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ ہاں برائی کو مٹانے کے لیے جنگ کرنی پڑے تو پھر ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ"۔ اس کی تشریح ہو چکی اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بلا وجہ جنگ پر تلے رہو بلکہ جنگ امن اور نیکی کے لیے بدامنی اور برائی کے خاتمہ کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر صلح کرنے سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہوں تو مسلمان صلح بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کی مثال موجود ہے۔ آپ ﷺ کی تمام زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ اتنا بڑا انقلاب لائے مگر جو زیادہ تر امن کی طاقت سے ہوا نہ کہ جنگ کی طاقت سے ہوا۔ جنگ جب بھی ہوئی دفاع کے لیے کی گئی۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو خاص طور پر عرب میں ہی بھیجا گیا۔ یہ بہترین منصوبہ بندی تھی۔ کیونکہ رب العزت خوب جانتا تھا کہ تبلیغ اسلام کے لیے کون سی جگہ سب سے زیادہ موزوں تھی۔ ایک تو یہ دنیا کا سنٹر اور پھر عرب ہزار برائیوں کے باوجود حق شناس کو مانتے تھے۔ بہر حال شاعر علامہ محمد اقبال نے کہا۔

ولائت ، پادشاہی ، علم اشیا کی جہانگیریں
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتہ ایمان کی تفسیریں

مطلب یہ ہے کہ قوموں سلطنتوں میں مضبوطی اور علوم و فنون میں کاملیت ایمانِ کامل کی وجہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر پکا ایمان اور بھروسہ انسانی کامیابیوں کی بنیاد ہے۔ جیسے ہی یقین و ایمان میں کمزوری آتی گئی مسلمانوں کا تنزل ہونے لگا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری کوتاہیوں کمزوریوں کو معاف کر دے اور ہمیں مضبوط امت مسلمہ بننے کا اعزاز عطا کرے (آمین)۔

خلاصہ سورت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس سورت کا دوسرا نام قتال ہے کیونکہ اس میں جہاد بالسیف کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے ایک تو بدی اور کفر کو ختم کیا گیا اور دوسرے، ان تین گروہوں کی چھانٹی ہوگئی جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے۔یعنی کافر، مسلمان اور منافق۔مسلمانوں کو رہنما اصول بتائے گئے۔اور واضح کر دیا گیا کہ تقویٰ کی زندگی ہی کامیاب زندگی ہے۔جنگی اصول قرآن کی عظمت، علم کی برکت اور توکل کا پھل اور توکل کی اصل تعریف مقولہ ہے "DotheBestandTrustinGod"

علماء کی عظمت، منافقین کا کردار اور ان کا انجام بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ایمان کی برکت، مسلمانوں کو انعامات کی یقین دہانی اور پھر ایمان کی کمزوری اور اللہ سے دوری کے برے نتائج سے بھی خبردار کر دیا گیا ہے۔کہ جو کرو گے اپنے لیے کرو گے اللہ کو تمہارے ایمان تقویٰ یا مال کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔"اللہ الصمد" بے نیاز ہے وہ تو ساری مخلوق کو یک دم مومن بنا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔یہ جو موت حیات کا سلسلہ ہے یہ تو لوگوں کو آزمانے کے لیے بنایا گیا ہے تاکہ لوگ کسی خاص مقصد کو سامنے رکھ کر زندگیاں گزاریں اور پھر جنت یا دوزخ کے وارث ہو سکیں۔

مقصد کیا ہے؟ اللہ کی وحدانیت پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنا۔اس کی صفات پر یقین کرنا، موت کے بعد آخرت میں اللہ سے ملاقات، حساب کتاب، جنت، جہنم، انبیاء، کتب، ملائکہ پر ایمان لانا۔جب کہ یہ سب باتیں غیب کی باتیں ہیں ان پر یوں یقین کرو گویا آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور پھر اللہ کی بندگی، عبادت یوں کرو گویا اس کو تم دیکھ رہے ہو۔اس کے لیے تقویٰ اور ذکر و فکر اور قرآن کی تلاوت سمجھ کر کرتے رہنا ضروری ہے۔خود کو دیکھو تو اللہ کی عظمت دکھائی دینے لگتی ہے۔

دیتی ہے ہر چیز گواہی
پاک ہے تیری ذات الٰہی
ہم کو سیدھی راہ دکھانا
نیکی کے رستے پہ چلانا
ہمت دینا عزت دینا
علم کی یا رب دولت دینا

(ساقی جاوید)

تعارف سورۃ الفتح

یہ سورت اڑتالیسویں سورہ ہے۔ اس میں 29 آیات اور چار رکوع ہیں۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ واپس جا رہے تھے تو راستہ میں ضجنان کے مقام پر جو مکہ سے 25 میل کے فاصلے پر ہے نازل ہوئی۔ اس سورت کی پہلی آیت میں ہی پوری صورتِ حال کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ ہوا یوں کہ جب مسلمان کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مدینہ میں جا آباد ہوئے اور پھر جلد ہی مدینہ ایک چھوٹی سی مسلم ریاست بن گئی مگر کفار کی دشمنی کسی نہ کسی صورت ظاہر ہوتی رہی مثلاً بدر' احد اور خندق کی جنگیں ہوتی رہیں۔ اور پھر دشمنی کا سب سے بڑا کام انہوں نے یہ کیا کہ مسلمانوں کا داخلہ اور طواف کعبہ بالکل بند کر رکھا تھا۔ یہ بات اللہ کو بھی ناگوار تھی اور مسلمانوں کو بھی بہت تکلیف دیتی تھی۔ اسی زمانہ میں نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ بہر حال یکم ذیقعدہ کو آپ ﷺ 1400 مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے جنگی حکمت عملی کے مدنظر آپ سیدھے راستہ سے نہ گئے بلکہ ایک غیر معروف مشکل راستہ سے آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے یہ مقام حرم شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ اتنے میں کفار مکہ ہوشیار ہو گئے اور ضد کرنے لگے کہ کسی صورت بھی مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی اسی لیے انہوں نے راستہ ہی میں روکنے کے لیے خالد کو گھوڑ سواروں کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ جس سے ٹکراؤ ہونے سے مسلمان بچ گئے۔ تب کفار مکہ نے بڑی تدابیر شروع کر دیں۔ مثلاً انہوں نے پہلے بنی خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء کو بھیجا جو آنحضرت ﷺ کی دلیل سے مطمئن ہو کر واپس چلا گیا کہ مسلمان واقعی صرف عمرہ کرنے آئے ہیں جنگ وجدل اور مکہ فتح کرنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے تھے بغیر ہتھیاروں کے تھے اور آپ کے پاس ستر اونٹ قربانی کے لیے تھے جن کے گلوں میں پٹے ڈال دیئے گئے تھے جو قربانی کی نشانی ظاہر کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بات چیت کے لیے مسلمانوں کے پاس بھیجا یہی پیغام دیا کہ مسلمان واپس چلے جائیں۔ عروہ نے رسول کریم ﷺ سے بات چیت کی تو وہ بھی قائل ہو گیا کہ مسلمان صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور دوسری بات اس نے یہ دیکھی کہ مسلمانوں میں بے پناہ اتحاد' تنظیم اور اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی لاجواب اطاعت گزاری کے جذبات ہیں۔ اس نے بھی اہل مکہ کو یقین دلایا کہ مسلمان لڑائی کی نیت سے ہرگز نہیں آئے مگر وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ آخر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے سفیر کے طور پر بھیجا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور اسی بات چیت میں ان کو واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ افواہ پھیل گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر مسلمانوں نے خون کا بدلہ لینے کے لیے بڑے جوش وجذبہ اور خلوص نیت سے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ اسلحہ' تعداد' تیاری اور جگہ کے لحاظ سے

کسی صورت بھی جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔صرف نبی اکرم ﷺ کے کہنے پر تیار ہو گئے۔ یہ بیعت، بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔اور یہ اتحادو تنظیم اور اطاعت وجان نثاری کی اتنی زبردست مثال ہے کہ اس وقت یہ منظر دیکھ کر اہلِ مکہ بھی بے حد مرعوب ہوئے اور خوفزدہ بھی ہوئے تب ان کی عقل ٹھکانے آ گئی اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بھیجا اور آخرکار صلح کا مشہور معاہدہ ہوگیا اس کی شرائط یہ تھیں۔

1۔ فریقین 10 سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے نہ خفیہ نہ اعلانیہ۔

2۔ اس عرصہ میں اگر کوئی مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مدینہ سے آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

3۔ اردگرد کے قبائل آزاد ہیں چاہے مسلمانوں سے معاہدہ کریں چاہے کفار سے معاہدہ کریں۔

4۔ اس سال بغیر عمرہ کے واپس چلے جائیں اگلے سال عمرہ کرنے آئیں۔تلوار میان میں ہوگی اور تین دن رک سکیں گے۔

5۔ اس دوران اہل مکہ شہر سے باہر چلے جائیں گے اور کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ نہ جا سکے گا۔

یہ معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہیں اس لیے تمام مسلمان بے حد پریشان ہوئے۔مگر حقیقت میں یہ ہر صورت مسلمانوں کے حق میں بہترین تھا۔اور اس بات کے ثبوت بعد میں آہستہ آہستہ ملتے رہے اور یہی حسن تدبر' دوراندیشی اور معاملہ فہمی کی دلیل تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دے رکھی تھی۔اسی معاہدے کے لکھنے کے دوران ابوجندل کفار سے فرار ہوکر آپ ﷺ کی پناہ میں آیا مگر آپ ﷺ نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے ان کو واپس بھیج دیا۔معاہدہ کے فوراً بعد آپ ﷺ نے احرام کھول دیا قربانی کی اور سب نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔اور پھر آپ ﷺ نے واپسی کی راہ لی۔یہ معاہدہ فتح مبین ثابت ہوا اس کی پیش گوئی کر دی گئی۔وہ اس طرح کہ جب آپ سب واپسی پر ضُجناں کے مقام پر پہنچے تو یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی جس کی پہلی آیت یہ تھی۔"یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی"۔

اس سورت کے نازل ہونے سے مسلمانوں کے دل سو فیصد مطمئن اور پرسکون ہو گئے۔اور اس کے بہترین نتائج بڑی جلدی سامنے آنے لگے مثلاً۔

1۔ اس معاہدہ کے کرنے سے گویا کفار نے مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو مان لیا۔اور اب وہ دشمن سے تسلیم شدہ آزاد مملکت اور آزاد قوم بن چکی تھی۔

2۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان آزاد آمدورفت کا راستہ کھل گیا اور یوں تبلیغ اسلام آسان ہوگئی اور جو کام پچھلے 19 سال میں ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ صلح کے بعد 2 سال میں ہوگیا مثلاً مسلمانوں کی تعداد 2 سال میں 1400 سے بڑھ کر دس ہزار ہوگئی۔

3۔ امن وسکون کی وجہ سے مفتوحہ علاقوں میں نظم وضبط نفاذِ اسلام' اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب وتمدن کو جاری کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔

4۔ اہلِ مکہ کی شرارت سے مطمئن ہونے کے بعد نبی ﷺ نے شمالی عرب اور وسط عرب کو مسخر کرنے کی طرف توجہ کی مثلاً صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد ہی یہودیوں کے بڑے اہم مراکز خیبر' فدک، وادی قریٰ، تیمہ اور تبوک مسلمانوں کی قیادت میں آ گئے اس کے علاوہ وسط عرب کے بے شمار قبائل مسلمان ہو گئے۔

5۔ شرط نمبر دو خود مکہ میں تبلیغِ اسلام کا باعث بن گئی تو یہ تھی فتح مبین کی داستان جو سورت پڑھنے سے پہلے سب کو معلوم ہونی چاہیے تو سورت کا آغاز کرتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کے لیے معافی کا اعزاز اور فتح کی خوشخبری

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٤﴾

(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو فتح دی ایک واضح فتح۔(1) تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے۔(2) اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔(3) وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(4)

تشریح: یہ آیات بھی اللہ کی شان نبی ﷺ کی استقامت اور مسلمانوں کی فرمانبرداری' اتحاد' یقین اور تنظیم کی بہترین مثال پیش کرتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ صلح حدیبیہ بظاہر مسلمانوں کے دب کر رہتے ہوئے معاہدہ کرنے کی صورت پیش کرتی ہے مگر درحقیقت حالات اس صورت سے پیش آئے کہ وہی دبنا اور کفار کے کہنے کے مطابق مان لینا، مسلمانوں کے لیے آئندہ کامیابی وکامرانی کا بہت بڑا ذریعہ بنے مثلاً۔

1۔ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کی آزاد' خود مختار قوم ہونے کا اقرار کیا۔

2۔ کفار نے جب مسلمانوں کا جوش وجذبہ دیکھا تو ڈر گئے اور خود جنگ نہ کرنے اور صلح کرنے پر راضی ہو گئے۔

3۔ مکہ مدینہ کے بند راستے کھل گئے اور دین کی تبلیغ واشاعت کے راستے کھل گئے جس کا ثبوت یہ ہے کہ طویل

عرصہ میں 1400 مسلمان ہوئے جب کہ اس معاہدہ کے بعد صرف 2 سال میں دس ہزار ہو گئے۔ عام بدو قبائل بھی اس آزادی سے ملنے جلنے کی وجہ سے دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے۔

4۔ مسلمانوں کو امن سکون سے اشاعت دین کا موقعہ مل گیا۔ غرض یہ معاہدہ مسلمانوں کے حق میں جس قدر کمزور لگتا تھا یا اتنا ہی زیادہ مسلمانوں کے حق میں سودمند اور بہترین ثابت ہوا۔ یہی مصلحت تھی جو اللہ کو معلوم تھی نبی ﷺ کو یقین تھا مگر عام مسلمانوں کو معلوم نہ تھی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اس معاہدہ کی گہرائی سے واقف نہ تھے تو جب انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار رسول کریم ﷺ سے کیا تو انہوں نے جواب میں یوں کہا۔ "میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں میں اس کے حکم کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا"۔

یہ خوشخبری پوری ہوگئی وہ اس طرح کہ آپ کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہوئیں دین مکمل ہو گیا اور اسلام کی عظمت دنیا کے کونے کونے میں دکھائی دینے لگی۔ اور اسلام کے غلبہ سے دنیا واقف ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ کو آخری نبی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یہی وہ تمام نعمتیں ہیں جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ اور پھر اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ تو معصوم ہیں آپ ﷺ سے گناہوں کا ہونا نہ پہلے ممکن تھا، اور نہ اب بعد میں امکان ہو سکتا ہے۔ تو یہاں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا جب اللہ نے ان کو فرعون کے پاس دعوتِ توحید کے لیے جانے کو کہا۔ آپ علیہ السلام نے جواب میں کہا۔ "انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے' پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے"۔ یہاں ذنب کا معنی الزام کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان تمام الزامات سے آپ ﷺ کو نجات کی خوشخبری دی گئی ہے جو ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ پر کفار نے لگائے تھے۔ جو اس طرح بتائے جا رہے ہیں۔ ہجرت سے پہلے اعلان نبوت کے بعد کفار مکہ آپ ﷺ کو شاعر' مجنوں' جادوگر' کاہن اور یہودیوں کے علماء سے علم حاصل کر کے لوگوں کو بے وقوف بنانے والا کہتے تھے۔ اور ہجرت کے بعد یوں کہتے تھے۔ مکہ کو برباد کرنے والا' خاندانوں کو منتشر کرنے والا اور شر و فساد پھیلانے والا' ملک کو غیر منظم اور راستوں کو غیر محفوظ کرنے والا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام الزامات صلح حدیبیہ کے بعد بالکل ختم ہو گئے کیونکہ پہلے تو مسلمان مدینہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے مگر اب وہ آزادی سے گھوم پھر کر مل جل کر اپنا دین اور دین کی خوبیاں لوگوں کو بتانے کے قابل ہو گئے تھے اور یہ مسلمانوں کی کامیابی اور فتح کی بہت بڑی نشانی اور واضح دلیل تھی۔ یہی وہ تمام نعمتیں ہیں جن کا ذکر اللہ نے آیت نمبر 2 میں کیا ہے۔ اور پھر تبلیغ و اشاعت میں اپنی خاص مدد کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ زندگی کے کسی بھی مشکل مرحلے میں آپ خود کو تنہا نہ سمجھیں ہماری مدد آپ کے شامل حال ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی یہ بھی آپ ﷺ کے لیے بہت بڑی نعمت اور برکت ہے۔ پھر سکینہ کا ذکر کیا گیا یہ وہ اطمینان' سکون' صبر اور نظم و ضبط ہے جو اس قافلے کے ہر فرد کے دل میں اللہ نے ڈال دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی شان

اور کامیابی صرف اسی میں ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا فرمانبردار' مخلص' نیک نیت' عزم کا پکا' اللہ پر پورا بھروسہ کرنے والا ہو۔ اور یہ تمام باتیں کامیابی اور ایمان کی مزید پختگی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور پھر یہی ایمان کی مضبوطی دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا باعث بنتی ہے۔

یہ دنیا یہاں کی زندگی اور کفر و ایمان کی جنگ یہی تو انسان کے لیے ایمان کی پختگی کو جانچنے کی کسوٹی ہیں۔ ورنہ اللہ قادر مطلق زمین و آسمان کا مالک اور بے شمار مخلوقات کا مالک وہ جو چاہے کر دے اس کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ بدی کو سرے سے ختم ہی کر دے اور ہر طرف نیکی ہی نیکی دکھائی دے مگر اللہ کی حکمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو نیکی اور برائی کا اختیار دیا ہے۔ یہی وہ امتحان ہے جس میں سے یہ قافلہ گزرا جو 6 ہجری کو معاہدہ حدیبیہ کے امتحان سے گزرا۔ اگر اس وقت مسلمان ذرا برابر بھی ڈر جاتے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے اور اللہ پر یقین نہ رکھتے تو بد دلی خوف و ہراس' مایوسی اور اشتعال انگیزی کی لپیٹ میں آ کر وہ ان تمام نعمتوں اور برکتوں سے بالکل محروم ہو کر رہ جاتے جن کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ یہ تمام مضامین اللہ کی حکمت' دانائی' اختیارات کا ثبوت ہیں اور اسی لیے تو کہتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔ (آیت 4) ہم اللہ کی خاص مہربانی سے ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں ہمیں اس دولت میں اضافہ کرنے کے لیے اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں"۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ "ایمان والوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں"۔ (الاحزاب 6)

اللہ کا فضل اور اللہ کا عذاب

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

یہ اس لیے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔(5) اور اس لیے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں جو اللہ کے حق میں برے برے خیالات رکھتے ہیں عذاب دے۔ انہی پر برے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر ناراض ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی اور وہ بری جگہ ہے۔(6) آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ غالب وحکمت والا ہے۔(7) (اور اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(8) تاکہ (مسلمانو!) تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح شام اس (اللہ) کی تسبیح کرتے رہو۔(9) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو عنقریب وہ اسے اس کا اجر عظیم دے گا۔(10)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی حاکمیت، رسول اللہ ﷺ کی کاملیت، انسان کی عظمت (جو اللہ نے دی) خلیفۃ اللہ ہونے کا اعزاز اور پھر انسان کی سزا اور جزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سزا و جزا صرف آخرت میں ہی نہیں ملتی بلکہ کافی حد تک دنیا میں بھی بدلہ ملتا رہتا ہے۔ کیونکہ انسان غلطیوں کا پتلا ہے، اس لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے۔ گناہ اور بھول چوک میں فرق ہے بہر حال اللہ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کو اپنا والی حامی و ناصر بنا لیتے ہیں تو پھر ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ یہاں ذکر کیا گیا ہے "جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔(آیت 10) یہ بیعت رضوان کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی اس وقت لوگ جانتے تھے کہ ہم بغیر ہتھیاروں کے آئے ہوئے ہیں تعداد بھی مختصر ہے مگر پھر بھی اللہ پر اس قدر پکا یقین تھا کہ بے خطر ہو کر رسول ﷺ کی پیروی کر ڈالی۔ یہ حکمت کی باتیں اور نجات کے راستے سوائے قرآن کے اور کہاں مل سکتے ہیں کیونکہ یہ غالب اور حکمت والے اللہ کی کتاب ہدایت ہے جو ہر انسان کے لیے نور اور نجات کا ذریعہ ہے۔ انسان کے عقائد پر تاریخی اور سیاسی رد و بدل سے اثر پڑتا رہتا ہے تو ان اثرات سے بچنے کے لیے قرآن کو سمجھ کر پڑھتے رہنا بے حد ضروری ہے۔ اس سورت کی آیات آٹھ نو اور دس میں اسی بات پر زور دے کر کہا گیا ہے کہ "جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو عنقریب وہ اسے اس کا اجر عظیم دے گا۔(10)

اعرابی منافقین کا جنگ سے رہ جانا اور ان کے لیے وعید

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ کَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ
الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤی اَھْلِیْھِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ ذٰلِکَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ
وَکُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰہِ
مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا
﴿۱۴﴾ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْھَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْکُمْ ۚ یُرِیْدُوْنَ اَنْ
یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا کَذٰلِکُمْ قَالَ اللّٰہُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ
تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ کَانُوْا لَا یَفْقَھُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ
اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ
وَاِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا
عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْہُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۷ 10 النصف

جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ آپ سے کہیں گے کہ ''ہم کو ہمارے مال اور اہل وعیال نے روک رکھا آپ ہمارے لیے اللہ سے بخشش مانگیں'' یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تم لوگوں کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمہیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کون ہے جو اس کے سامنے تمہارے لیے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے؟ کوئی نہیں بلکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔(11) بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی اور اسی وجہ سے تم نے برے برے خیال کیے اور آخرکار تم ہلاکت میں پڑ گئے۔(12) اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے تو ہم نے ایسے کفار کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔(13) آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(14) جب تم لوگ غنیمت لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیں کہ آپ کے ساتھ چلیں، یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں۔ کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔ پھر کہیں گے ''نہیں تم تو ہم سے حسد کرتے ہو''۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔(15) جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم جلد ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑائی کے لیے بلائے جاؤ گے ان سے تم یا تو جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بری تکلیف کی سزا دے گا(16) نہ تو اندھے پر گناہ ہے کہ (جنگ میں شامل نہ ہو)۔ نہ لنگڑے پر

گناہ ہے اور نہ بیمار پر گناہ ہے۔اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کے فرمان پر چلے گا اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو حکم عدولی کرے گا اسے دردناک عذاب دے گا۔(17)

تشریح: ان آیات میں انسانی فطرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ مال کے لالچ میں جنگ پہ جانا منظور ہے مگر اللہ کے نام پر جنگ کرنا نامنظور ہے تو بتایا گیا ہے کہ مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں سب کچھ قربان کر دے کیونکہ ان کا تو ایمان ہی یہ ہے کہ:-

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

مطلب یہ ہے مسلمان کی شان اور اہمیت بہت زیادہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ کعبۃ اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ "تو اللہ کے نزدیک بے حد عزیز و محترم ہے لیکن ایک مسلمان اللہ کو تجھ سے زیادہ محبوب ہے"۔ کیوں نہ ہو جب ایک بندے کو اپنی جان سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ عزیز ہوں تو اس کا اللہ اس پر حد سے زیادہ مہربان کیوں نہ ہو، ایسے ہی لوگوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل اولاد میں سے ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے لیے کہا گیا ہے۔ بے خطر کود گیا آتش نمرود میں عشق۔

یہ آیات وضاحت کر رہی ہیں ان جانثاروں کی جو آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ جانے پر رضا مند ہو گئے تھے اور پھر ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس خیال سے ساتھ نہ گئے تھے کہ یہ بڑا خطرناک کام ہے اور ان کو یقین تھا کہ نبی ﷺ اور مسلمان اس مہم سے واپس نہ آئیں گے کیونکہ یہ بڑی مشکل مہم تھی تو بہانہ انہوں نے یہ کیا کہ ہماری بیویاں پیچھے اکیلی رہ جائیں گی۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ سب بہانہ تھا۔اور نہ جانے والوں میں مدینہ کے نواحی قبیلے تھے، یعنی جہینہ، مزینہ' غفار' اشجع' دیل اور اسلم۔ یہ مسلمانوں کے وفادار بنتے تھے مگر ساتھ جانے سے انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ اللہ تو بڑا خبر رکھنے والا ہے وہ تو ان کی نیتوں کو خوب اچھی طرح جانتا تھا تو صلح حدیبیہ سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خیبر پر چڑھائی کر دو اور ساتھ یہ حکم بھی ہوا کہ وہاں صرف وہ لوگ جائیں گے جو صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ نہ جانے والے اس لیے جانے کو تیار ہو گئے کیونکہ ان کو یہاں سے مال غنیمت ملنے کی امید تھی۔ تو اللہ نے فرمایا کہ ان کو بتا دو اب نہیں جا سکتے آئندہ بڑی سخت جنگیں ہونے والی ہیں ان میں یہ ضرور شامل ہو جائیں۔ان جنگوں سے مراد فتح مکہ 'حنین و ہوازن' ثقیف اور پھر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتدین کے خلاف ہوئیں۔ پھر ان لوگوں کو بتایا گیا کہ اگر اس وقت تم نے مخلص ہو کر جنگ کی تو ضرور بے حد عمدہ اجر پاؤ گے۔

یہاں مسلمان کی نیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

علامہ اقبال رحمہ اللہ

ان آیات کی وضاحت ہم یوں بھی کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے مسلمان کی تعریف ہو جائے۔ ایمان اور تقویٰ مسلمان کو مکمل کرتا ہے۔ ایمان مسلمان کی منزل یعنی وحدانیت کا یقین دلا کر ایک بے خوف اور مضبوط انسان بنا دیتا ہے جب کہ تقویٰ مسلمان کی روح دل اور دماغ کو مضبوط اور روشن کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ زندگی کے ہر میدان میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جہاد کئی طرح کیا جاتا ہے مثلاً جہاد بالقرآن' جہاد باللسان' جہاد بالقلم' جہاد بالقلب، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس، جہاد بالسیف یہاں پر صرف جہاد بالسیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کوشش محنت اور جاں نثاری صرف اور صرف اللہ اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے کی جاتی ہے لہٰذا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عہدِ رسالت میں بے شمار جنگیں ہوئیں مگر ان پر یہ آیت نمبر 16 فٹ نہیں بیٹھتی پیر محمد کرم شاہ اس آیت سے یہ اشارہ بتاتے ہیں لکھتے ہیں۔ "یہ وہ جنگ ہے جو عہد صدیقی میں مسلیمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ ہوا یوں کہ نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد بے شمار فتنے جاگ اٹھے مثلاً ارتداد، زکوٰۃ دینے سے انکار' خلافت اسلامیہ کے خلاف اور پھر مسلیمہ کا نبوت کا دعویٰ اور اس کی طاقت دو سال میں یوں بڑھ گئی کہ اس کا قبیلہ بنو حنیفہ جو شجاعت اور جنگی مہارت میں بے مثال تھا اس کے گرد جمع ہو گیا۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ عقربا گاؤں کے کھلے میدان میں دونوں لشکر صف آرا ہوئے مسلیمہ ساٹھ ہزار بہادر سپاہیوں کے ساتھ جو کہ مکمل طور پر اسلحہ سے لیس تھے جب کہ اسلامی لشکر میں اکابر مہاجرین اجلہ انصار کی کثیر تعداد اور حفاظ القرآن شامل تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سپاہ سالار تھے۔ یہ لڑائی بڑی شدید جنگ تھی۔ چند گھنٹوں میں دشمن کے سات ہزار سے زیادہ سپاہی ہلاک ہوئے اور پھر مسلیمہ کے قتل کے بعد دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے اس دوران مزید دشمن مارے گئے اور یوں ان کی کل تعداد اکیس ہزار ہو گئی۔ مسلمانوں کا بھی جانی نقصان بہت زیادہ ہوا ہزاروں صحابہ کرام شہید ہو گئے اور انکارِ ختم نبوت کا فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا گیا۔ یہ وہ پہلا معرکہ ہے جو اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں اور ایک ایسی قوم کے درمیان ہوا جس پر "أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ" کا صحیح اطلاق ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ کے عین مطابق ہوا حضرت نافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "بخدا پہلے ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے' لیکن ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس کے ساتھ ہمیں جنگ کی دعوت دی جائے گی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنی حنیفہ کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ہم جان گئے کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے"۔ (از ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ 547)

دو اور خاص باتیں جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ ہے جہاد کی فرضیت کے بارے میں۔ اسلام نے تمام معاملات میں تحمل اور صبر کی تلقین کی ہے مگر اسلام نے سختی سے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی تمہارے انسانی حقوق چھیننے کی کوشش کرے، تم پر ظلم وستم

ڈھائے، تمہارے ایمان اور قوت کو نقصان پہنچانا چاہے، تمہاری املاک چھین لینے کی کوشش کرے، صرف اس لیے کہ تم مسلمان ہو تو اس کے مقابلہ میں ہرگز کمزوری نہ دکھاؤ اعلان جنگ ہوتے ہی تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے مثلاً نابینا' لنگڑے اور بیمار کو اس فرض سے فارغ رکھا گیا ہے۔

دوسرا نکتہ بیعت کا یہاں بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معاہدہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں دراصل یہ رسول ﷺ سے ہی نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے ساتھ معاہدہ تصور کیا جاتا ہے۔ جو ایک انسان پورے خلوص اور محبت سے اپنے خالق و مالک سے جانثاری کا وعدہ کرتا ہے۔ ایسے ہی جانثاروں کے لیے بہشتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ "جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو حکم عدولی کرے گا اسے دردناک عذاب ہوگا۔ (آیت 17) کون ہے جو شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرنا چاہے گا۔ مرنا تو ہے ہی کیوں نہ بہترین مقصد کے لیے جان دی جائے جو دونوں جہانوں میں راحت و آرام اور انعام و اکرام کا باعث بنے۔ اگلی آیات میں انعام و اکرام کا وعدہ کیا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے بہترین انعامات کی خوشخبری

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

(اے پیغمبر ﷺ) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا اور جو سچائی اور خلوص ان کے دل میں تھا وہ اللہ کو معلوم تھا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت فرمائی۔ (18) اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں اور اللہ غالب' حکمت والا ہے۔ (19) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کی تمہارے لیے جلدی فرمائی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لیے اللہ کی قدرت کا نمونہ ہے اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔ (20) اور مزید غنیمتیں دے جن پر تم قدرت نہیں رکھتے اور وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (21)

تشریح: نبی کریم ﷺ کا مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ جانا اور پھر حالات و واقعات کے مطابق بیعت رضوان کا واقعہ پیش آنا یہ سب تفصیلاً گزر چکا ہے۔ مگر یہ منظر کہ کس ذوق و شوق اور رضائے الٰہی و رسول کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مومنین اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تسلیم و رضا کا پیکر بنے ہوئے تمام دنیاوی

عیش وعشرت سے بے نیاز بیعتِ رسول ﷺ کے لیے جمع ہونے لگے۔ بڑا ہی دلکش منظر تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے انہیں خوش ہوکر یہ اعلان کیا کہ ہم نے ان پر اپنی نعمتیں برسا دیں۔

پہلی نعمت: تو یہ کہ ان کو سکونِ دل عطا کیا۔ جوان حالات میں بہت بڑی نعمت تھا۔

دوسری نعمت "عنقریب فتح" کی خوشخبری ہے جو کہ فتح خیبر کی صورت میں صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ملی۔

تیسری نعمت: بے شمار مالِ غنیمت ملنے کی خوشخبری ہے جو کہ فتح خیبر میں بے شمار اموال اور املاک کی صورت میں مسلمانوں کو ملا۔

چوتھی نعمت: وہ سکون اور اطمینان تھا جو صلح حدیبیہ کے بعد ملا کہ "دس سال تک لڑائی نہ کریں گے"۔

اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ رسول معظم ﷺ نے یکسوئی سے خیبر کے یہودیوں کی خبر لی جو کفار مکہ سے بھی زیادہ خطرناک دشمنِ اسلام تھے۔ خیبر کے دو بڑے حصے ہیں نطاۃ اور شق ان میں بے شمار مشہور قلعے موجود ہیں مثلاً نطاۃ میں حصن ناعم، حصن الصعب، ابن معاذ اور حصن زبیر اور شق کے مشہور قلعے یہ ہیں۔ سموان' نذل' قموص' وطیح اور سلالم۔ خیبر کوئی معمولی علاقہ نہ تھا۔ بڑا وسیع وعریض علاقہ اور انتہائی مضبوط لوگ تھے۔ پھر یہ وعدہ بھی کیا گیا اور یہ وعدہ موجودہ دور کے اور آئندہ دور کے تمام مسلمانوں سے کیا گیا ہے کہ اگر اطاعت اور خلوص اور ایمان ویقین کا ایسا ہی ثبوت دیتے رہو گے تو اللہ کی نعمتوں برکتوں کا نزول ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جذبہ ایمانی ہو جیسا کہ صلح حدیبیہ کے وقت ان 1400 جانبازوں کا تھا۔

اس تاریخی سفر میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بے حد مدد فرمائی، مثلاً جب آپ ﷺ مومنوں کے ساتھ مکہ رخصت ہوئے تو مدینہ میں موجود مسلمانوں کے دشمنوں کو یہ جرات نہ ہوئی کہ مسلمان خاندانوں پر حملہ کرسکیں۔ اس کے بعد خود اہلِ مکہ پر مسلمانوں کا ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ خود صلح کے لیے تیار ہو گئے۔

یہ تمام آیات اللہ رسول اور مسلمان کے اس باہمی تعلق کو ظاہر کرتی ہیں جو اللہ رحیم وکریم اپنے پاکیزہ بندوں سے ہر وقت جوڑے رکھتا ہے۔ اور یہی اس کا فضل وکرم ہے جو تمہارے لیے نیکی' پاکی اور کامیابی کی راہیں کھولتا رہتا ہے۔ مگر شرط وہی یقینِ کامل کی ہے۔ اتحاد، تنظیم اور یقین ہی مسلمانوں کے بہترین ہتھیار ہیں جو ان کو شیطان اور دشمن کی ہر قسم کی یلغار سے محفوظ ومامون رکھتے ہیں۔ آخر میں ان تمام فتوحات کی خوشخبری دی گئی ہے جو آئندہ زمانوں میں مسلمانوں کو ملیں گی کیونکہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور بے حد علم رکھنے والا ہے وہ ہر غیب وحاضر، یعنی ماضی حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے تو اس نے آیت نمبر 21 میں ان تمام فتوحات کی خوشخبری دے دی ہے جو مسلمانوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں۔ مثلاً مغرب میں شام' فلسطین' مصر' شمالی افریقہ' سپین اور مشرق میں عراق' ایران' افغانستان اور برصغیر کے ممالک وغیرہ سب شامل ہیں۔ فتح مکہ کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔ پھر بتا دیا گیا کہ یہ تمام فتوحات آسان کام نہیں یہ صرف اللہ کی مہربانی کی بدولت ہوا جو وہ اپنے پر خلوص مضبوط ایمان رکھنے والے بہترین انسانوں پر کرتا رہتا ہے۔

کامیابیاں مسلمانوں کی ہی ہوں گی

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ
مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ
مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٢٦﴾

اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر کسی کو دوست نہ پاتے اور نہ مددگار۔(22) یہی اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور اللہ کے دستور کو بدلتے ہوئے تم کبھی نہ دیکھو گے۔(23) اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد مکہ کی سرحد پر ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔(24) یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں' اور اگر ایسے ایمان والے مرد اور مومنہ عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا تا اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے۔(25) جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کی اور وہ بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے مستحق تھے اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔(26)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی ان نعمتوں' برکتوں اور حکمتوں کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے جو صلح حدیبیہ کی صورت میں مسلمانوں پر ظاہر ہوئیں۔ اگر اس وقت جنگ ہو جاتی تو بھی حق کو ہی فتح ہونی تھی کیونکہ اللہ حق کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو اخلاقی تربیت بھی دی گئی جذبات پر قابو رکھنا' غصہ کو دبانا' دور اندیشی سے کام لینا اور ظاہری فائدہ کی خاطر رسول ﷺ اور اللہ کے احکامات کے

خلاف کام نہ کرنا۔ ہر صورت توحید 'ایمان' مستقل مزاجی اور اتباع رسول ﷺ کو زندگی کا حصہ بنائے رکھنا ضروری ہے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ پورے کا پورا اسی حقیقت کے گرد گھومتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بندوں کے سامنے ظاہر کرتا رہتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا عمرہ کے لیے جانا اس کی بنیاد بنا۔ حرم میں داخلہ سے منع کرنا ان کے اصول کے خلاف تھا مگر انہوں نے صرف نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے یہ اپنے ہی اصول کے خلاف کام کیا جو خود ان کے حق میں ہی ہر طرح سے ناکامی اور شکست کا باعث بن گیا۔ مثلاً انہوں نے آزاد مسلم قوم کا اقرار خود کر لیا یہ پہلی کامیابی ہوئی۔

دوسری وہ مسلمانوں کے رعب میں آ گئے اور خود صلح کی درخواست کی اور اس طرح مسلمانوں کو ہی فائدہ ہوا۔ ایک یہ کہ مکہ میں رہنے والے ایسے مسلمان قتل ہونے سے بچ گئے جنہوں نے قبولِ اسلام کا اعلان نہ کیا تھا بلکہ مخفی طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔

تیسرا۔ کچھ ایسے لوگ قتل ہونے سے بچ گئے جن کے دل ایمان کی طرف مائل ہو چکے تھے جو کچھ مہلت ملنے پر بہترین صاحبِ ایمان ثابت ہوئے مثلاً حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص اور بہت سے لوگ جو صلح کے بعد ایمان لائے اور بہترین جرنیل اور سیاستدان کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

چوتھا۔ عام میل ملاقات شروع ہوگئی جس سے دینِ اسلام کی خوبیاں تمام خلقت پر ظاہر ہونے لگیں اور لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے۔ سب کو معلوم ہوگیا کہ اسلام امن اور محبت کا دین ہے۔

پانچواں۔ یہاں مسلمان کی تعریف ملتی ہے۔ جو ہمیشہ مثبت ردِ عمل کا ثبوت دیتا ہے یعنی اس کا سلوک دوسروں کے ساتھ عام حالات میں تو بہترین ہوتا ہی ہے لیکن جب کوئی اس کے ساتھ زیادتی کرے تب بھی وہ ایک بااصول خدا پرست انسان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا۔ بلکہ صبر و تحمل اور عفو و برداشت سے کام لے کر کوئی بہترین راستہ تلاش کرتا ہے اور یہ اللہ کو بے حد پسند ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو اپنے خاص محبوب ترین بندے کہتا ہے ان کی ہر صورت مدد فرماتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ میرے دل کو ہدایت دے اور میری زبان کو قول سدید کی توفیق دے"۔ (از ابوداؤد' الترمزی' احمد) ظاہر ہوا کہ قول سدید (درست قول یا بات) کسی انسان کے مومن ہونے کا ثبوت ہے الحمدللہ کہ ہم مسلمان ہیں اللہ ہمیں بہترین مسلمان ہونے کی توفیق دے۔ (آمین)

خواب میں بشارت

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۭ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ
معانقه15 السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
ع 4/12 اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

بیشک اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا اور ٹھیک خواب دکھایا کہ اللہ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر امن وامان سے داخل ہو گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔(27) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایات کی کتاب اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور (حق ظاہر کرنے کے لیے) اللہ ہی کافی ہے۔(28) محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ اللہ کے آگے جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشنودی طلب کر رہے ہیں زیادہ سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کی یہی صفات تورات میں لکھی ہوئی ہیں اور انجیل میں بھی۔ یہ (لوگ گویا) ایک ایسی کھیتی ہیں جس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کھیتی والوں کو خوش کرنے لگی تا کہ کافروں کا دل جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔(29)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے۔ ہوا یوں کہ جب 6ھ ذیقعدہ کو رسول ﷺ حدیبیہ سے مدینہ کو واپس تشریف لائے تو ذی الحجہ اور محرم وہاں رکے، ماہ صفر میں آپ ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا پھر ذیعقدہ 7ء کو آپ ﷺ عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے آپ ﷺ نے احرام باندھا اور قربانی کے جانور ساتھ لیے اور یوں آپ ﷺ بے خوف وخطر مکہ میں داخل ہوئے اور جو کچھ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا حرف بحرف سچ ثابت ہوا اسی خواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت کا ذکر اس طرح کیا کہ میں نے لوگوں کی ہدایت کے لیے عظیم الشان پیغمبر کو بہترین کتاب ہدایت قرآن اور بہترین دین اسلام کے ساتھ بھیجا۔ گو کہ ان سے پہلے بہت پیغمبر اور بہت آسمانی کتابیں آ چکی ہیں مگر ان کو ہم نے تمام پیغمبروں تمام کتابوں اور تمام دینوں پر فضیلت دی ہے۔ یہی اللہ کا وعدہ تھا جو اس نے پورا کیا۔ اس کے بعد اس دین کی پیروی کرنے والے صحابہ کرام کی ہے جو اپنے نورانی چہروں سے ہی پہچان لیے جاتے ہیں کہ یہ مسلم ہیں پھر ان کی مثال یوں دی ہے کہ جیسے نبی تو ایک پودے کی صورت میں ظاہر ہوئے اور پھر ان کے

اردگرد بے شمار پودے نکل آئے اور یہ پہلے نکلنے والا پودا آہستہ آہستہ یوں بڑھا کہ پہلے کمزور پتلا سا تنا تھا پھر ذرا موٹا ہوا اور پھر تن آور درخت بن گیا صحابہ کرام اس کی مضبوطی کا ذریعہ بنے۔ اور پھر یہ کفار کے مقابلہ میں سیسہ پلائی دیوار بن گئے جب کہ آپس میں انتہائی نرم مزاج اور ہمدرد ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔ ''مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دیئے ہوئے ہوتا ہے آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملایا۔ (بخاری) شاعر نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

علامہ اقبال رحمہ اللہ

اس پوری تشریح کو ہم یوں سمیٹتے ہیں کہ ''عویم بن ساعدہ'' روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''سب مخلوقات سے اللہ نے مجھے چنا اور پھر میرے لیے اصحاب کا انتخاب فرمایا ان میں سے میرے لیے وزیر' داماد اور سسر بنائے پس جس نے ان کو برا بھلا کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا''۔ (از قرطبی) یعنی قیامت کے روز ان کو سزا ملے گی۔

پوری سورت کا مطلب ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے اب یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم خوب سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ احکامات صرف اس زمانے کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ تا قیامت جاری و ساری رہنے والے احکامات ہیں اس وقت نبی ﷺ خود موجود تھے اور اب ان کی تعلیمات قرآن و سنہ کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ اسی طرح موجود رہیں گی۔ مگر ان پر غور و فکر اور عمل کرنے کے لیے وہی جذبہ وہی یقین اور وہی ذوق و شوق چاہیے جو اس وقت کے سچے اور پکے مسلمانوں میں تھا۔ دعا ہے شاعر کی زبان میں۔

عزائم کو سینوں میں پیدا کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

علامہ اقبال رحمہ اللہ

خلاصہ سورۃ الفتح

یہ سورت اپنے نام میں ہی اپنا مقصد چھپائے ہوئے ہے۔ کیونکہ اس کا نازل کرنے والا ارفع و اعلیٰ، عظیم و حکیم اور قادر مطلق ہے۔ اس نے دنیا بنائی اور اس میں بے شمار چیزیں بنائیں بے شمار قسم کی مخلوقات بنائیں اور پھر ان تمام مخلوقات میں ارفع و اعلیٰ مخلوق انسان کی صورت میں بنائی جس کو اپنی صفات کا ہلکا ہلکا اثر دیا پھر اس کو عقل و ارادہ کی طاقت بھی دی نیکی بدی

کی راہیں بھی اس کے سامنے کھول دیں۔ تو انسان کی ہدایت کے لیے بے شمار پیغمبر و کتابیں بھیجیں۔ تمام مخلوق میں انسان اور تمام پیغمبروں میں آخری نبی ﷺ اور تمام کتابوں میں قرآن پاک اور تمام دینوں میں دین اسلام کو فضیلت دی اور وعدہ فرمایا کہ اس دین کو فروغ ہی فروغ ملے گا اور اس کے ماننے والوں کو ہمیشہ فتح و کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ ایسے ہی لوگ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں جو زندگی گزاریں تو رب کے لیے جو مریں تو رب کے لیے دنیا کی تمام نعمتوں برکتوں کو پوری طرح استعمال کریں مگر شکر رب کے ساتھ ہر صورت ہر وقت اور ہر لمحہ نیکی کو فروغ دیں اور بدی کو مٹائیں۔ بیشک اس راستے کے راہنما ہادیٔ برحق ﷺ ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

پیشِ خدائے پاک رکوع و سجود میں
جس نے بھی سر جھکایا وہی سرفراز ہے
مولا کے سامنے ہے یہ اظہارِ بندگی
محبوب جس کو بندے کا عجز و نیاز ہے
قلب و نظر کو روح کو بالیدگی ملے
اک ربط بین بندہ و بندہ نواز ہے

ظفر اقبال

حدیث میں آیا ہے کہ "حق تعالیٰ شانہ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک جماعت کی صف کو' ایک اس شخص کو جو آدھی رات تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو' تیسرے اس شخص کو جو کفار کے لشکر کے خلاف لڑ رہا ہو۔" عام زبان میں ہم مومن کی صفات تھوڑی سی یوں بیان کریں گے۔ پختگی ایمان' حقوق اللہ اور حقوق العباد' بدی سے بچنا' اعتدال پسندی' جذبۂ جہاد' فرض شناسی' اطاعت گزاری' وقت کی پابندی' دلیری اور بے خوفی' جلد اٹھنا' نفاست پسندی' تنظیم اور یقین محکم۔ یہ تمام صفات انسان میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کا ﷺ محب ہو۔ جس کو دنیا کے ہر ذرے میں اللہ نظر آئے۔ تو بس ایسا بندہ اور ایسی اُمت ناقابل تسخیر ہے اور اسی کا وعدہ اللہ جل شانہ نے اس سورۃ الفتح میں کیا ہے۔ اور اس فتح و کامرانی کی ابتدا' اسی پہلی فتح سے ہوئی جس کا ذکر اس سورت کی پہلی آیت میں کیا گیا ہے۔ "یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی"۔ اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ اور اس وعدے کو پورا ہونے میں دیر نہیں لگی۔

کیونکہ آپ ﷺ کے زمانے میں ہی مکہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا جو کفر و شرک کا گڑھ تھا پھر خلافت راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے بر اعظموں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے شرق و غرب میں کلمۂ توحید کی صدائیں گونجنے لگیں۔ غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ یا لوگ اس کو قبول کر لیں یا اس کی برتری کو تسلیم کر لیں۔ مسلمانوں کے دور انحطاط میں بھی نظر و فکر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا"۔ (از ضیاء القرآن پیر کرم شاہ الازہری)

القرآن:۔ "اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ مجھے نیک کاموں کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں اور مجھے اپنی خاص مہربانی سے اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل کر لیجئے"۔ (سورۃ النحل آیت 19)

یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے کی تھی بڑی مقبول دعا ہے سب کو کرتے رہنا چاہیے۔ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے دعا کرنی چاہیے۔ تو پھر قبول ضرور ہوتی ہے۔ اگر قبول نہ ہو تو یہ بھی بندے کے اپنے ہی فائدہ میں ہوگا لیکن اللہ بہترین بھلائی کرنے والا ہے۔ الحمدللہ کہ سورۃ الفتح مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ الحجرات

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب، معاشرتی قوانین

اس میں 18 آیات دو رکوع ہیں اس سورت کا نام آیت چار کی مناسبت سے یعنی لفظ الحجرات سے رکھا گیا ہے یہ حجرہ کی جمع ہے۔ حجرہ کا مطلب ہے گھر یا کمرہ۔ اس کی تفصیل بعد میں بتائی جائے گی ان شاء اللہ۔ اس سورت میں آداب کا ذکر ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر عام بزرگوں سے بات کرنے آپس میں بات چیت کرنے 'رہن سہن یعنی معیشت و معاشرت آداب محفل اور معاملات کو نمٹانے، غرض انسانی زندگی کے بہت سے ضروری اور نازک پہلوؤں کے بارے میں انسان کو ہدایات دی گئی ہیں جیسا کہ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان ہی ہدایات ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں خاص طور سے مندرجہ ذیل امور پر احکاماتِ خداوندی بیان کیے گئے ہیں اور اس کی شانِ نزول مختلف واقعات ہیں جو بیان کیے جائیں گے۔

1۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کے آداب۔

2۔ ہر خبر پر تحقیق کے بغیر یقین نہیں کرنا چاہیے خصوصاً جب دشمن خبر لائے۔

3۔ مسلمانوں کے مختلف گروہ یا افراد کے درمیان ناچاقی کو کس طرح دور کیا جائے؟ صلح صفائی کے لیے حکم الٰہی کیا ہے؟

4۔ ہر اس بات سے بچنے کا حکم جو معاشرہ میں شر و فساد کا باعث بن سکتی ہے۔ جس میں مذاق اڑانا' طعن زنی' برے ناموں سے پکارنا' بدگمانی' غیبت اور جاسوسی وغیرہ شامل ہیں۔

5۔ حسب نسب پر غرور کرنا جب کہ اصل بڑائی صرف تقویٰ ہے۔

6۔ اور آخر میں سچے مسلمان کی تعریف اور رب العزت کی بڑائی اور صفات بیان کی گئی ہیں۔ یعنی یہ سورت تربیت اخلاق کی بنیاد ہے۔ اس سے اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹے تو سزا کے حق دار ہو جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت

2 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

اے مومنو! کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۔(1) اے ایمان والو اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور جس طرح آپس میں اونچا بولتے ہو اس طرح ان ﷺ کے سامنے اونچا نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔(2)

تشریح: پہلی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی معاملہ پیش آئے تو اس کا حل خود سے کبھی پیش نہ کرو بلکہ سب سے پہلے قرآن میں دیکھو پھر احادیث میں پھر فرامین جاری کیے جائیں کسی بھی مسئلہ کا حل اپنے پاس سے پیش نہیں کرنا چاہیے۔ یہی حکم اجتماعی اور ملکی معاملات پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اصل میں یہ اسلامی آئین کی بنیاد ہے۔ جج بھی اپنے فیصلے میں قرآن و سنت کے قوانین کا پابند ہے۔ مختلف احادیث اور قرآنی آیات بار بار اسی بات کی تلقین کرتی ہیں۔ رب العزت سے خوف کھانا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اللہ کا خوف انسان کو خود اعتمادی دیتا ہے اور تمام لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا علم وسیع ہے جو اس نے قوانین بنا دیئے ہیں۔ وہی سب سے افضل و اعلیٰ اور مناسب ترین ہیں اور پھر یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہر بات کو جانتا اور سنتا ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اسی سے مانگنا اور اسی کے احکامات پر عمل کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔

دوسرا حکم نبی اکرم ﷺ کی عزت و احترام میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ بھی آدابِ رسول ﷺ اور آدابِ محفل میں شامل ہے کہ جیسے لوگ آپس میں بے تکلفی سے اونچی آواز میں بات کرتے ہیں اس طرح اونچی آواز میں نبی کے سامنے ہرگز بات نہ کریں۔ کیونکہ یہ عمل اتنا ناپسندیدہ ہے کہ انسان کتنا بھی نیک پاک شریف اور پرہیزگار ہو اگر وہ رسول ﷺ سے بات کرتے ہوئے آداب کا لحاظ نہ رکھے گا تو وہ سمجھ لے کہ اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں اور اسے اس بات کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ پھر اس سے یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ انسان کی اصلیت اسی وقت پتہ چلتی ہے جب وہ کسی محفل کے آداب کا خیال رکھتا ہے۔ ایک بااصول شخص ایک بے اصول شخص کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو" (ابن ماجہ)۔

عام انسانوں کا بزرگوں کا احترام اپنی جگہ اخلاقی بلندی کا ثبوت ہے مگر رسول مکرم ﷺ کا ادب واحترام بہت بڑا اور خاص درجہ رکھتا ہے کیونکہ آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کا احترام گویا اللہ سے محبت اور اللہ کے احترام کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ اللہ نے ہی آپ ﷺ کو اپنا رسول بنایا اور پھر ان کے احترام کا حکم بھی دیا کہ نہ ان کے آگے چلو نہ ان کے حکم کے خلاف کرو اور نہ ہی ان سے اونچی آواز میں بات کرو۔

اجرِ عظیم کے مستحق لوگ

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③

جو لوگ رسول اللہ کے سامنے بات کرتے ہوئے اپنی آواز نیچی رکھتے ہیں۔ اصل میں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم ہے"۔(3)

تشریح: اس میں اُس خلوص اور محبت کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو خود بخود اس عمل پر مجبور کرتا ہے کہ اللہ ورسول کا احترام کیا جائے کیونکہ انسان جس کو محترم سمجھتا ہے جس سے عقیدت رکھتا ہے اس کا ہر حکم مانتا ہے اس کا ادب کرتا ہے کبھی اس کے ساتھ اونچی آواز سے بات نہیں کرتا نہ اُس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور یہی سب باتیں ایک عام انسان کو متقی اور پرہیز گار بناتی ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کے پاس بہت زیادہ اجر وثواب اور بخشش ہے۔ تو گویا حب اللہ اور حبِ رسول تقویٰ کی نشانی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی (میری تیاری یہ ہے کہ میرے دل میں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو (قیامت کے دن) انہی کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ (مسلم)

معاشرتی آداب

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤

(اے نبی ﷺ) جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔(4) اگر وہ آپ کے باہر آنے تک صبر کرتے تو انہی کے لیے بہتر تھا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔(5)

تشریح: یہ مدنی سورت ہے اخلاقی آداب کے سلسلے میں یہاں ایک شائستہ ادب سکھایا جا رہا ہے۔ شانِ نزول اس آیت کا اسطرح ہے کہ عموماً اطراف عرب سے لوگ آپ ﷺ سے ملنے چلے آتے اور وہ اس بات کا خیال نہ کرتے تھے کہ ملنے کے لیے وقت مناسب ہے یا کہ نہیں۔ بس وہ وقت بے وقت آ جاتے اور حجرات نبوی کا چکر کاٹنے لگتے اور بے ادب جاہلوں کی طرح باہر سے آوازیں لگانے لگتے۔ یا محمد یا محمد حالانکہ ان کو مہذب شہریوں کی طرح اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا کہ بجائے آپ ﷺ کو بے آرام کرنے کے اس وقت کا انتظار کرتے جب کہ آپ ﷺ آرام سے فارغ ہو کر باہر تشریف لے آتے تو پھر آپ سے ملاقات کرتے بات چیت کرتے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ بڑے ہی نرم مزاج اور انسان دوست شخص تھے اور پھر اللہ کی اجازت سے ہر کام کرنا پسند کرتے تھے۔ لہٰذا ان لوگوں کی اس بے وقت مداخلت کو برداشت کرتے رہے تو پھر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہدایت کی کہ اس ناشائستہ حرکت سے باز آ جائیں۔ اب تک لاعلمی میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ معاف ہے مگر آئندہ اس زرین اصول کو یاد رکھیں۔ پچھلا عمل معاف ہے کیونکہ اللہ کی صفت ہے کہ وہ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے مگر آئندہ احتیاط کریں۔ آج کل کی مہذب دنیا میں باہر سے گھر والوں کو آوازیں لگا لگا کر بلانا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے اس اخلاقی و معاشرتی اصول کا حکم دیا اور یہاں وقت کا بھی ذکر کیا گیا کہ جب بھی کسی سے ملاقات کرنی ہو تو مہمان کو میزبان کے آرام کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ اور پھر یہ بھی ہدایت ملتی ہے کہ جان بوجھ کر غلطی یا گناہ کرنا سزا کا موجب ہے۔ نادانی میں کیا گیا قصور رب العزت ویسے ہی معاف کر دیتے ہیں کیونکہ معاف کرنا درگزر کرنا اللہ کی صفات ہیں۔

خبر کی تحقیق ضروری ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو اور تمہیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔ (6)

تشریح: اس آیت کا شانِ نزول مولانا مودودی صاحب تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ واقعہ اس طرح ہے کہ قبیلہ بنی المصطلق جب مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو ان لوگوں سے زکوۃ لینے بھیجا۔ مگر وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں گئے اور واپس آ کر کہہ دیا کہ وہ زکوۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں اور مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خبر سن کر نبی اکرم ﷺ نے فوج کشی کا ارادہ کر لیا مگر قبیلہ کے

سردار حارث بن ضرار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور بتایا کہ "ولید بن عقبہ تو وہاں گئے تک نہیں ہم لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں اور زکوۃ دینے کے لیے بالکل تیار ہیں"۔ یوں اصل حقیقت سامنے آ گئی اور ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اصولی ہدایت دی کہ کبھی بھی کسی اہم خبر پر بغیر تحقیق کیے یقین نہیں کرنا چاہیے۔ پوری تحقیق کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ اس طرح انسان یا جماعت بُرے وقت' پریشانی اور نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ یہی اصول افواہوں کے لیے بھی بنایا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی جماعت یا طبقہ کو شکست دینے کا بہت بڑا ہتھیار یہ ہے کہ غلط افواہیں پھیلا کر ان میں بے چینی' بے سکونی' اور بد اعتمادی پیدا کر دی جائے اس طرح کا اندرونی انتشار کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے بہترین ہتھیار ہے۔ کسی بھی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ بلا تحقیق کسی خبر کو آگے پہنچائے۔ ایسا شخص فاسق کہلاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کام کو بہت ناپسند کیا ہے حدیث میں آتا ہے۔ محمد بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی کو فرماتے سنا ہے کہ جب تک انسان بعض سنی سنائی باتوں سے زبان کو نہیں روکے گا وہ قابل اقتدا امام نہیں بنے گا۔

(مسلم) از اسوہ حسنہ مصنفہ بنت الاسلام۔

یہاں تک جو معاشرتی آداب سکھائے گئے ہیں ان کو ہم دہرائے لیتے ہیں۔

1۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

2۔ رسول کریم ﷺ کا ادب، نہ ان سے آگے بڑھا جائے نہ آواز اونچی کی جائے اور نہ ہی گھر کے باہر سے آواز لگائی جائے۔

3۔ اور آخر میں بلا تحقیق خبر پر یقین کرنا اور افواہیں پھیلانا۔ یہ اصول ایک فرد سے لیکر پوری دنیا کے لیے سکون' ترقی اور کامیابی کے ضامن ہیں۔

صحابہ کرام کے ایمان کی گواہی

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

خوب جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کریں تو تم مشکلات میں پڑ جاؤ۔ مگر اللہ نے تمہاری طرف ایمان کو محبوب جانبے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔ اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو تم سے ناپسند کیا ہے۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے راہ راست پر ہیں۔(7) اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا اور دانائی والا ہے۔(8)

تشریح: ان آیات کا تعلق بھی تھوڑا سا قبیلہ بنی المصطلق کے واقعہ سے ہے۔ جب صحابہ نے نبی کریم ﷺ کو فوج کشی کا مشورہ دیا تو رب الاعلیٰ نے فرمایا کہ تم اچھی طرح سوچ لو کہ نبی اکرم ﷺ ہر لحاظ سے تم سے زیادہ محترم، کامل اور معاملہ فہم ہیں اس لیے تم لوگ ان کو کسی بھی فیصلہ پر مجبور نہ کرو۔ کیونکہ اب اگر تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے فوجی اقدام کرلیا جاتا تو تم سب کو کس قدر مشکلات' نقصان اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا؟ پھر ان صحابہ کرام کا ذکر ہے کہ جنہوں نے اس مشورہ دینے میں حصہ نہ لیا تھا۔ ان کی تعریف میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

کہ صحابہ کرام جن کے دل ایمان و یقین سے بھرے ہوئے ہیں۔ کفر' شرک اور نافرمانی ان کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتی اور یہ ہدایت و ایمان کی پختگی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تحفہ ملا ہوا ہے۔ اور ان کی عظمت کا ذکر رب کریم نے بھی کیا ہے۔ صحابہ کرام میں بھی کچھ درجات ہیں۔ یہ تو رب علیم و حکیم ہی جانتا ہے کہ کس کو کیا درجہ دیا گیا اور کیوں دیا گیا؟ بہر حال سب صحابہ کرام قابل عزت و احترام ہیں کیونکہ ان کو ایسے نبی کی صحبت میں رہنا نصیب ہوا جو کہ ہر طرح سے مرد کامل، محسن انسانیت اور رہبر مخلوق کائنات ہیں۔ آپ کا شخصی (خود اپنا) کردار رحمت، شرافت، شفقت، عبادت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، فراست، متانت، ایثار، احساس ذمہ داری، عاجزی تواضع، صبر، توکل، ثابت قدمی اور دانش مندی سے مزین (سجا ہوا) ہے۔ کون سی ایسی انسانی صفت ہے جو آپ کو رب العٰلمین نے نہ دے رکھی تھی۔ ایسے مکمل انسان کے پاس جو لوگ ہر وقت موجود رہتے تھے بھلا وہ اخلاقیات میں کس طرح کم تر ہو سکتے تھے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں اچھے انسان سے اس کے دوست کی پہچان ہو سکتی ہے اور صحابہ کرام تو اللہ کے فضل و کرم سے خاص طور پر نوازے ہوئے ہوتے ہیں۔

محمد موسیٰ روحانی " گلستان قناعت " میں لکھتے ہیں۔ " بہر حال صالحین کی صحبت و تربیت کی برکات اظہر من الشمس (سورج سے زیادہ روشن) ہیں۔ ان کی صحبت مبارکہ کی برکت سے انوار باطنیہ و ظاہریہ حاصل ہوتے ہیں۔ دل کی اصلاح ہوتی ہے۔ حب دنیا' حب جاہ اور رزق کے بارے میں بے اطمینانی و بے قراری کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور مال و دولت کی فراوانی سے پیدا ہونے والے خطرات اور برے نتائج سے خلاصی ہوتی ہے "۔

غرض یہ ہے کہ اتنے اچھے لوگوں کو بھی اللہ کی طرف سے اخلاقی ہدایات ملتی رہی ہیں ہمیں ان کو غور سے پڑھنا' سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہی ایمان کی سلامتی اور انسان کامل بننے میں مدد دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم پر اپنا فضل و کرم کرے اور ہمیں ایمان کی روشنی اور ایمان و یقین کی سلامتی عطا کرے کہ ہم قرآن و سنت کو اپنا رہبر بنا کر نجاتِ دارین حاصل کریں۔ آمین ثم آمین۔

معاشرتی زندگی کا ایک اور اصول

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ ع

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دو۔ پھر ان میں سے اگر ایک گروہ دوسرے سے زیادتی کرے تو اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے اور پھر جب وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل اور انصاف سے صلح کرا دو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(9) مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔(10)

تشریح: ان آیات میں مسلمانوں کے نظامِ حیات کے ایک بہت اہم پہلو کے لیے اسلام کے مخصوص اصول' قوانین اور ضابطے بیان کیے گئے ہیں۔ اور ایک بہت بڑا راز بتایا گیا ہے کہ مسلمان اعتقاد' دین اور تعلیمات میں برابر ہیں۔ کیونکہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اسلام کا پابند ہے، لہٰذا ان سب کو بھائی بھائی کہنا بالکل مناسب ہے۔ تو اس بھائی چارے کی تعریف رسول کریم ﷺ نے اس طرح کی ہے۔ فرماتے ہیں "تم مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور محبت وشفقت میں جسمِ انسانی کی طرح دیکھو گے کہ اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو بدن کے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں (بخاری) اسی لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ "نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو' گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو"۔ (المائدہ) ایک اور جگہ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس سے خیانت نہیں کرتا۔ اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ تکلیف کے وقت اس کو تنہا چھوڑتا ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی آبرو' مال اور خون حرام ہے۔ (ترمذی) اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی آخر ہے تو انسان ہی۔ کہ جس کے لیے فرشتوں نے بھی کہا تھا کہ "باری تعالیٰ انسان زمین میں فساد پھیلائے گا"۔ اسی فطرتِ انسانی کو درست کرنے کے لیے اللہ نے قرآن کے ذریعے امن سکون سے زندگی گزارنے کے بہترین اصول بتائے ہیں جن میں سے ایک مشکل کا حل بتایا گیا ہے کہ اگر کبھی بھی اہل ایمان کے دو گروہوں میں کسی بھی بات پر لڑائی ہو جائے تو مسلمانوں کی جماعت کا فرض ہے کہ ان میں صلح کروا دے۔ جس کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی حاصل کرنا ہو گا۔ اور اس کام میں دونوں فریقوں کی پوری بات اچھی طرح سن کر اور پورے عدل اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا ہو گا۔ اور اس کام میں کسی قسم کا ذاتی فائدہ سامنے نہیں رکھا جائے

گا۔صرف عدل وانصاف اوراحکامِ الٰہی کی روشنی میں دونوں فریق کی غلط فہمی دور کر کے صلح صفائی کروادی جائے۔پھر بھی اگر ایک گروہ دوسرے سے زیادتی کرے تو تم کھلم کھلا ان کے خلاف لڑائی کرو یہ لڑائی اللہ کے حضور جہاد سے کم نہیں ہوگی کیونکہ اس طرح فساد کی چنگاری کو بجھانا مقصود ہے۔جو کہ کسی وقت بڑھتے بڑھتے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔اور جب ظالم گروہ نیکی کی طرف پلٹ آئے تو پھر فرض بنتا ہے کہ ان کی صلح صفائی کروادی جائے۔ یہ اصول دو مسلمانوں سے لیکر پوری دنیا پر لاگو ہوسکتا ہے۔صلح صفائی کروانے والا علم وبصیرت میں کامل ہونا چاہیے اور حقیقی صلح وہی ہوگی جو عدل اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کروائی جائے گی۔ کیونکہ اصل میں فساد اسی طرح ٹلتا ہے ورنہ اندر ہی اندر کمزور گروہ پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے جو بعد میں کبھی بھی موقع ملنے پر پھٹ پڑتا اور پھر صورت حال زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔صلح کرواتے وقت فریقین کے دلائل سن کر عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے تاکہ کسی بھی فریق کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ اسی سورت کی آیت 9 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ "انصاف کرو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ پھر آخر میں تاکید کی گئی ہے کہ "اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات درست کرو"۔ یہ آیت مسلمانوں کی آپس کی لڑائی کو ختم کروانے کے لیے شرعی قانون کی اصل بنیاد ہے۔اس پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی رضا' فرمانبرداری اور اس کے خوف کو مدنظر ضرور رکھا جائے۔ایسے ہی اعمال پر رب العزت رحم وکرم اور بخشش کرتے ہیں۔اسی طرح حکم ہے کہ "باغیوں کے خلاف جنگ کرنے سے پہلے ان کو قرآن حکیم کے مطابق یاددہانی کروائی جائے اگر سمجھ کر بغاوت سے باز آجائیں تو ٹھیک ورنہ ان کی طرف سے اگر لڑائی کا آغاز ہو جائے تب ان کے خلاف تلوار اٹھائی جائے۔(تفہیم القرآن صفحہ 81)۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ بتاتی ہے کہ ملت اسلامیہ پر جتنا زوال اور پریشانیاں آئیں وہ صرف آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے آئیں۔آپس کی بے اتفاقی' لڑائی جھگڑے نے ملت کو کمزور کر دیا دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب نکل گیا اور مسلمان اللہ کے اس فرمان کو بھول گئے "مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔(الحجرات آیت 10) ثابت ہوگیا کہ اسلام بھائی چارے کے لیے آپس میں صلح' امن' سکون اور اتفاق سے رہنا ایک طرف تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف ملت اسلامی کی مضبوطی اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی کا ذریعہ ہے اللہ ہم پر فضل کرے اور ہمیں پکا مسلمان بننے کی توفیق دے آمین

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

ڈاکٹر علامہ اقبال ؒ

اخلاقی برائیاں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۤىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿11﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿12﴾

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں 'ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برُے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے اور جو اِس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔(11) اے لوگو جو ایمان لائے ہو' بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے لیے تیار ہو؟ دیکھو تم کو بھی اس سے گھن آئے گی۔ اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے(رحم کرنے والا ہے)۔(12)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں چند اخلاقی اصول بتائے گئے ہیں ان آیات میں اخلاقیات سے متعلق چند اور اصول بتائے جارہے ہیں۔ کہنے کو یہ بڑی معمولی باتیں ہیں مگر ان کے اثرات اور فضیلتیں بے شمار ہیں۔ حکم دیا گیا ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کا اور کوئی عورت کسی عورت کا مذاق نہ اڑائے۔ اسی لیے واضح طور پر کہا گیا ہے کہ " کوئی مرد کسی مرد کا اور کوئی عورت کسی عورت کا مذاق نہ اڑائے"۔

دوسری مصلحت یہ ملتی ہے کہ ہوسکتا ہے جس کا ہم مذاق اڑا رہے ہیں وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہو جو بظاہر درویش صفت ہو تو اس طرح ہم نے کئی گناہ کما لیے۔ ایک تو اس کا دل دکھایا دوسرے بے خبری میں اللہ کے مقبول بندے کا مذاق اڑا کر گویا اللہ کی نافرمانی کی صرف نافرمانی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا گناہ کیا کیونکہ قابلِ عزت انسان وہ ہے جو متقی ہے اور اللہ کا مقبول انسان بھی وہی ہے۔ تیسرا ہم نے شیطانی کام پر عمل کر کے ایک غلط کام کی بنیاد رکھی۔ چوتھا یہ کہ معاشرے کو ایک بری حرکت سے خراب کیا گیا یعنی ایک انسان کو ذلیل کر کے مفت کی بدگمانی کی بنیاد رکھ دی گئی۔

اس آیت کے زیرِ اثر باقاعدہ قانون ہتک عزت ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس بری حرکت سے معاشرہ کو کئی طرح سے نقصان پہنچ سکتا ہے جو قرآن اور احادیث کی رو سے بالکل منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ انسانیت کی بھلائی کے لیے زہر کا کام دیتا

ہے۔ مذاق صرف زبان سے ہی نہیں اڑایا جاتا بلکہ کسی کی نقل اتارنا، کسی کی طرف اشارے کرنا' کسی کی بات' کام' صورت' لباس' یا اس کی کسی جسمانی کمزوری کی طرف لوگوں کو متوجہ کر کے ہنسنا یا ہنسانا۔ کوئی بھی عقل مند انسان اس حرکت کو اچھی اور فائدہ مند حرکت نہیں کہہ سکتا۔ اسی لیے مسلمانوں کو اس حرکت سے سختی سے منع کیا گیا ہے بلکہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑی اخلاقی برائی کا ذکر کیا گیا ہے یہاں لَمز کا لفظ استعمال کر کے ان تمام برائیوں کو جمع کر دیا گیا ہے جن کو ہم اردو میں یوں بیان کریں گے۔ مثلاً طعن و تشنیع کرنا یعنی چوٹیں کرنا' مذاق اڑانا، الزام لگانا' اعتراض جڑنا' عیب چینی کرنا۔ صاف طور پر اور چھپا کر کسی کو ملامت کا نشانہ بنانا۔ یہ سب باتیں انسانی سکون کو شر و فساد میں بدل دیتی ہیں اور اسلام امن کا مذہب ہے وہ ان باتوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح کسی شخص کو قرآن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی شخص کو ذلیل کرنے کے لیے کوئی برا نام دے یعنی کسی کو فاسق' منافق' لولا' لنگڑا یا اندھا کہنا۔ اسی طرح کسی کے خاندان یا والدین کی کسی کمزوری سے اس کو مخاطب کرنا یہ سب حرام ہے۔ جب کسی نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ کسی کے ساتھ یہ تمام اخلاقی برائیاں کرے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے یا آئندہ کیا جائے گا۔ تو رب العزت خبردار کرتے ہیں کہ جو شخص ان تمام برائیوں سے باز نہ آیا تو گویا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

اب ایک اور اخلاقی برائی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسرے کے بارے میں تجسس زیادہ نہ کرو۔ تجسس اور گمان کی درجہ بندی ہمیں خود کرنی چاہیے۔ کیونکہ زندگی کے کئی ایسے معاملات ہیں جو اچھے اور صحت مند گمان کے بغیر چل نہیں سکتے مثلاً عدل و انصاف میں تجسس ضروری ہے۔ کسی کی بھول سے کی گئی غلطی کی چھان بین کر کے اس کو بدنامی سے بچانا۔ کسی ایسے استاد مولوی یا لیڈر کی ٹوہ لگانا جو لوگوں کو غلط راہ پر لگا رہا ہو۔ اور پھر ملکی یا فوجی معاملات میں دشمن کی ٹوہ لگانا یہ سب جائز ہے یا پھر کسی بھی ایسے شخص کی ٹوہ لگا کر اس کی گئی ہوئی عزت کو بچانا۔ یہ سب کام ایسے ہیں کہ یہ ایک تو نیک نیتی سے ہوتے ہیں دوسرے اصلاح معاشرہ اور انسانی محبت میں کیے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی بھی شخص کا مقصد ان تمام اخلاقی اچھائیوں کے علاوہ ہو تو وہ بالکل منع ہے۔ انتہائی ناپسندیدہ ہے اور قابل سزا عمل ہے۔ کیونکہ اس کے برے اثرات صرف ایک انسان پر نہیں پڑتے بلکہ یہ فرد سے چل کر پوری دنیا تک پھیل سکتے ہیں۔

اور پھر تجسس کے بعد غیبت کا نمبر آتا ہے کیونکہ جو انسان کسی بھی بات کی یا شخص کی ٹوہ لگائے گا تو پھر وہ اس کو آگے بیان بھی کرے گا۔ اور یہ غیبت میں شمار ہو جائے گا۔ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات جو کسی کی غیر موجودگی میں کہی جائے اور وہ اس کو ناپسند کرے۔ یہ بھی بہت سی برائیوں اور اخلاقی کمزوریوں کی جڑ ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ جیسے کسی مردار کا گوشت کھانا قابل نفرت کام ہے اسی طرح غیبت بھی قابل نفرت' قابل فساد اور قابل مذمت فعل ہے۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے وہ لوگو جو زبان سے تو ایمان

لائے ہو مگر ایمان ابھی تمہارے دلوں میں نہیں اترا مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج نہ لگایا کرو کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ خود اس کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج کرے گا اور اللہ نے جس کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج کی اسے وہ اس کے گھر میں رسوا کر دے گا"۔ (ابوداؤد)

یہ سزا تو رب العزت دنیا میں دے گا آخرت میں تو اس گندی بات کا بہت بڑا عذاب ہے۔ سوچنے کی بات ہے جب ہم کسی بھی شخص کی برائی اس کی غیر موجودگی میں کریں گے تو اس کی عزت اور وقار پر حملہ کریں گے جب اس کو موقع ملے گا تو وہ ہماری غیر موجودگی میں ہماری عزت اور وقار کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ یعنی دنگا فساد شروع ہو گیا اور دنگا فساد معاشرے کے لیے ہرگز باعث سکون عمل نہیں۔ مثال کے طور پر کسی بھی ملک میں انتخابات کے دوران ہر پارٹی مخالف پارٹی کے ممبر کو کسی نہ کسی طریقہ سے بدنام اور بے آبرو کرتی ہے صرف ووٹ حاصل کرنے کے لیے اور لوگ یہ کام فرض سمجھ کر کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنے اوپر اور قوم و ملک کے اوپر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اگر تو وہ سچی بات کہہ رہے ہیں تو یہ غیبت ہے اور اگر غلط بات پھیلا رہے ہیں تو یہ بہتان ہے اسکی سزا دونوں صورتوں میں خود کو بھگتنی پڑے گی اور جو قوم و ملک کا نقصان ہو گا اس کا ذمہ بھی ایسے ہی لوگوں کے سر ہو گا جو ایک اچھے اور مخلص انسان کی خدمات سے ملک وقوم کو محروم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے تو یہ چھوٹی سی بات بہت بڑا اور مہلک ذریعہ ہے ویسے یہ ووٹنگ اور جمہوریت غیر اسلامی طریقہ ہے۔

اور خلافت و امارت اسلامی طریقہ ہے غیبت وغیرہ سے بچ کر اگر الیکشن میں حصہ لیا جائے تو یہ پھر بھی ناجائز ہے، اس لیے والدین اساتذہ اور بزرگان دین کا یہ فرض ہے کہ اس فرمان الٰہی یعنی "غیبت سے بچاؤ"۔ بچوں کے دل و دماغ اور اخلاق و کردار میں کوٹ کوٹ کر بھر دیں تا کہ جب وہ بڑے ہو کر اپنا منصب سنبھالیں تو اس برائی سے بالکل پاک صاف ہوں اور یوں اپنے گھر، محلہ، شہر، ملک اور پوری دنیا کے لیے انتہائی پسندیدہ انسان ثابت ہوں۔ ان اخلاقی برائیوں سے صرف بچوں کا بچاؤ ہی ضروری نہیں بلکہ ہر انسان دوسرے انسان کو ان برائیوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے اور خود کو ایک بہترین انسان کی شکل میں پیش کرے کہ جو دیکھے ویسا ہی اچھا انسان بننے کی کوشش کرے۔ اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی مضبوطی اس قدر طاقت رکھتی ہے کہ مدینہ کی چھوٹی سی معمولی ریاست نے قیصر و کسریٰ جیسی مضبوط مملکتوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اسلام کا جھنڈا دور دور تک لہرایا گیا۔ یہ دور مسلمانوں کے عروج کا پہلا دور ہے۔ جو 622ء 1ھ سے شروع ہوا۔ اس عروج کی بنیادی وجہ انسانی قدر و عزت کا وہ حقیقی جوہر ہے جو ایمان و عمل اور قرآن و سنت میں موجود ہے۔ اگر نظام اسلام اور شریعت نبوی صحیح طریقہ سے نافذ کر دی جائے تو زندگی کا ہر شعبہ ترقی کر سکتا ہے چاہے اس کا تعلق اقتصادی نظام' اجتماعی نظام' سیاسی نظام یا ثقافتی نظام سے ہو۔ کیونکہ ان تمام شعبوں کا اخلاقی نظام سے تعلق ہے۔ اسلام نے آتے ہی ان تمام بداخلاقیوں' بدکرداریوں اور غلط رسومات کا خاتمہ کر دیا۔ جن میں جھوٹ' غیبت' ناانصافی' جوا' شراب، سود' قتل و غارت گری شامل

ہیں۔ یہ تمام عادات کسی بھی قوم کو ذلیل وخوار کر سکتی ہیں۔ جتنی مدت مسلمانوں نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا، یعنی اسلامی قوانین پر سختی سے پابند رہے خوب ترقی کی جونہی مسلمانوں نے اپنے مذہب سے دوری اختیار کی زوال کی طرف بڑھنے لگے۔ ان آیات میں فی الحال یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے بارے میں گمان نہ کرو' غیبت نہ کرو، چھان بین نہ کرو۔

چھان بین صرف بہتری کے لیے کی جاسکتی ہے۔ مثلاً شادی کا معاملہ ہو یا پھر مشترکہ کاروبار کا سلسلہ شروع کرنا ہو وغیرہ وغیرہ یعنی چھان بین نیک نیتی سے اصلاح اور بہتری کے لیے کی جائے۔ تو اجازت ہے۔

برتری صرف تقویٰ میں ہے

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اصل میں اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (13)

تشریح: باقی تمام مذاہب کی تعلیمات کسی خاص قبیلے یا ملت کے لیے ہوتی تھیں لیکن اسلام پوری دنیا کے لیے ہدایت اور نیکی ونجات کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس دین کی خاصیت ہی یہ ہے کہ یہ انسانوں کے بنائے ہوئے دائرے یعنی یہ امیر ہے غریب ہے کالا ہے، گورا ہے' یہودی ہے' عیسائی ہے۔ ان تمام اونچ نیچ اور تفرقات کو بالکل نہیں مانتا کیونکہ یہ عالمگیر دین ہے۔ اس چھوٹی سی آیت میں اللہ رب العزت نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے اور انسانوں کو ان کی اصل حقیقت سے مطلع کر دیا ہے۔ پہلی یہ کہ تم لوگ ایک مادے سے ایک طریقہ سے اور ایک ہی مرد اور عورت یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے پیدا کیے گئے ہو۔ جیسے ایک گھر کے افراد آپس میں کچھ کچھ مختلف ہوتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد جب بڑھنی شروع ہوئی تو دور دراز تک پھیلنے لگی اور ان میں دنیا کے گرم سرد خطوں کی آب وہوا کے مطابق رنگ روپ نقش اور رہن سہن میں فرق پیدا ہوتا چلا گیا۔ قرآن میں دوسری یہی وضاحت کی گئی ہے کہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ پہچان کے لیے تم قوموں قبیلوں اور برادریوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے جس طرح ایک خاندان کی بیٹیاں دوسرے خاندان میں بیاہی جاتی ہیں اور پھر وہی بیٹیاں جو ہمیشہ ساتھ رہتی تھیں بعد میں اپنے سسرال اور بچوں کے ساتھ اتنی مصروف ہو جاتی ہیں کہ مدتوں بعد اپنی بہنوں اور میکا میں آتی ہیں یہ ایک دوری پیدا ہونا ضروری عمل ہے۔ مگر یہ دوری مجبوری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان کی اصل میں فرق آجائے۔ اسی لیے تیسری بات اللہ رب العزت نے یہ واضح کر دی ہے کہ تم سب کہیں بھی چلے جاؤ'

کیسے ہی رہن سہن ہو۔غریب ہو'امیر ہو' کالے ہو' گورے ہو۔سب برابر ہو کسی کو کسی پر برتری اگر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ برائیوں سے بچنے والا ہو۔نیکی' پاکیزگی میں پکا سچا مسلمان ہو۔ یہ تین باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ہر انسان کا فرض ہے۔انسانیت کی بنیاد ان پر ہی قائم ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر یہی اعلان کیا کہ سب لوگ برابر ہیں کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے۔

حدیث میں آتا ہے۔

"اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"۔(ابن جریر) از تفہیم القرآن صفحہ 98 جلد پنجم۔

ایک مسئلہ اور بھی ہے جو اس آیت کریمہ میں حل ہو گیا۔دنیا جہاں کے مفکر سائنسدان،ڈاکٹر حضرات اور ریسرچ کرنے والے لوگوں کو انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں بہت زیادہ فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔اللہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ انسان آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوا اور آدم مٹی سے بنائے گئے۔یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا ہے کہ اس نے مٹی سے آدم کا پتلا بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی پھر حضرت حوا کو پیدا کیا اور اس کے بعد دنیا کی آبادی بڑھنی شروع ہو گئی۔ اب انسان کی پیدائش کا ہر مرحلہ انسان کے سامنے ہے اور یہ بھی اسی الہ العٰلمین کی قدرت کا نتیجہ ہے۔ہر طرف انسانوں کی چلتی پھرتی فیکٹریاں اللہ کے وجود اس کی قدرت اور موجودگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اور پھر اسلام کے دشمنوں کو بھی یہ ماننا پڑا ہے کہ جو اصول وقوانین مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے دیئے گئے ہیں وہ اور کسی دین اور مذہب کو نہیں دیئے گئے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے تمام نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک ملت بنا دیا ہے۔اور پھر بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ اسلام کے دیئے ہوئے اصولوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو۔صرف مسلمان کے گھر پیدا ہو جانا ہی کافی نہیں۔جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت کی گئی ہے۔

اسلام بغیر یقین کچھ نہیں

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا

تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

ع 2 8 14

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔فرما دیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(14) مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑے 'یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔(15) فرمادیں کیا تم اللہ کو اپنی دینداری کی اطلاع دے رہے ہو۔اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں سے واقف ہے۔(16) اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ان سے کہو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم سچے (مسلمان) ہو۔(17) بے شک اللہ زمین وآسمان کی ہر پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے۔اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اسے دیکھتا ہے"۔(18)

تشریح: یہ آیات دراصل ان چند دیہاتی لوگوں کے ذکر میں ہیں جو مدینہ کے اردگرد رہتے تھے۔انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان بڑی تیزی سے ترقی کر رہے ہیں تو انہوں نے کچھ مالی امداد لینے اور کچھ اپنی حفاظت کی خاطر اسلام قبول کر لیا۔ان قبیلوں میں مزینہ، جہینہ 'اسلم اور حزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔مگر یہ پکے مسلمان نہ تھے بس نام کے ہی مسلمان تھے۔ان کا پول اس وقت کھلا جب وہ نبی کریمؐ کے پاس آئے اور احسان جتانے لگے کہ ہم نے آپکی جماعت کو مضبوط کرنے کے لیے اسلام قبول کرلیا ہے۔اور ہمیں مالی امداد چاہیے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چلو تم مسلمان ہو ہی گئے ہو تو اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری بھی کرلو۔یعنی پکے مسلمان ہوجاؤ اگر تم پکے سچے مسلمان بن کر نیک راہ اختیار کرلو گے۔تو تمہارے لیے بہتری کا سامان ہوجائے گا کوئی نقصان تو نہیں ہوجائے گا۔تمہارے رویہ اور باتوں سے پتہ چل گیا ہے کہ تم نے اسلام کو پوری طرح قبول نہیں کیا۔اگر قبول کرلو تو اللہ کی رحمت اور بخشش کے تم حق دار بن سکتے ہو۔اسلام تو ویسے ہی اللہ کی خاص رحمت ہے بندے کے لیے۔کیونکہ اسلام انسان کو جسمانی اور روحانی طاقتوں سے مالا مال کرکے دنیا وآخرت میں سرخرو کرتا ہے۔دنیا و آخرت کی نعمتوں سے جھولی بھر دیتا ہے۔پھر اللہ رب العزت مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے۔مومن کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہے۔ایسے کہ دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرتا ہے۔دوسرا یہ ہے کہ آخری کتاب قرآن پاک پر کسی شک وشبہ کے بغیر یقین کرتا ہے۔اور تیسری بات یہ کہ اس کا مال' جان اور سب کچھ ہر وقت رضائے الٰہی پر قربان ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دین اسلام کی خاطر کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ پوری طرح اسلام کے احکامات پر عمل کرتا ہے۔یہ نہیں کہ بس کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔آج کل جو لوگ مسلمان گھرانوں میں

پیدا ہوتے ہیں ان کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے بارے میں تفصیل سے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اسلام کی حقیقت تو جب پتہ چلتی ہے جب اس کو قبول کرنے کے لیے کوئی جدوجہد کی جائے یا پھر والدین اساتذہ اور علماء دین اور لیڈر حضرات خود اپنی شخصیت کی مثال پیش کر دیں اور علوم دینیہ کو کھول کھول کر ہر عمر کے لحاظ سے ہر نکتہ واضح کریں۔ ہر شخص دین کی تبلیغ میں پورا پورا حصہ لے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک وقوم غلط راہوں کو چھوڑ کر سیدھی راہیں اختیار نہ کرلیں۔ اگر عرب کے بدو ہدایت پا سکتے ہیں تو ہم آج کے مسلمان کیوں ہدایت نہیں پا سکتے۔ میری اپیل ہے تمام عورتوں' مردوں' نوجوانوں' بوڑھوں اور بچوں سے۔ جو کچھ بھی کر سکیں ضرور کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ کسی بندے کی خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ سچی اور صاف نیت سے صرف اور صرف اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے کریں۔ ہماری نیتیں' ہمارے اعمال' سب کو اللہ بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔ کیونکہ اس کا علم تو اتنا زبردست اور وسیع ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ موجود ہے اللہ اس کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ لہٰذا اس عظیم و علیم کی ذات پر اس کے رسولؐ پر اس کی کتاب پر اتنا پختہ یقین کر و کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس سے ہٹا نہ سکے اور یوں اپنی کھوئی ہوئی عظمت' طاقت اور وقار کو بحال کرلو، ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

اقبال مسلم نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا کبھی تم نے غور کیا ہے کہ تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ تیرے بزرگوں میں بڑی خوبیاں تھیں' افسوس کہ وہ تجھ میں نظر نہیں آتیں۔

خلاصہ سورۃ الحجرات

یہ سورت مومن بندے اور اللہ رب العٰلمین کے باہمی رابطے کو اُجاگر کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام اصولِ حیات جمع کیے گئے ہیں جو کہ ایک انسانِ کامل مقبولِ الٰہی اور مقبولِ خلقت میں ہونے ضروری ہیں اور پھر یہ بھی اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ فرد ہی سے ملت بنتی ہے۔ اچھے برے افراد ہی کسی قوم کی ترقی یا تنزل کا باعث بنتے ہیں۔ یہ احکامات مومن مرد، مومن عورتوں کے لئے یوں ضروری ہیں کہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن الحکیم کو پڑھنے والے ہیں۔ صرف پڑھنے والے ہی نہیں، سمجھنے والے اور عمل کرنے والے بھی ہیں۔ اور جن لوگوں میں یہ صفات موجود ہوں وہ ہی سچے، پکے اور اچھے مسلمان کہلوانے کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ یہی تو اللہ کی خاص رحمت ہم مسلمانوں پر کی گئی ہے کہ ہمیں دنیا میں بھیج کر بے یار و مدد گار نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ کتابِ ہدایت اور حاملِ قرآن نبی پاک ﷺ کے ذریعے زندگی گزارنے کے تمام چھوٹے بڑے

اصول یوں محبت اور تفصیل سے بتا دیے گئے ہیں جس طرح ایک مہربان ماں اپنے بچے کو زندگی کے بہترین اصول بتاتی ہے۔ ماں تو اللہ کی محبت کی ایک بڑی ہی معمولی جھلک ہے۔ اللہ نے تو ہماری نجات اور پورے معاشرے کی اصلاح کے لئے اخلاقی، معاشرتی اور سے اسی اصول بڑی وضاحت سے بتا دیے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہونے کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور یہ انسانیت کی کامیابی ہے۔ اس سے تمام اخلاقی برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ پھر افواہوں کو پھیلانے اور ان پر بغیر تصدیق کے یقین کر لینے پر خاص طور سے نصیحت کی گئی ہے۔ کیونکہ کسی بھی قوم، ملت اور ملک کو تباہ کرنے کا یہ ایک بڑا موثر ہتھیار ہے۔ اسی لئے افواہیں بنانا، پھیلانا اور پھر بغیر تصدیق کے یقین کر لینا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ یہ تمام اصول جو اس سورۂ مبارکہ میں ہم مسلمانوں کو سکھائے گئے ہیں، سنہری اصول ہیں۔ انسانی کردار کی تمام برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا گیا ہے۔ تاکہ انسان چمکتی، دمکتی پُرسکون اور پاکیزہ زندگی گزار کر کامیاب و کامران اللہ کے حضور حاضر ہو سکے اور یوں اپنی ابدی زندگی عیش و آرام سے گزار سکے اور یہی تو وہ امتحان ہے جو ہم نے پاس کرنا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اپنے اس امتحانی دور کو خوش اسلوبی سے قرآن و سنت کے سائے میں کامیاب و کامران گزار سکیں۔ آمین۔

اور اللہ کے اس فرمان پر پورے اتر سکیں جو سورۂ مبارکہ کی آیت 13 میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسری کو پہچانو۔ اصل میں اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (القرآن، سورۃ الحجرات)

یقیناً ایمان کی مضبوطی ہی بندے کی ڈھال ہے ہر شیطان اور ہر شیطانی کام سے بچنے کے لئے۔

دُعا ہے مالک الملک، خالق العٰلمین اور غفور رّحیم سے، اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان فرما اور موت دے تو اسلام کی حالت میں۔ (از الاعراف آیت 126) الحمدللہ کہ سورۃ الحجرات مکمل ہوئی

تعارف سورۃ ق

یہ پچاسویں سورت ہے۔ یہاں سے قرآن پاک کی ساتویں اور آخری منزل شروع ہوتی ہے۔ اس میں تین رکوع اور پنتالیس آیات ہیں۔ یہ اندازہ ہے کہ نبوت کے پانچویں سال میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہوگی۔ یہ سورت رسول کریم ﷺ کے نزدیک بڑی اہم تھی اور آپ ﷺ اکثر اس کی تلاوت فجر کی نماز میں اور جمعہ کے خطبوں میں کیا کرتے تھے۔ یہ بات اکثر روایات میں بیان کی گئی ہے۔ آپ کے پڑوس میں اُم ہشام رضی اللہ عنہا بنت حارثہ رہتی تھیں۔ ان کے کہنے کے مطابق یہ سورت ان کو ایسے ہی یاد ہو گئی کہ وہ آپ ﷺ کی زبان سے اس کو اکثر جمعہ کے خطبہ میں سنا کرتی تھیں۔ تفاسیر کے مطالعہ

سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سورت کا خاص موضوع ہے "آخرت"، "زندگی بعد الموت"۔ یہ بات اس وقت کے بے علم لوگوں کے لیے ناممکن تھی۔ بلکہ آج کے پڑھے لکھے لوگ بھی اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے تو کفر و گناہ اور شرک و بے راہ روی میں اللہ کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور اسی لیے دنیا کی گہما گہمی میں یوں ڈوب چکے ہیں کہ جیسے یہی زندگی ہے اور بس مر گئے تو سب کچھ ختم۔ ان کے لیے یہ دنیا یہ زندگی ہی سب کچھ ہے۔ آخرت کا تصور ہی انسان کو اپنے اعمال پر غور کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے مر کر اپنے کیے کا حساب کتاب دینا ہے اور پھر انہی اچھے یا برے اعمال کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی یا دوزخ تو پھر کون ہے جو اپنا محاسبہ نہ کرے گا۔ بلکہ پوری کوشش اور توجہ اس طرف ہی لگا دیگا کہ اس عارضی زندگی کے بجائے آخرت کے ہمیشہ رہنے والے انعامات اور آسائشوں کو ترجیح دے۔ اور یوں خود کو ہر صورت سے اللہ و رسول کا فرمانبردار بنائے۔ مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بدوؤں نے تو اس غیب کی بات پر یقین کر لیا مگر آج کے پڑھے لکھے انسان کے لیے یہ بات صرف پڑھ لینے تک ہے۔ جب کہ اس بات پر اب یقین کرنا بہت آسان ہے ہمارے سامنے وڈیو آڈیو ہر وقت اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ مدتوں مرے ہوئے لوگوں کو ہم بڑی آسانی سے چلتے پھرتے بولتے چالتے فلموں میں دیکھ سکتے ہیں تو کیا اللہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتا جب کہ سائنسدان بھی قدرت کے اس نظام کو کافی حد تک سمجھ چکا ہے کہ ہمارے اعمال پورے کے پورے فلمائے جا رہے ہیں۔ کائنات کا کارخانہ اس ترتیب اور نظام کے تحت بنایا گیا ہے کہ مرنے والوں کے منتشر اعضاء اور ذرات کو دوبارہ اکٹھا کر کے زندہ انسان کی صورت میں اپنے اعمال نامے کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہو کر جنت یا دوزخ میں ہمیشہ کے لیے چلے جانا نہ مشکل ہے اور نہ ہی ناممکن ہے۔ اللہ جب چاہے گا قیامت آ جائے گی جب چاہے گا میدان حشر بپا ہو جائے گا اور سب انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ مل جائے گا یہ بات بالکل ایسے ہی یقینی ہے جیسے اس وقت ہم زندہ سلامت چل پھر رہے ہیں اور ایک دن ضرور مر جائیں گے۔ ایسے ہی ہم ضرور دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور انعام یا سزا پائیں گے۔ مگر یہ بات بھی ابھی سوچ لینی ضروری ہے کہ اس وقت کچھ نہ ہو سکے گا۔ نہ تو توبہ قبول ہوگی نہ کسی کی سفارش کام کرے گی اور نہ ہی مال و دولت، آل اولاد کام آئے گی۔ ہمیں اپنی اس وقت کی بے بسی کا خیال ابھی کر لینا چاہیے۔ اپنے راستے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف موڑ کر کامیابی اور تقویٰ کی زندگی حاصل کرنے میں لگ جانا چاہیے کہ یہ فوز العظیم ہے۔ یا اللہ ہماری مدد فرما ہمیں شیطان سے اپنی پناہ میں رکھ۔ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں سے ہماری جھولیاں بھر دے اور ہم پر ہر وقت اپنا فضل و کرم نازل فرما۔ آمین ثم آمین

قرآن بندے کے لیے ہدایت کی کتاب ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (١) بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ
عَجِيْبٌ (٢) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (٣) قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ
وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (٤) بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (٥) اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا
اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (٦) وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا
وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (٧) تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ
مُّنِيْبٍ (٨) وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (٩) وَالنَّخْلَ
بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (١٠) رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (١١) كَذَّبَتْ
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ (١٢) وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ (١٣) وَّاَصْحٰبُ
الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ (١٤) اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ
لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (١٥) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ وَنَحْنُ ع 1 15
اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (١٦) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ (١٧) مَا
يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (١٨) وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ
مِنْهُ تَحِيْدُ (١٩) وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (٢٠) وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ
وَّشَهِيْدٌ (٢١) لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
حَدِيْدٌ (٢٢) وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (٢٣) اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (٢٤) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ
مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ (٢٥) الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (٢٦) قَالَ قَرِيْنُهٗ
رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (٢٧) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ
بِالْوَعِيْدِ (٢٨) مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (٢٩) يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ ع 2 14 16
امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (٣٠) وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (٣١) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ
لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (٣٢) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (٣٣) ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ
ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (٣٤) لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (٣٥) وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ

قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝٣٦

ق۔قرآن مجید کی قسم۔(1) لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے کہ ''یہ بات تو بڑی عجیب ہے۔(2) بھلا جب ہم مر گئے مٹی ہو گئے تو پھر زندہ ہوں گے؟ یہ زندہ ہونا عقل سے دور ہے۔(3) ان کے جسموں کو زمین جتنا کھا کھا کر کم کرتی جاتی ہے ہم کو معلوم ہے اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔(4) بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس دین حق آ پہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں پڑ رہے ہیں۔(5) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیوں کر بنایا اور کیونکر سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔(6) اور زمین کو دیکھو اسے ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیے اور اس میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں۔(7) تاکہ رجوع کرنے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔(8) اور آسمان سے برکت والا پانی اتارا اور اس سے باغ اور گلستان اگائے اور کھیتی کا اناج۔(9) اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا خوشہ تہ بہتہ ہوتا ہے۔(10) یہ سب کچھ بندوں کو روزی دینے کے لیے کیا ہے اور اس پانی سے ہم نے شہر مردہ (مردہ زمین) کو زندہ کیا بس اسی طرح (قیامت کے روز) نکل پڑنا ہے۔(11) اس سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود جھٹلا چکے ہیں۔(12) عاد فرعون اور لوط کے بھائی۔(13) بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم غرض ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہماری وعید بھی پوری ہو کر رہی۔(14) کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ دوبارہ پیدا کرنے پر شک میں پڑ گئے ہیں۔(15) اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں (ہم ان کو جانتے ہیں) اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔(16) جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھ لیتے ہیں۔(17) کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔(18) اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہوگئی (اے انسان) یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔(19) اور صور پھونکا جائے گا۔یہی عذاب کی وعید کا دن ہے۔(20) اور ہر شخص ہمارے سامنے آئے گا ایک فرشتہ اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا اور ایک اس کے عملوں کی گواہی دینے والا۔(21) یہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔(22) اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا کہ ''یہ اعمال نامہ میرے پاس حاضر ہے۔(23) حکم ہوگا کہ ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔(24) جو مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھنے والا اور شبہے نکالنے والا تھا۔(25) جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کر رکھے تھے تو اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔(26) اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا کہ ''اے میرے رب میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی رستے سے دور بھٹکا ہوا تھا۔(27) اللہ کہے گا کہ ''ہمارے ساتھ جھگڑا نہ کرو ہم تمہارے پاس پہلے ہی عذاب کی خبر بھیج چکے تھے۔(28) ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔(29) اس

دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ " کیا تو بھر گئی "؟ وہ کہے گی " کچھ اور بھی ہے؟۔"(30) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی بالکل دور نہ ہوگی۔(31) یہی وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر رجوع لانے والے حفاظت کرنے والے سے۔(32) جو اللہ سے بغیر دیکھے ڈرتا رہا اور رجوع لانے والا دل لے کر آیا۔(33) اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔(34) وہاں جو چاہیں گے ان کے لیے حاضر ہے اور ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔(35) اور ہم نے ان سے پہلے کئی اُمتیں ہلاک کر ڈالیں وہ ان سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھے وہ شہروں میں گشت کرنے لگے کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔(36)

تشریح: اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی قسم کھا کر اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ واقعی محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ قرآن کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک بہترین، مکمل اور لاجواب کتاب ہے۔ اس میں ہر قسم کا علم انسان کو دے دیا گیا ہے۔ خود انسان کے اپنے بارے میں جو کچھ وہ تھا یعنی عالم ارواح پھر جو کچھ وہ ہے یعنی حال اور سامنے موجود حالات و واقعات انسان کی قدر و قیمت، انسان کے لیے ہر چیز کے بارے میں علوم وفنون کی نشاندہی کائنات کا نظم و ضبط، یعنی ان تمام چیزوں کی گنتی بار بار کی گئی ہے تاکہ بندہ اپنے خالق و مالک کی بہترین صفات عظمت، رحمت، صنعت، خلقت کبریائی اور حسن وخوبی کو خوب اچھی طرح دیکھ اور سمجھ کر اسی کو اپنا معبود بنالے اور اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق ہرگز نہ سمجھے۔ جب ہمیں اس بات کا یقین ہو جاتا ہے تو پھر ہم یہ بھی اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا۔ اللہ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمارے لیے پوری کائنات کو پیدا کر دیا، پھر صاف صاف بتا دیا کہ انسان ہوتے ہوئے تم سب سے زیادہ بہترین مخلوق ہو۔ اسی لیے قرآن پاک میں وہ سب کچھ بتا دیا جو ہمیں کرنا چاہیے، پھر آئندہ کے وہ تمام حالات بھی ہمیں خوب اچھی طرح سمجھا دیے جو غیب کی باتیں ہیں غیب کے حالات ہیں۔ سب کچھ واضح کر دیا کہ کوئی شک وشبہ باقی نہ رہ جائے جب ہم ان تمام آیات کو پڑھتے ہیں تو ہمیں ہر صورت دل میں یقین کر لینا چاہیے کہ ہمارا ہر ہر عمل، ارادہ، سوچ اور نیت سب کچھ فلمایا جا رہا ہے۔ اور ہمیں اپنی ہی بہتری کے لیے اچھے اعمال کرنے چاہییں تاکہ آخرت میں جنت پا سکیں۔ یہ ایک عام جاہل انسان کے لیے ہرگز یقین کرنے کی بات نہیں کیونکہ اس نے دوبارہ زندہ ہوتے ہوئے کسی کو دیکھا ہی نہیں لیکن ایک پڑھا لکھا سائنس دان قرآن کی اس بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر سکتا ہے کہ ہر مرنے والا دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جاہل لوگوں نے قرآن کی اس خبر کو مان لیا اور وہ ایمان لے آئے مگر پڑھے لکھے اس کو مان نہ سکے۔ یہ بات ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو پوری انسانیت ایک نہ ختم ہونے والے تاریک دور میں ہی زندگی گزار کر ختم ہو جاتی اور یوں تخلیق کا مقصد پورا ہی نہ ہو سکتا۔ قرآن مجید ایک طرف بڑی آسان زبان میں ہمیں زندگی، اعمال، موت اور سزا و جزا کے راز بتا رہا ہے اور دوسری طرف ہمیں ان تمام سائنسی کمالات سے بھی آگاہ کر رہا ہے جن کا ذکر بہت دفعہ تفصیلاً کیا جا چکا ہے مثلاً دوبارہ زندہ کیے

جانے کے لیے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کی مثال دیتے ہیں۔ کہ جس طرح خشک اور ویران زمین کو بارش کے پانی سے دوبارہ ہرا بھرا کر دیتے ہیں اسی طرح ہمارے لیے تمہارے حیاتیاتی تولیدی کوڈ کو دوبارہ جلا دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ یہ سائنسی کمال بڑی تفصیل سے کئی دفعہ بیان کیا جا چکا ہے۔ بہرحال یہ بات تو ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ سوکھی ہوئی بے کار زمین میں ذرا سا پانی اس کو ہرا بھرا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہم مرنے کے بعد بیشک چور چور ہو جائیں ہمارے ذرات ہوا میں مٹی میں پانی میں جہاں چاہے پھیل جائیں اللہ کے حکم پر سب اکٹھے ہو جائیں گے اور یوں مادہ و توانائی کا ملاپ ہو جائے گا اور ہم مادی جسم کے ساتھ زندہ سلامت کھڑے ہو جائیں گے۔ نیک لوگ اللہ سے ملاقات پر خوش اور مطمئن ہوں گے جبکہ برے لوگ بدحواس، خوفزدہ اور انتہائی پریشان ہوں گے۔ مگر نہ تو کہیں بھاگ سکیں گے اور نہ ہی کہیں چھپ سکیں گے۔ اس لیے اس زندگی میں جو مختصر ہے، مگر بہت دشوار گزار امتحانی دور ہے اللہ کی طرف رجوع کریں قرآن کی طرف رجوع کریں تاکہ آنے والے نتیجہ کے وقت کی بہترین اُمید کر سکیں۔ یہ امتحانی دور اس لیے مشکل دور ہے کیونکہ اس میں خواہشات، مسائل اور آزمائشوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ اس کو ہم یوں واضح کر سکتے ہیں۔ انسان خواہشات اور مسائل کا ایک ڈبہ ہے۔ دائیں بائیں اوپر نیچے اسے مسائل اور خواہشات گھیرے ہوئے ہیں اور یہی اس کے اس دنیا اور آنے والی دنیا میں دکھوں کا باعث ہیں ان سے نجات کا طریقہ۔ ایمان، نیک عمل اور توکل علی اللہ ہے (از قیامت اور حیات بعد الموت)

یہی تو قرآن ہے جو تمام مسائل کا حل ہمیں بتاتا ہے اگر ہم اس کو پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی زحمت نہ کریں تو پھر قصور خود ہمارا ہی ہے۔ جب سورۃ الفاتحہ میں ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان کی جو تیرے غضب کے سزاوار ہوئے۔ اور نہ ان کی جو گمراہ ہوئے۔" (القرآن)

پورا قرآن بندے کی اس دعا کے جواب میں نازل ہو گیا اچھے لوگوں کی نشاندہی کر دی گئی برے لوگوں کی بھی۔ اب اس کو تین راہ عمل میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا۔ صدیقین، انبیاء، صالحین اور شہداء کا راستہ

دوسرا: جنہوں نے ہدایت پانے کے بعد ہدایت کو بھلا دیا مثلاً نوح، ہود، صالح اور موسیٰ علیہم السلام کی قومیں

تیسرا: جنہوں نے ایمان کی روشنی کو پسند ہی نہیں کیا اور کفر شرک میں ہی اس جہان سے چلے گئے مثلاً قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل آپ کے دادا، چچا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد وغیرہ۔ ہدایت کی طرف لانے کے لیے قرآن کا اسلوب بہترین ہے۔ یعنی وعظ و نصیحت، سزا و جزا کی وضاحت، کفر و ایمان کا فرق، موت اور حیات بعد الموت کی وضاحت، جنت و دوزخ کا نقشہ پھر اللہ کی بڑائی، عظمت، جلال، قدرت، علم، غضب اور رحم کی پوری طرح وضاحت سب کچھ ہی بتا دیا گیا ہے۔ مگر

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر !

علامہ اقبال رحمہ اللہ

شاعر اپنی زبان میں انسان کو نصیحت کرتا ہے

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ۔ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
کرو مہربانی تم اہل زمین پر۔ خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

الطاف حسین حالیؔ

سمجھنے والے اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہیں

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا
يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ
بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ
عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ
فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع 3 16/17

جو شخص دل آگاہ رکھتا ہے یا (دل سے) متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لیے اس میں نصیحت ہے۔(37) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا اور ہم ذرا بھی نہیں تھکے۔(38) تو جو کچھ یہ کفار بکتے ہیں اس پر صبر کرو آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے

رہو۔(39)اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس کے نام کی پاکی بیان کر۔(40)اور سنو جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا۔(41)جس دن لوگ چیخ یقیناً سن لیں گے وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔(42)ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔(43)اس دن زمین ان پر پھٹ پڑے گی اور وہ جھٹ پٹ نکل کھڑے ہوں گے یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔(44) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو، پس جو ہمارے عذاب کی خبر سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔(45)

تشریح: سب سے پہلے تو اس بات پر توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کو سمجھنا اور اللہ کا ادراک یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے جو اس طرف رجحان رکھتے ہیں۔جن کی طبیعت میں پاکی اور روحانیت کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔وہ قرآن کے مضامین سے ہدایت حاصل کر لیتے ہیں اس سے اللہ کی طرف سے اعجاز سمجھتے ہیں ان کو اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھائی دیتی ہے وہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے اس کی تمام صفات کو پہچان لیتے ہیں۔اس کی وحدانیت، خلاقی، عظمت، حسن وخوبی، قدرت اور لا فانیت۔سب کچھ ان کو خود اپنے جسموں کی بناوٹ میں آسمانوں، زمین، پھول، پھل رات دن، ہوا اور پانی چاند سورج اور ستارے غرض ہر چیز خود اپنے خالق کی موجودگی اور تعریف کو ظاہر کر رہی ہے۔اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جب بھی کوئی بہترین پینٹنگ کوئی بہترین کتاب ہم دیکھتے ہیں تو فوراً ہمارے دل میں مصور کی مصنف کی قدرو قیمت، لیاقت اور مہارت کا خیال آتا ہے ہم ضرور اس کے بارے میں پوچھتے ہیں، کس نے بنائی یا کس نے لکھی اب اس سوچ میں ہماری جس قدر زیادہ پختگی یا گہرائی ہوگی اس قدر زیادہ ہم اس مصور یا مصنف کے زیادہ قریب ہو جائیں گے۔اسی طرح جب آیت 38 میں اللہ تعالیٰ آسمانوں زمین کی پیدائش چھ دن میں مکمل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں اور یہ کہ ہم تھکتے نہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ایک بہترین تصور ہمارے دل ودماغ پر چھا جاتا ہے۔سب سے پہلے تو ہم اس کی قدرت، مہارت اور شاندار تخلیق کے قائل ہو جاتے ہیں پھر یہ کہ "میں تھکتا نہیں"۔یہ اس کی بے پناہ طاقت کا اظہار ہے کہ جس کا اندازہ کرنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ہاں یہ ضرور سوچ سکتے ہیں کہ وہ جن وانس اور فرشتوں سے بہت بہت اور بہت ہی زیادہ بلند وبالا ہے کیونکہ تھکنا، سونا جاگنا یا آرام کرنا یہ سب اس کی فطرت سے باہر ہیں یہ کمزوریاں اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں تو ضرور ہیں مگر اس میں ہرگز نہیں وہ تو اتنا زیادہ بلند وبالا اور طاقت وعظمت والا ہے کہ انسانی عقل اس کا احاطہ ہی نہیں کر سکتی پھر ایک باریک نکتہ بندے کے لیے یہ بیان کر دیا کہ یہ تمام تخلیقات ہم نے چھ دن میں کی ہے یہ بات قرآن مجید میں سات دفعہ کہی گئی ہے۔ان کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں یعنی (1) الاعراف آیت 54(2) یونس آیت 3(3) ھود آیت 7(4) الفرقان آیت 59(5) السجدہ آیت 4(6) ق آیت 38(7) الحدید آیت 4۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھ دن کا کیا مطلب ہے کیا یہ ہمارے زمینی دن اور رات یعنی 24 گھنٹے پر مشتمل ہے یا پھر کچھ

اور؟ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ محض مدت کا اظہار کیا گیا ہے ورنہ دن ورات کا سسٹم تو تخلیق کائنات کے بعد شروع ہوا وہ یوں کہ زمین کی محوری گردش کے دوران جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہ روشن ہو کر دن کہلاتا ہے اور جو حصہ سورج سے چھپا ہوا ہوتا ہے وہ اندھیرے کی وجہ سے رات بن جاتا ہے۔ جب کہ تخلیقاتِ کائنات زمینی گردش سے پہلے ہو چکی تھی اور اس وقت کا دن ہمارے اس وقت کے دن کے حساب سے بالکل مختلف دورانیہ رکھتا ہوگا۔ جیسا کہ ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب امام راغب اصفہانی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ''لفظ یوم مطلقاً وقت اور زمانے کے لیے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو''۔ (مفردات) مزید لکھتے ہیں۔ ''خود قرآن حکیم میں لفظ یوم بہت سے مقامات پر عام دن کے مفہوم میں نہیں بلکہ مطلق وقت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً مرنے کے بعد جی اٹھنے سے شروع ہونے والے وقت کو بہت سے مقامات پر ''یوم القیامہ'' کہا گیا ہے جس میں یوم سے مراد عام زمینی دن نہیں ہے۔ خود قرآن میں اس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے۔ جو کہ ہمیں سورۃ المعارج کی آیت 5 میں ملتا ہے۔ اور الحج کی آیت 47 میں ہمارے ہزار برس کے برابر اللہ کے حساب سے ایک دن ہوگا۔ اسی طرح سورۃ السجدہ کی آیت 5 میں بھی کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تخلیق کے ایام طویل مدت کے دورانیے ہیں۔ ان سے تخلیق کے مراحل یا مدارج بھی مراد ہو سکتے ہیں۔''۔ مزید لکھتے ہیں ''آخر میں اس نکتہ کی طرف بھی توجہ دلانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہ احساس تخلیق کے چھ ایام سے چھ عام دن مراد نہیں بلکہ طویل مدت ہے، آج کی بات نہیں بلکہ شروع سے چلا آ رہا ہے۔ مثلاً تفسیروں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قول ملتا ہے کہ یہاں یوم سے مراد ایک ہزار سال کی مدت ہے۔ انہوں نے کہا کہ تخلیق کے ایام آخرت کے ایام کے معنوں میں ہیں اور آخرت کا ہر دن ہزار سال کے برابر طویل ہے۔ (نیشاپوری بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم تفسیر آیت 7:54) (از کائنات قرآن اور سائنس)

صاف ظاہر کہ ہمارے دن اور رات تخلیقِ کائنات کے بعد شروع ہوئے اسی طرح آخرت کے معاملات بھی تخلیقِ کائنات کے معاملات ختم ہونے یعنی قیامت کے بعد ہوں گے جب کہ زمینی گردش اور دن رات کا وجود ختم ہو چکا ہوگا اس لیے دنیا کے وجود سے پہلے اور وجود کے خاتمہ کے بعد وقت کا میزانیہ یقینا کچھ مختلف ہی ہوگا۔ جو کہ پچاس ہزار سال کے برابر اور ہزار سال کے برابر اندازہ کرنے کے لیے بتائے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ شک وشبہ اور ابہام اب اچھی طرح دور ہو چکا ہوگا۔ اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''تو جو کچھ یہ کفار بکتے ہیں اس پر صبر کرو'' اور پھر عبادت کے اوقات اور طریقہ بتاتے ہیں۔ جس کی وضاحت ہمارے سامنے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہوتی ہے۔ ''رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کرتے رہو''۔ اس قسم کی آیات پہلے بھی سورہ بنی اسرائیل، طٰہٰ اور روم میں بھی آ چکی ہیں اور ان کا مطلب ہے ''نماز''۔ اور یہاں نماز کے اوقات اور نماز کے بعد ذکر کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی وضاحت یہ حدیث کرتی ہے۔ ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت فرمائی تھی کہ ہم ہر نماز کے بعد

33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہا کریں"۔ بعد میں ایک انصاری نے عرض کیا" میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اگر تم 25 مرتبہ یہ تین کلمے کہو 25 مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا"۔ حضور نے فرمایا" اچھا اسی طرح کیا کرو۔ (احمد، نسائی، دارمی از تفہیم القران)

صلوۃ کا مطلب ہے" دعا، رحمت، استغفار اور حسن ثناء۔ یہ ایک بدنی اور روحانی عبادت ہے یہ تمام زمانوں میں پہلی امتوں کے نیک لوگوں کا عمل رہا ہے۔ ہمارے دین میں نماز کی تاریخ کچھ یوں ملتی ہے۔ غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب سے پہلے عبادت کا جو طریقہ آپ کو سکھایا وہ نماز ہی ہے۔ پھر مکی زندگی کے 13 سال صرف نماز ہی فرض رہی باقی عبادات مدنی دور میں فرض ہوئیں۔ شروع میں صبح و شام صرف دو نمازیں تھیں معراج کے بعد پانچ ہوگئیں۔ جیسا کہ ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے کہ " آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے (فجر) اور غروب ہونے سے پہلے، یعنی (ظہر و عصر) اور رات کے بعض اوقات میں بھی (مغرب اور عشاء) (آیات 39، 40) مدنی زندگی میں دس سال صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح خود بھی پڑھی اور دوسروں کو بھی سکھائی۔ اور نماز کے ارکان میں قیام، رکوع، سجود، تشہد اور تکبیر شامل ہیں۔ اس کے بعد تسبیح و تقدیس کا عمل جو کہ بتایا جا چکا ہے نماز پنجگانہ کے علاوہ نفلی نمازیں آپ ﷺ کی پیروی میں ہی پڑھی جاتی ہیں۔ مثلاً تہجد، اشراق، جمعہ، عیدین اور نماز جنازہ وغیرہ۔ رکعت جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں آنحضرت ﷺ کی اتباع میں کچھ درجہ بندی کر دی اور یوں فجر میں چار رکعتیں دو فرض دو سنتیں، ظہر میں 10 جس میں 4 فرض ہیں 6 سنتیں اور عصر میں چار فرض مغرب میں پانچ یعنی تین فرض دو سنتیں اور پھر عشاء میں 9 رکعات 4 فرض 2 سنتیں 3 وتر۔ یہ وہ سنتیں ہیں جن پر آپ ﷺ نے ہمیشگی اختیار کی سفر کے علاوہ ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بدلہ جہنم سے آزادی ہے اور عصر سے قبل چار رکعت ادا کرنے سے اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت پڑھنا بھی بہت اجر و ثواب کا باعث ہے یہ بات رکھیں سنتیں ہوں یا نوافل دو دو کر کے ادا کرنے چاہییں یہی سنت طریقہ ہے۔ یہ وضاحت کر دی گئی تا کہ فرض نماز ہر صورت میں ادا کی جائے۔ نماز کے فرض کرنے کے کئی مقاصد ہیں اور یہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ بے شمار فوائد میں سے چند کا ذکر کرتے چلیں۔ مثلاً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ طہارت کا ذریعہ ہے۔ اللہ سے توبہ کرنے دعا کرنے اور سکونِ قلب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ انسانی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ نفس کو زیر کرنے کا ذریعہ بنتی ہے وقت کی پابندی کا عادی بناتی ہے نماز روحانی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ عبادات ہمارے لیے آخرت کا بہت بڑا سہارا ہیں کیونکہ نبی اکرمؐ نے اسے جنت کی کنجی کہا ہے۔ یہ کنجی تو ہر شخص کے لیے بے حد ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے" (43 آیت)

اتنا زیادہ کچھ بتانے کے بعد پیارے رسول ﷺ کو اللہ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں" پس جو ہمارے عذاب کی خبر سے

ڈرے اسے قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔ (آیت 45)

ہروقت ہر شخص کو راہ راست اختیار کرنے کی کوشش میں زندگی گزارنی چاہیے۔قرآن میں آتا ہے "نبی کی پیروی اختیار کرو۔امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے"۔(سورۃ الاعراف آیت 158)

خلاصہ سورۂ ق

یہ سورت ہر انسان کو اس کے فرائض سے اور اس کے انجام سے خبردار کرتی ہے۔انسان کو اچھی طرح اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں ان سب کو بہترین کام میں استعمال کرے مثلاً دل، دماغ، آنکھیں، ہاتھ پاؤں اور سب کچھ۔اللہ ورسول نے جو راستے بتائے ہیں ان پر چلے۔یہ خود اس کے اپنے اختیار میں ہے کہ دل دماغ کو اچھی سوچ میں لگائے خوبصورت اور نیک منصوبے بنائے کیونکہ اللہ ہی کے بنائے ہوئے تمام لوگ ہیں مگر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ تو ولی اللہ ہیں کچھ درمیانہ کردار کے ہیں اور کچھ شیطان کے دوست ہیں جو قتل وغارتگری، جھوٹ، فساد، چوری ڈاکے اور فسق وفجور میں ڈوب کر زندگی گزارتے ہیں۔وہ یوم آخر اور جہنم کو بالکل یاد نہیں رکھتے تو ایسے لوگوں کو سوچ لینا چاہیے کہ یہ سب کچھ وہ خود کر رہے ہیں اور اس کے ذمہ دار بھی خود ہی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ "سب کو اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دینا ہمارے لئے کوئی مشکل کام نہیں جس دن زمین پھٹ کر وہ سب نکل پڑیں گے دوڑتے ہوئے۔اور یوں سب کو اکٹھا کر لینا ہمارے لیے آسان ہے"۔پھر فرمایا "سو تو قرآن سے اسے ڈرا جو میرے ڈرانے سے ڈرے"۔(آیت 45)

ہر شخص کی زندگی اس کے اپنے اختیار میں ہے جو چاہے سو کرے اور پھر مرنے کے بعد اپنے کیے کا اجر پائے۔اس میں نہ کسی دوست کا قصور ہے نہ اللہ کا اور نہ ہی رسول کا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول کے ذریعے قرآن مجید نازل فرمادیا یہ متقین کے لیے گائیڈ بک ہے، تربیتی کورس ہے۔بہترین نصاب زندگی ہے۔اور اسی سے جنت ملے گی جو ادھر کا رخ نہیں کرتے جہنم میں جائیں گے۔پرچہ حل کرنے کے لیے یہ دنیا اور زندگی دے دی گئی ہے۔حدیث میں آتا ہے۔حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ "اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اس بات پر راضی ہو گیا کہ اللہ اس کا پروردگار ہے، اسلام اس کا دین اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔(مسلم) کتنے خوش نصیب ہیں ہم کہ مسلمان ہیں کتنی پیاری کتاب ہے ہماری اور کتنے اچھے اصول ہیں جو اس کتاب میں دیے گئے ہیں۔

القرآن: "جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقعہ نہیں۔دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔

یہی بڑی کامیابی ہے "(سورۃ یونس آیات 64,63,62) صرف زبان سے اقرار کر لینا ہرگز کافی نہیں کیونکہ یہ منافقوں کا کام ہے اور یہ صرف خود کو دھوکہ دینے والی حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ زبانی کلامی دعوے تو کھوٹے سکے کے برابر ہیں جو آخرت میں نہیں چل سکتے بلکہ وہاں تو سوائے اعمال کے کچھ بھی نہ چل سکے گا۔

زبان نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

الحمدللہ سورۃ ق مکمل ہوگئی

تعارف سورۃ الذاریٰت

قرآن پاک کی یہ 51ویں سورت ہے، مکی سورت کہلاتی ہے، اس میں 56 آیات اور تین رکوعات ہیں۔ یہ تقریباً ہجرت حبشہ سے قبل نازل ہوئی۔ اس وقت کفار کی طرف سے مسلمانوں پر بڑے سخت ظلم ڈھائے جارہے تھے۔ اس سورت میں بھی حسب معمول ''زندگی بعد الموت'' پر خوب زوردار نظریات بیان کیے گئے ہیں۔ اصل میں دوبارہ زندہ کیے جانے کا اعتقاد تقریباً سب ہی مذاہب میں پایا جاتا ہے مگر مختلف انداز میں صرف اسلام ہی یہ وضاحت کرتا ہے کہ مردے زمین میں سے اٹھ کھڑے ہونگے اللہ کے حکم سے اور بے تحاشہ اللہ کے حضور جمع ہو جائیں گے اور پھر بڑے انصاف کے ساتھ دنیا میں کیے گئے اپنے اعمال کے مطابق انعام یا سزا پائیں گے۔ پھر اس بات کو مستحکم کرنے کے لیے خود ہماری زندگیوں اور تمام کائنات کی چیزوں کی مثال دی گئی ہے کہ ہر چیز جو پیدا ہوئی ختم ہوگی جس نے اپنی زندگی کو سنوار کر گزارا وہ اچھی حالت میں دوبارہ اٹھے گا جس نے زندگی کا چہرا بگاڑے رکھا وہ بھلا اچھے چہرے کے ساتھ دوبارہ کیسے اٹھ سکتا ہے وہ تو بدترین حالت میں بدترین چہرے کے ساتھ ہی اٹھے گا تو ایسے بدترین چہرے والے کو بہترین انصاف کے ساتھ بدترین ٹھکانا ہی دیا جائے گا اور وہ ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا۔ اسی لیے تو قرآن پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ توحید پر ایمان لے آؤ، رسول ﷺ ہر زمانے میں یہی پکارتے آئے کہ اس کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جو تمہیں سب کچھ دیتا ہے۔ وہی ہوائیں چلاتا ہے مینہ برساتا ہے اناج اگاتا ہے تمہیں ہر نعمت دیتا ہے۔ عقل سے کام لو تم اپنے بڑے اور بچے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر اپنے ہی بنائے ہوئے یا اللہ کے ہی بنائے ہوئے چاند سورج ستاروں کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ معمولی بات ہے اگر بارش نہ ہو تو کوئی انسان یا دیوتا اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بارش برسا سکے۔ فی زمانہ بارش برسانے کی بڑی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر کامیابی اتنی مہنگی، نقصان دہ اور ناکافی ہوئی کہ فی الحال بندہ چپ کر کے بیٹھ گیا ہے۔ کہاں وہ کالی گھٹائیں اور کہاں یہ کیمیکل سے بھری ہوئی مصنوعی بدلیاں؟ کہاں اللہ اور کہاں یہ بندہ عاجز جو اللہ کے حکم آ جانے کے بعد یوں جامد

ساکت ہو جاتا ہے جیسے کبھی اس زمین پر چلا پھرا ہی نہ تھا۔ اور پھر اس قدر مجبور و بے بس کہ چار کاندھوں پر سوار ہو کر منوں مٹی کے نیچے دبا دیا جاتا ہے۔ مگر دیکھو اس کا غرور، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کہ کسی طرح بھی نبی ﷺ کی بات ماننے کو تیار نہیں۔ تو ایسے لوگوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو بالکل بے فکر ہو جانے کے لیے فرما دیا گیا ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان خراب لوگوں کی بالکل پرواہ مت کریں اور اپنی تبلیغ دین میں توجہ سے لگے رہیں۔ ان خراب لوگوں سے اللہ خود نمٹ لے گا۔

یہ تمام باتیں ہر بندے کے لیے بہت بڑی خبریں ہیں۔ اللہ ہمیں ان خبروں کو سمجھنے اور ماننے کی توفیق دے اور دوزخ کے عذاب سے اور اپنی ناراضگی سے بچائے رکھے۔ (آمین ثم آمین)

ہواؤں کی قسم اور ہواؤں کے معمولات

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾

بکھیرنے والیوں کی قسم جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔ (1) پھر پانی کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔ (2) پھر آہستہ آہستہ چلتی ہیں۔ (3) پھر چیزیں تقسیم کرتی ہیں۔ (4) کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔ (5) اور انصاف کا دن ضرور واقعہ ہوگا۔ (6)

تشریح: ان آیات میں اللہ رب العزت اپنے بندوں سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہواؤں کی قسم کھاتے ہوئے یقین دلاتا ہے کہ "انصاف کا دن ضرور واقع ہوگا"۔ ہواؤں کی قسم اس لیے کھاتا ہے کہ یہ بھی کائنات کے کارخانہ کا ایک بڑا اہم اور عام فہم سا پرزہ ہے۔ مگر ہے بڑا اہم کیونکہ ان کی موجودگی انسانی زندگی اور اس کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے والے اہم اجزاء کی تکمیل' حیات اور نشوونما کے لیے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا کی ہر چیز زندہ ہے اور زندگی کی بقاء کے لیے ہوا بے حد ضروری جزو ہے۔ تیز چلتی ہیں تو تخم پاشی یعنی بیجوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں اور یہ بیج لگانے کا قدرتی عمل ہوتا ہے۔ شہروں کی گندی ہوا جنگلوں کو لے جاتی ہیں۔ مراکز میں الگ الگ ٹمپریچر کی وجہ سے حملی رو (Convectional Currents) ہوا میں بلند ہوتی ہیں۔ ہر طرف سے آنے والی ہوائیں زمین کے ہر مقام تک پہنچتی ہیں۔ زمین کی ساخت اور پہاڑوں کے مناسب سلسلے ہواؤں کے پیدا کرنے اور ان کو مناسب رفتار اور مناسب ٹمپریچر دینے کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔ "اللہ نے زمین کو 23.5 ڈگری کے جھکاؤ پر بنایا ہے۔ اس طرح قطب شمالی اور قطب جنوبی کے ٹھنڈا ہونے کا عمل اور سورج کا اثر سال کے ہر دن میں مختلف ہوتا ہے۔ اس طرح ہواؤں کی رفتاروں میں کمی کا اثر بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے جیسے استوا کے علاقے اور ہر ایک زمینی قطب کے درمیان ٹمپریچر کا فرق کم ہوتا ہے ہوائیں بھی زیادہ متناسب رفتار سے چلنا شروع ہوتی ہیں۔ کیونکہ کرہ باد (فضا) کی موٹائی قطبین کی نسبت

استوائی خطے پر مختلف ہوتی ہے اس لیے کرہ باد کے اوپری اور نچلے حصے میں ہواؤں کی رفتار بھی ان دونوں حصوں پر مختلف ہو گئی۔ اس طرح ہواؤں میں گرم اور ٹھنڈے رخ کے نظام پیدا ہوئے اور ہواؤں میں یہ خاصیت بھی پیدا ہوگئی کہ وہ کسی ایک سمت میں چلنے کی بجائے مختلف سمتوں میں چلتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کے نمونوں کی ایک طرح سے کشیدہ کاری اس انداز میں کر دی ہے کہ زمین پر سال کے ہر دن ہوا کا ایک نیا رخ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہر سمت سے چلتی ہے۔ ہواؤں کی یہ مہم یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی اللہ نے کرہ باد کو دو ایسی اہم خصوصیات عطا کی ہوئی ہیں تا کہ گرم اور سرد مراکز میں ٹمپریچر کا فرق ضرورت سے زیادہ نہ بڑھ جائے اور ہوائیں نا قابل برداشت نہ ہو جائیں۔ پہلی خصوصیت اوزون کی تہہ ہے جو ضرورت سے زیادہ شمسی حرارت کو اپنے اندر جذب کر کے ٹمپریچر کو بے قابو نہیں ہونے دیتی دوسری خصوصیت ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کا کمبل جیسا اثر ہے جو زمین کو ٹھنڈا ہونے سے بچاتی ہے۔ اگر یہ نظام موجود نہ ہوتا تو وہ آندھیاں جو ہمیں خوفزدہ کرتی ہیں ان ہواؤں کے مقابلہ میں نرم و نسیم سحر کی طرح ہوتیں۔ دراصل طوفان اور شدید آندھیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں دکھایا جائے کہ ہوائیں اصل میں کس طرح کی ہوتی ہیں"؟ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ توضیحات تو کچھ لمبی ہی ہوگئی ہیں۔ سیدھے سادھے الفاظ میں ہم اس کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ کہ ہماری کائنات کے نظم ونسق میں ہواؤں کا بہت زیادہ اور اہم حصہ ہے۔ کیونکہ جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کو اختصار سے یوں کہیں گے کہ سمندر کے پانی کو دور دراز علاقوں میں زراعت اور دیگر کاموں کے لیے لے جانا اور تمام مخلوقات کے کھانے پینے نہانے دھونے اور صنعت وحرفت کو چلانے کا کام ہواؤں کے ہی ذمہ ہے اور پھر پانی کی زیادتی اور کمی کو روکنا یہ بھی ہواؤں کے ہی ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کبھی تیز چلتی ہیں کبھی بخارات کو اوپر اٹھاتی ہیں کبھی بھاری بادلوں کو دھکیل کر دور دراز لے جاتی ہیں پھر مناسب جگہ پر مناسب مقدار میں پانی برساتی ہیں اور باقی بادلوں کو کسی اور ضرورت کی جگہ پر لے جاتی ہیں۔ تو یہ اس قدر اہم ڈیوٹی دے رہی ہیں تو اس قدر اہم جزوِ کائنات کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کس بات کی یاد دہانی میں زور' شدت اور پختگی پیدا کر رہا ہے کہ "انصاف کا دن ضرور واقع ہوگا"۔ (آیت 6) پھر بھی انسان دھیان نہ دے اپنے اعمال اور انجام کی طرف تو پھر اس کی مرضی ہے۔

آسمان کی قسم" اور قیامت کا عذاب

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝٩ قُتِلَ
الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى
النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤

اور آسمان کی قسم جس میں جال دار رستے ہیں۔(7) کہ (اے اہل مکہ) تم ایک جھگڑے کی بات میں پڑے ہوئے ہو۔(8) اس سے وہی پھرتا ہے جو (اس اللہ) کی طرف سے پھر جائے۔(9) اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں۔(10) جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔(11) پوچھتے ہیں کہ "جزا کا دن کب ہوگا؟"۔(12) اس دن ہوگا جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔(13) اب اپنی شرارت کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کے لیے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔(14)

تشریح: جیسا کہ قرآن مجید کا یہ انداز ہے کہ چلتے چلتے ہلکے پھلکے جملوں میں رشد و ہدایت' ڈراوے اور انعام' حکمت و دانائی اور کائنات کے بڑے بڑے رازوں کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔ یہاں بھی آسمانوں کی قسم کھاتے ہوئے آخرت کے دن' سزا و جزا اور خوفناک سزا کا ذکر کر دیا ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آسمانوں کی قسم کیوں کھائی۔ یہ اس لیے کہ ہواؤں کی طرح آسمان بھی کائنات کے اجزاء میں سے ایک نہایت اہم جز ہے۔ اور پھر آسمان کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت کا ذکر یوں کر دیا کہ "جس میں جال دار راستے ہیں"۔ (آیت 7)

اس کو سمجھنے کے لیے ہم موریس بوکائیے کی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "جدید فلکیات کے بموجب کائنات میں مادہ کے بیشمار لمبے چوڑے بادل بکھرے ہوئے ہیں جن کو ماورائے کہکشانی سدیم کہا جاتا ہے' ان سدیموں میں سے بعض ابھی دخان کی شکل میں ہیں اور بعض میں مادہ منجمد ہو کر ستاروں کی شکل اختیار کر گیا ہے ہمارا کہکشانی جہان بھی ایسا ہی ایک سدیم ہے جس کا مادہ منجمد ہو کر مختلف سائز کے ستارے بن گئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ان ستاروں کی تعداد ایک کھرب ہے۔ ہمارے کہکشانی جہان کی شکل چکی کے پاٹ کی سی ہے۔ اس پاٹ کا قطر تقریباً ایک لاکھ نوری سال ہے اور موٹائی 20 ہزار نوری سال ہے کہکشانی جہان کے مرکز پر ستاروں کا ہجوم سب سے زیادہ ہے۔ ہمارا سورج بھی ایک ستارہ ہے جو اس کہکشانی جہان کے مرکز سے تقریباً 20 ہزار نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ اور دوسرے ستاروں کی طرح اس کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ جس راستے پر سورج چل رہا ہے وہی اس کا مدار ہے یہ مدار اتنا لمبا ہے کہ سورج اپنی سرعت رفتار کے باوجود اس مدار پر ایک چکر 22 کروڑ سال میں پورا کرتا ہے"۔ (از بائیبل قرآن اور سائنس)

یہ تو ایک بڑے ہی معمولی راستہ کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ کائنات جو کہ بے حد و حساب وسیع و عریض ہے اور اس میں بے شمار ستاروں' سیاروں اور نہ جانے کیا کیا چیزیں ہیں جن کا جال بچھا ہوا ہے۔ سب آپس میں ملے ہوئے مگر روشن راستے بنائے ہوئے اپنے اپنے راستے پر چلتے چلے جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ، اللہ اکبر کیا شان ہے اس کی؟ کس حکمت اور کاریگری کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ سب اجرامِ فلکی! مگر یہ سب اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے، چل رہے ہیں اور آخر کار اللہ کے حکم سے ختم بھی ہو جائیں گے کیونکہ ہر چیز کا فنا ہو جانا اور کسی دوسری شکل میں تبدیل ہو جانا یہ سب اللہ کے نظام میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بہت بڑی مثال دے کر اہل مکہ اور تمام مخلوق خدا کو یہ یقین دلا رہا ہے کہ اسی طرح تم لوگ بھی ختم ہوتے رہتے ہو مگر تمہارا یہ ختم ہونا

صرف جسمانی لحاظ سے ہے کیونکہ تمہاری روحیں موجود رہتی ہیں اور جب اللہ کا حکم ہوگا قیامت برپا ہوگی تو پھر تم سب زندہ ہو کر اللہ کے حضور سزا و جزا کے لیے اکٹھے کیے جاؤ گے۔ تو اس بات کا یقین تم ابھی کر لو اور خواہ مخواہ جھگڑے میں نہ پڑو۔ اس دن تمہیں اپنے اس سوال کا جواب مل جائے گا کہ "جزا کا دن کب ہوگا"؟ پھر اس دردناک عذاب کا ذکر ہے جو بار بار قرآن پاک میں بڑا واضح کر کے بتایا گیا ہے۔ استغفر اللہ اور عذاب کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ "جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے" (آیت 13) جو لوگ بھی ان خبروں کو جو قرآن میں دی گئی ہیں سچ سمجھتے ہیں اور آخرت پر یقین کر کے دنیا کی زندگی قرآنی علم و عمل سے گزارتے ہیں بیشک وہ ایسے ہی مبارک لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن پاک ان الفاظ میں کرتا ہے۔

پرہیزگاروں کی بہترین زندگیاں

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۵ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ
مُحْسِنِيْنَ ۝۱۶ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۱۸ وَفِيْٓ
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۱۹ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝۲۰ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ ۝۲۱ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۲۲ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ
مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝۲۳ ع ۱ 23 18

بے شک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں عیش کر رہے ہوں گے۔ (15) اور جو جو نعمتیں ان کا رب ان کو دے گا وہ لے رہے ہوں گے بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔ (16) رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ (17) اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگا کرتے تھے۔ (18) اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حق ہوتا تھا۔ (19) اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (20) اور خود تمہاری جانوں میں' تو کیا تم دیکھتے نہیں؟۔ (21) تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ (22) تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم یہ اسی طرح قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔ (23)

تشریح: کس قدر عجیب بات ہے کہ ایک ایسی ہستی کی بات جس نے ہمیں پیدا کیا اور یہ انتہائی عجیب' مشکل اور پیچیدہ کام ہے پھر ہمارے آرام و آسائش اور نشوونما کے لیے اتنی بڑی کائنات جو ایسے ایسے عجیب و غریب اجرام فلکیات سے زمینی نعمتوں سے ہواؤں سے جو کہ بے شمار فوائد کا ذریعہ ہیں اسی طرح ان گنت چیزیں جو ہمارے اردگرد اُوپر نیچے بے شمار پھیلی ہوئی ہیں جو ہر صورت اپنی بناوٹ' سجاوٹ اور فائدوں کے ذریعے اپنے خالق و مالک کی بڑائی کا اظہار کر رہی ہیں۔ بھلا وہ جو بات بتاتا ہے وہ کیونکر غلط ہو سکتی ہے؟ ہرگز غلط نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں تو شک و شبہ کا ایک ذرہ برابر بھی امکان نہیں۔ یہی وہ

یقین وایمان ہے جو پرہیز گار لوگ رکھتے ہیں۔ جن کی تعریف متقین کہہ کر کی گئی ہے۔ یعنی ڈرنے والے اور بچنے والے۔ کس سے ڈرنا اور بچنا؟ اپنے معبودِ برحق الہ العلمین اور رب العلمین کی ناراضگی سے ڈرنا اور بچنا۔ اس ڈرنے اور بچنے کا درجہ اتنا بڑا آخر کیوں رکھا گیا ہے کہ متقین کو دنیا کی اس چھوٹی سی زندگی کے بعد آخرت میں اس قدر بہترین انعامات دیئے جائیں گے؟ کیونکہ وہ آخرت کے دن پر انصاف کے دن پر پورا یقین رکھتے ہیں یہ یقین ہی انسان کے لیے سب سے بڑا رہبر 'استاد' چوکیدار اور لیڈر ثابت ہوتا ہے۔ وہ کبھی بھی دنیاوی زندگی کے عیش و آرام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ صرف اللہ ہی بے حد رحم کرنے والا 'شفقت کرنے والا اور ہر مشکل میں مدد کرنے والا ہے رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ صرف اللہ ہی ہے اور انسان کی کامیابی کا سرچشمہ بھی صرف تقویٰ ہی ہے۔ "اللہ تو متقیوں کی نذریں قبول کرتا ہے"۔

"بیشک اللہ متقیوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

"جنت تو تیار ہی متقین کے لیے کی گئی ہے"۔ (القرآن)

"ایسے ہی لوگ نیکیاں کرتے ہیں' رات کے تھوڑے حصے میں سوتے ہیں سحری کے اوقات میں بخشش مانگا کرتے ہیں اور مال میں سے مانگنے والے اور نہ مانگنے والوں کا حق ادا کرتے ہیں"۔ (آیات 19,18,17) جب آدمی اپنے مالک کا اس قدر فرمانبردار ہو جاتا ہے تو پھر بھلا وہ مہربان خوش ہو کر اس کو دنیا و آخرت کی نعمتوں' برکتوں اور آسائشوں سے مالا مال کیوں نہ کرے گا۔ اس لیے تقویٰ کی راہ ہی بہترین ہے اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ "انسان کی زندگی جانوروں جیسی نہیں۔ انسان کا زندگی گزارنے کا خاص مقصد ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے' فضائل و اخلاق کی بلندی' تقویٰ کی پابندی۔ اور یہ راستہ آسان نہیں لیکن اگر نیت صاف ہو' اللہ کی محبت ہی سب کچھ ہو اور انصاف کے دن پر یقین ہو تو منزل پالینا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ زندگی میں سے ڈر' خوف اور حزن و ملال سب کچھ دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جو تقویٰ اختیار کرے اور اپنی حالت درست کرے' ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ حزن"۔ (الاعراف آیت 35)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی تم ہو اور (اگر) برائی (ہو جائے تو اس) کے بعد نیکی کر لیا کرو' وہ (نیکی) اس (برائی) کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو"۔ (ترمذی از اسوہ حسنہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جن لوگوں کے دلوں میں اتر جاتا ہے وہ انہیں رحمت اور سلامتی کا پیکر بنا دیتا ہے۔ سچ ہے کہ متقی کا چہرہ پرنور اور اس کی زندگی سب کے لیے رشد و ہدایت کا روشن چراغ ہوتا ہے۔

آخر میں اللہ کی حاکمیت اور نظام کائنات اور حسن تدبیر کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے کس عمدگی کے ساتھ ہر بندے بشر تمام مخلوقات کا رزق اور نصیب یعنی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ کر رکھ چھوڑی ہے کہ وہ ہر ناممکن کام کو کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو [illegible] قادر مطلق کی قسم کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا۔ جزا و سزا ضرور دی جائے گی اور جنت و دوزخ کا وعدہ بالکل پکا اور سچا

ہے۔اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔اگر وہ تمہیں ایک بوند پانی سے پیدا کر کے زندگی کے مختلف مراحل سے گزار کر جوان بوڑھا کر سکتا ہے تو بھلا اس کے لیے یہ کیسے مشکل ہے کہ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے بدلہ نہ دے؟ یہ ضرور ہوگا۔ایک تو خود ہماری زندگی جینا مرنا اس کی کھلی مثال ہے۔

اللہ کی قدرت اور طاقت کی مثال

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

بھلا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔(24) جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا۔انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔دیکھا تو ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان۔(25) تو اپنے گھر جا کر ایک بھنا ہوا بچھڑا لائے۔(26) اور کھانے کے لیے ان کے آگے رکھ دیا اور کہنے لگے کہ "آپ کھاتے کیوں نہیں؟"۔(27) اور دل میں ان سے خوف کھانے لگے۔انہوں نے کہا کہ "خوف نہ کیجیے" اور ان کو ایک دانش مند بیٹے کی بشارت دی۔(28) تو (ابراہیم علیہ السلام کی بیوی) چلاتی ہوئی آئیں اور اپنے چہرے پر تھپکی ماری۔" کہ اوہو ایک تو بڑھیا اور دوسرے بانجھ۔(29) (میری اولاد کیسے ہو سکتی ہے)" انہوں (فرشتوں) نے کہا "ہاں تمہارے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے اور خبردار بھی ہے۔(30)

تشریح: سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اسی 80 یا نوے 90 برس کے ہوئے تو ان کی دعا کے مطابق اللہ کی طرف سے فرشتے انہیں بیٹے کی خوشخبری دینے کے لیے آئے۔جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے تو انسانی شکل میں تھے اسی لیے وہ انہیں پہچان نہ سکے فرشتوں نے آتے ہی سلام کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سلام کا جواب دیا اور ان کی مہمان نوازی کے لیے موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون کر مہمانوں کی ضیافت کے لیے لے آئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان سے ڈر محسوس ہوا اس لیے کہ وہ کھا نہیں رہے تھے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی ان کی بیوی نے اعتراض کیا میں بوڑھی اور بانجھ ہو چکی ہوں مجھے کیسے بیٹا پیدا ہوگا فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ کے رب نے ایسے کہا ہے لہٰذا وہ ایسے ضرور کرے گا۔

نافرمان اقوام پر عذاب الٰہی

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ
وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ
ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ
يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ "اے فرشتو! تمہارا کیا مطلب ہے؟۔(31) فرشتوں نے کہا کہ "ہم گنہگاروں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔(32) تاکہ ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔(33) ان پر حد سے بڑھ جانے والوں کے نشان لگا دیئے گئے ہیں۔(34) تو وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا۔(35) اور وہاں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔(36) اور جو لوگ دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے وہاں نشانی چھوڑ دی۔(37) اور موسیٰ کے حال میں بھی نشانی ہے جب ہم نے اس کو فرعون کی طرف نمایاں معجزہ دے کر بھیجا۔(38) تو اس نے اپنی طاقت کے غرور میں منہ موڑ لیا اور کہنے لگا کہ "یہ تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔(39) تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا کیونکہ وہ تھا ہی ملامت کے قابل۔(40) اور عاد کی قوم کے حالات میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر تباہ کن آندھی چلائی۔(41) وہ جہاں سے گزرتی ہر چیز کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔(42) اور ثمود کے حالات بھی نشانی (عبرت) ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔(43) تو انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی سو ان کو کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے (بے بس ہو کر)۔(44) پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ مقابلہ کر سکتے تھے۔(45) اور اس سے پہلے ہم نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر چکے تھے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے"۔(46)

تشریح: تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ وہ فرشتے جو انسانوں کی شکل میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹے کی خوشخبری لائے وہ اسرافیل' جبرئیل اور میکائیل تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت و اکرام کے مستحق ہو

وہ خوب جانتا ہے۔اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں "(صفحہ 95) پھر ان قوموں کا ذکر دہرایا گیا ہے کہ جو اپنی نافرمانی' ہٹ دھرمی اور کفر وشرک کی سزا میں نیست ونابود کر دی گئیں جن میں قوم نوح علیہ السلام طوفان سے برباد ہوئی۔حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جن پر پتھروں کا عذاب آیا۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کا ذکر ہے۔ان کو پانی میں ڈبو دیا گیا اور فرعون کو عبرت کا نشان بنانے کیلئے مردہ لاش کی صورت میں دنیا کے سامنے موجود رکھا گیا ہے۔اسی طرح قوم عاد کو زوردار آندھی سے تباہ وبرباد کر دیا گیا۔اسی طرح قوم ثمود بھی شدید کڑک کی خوفناک آواز سے نیست ونابود کر دی گئی۔ان کی تباہ شدہ بستیاں اور ان کے عبرت ناک حالات دنیا کے سامنے موجود رکھے گئے ہیں تا کہ لوگ ان سے سبق سیکھیں اور اچھی طرح جان لیں اللہ اگر رحیم وکریم ہے تو جبار وقہار بھی ہے۔وہ کسی سے بے انصافی نہیں کرتا مگر جو حد سے بڑھ جائیں نافرمان ہو جائیں تو پھر اللہ بڑی قدرت والا ہے وہ فرمانبرداروں کو انعامات اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے اس جہاں میں تباہ وبرباد کر کے اور دوسرے جہاں یعنی آخرت میں تو شدید عذاب کا پیغام بار بار دیا گیا ہے۔

یہ سب لوگ بھی اسی طرح غفلت اور عیاشی میں پڑے ہوئے تھے جس طرح آج کل کے کفار ومشرکین غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔وہ لوگ اور آج کے لوگ کبھی سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان کو یوں اللہ تعالیٰ اپنی نظر میں رکھے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ تو طاقت 'عزت' مال واولاد اور دولت کے نشے میں یہ تک بھولے ہوئے ہیں کہ ان کو جس نے پیدا کیا ہے وہ ان کو اپنے دربار میں ضرور حاضر کرے گا اور پھر ان کے اعمال کے مطابق دوزخ یا جنت ضرور ملے گی۔فرمانبردار لوگوں کو تو خوب خیال ہے۔اللہ سے ڈرتے ہوئے ہر صورت نیکی کا راستہ اختیار کرتے ہیں مگر نافرمان لوگ یہاں بھی بے سکون اور وہاں بھی بے سکون رہیں گے۔کتنا ہی اچھا ہو کہ ہر شخص آخرت پر اور اپنی موت پر نگاہ رکھے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم تو کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے پھر اکڑنا' غرور کرنا اور نافرمانی کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ غیب کی کوئی خبر کوئی انسان نہیں رکھتا یہ سب خبریں تو ثبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے ذریعے ہم کو دی ہیں۔ ہمارا کام ہے ان پر دل وجان سے یقین کریں اور سچے اور پکے مسلمان بن کر زندگیاں گزاریں۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا
ہوئی ختم اس کی حجت اس زمین کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام اس کا

مولانا ظفر علی خان

اللہ کی قدرتوں کو دیکھو اور ہوش سے کام لو

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور آسمانوں کو ہم نے (اپنے) ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسیع کرنے والے ہیں۔(47) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا' تو دیکھو ہم خوب بچھانے والے ہیں۔(48) اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔(49)

تشریح: ان آیات میں کائنات کے دو بڑے اہم راز بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ کائنات پھیل رہی ہے اور دوسرے ہر چیز کے جوڑوں کی صورت میں تخلیق۔ پہلے ہم ہاتھ کی وضاحت کرتے ہیں یہ ہماری طرح کے ہاتھ نہیں بلکہ جس طرح انسانی صلاحیت کو سامنے لانے کیلئے انسان کے ہاتھ ایک خاص حصہ رکھتے ہیں یعنی جو بھی بنانا ہو اس کیلئے ہاتھوں کی طاقت اور اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں اللہ کی قدرت اور طاقت کو ظاہر کرنے کیلئے ہاتھوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسی طرح موسعون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ وُسْعٌ سے فاعل بنا ہے اور وُسْعٌ کا مطلب ہے طاقت 'بس اور زور۔ موسعون کا مطلب ہے وسیع طاقت رکھنے والا، سب کچھ اپنے بس میں رکھنے والا۔ پھر آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں بتایا۔ زمین کے بارے میں بچھانے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ہم کائنات کو پھیلا رہے ہیں۔ راشد مسعود صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ "ماضی قریب کی تحقیق کے مطابق تمام اجرامِ سماوی ایک دوسرے سے نہایت برق رفتاری سے فاصلہ بڑھا رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق یہ فاصلہ پانچ سو میل فی سیکنڈ کے حساب سے مسلسل بڑھ رہا ہے۔ بعض اندازے اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ہیں۔ کائنات کی مسلسل توسیع پر سائنس متفق ہے۔ مگر یہ توسیع کس شرح سے اور کن سمتوں میں ہو رہی ہے ابھی تحقیق طلب اور زیر بحث مسئلہ ہے یہاں ہمارا موضوع متفقہ مسئلہ ہے یعنی توسیع ہے۔ تو مصنف نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "اور آسمان کو ہم نے اپنی قدرتِ خاص سے بنایا ہے اور ہم اس میں توسیع کئے جا رہے ہیں"۔ (آیت 47) اس طرح ہمیں علم ہوا کہ کائنات کی مسلسل توسیع کا انکشاف اللہ نے تقریباً تیرہ سو سال قبل کر دیا تھا"۔ (از ذوق آگہی)

اسی طرح موجودہ سائنسدانوں اور ماہرین فلکیات نے اس انکشاف کی تصدیق یوں کی ہے۔ ڈاکٹر دالدار احمد قادری لکھتے ہیں۔ "پھیلتی ہوئی کائنات کا تصور سب سے پہلے 1922ء میں ایک روسی طبیعات دان نے اور ماہر ریاضی الیگزنڈر فرائیڈمن نے پیش کیا۔ اس کی تصدیق 1929ء میں ایک امریکی سائنسدان ایڈون ہبل نے کی، اس کی مزید تصدیق دو امریکی سائنسدان "آرنو پنز یاس" اور "رابرٹ ولسن" نے 1965ء میں کی"۔ (از کائنات قرآن اور سائنس)

یہ آیت ہے کہ "تو دیکھو ہم خوب بچھانے والے ہیں"۔ (آیت 48) اللہ کے لاشریک ہونے اور خلاقِ اعظم ہونے کا ثبوت ہے۔ جب ہم سوچتے ہیں کہ ہے کوئی ایسا بنانے والا کہ جو زمین کا ایک ذرہ ہی اپنی ذاتی قدرت سے بنا سکے؟ تو جواب نفی میں ہی ہوتا ہے۔ جب کوئی ایک ذرہ نہیں بنا سکتا تو یہ اتنی بڑی زمین و آسمان کیسے کوئی بنا سکتا ہے؟۔ سبحان اللہ 'لا شریک لہ' خالق و مالک اور عظیم و خبیر' علیم و حکیم صرف اور صرف اللہ کی ذات ہی ہو سکتی ہے۔ پھر اپنی قدرت کا اظہار اللہ تعالیٰ یوں کرتے ہیں کہ "ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے"۔ (49) یہ چھوٹا سا جملہ یا آیت بہت بڑی حقیقت کو بیان کر رہی ہے جو اللہ کی وحدانیت اور اللہ کی تخلیق کے ایک بہت بڑے اصول کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ بحث کچھ طویل ہے مگر ضروری ہے۔ اس کی وضاحت کیلئے ہم سید نصیر حسین صاحب کی کتاب سے مدد لیتے ہیں۔ بڑی خوبصورت وضاحت کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"فیساغورث کہا کرتا تھا کہ اعداد اور ان کے مبداء یعنی ایک (جو دو سے پہلے ہے) کا علم اللہ جل جلالہ' کی وحدانیت کا علم ہے اور اعداد کی خصوصیات' ان کی درجہ بندی اور ترتیب کا علم' خالق ذوالجلال کی تخلیقات اور اس کی صنعت کی ترتیب اور درجہ بندی کا علم ہے۔ اعداد کی سائنس روح میں مرکوز ہے اور یہ علم کسی غور و فکر کے بغیر وجدانی طور پر واضح ہو جاتا ہے اور کسی ثبوت کے بغیر سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب تمام مخلوق کو پیدا کیا اور تمام چیزوں کو وجود بخشا اور ایک ایسے عمل سے ان کو عدم سے وجود میں لایا (پیدا کیا) کہ جو ایک کے عدد سے دیگر اعداد کی پیدائش سے مماثل تھا' تا کہ اعداد کی کثرت اس کی اپنی وحدت پر دلیل ہو۔

اور ان کی درجہ بندی اور ترتیب سے ان کا کمال تخلیق ظاہر ہو یہ اس حقیقت کا ثبوت بھی ہو گا کہ وہ (مخلوق) اپنے خالق سے اسی طرح تعلق رکھتی ہے جس طرح اعداد اس "ایک" سے تعلق رکھتے ہیں جو دو سے قبل ہے اور جو اعداد کی اصل' ان کا سرچشمہ ہے چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ حقیقت میں اور ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے واحد ہے۔ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ اس کی مخلوق جو اس کی صفت ہے حقیقت میں واحد ہو اس کے برعکس یہ ضروری ہے کہ وحدت میں کثرت یا دوئی ہو' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے واحد عمل سے کہ جو در اصل علت العلل ہے' واحد کے معمول (جس پر عمل کیا گیا ہو) کو وجود میں لانے کا آغاز کیا' اس طرح اس عمل میں وحدت نہیں بلکہ ایک حد تک دوئی تھی' اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ موجودات کو وجود میں لایا اور اس نے جوڑے پیدا کیے اور دوئی (جوڑوں) ہی کو آئندہ کیلئے تخلیق کا قانون اور وجود میں آنے کا اصول بنایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ دوئی (جوڑوں) کی وضاحت الفاظ میں کی گئی ہے۔

مثلاً روشنی اور تاریکی، نیک و بد اور نفرت و محبت وغیرہ اور پھر کائنات میں یوں ملتے ہیں مثلاً عیاں و پنہاں اور بلند و پست وغیرہ حیوانات و نباتات میں یوں موجود ہے۔ مثلاً زندگی و موت' خواب و بیداری اور مفید و مضر وغیرہ معاشرتی اور مذہبی

لحاظ سے یوں ہے مثلاً امر ونہی' اطاعت و بغاوت اور سزا اور جزا وغیرہ" مزید لکھتے ہیں۔

"چونکہ تمام چیزوں کے صرف جوڑے بنانا ہی مطابق حکمت نہ تھا' اس لیے بعض چیزوں کو تین تین' چار چار' پانچ پانچ' چھ چھ' سات سات علی ہذا القیاس غیر معین تعدا میں بنایا گیا ہے"۔ (از اسلام میں سائنس اور تہذیب صفحہ 171 تا 172)

مطلب یہ ہے کہ کائنات کا اس قدر زبردست انتظام کیا ہے کہ ہر قدم پر اللہ کا کمال دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے بار بار بتایا جا رہا ہے "تا کہ تم نصیحت پکڑو"۔ (آیت 49)

اللہ کا پیغام رسول کیلئے اور بندوں کیلئے

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝

ع 14

تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو میں تمہیں صاف رستہ بتانے والا ہوں۔ (50) اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ اس کی طرف سے میں تمہیں واضح رستہ بتانے والا ہوں۔ (51) اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے)۔ (52) کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ یہ شریر لوگ ہیں۔ (53) تو ان سے اعراض کرو تم کو ہماری طرف سے ملامت نہ ہوگی۔ (54) اور نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔ (55) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ (56) میں ان سے رزق طلب کرنے والا نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیں۔ (57) اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور اور زبردست ہے۔ (58) کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے لیے بھی ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا انہی جیسے لوگوں کو ان کے حصہ کا مل چکا ہے' اس کے لیے جلدی نہ کریں۔ (59) آخر کو تباہی ہے کفر کرنے والوں کے لیے اس روز جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے"۔ (60)

تشریح: جب اللہ کی تمام نشانیاں کھول کھول کر بتا دی گئیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نصیحت فرماتے ہیں کہ عقل سے

کام لو اور اسی ایمان کے راستے پر چلو جو میں تمہیں دکھا رہا ہوں۔ اب تو یقین کر لو کہ اللہ واقعی ایک ہی ہے اور میں اسی کی طرف سے بھیجا جانے والا رسول ﷺ ہوں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ گھبرائیں نہیں کیونکہ شروع دن سے ہی انسان کی یہی فطرت رہی ہے کہ وہ توحید کے پیغام سے اسی طرح بھاگتے چلے آئے ہیں جیسے یہ کفارِ مکہ بھاگ رہے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی پیغمبر آئے تو شیطان فطرت لوگوں نے ان کی خوب مخالفت کی سوائے ان چند لوگوں کے جن کو سعادت نصیب ہوئی اور پھر اللہ کا یہ فرمان نبی ﷺ کے لیے کہ "تم نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔(55) جو لوگ خر دماغ ہوتے ہیں وہ تو کبھی بھی نیکی اختیار نہیں کرتے لیکن جو نیک فطرت لوگ ہیں وہ نصیحت ضرور قبول کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اور جنوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے ان کی عبادت اور ایمان سے اللہ کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تو خود ان کے اپنے فائدے کے لیے کہا گیا ہے۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح وہ لوگ اِدھر اُدھر بھٹکنے اور ذلیل وخوار ہونے سے بچ کر ایک صاف ستھری بنی بنائی منظم زندگی گزار سکیں اور یوں دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ کیونکہ اللہ ہی پیدا کرنے والا رزق دینے والا اور رحم کرنے والا ہے یہ نصیحت دینے کے لیے پیغمبر کا بھیجنا اور آخرت کے تمام راز بتا دینا اللہ کی رحمت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ نیکی اختیار کریں پرسکون زندگیاں گزاریں اور پھر آخرت میں بھی اللہ کی رحمتوں کے حقدار بنیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ نے نظام بنا رکھا ہے کہ انسان وجن کو ارادہ اور اختیار دے رکھا ہے۔ اس کی مرضی ہے جو راستہ چاہے اختیار کر لے اس میں نہ اللہ کا کام ہے نہ ہی پیغمبر کی ذمہ داری ہے۔

پیغمبر کی ذمہ داری ہے 'راستہ دکھانا اور پھر ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ نیکی کرنے کی تلقین کرے اور مومن کی ہر صورت مدد کرے حدیث میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم"۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کرتا ہوں مگر جب وہ ظالم ہو تو فرمایئے کہ میں کس طرح اس کی مدد کروں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ " تو اسے ظلم کرنے سے روک دے کہ یہی اس کی مدد ہے"۔ (بخاری)

رب العزت بار بار اس خبر کو بیان فرماتے ہیں کہ کائنات انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور یہ انسان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ایک ایسی تجربہ گاہ جو انسان کو ایسا ماحول' حالات اور عمل کرنے کا ایک ایسا کھلا وسیع وعریض میدان مہیا کرتی ہے جو اسے اللہ یا شیطان کیطرف لے جا سکے۔ کائنات انسانی ضروریات کے مطابق اللہ نے بنائی ہے۔ پھر نصیحت سے بھرا ہوا قرآن نازل فرما دیا اور صاف بتا دیا کہ انسان وجن کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے۔ عبادت کا مطلب یہ نہیں کہ چند ظاہری رکوع وسجود کر لیے بلکہ عبادت کی روح یہ ہے کہ اپنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق بسر کی جائے اور اس کی پہلی شرط اور آخری شرط

یہی ہے کہ معرفت (اللہ کی پہچان) کا وہ درجہ حاصل کر لیا جائے کہ جس کی تعریف الفاظ میں بیان نہ ہو سکے۔ یہ ایک روحانی درجہ ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے دو ضروری خیال اور عمل ہیں۔

1۔ ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے 'سوتے جاگتے' چلتے پھرتے غرض زندگی کے ہر سانس میں اللہ کی یاد کا احساس۔

2۔ کائنات کی تخلیق اور اپنی تخلیق پر ہر دم غور وفکر کرنا۔ ایسے ہی لوگ اپنی زندگی کے بلند مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اللہ کے مقبول ترین بندوں میں شامل کر لیے جاتے ہیں۔

اللہ جل شانہ ایسے لوگوں کے لیے فرماتے ہیں۔ "اے نیک مطمئن روح! واپس چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی 'پس شامل ہو جا میرے بندوں میں' اور داخل ہو جا میری جنت میں"۔

(سورۃ الفجر آیات 27 تا 30)

اور نافرمان لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا۔ "آخر تو تباہی ہے کفر کرنے والوں کیلئے 'اس روز جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے"۔ یہ کہنا یا سمجھ لینا کہ مذہب ایک فریب ہے انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کیونکہ اس طرح خود کو ان تمام پابندیوں سے آزاد کر لینے کا ارادہ ہے جو سماجی 'اخلاقی' مذہبی 'انفرادی اور مجموعی نظامِ حیات کو درست رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ مشہور جرمن فلسفی ''کانٹ'' اللہ کے تصور سے انکار کرتا ہے مگر اخلاقی پہلو سے وہ مذہب کی علمی معقولیت کو مانتا ہے۔

جو لوگ آخرت کو فرضی تصور کہتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک فرضی چیز ہماری زندگی کے نظم و نسق کے لیے اس قدر ضروری کیوں ہے؟ آخرت پر یقین نہ کرنے والے اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جس کا نفس اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے امیدیں باندھے"۔ لہٰذا اللہ پر یقین اور آخرت پر یقین ہمارے بہت سارے مسائل حل کر دیتا ہے۔ آپ جب بھی کسی پریشانی میں مبتلاء ہو جائیں۔ ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی، دنیاوی ہو یا دینی ہو صرف اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور دل کی گہرائیوں سے اس سے مدد مانگیں وہ کبھی مایوس نہیں کرے گا اور فوری طور پر آپ کو اس عمل سے انتہائی سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

خلاصہ سورۃ الذاریات

یہ سورت انسان کی جسمانی 'روحانی' ذہنی 'سماجی' انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا اکسیر نسخہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کو غور سے پڑھا جائے اور اس پر خوب تفکر و تدبر کیا جائے۔ اس میں مومن کے لیے نصیحت اور خوشخبری ہے جبکہ کافر کے لیے نصیحت اور تنبیہ ہے جو چاہو کما لو۔

سچ ہے کہ حیات خود نہیں بنتی بنائی جاتی ہے۔ چراغ خود نہیں جلتے جلائے جاتے ہیں۔
دولت عزت کے 'شوکت حکمت کے 'سلطنت عبادت کے 'صورت سیرت کے اور شجاعت سخاوت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

(الحمدللہ سورۃ الذاریات مکمل ہوئی)

تعارف سورۃ الطور

قرآن پاک کی یہ 52ویں سورت ہے یہ اپنے مضمون کے لحاظ سے مکہ کے ابتدائی دور کی سورت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں دو رکوع اور 49 آیات ہیں۔ اس میں توحید کا سبق دیا گیا ہے۔ اور پھر رسول کریم ﷺ کی سچائی اور قرآن پاک کی سچائی 'فائدے اور اس میں بیان کئے گئے وہ تمام راز جو انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں مگر ہر شخص کا ان سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ زندگی کا مقصد، بہترین زندگی گزارنے کے اصول اور پھر اس امتحانی دور کا ختم ہونا تا کہ اس کا رزلٹ مل سکے اور اس کا نام ہے قیامت اور زندگی بعد الموت اور یوم الحساب۔ پھر ایک اور بہت بڑا راز بتایا گیا ہے اور وہ ہے انعام اور سزا۔ انعام ایسا ہوگا کہ اس دنیا کی بہترین زندگی کا نمونہ اور ہمیشہ کی زندگی کا تحفہ جب کہ سزا ایسی ہوگی کہ اس کی بھی مثال نہیں دی جا سکتی یعنی اس جہاں کی بدترین زندگی کا نمونہ اور پھر وہ نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ استغفر اللہ۔

آخر میں پیارے نبی مکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ سکون سے رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام میں لگے رہیں اور صبح و شام اللہ کے حضور تسبیح و تقدیس میں لگے رہیں۔ جو نہیں مانتے ہٹ دھرمی کرتے ہیں ان سے رب ذوالجلال خود نمٹ لے گا۔ اور جنتی لوگ انعام پا کر رحیم و کریم رب العٰلمین کا شکریہ ادا کریں گے اب سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

آخرت کے لیے اللہ کی دی گئی قسمیں کہ یہ یقینی ہے

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالۡبَيۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾
وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ يَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾
وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ خَوۡضٍ يَّلۡعَبُوۡنَ ۘ﴿۱۲﴾ وقف لازم

کوہ طور کی قسم۔(1) اور لکھی گئی کتاب کی قسم۔(2) جو کشادہ اوراق میں لکھی گئی ہے۔(3) اور آباد گھر کی قسم۔(4) اور اونچی چھت کی قسم۔(5) اور ابلتے ہوئے دریا کی قسم۔(6) کہ تمہارے رب کا عذاب ہو کر رہے گا۔(7) اور اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔(8) جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔(9) اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے۔(10) اس دن جھٹلانے والوں کے

لیے خرابی ہے۔(11) جو اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں"۔(12)

تشریح: قرآن پاک ل پورے کا پورا بہترین مضامین کا مجموعہ ہے۔ مگر پھر بھی کسی کسی سورت کی کوئی خاص فضیلت احادیث سے ملتی ہے۔ مثلاً حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "زمانہ حج میں میں بیمار تھی حضور ﷺ سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کر لو' چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا' اس وقت آنحضرت ﷺ بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور والطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔
(بخاری از ابن کثیر)

اس سورت میں قیامت کا ایسا ہولناک منظر پیش کیا گیا ہے کہ ہر ذی شعور انسان پر اس کا بے حد اثر اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ جو کہ اس وقت کے نافرمان لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ضروری تھا۔ اور آج کے لوگوں کے لیے اور تا قیامت لوگوں کے لیے ضروری ہے۔ مکی سورتوں میں خاص طور سے توحید' ایمان اور آخرت پر یقین کرنے کی پرزور تاکید کی گئی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہواؤں زمین وغیرہ کی قسم رب العزت نے کھائی تو یہاں آخرت کا یقین دلانے کے لیے الطور' لکھی ہوئی کتاب' منتشر اوراق' بیت معمور' بلند آسمان اور موجیں مارتے ہوئے سمندر کی قسم کھائی ہے۔ ان چیزوں کی قسم اسی لیے کھائی ہے کیونکہ یہ کائناتی نظام اور انسانی ضروریات کی واضح چیزیں ہیں۔ بہت سی تفاسیر پڑھنے کے بعد میری سمجھ میں یہی آیا ہے کہ الطور یعنی خاص پہاڑ' اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس پر حضرت موسیٰ کو نبوت دی گئی۔ پھر لکھی ہوئی کتاب کا ذکر ہے جس کے ساتھ رقیق یعنی وہ باریک جھلی کہ جس پر تورات' انجیل' زبور اور کئی صحف آسمانی لکھے جاتے ہیں۔ تو اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں۔ ان سب میں وہی آسان' عام فہم پیغام توحید ہی دیا گیا ہے اسی لیے اسے "کھلی کتاب" کہا گیا ہے۔ تیسری چیز "آباد گھر" اس کے لیے بھی بہت سی آراء ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کا اشارہ خانہ کعبہ کی طرف کیا ہے۔ کیونکہ یہ خانہ خدا ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈھائی سو سال قبل یعنی ان آیات کے نازل ہونے سے اتنا عرصہ پہلے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی اور بچہ کو یہاں اللہ کے سہارے چھوڑ دیا تھا اور پھر کچھ مدت بعد وہاں آکر اللہ کا گھر تعمیر کیا جو اس وقت سے آج تک اور تا قیامت مسلمانوں کا مرکز اور انتہائی محترم و مکرم عبادت گاہ بن چکی ہے۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فرمانبرداری کا ان کو بے مثال اجر اس دنیا میں دیا آخرت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ تمام دنیا سے لوگ لبیک لبیک پکارتے ہوئے دیوانہ وار یہاں حج کی سعادت حاصل کرنے آتے ہیں اور ہمیشہ طواف کے لیے لوگوں سے بھرا رہتا ہے اسی لیے اس کو "آباد گھر" کہا گیا ہے۔ چوتھی چیز جس کی رحمن نے قسم کھائی وہ آسمان ہے۔ آسمان کی بابت بڑی تفصیل سے بیان سورۃ ق میں گزر چکا ہے۔ پانچویں چیز "البحر المسجور" کا ذکر ہے۔ اس کی بھی بڑی مختلف تفاسیر کی گئی ہیں جن کی روشنی میں میں اس کے معنی موجزن' بھرا ہوا' مقید یعنی حدود میں رکھا ہوا اور مخلوط سمندر لے سکتی ہوں۔ کیونکہ

ہمارے زمینی سمندر ایسے ہی نظام کے تحت بنائے گئے ہیں۔ جب ہم سمندروں کی ساخت' انتظام اور فوائد پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اس عظیم تخلیق پر نہ صرف حیرت ہوتی ہے بلکہ ہمارا سر اللہ کی عظمت اور شکر کے اعتراف میں جھک جاتا ہے۔ یہ کشش ثقل سرفس ٹینشن یعنی فزکس کے بے مثال اصولوں اور کمالات کا ایک عجوبہ روزگار ہے۔ جو قدرت کا عظیم الشان کرشمہ ہے۔ کتنی بڑی حکمت ہے کہ اس قدر بڑا پانی کا ذخیرہ اس زمین کے گیند پر رکھ دیا گیا ہے یہ گیند نہ صرف فضا میں معلق ہے بلکہ بڑی تیزی سے گھوم بھی رہی ہے۔ یہ سمندر اپنے اندر بے شمار خزانے چھپائے ہوئے ہیں۔ ان کی بناوٹ اتنی زبردست کہ نہ تو وہ زمین کے اندر جذب ہور ہے ہیں اور نہ ہی ایک مقررہ حد سے اوپر ہور ہے ہیں نہ نیچے جار ہے ہیں۔ کروڑوں سال سے وہ ایک خاص حد پر رکے ہوئے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں اسی قدرتی ڈیم سے پانی بادل کی مدد سے پہنچایا جاتا ہے۔ جو کہ پانی میں موجود کثافت اور نمک سے بالکل پاک صاف ہوتا ہے جبکہ یہی نمک سمندر کے پانی کو سڑنے' خراب اور بدبودار ہونے سے بچاتا ہے۔ اس کے اندر ایسا بہترین انتظام کیا گیا ہے کہ بے شمار مخلوقات پیدا ہوتی پلتی بڑھتی اور مرتی رہتی ہیں اور بہت زیادہ تو انسانی غذا کے کام بھی آتی ہیں مگر کیا مجال کہ سمندر کے پانی میں بدبو پیدا ہو جائے۔ کیا یہ کمالات کسی بندے بشر کے اختیار میں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ مدتوں سے سائنسدان اللہ کی ان حیرت انگیز تخلیقات پر غور وفکر کر کے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر انتہائی محنت کوشش کے باوجود کچھ معمولی سے راز جان سکے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنا بڑا' زبردست حکمت والا رب ذوالجلال جب ہم سے یہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک دن بالکل فنا ہو جائے گا سب لوگ مر جائیں گے پھر دوبارہ میرے حکم سے زندہ ہو کر میرے حضور پیش ہوں گے اور میں ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ ضرور دوں گا۔ تو اس بات کو یقین سے مان لینے میں آخر کون سی رکاوٹ ہے۔ اللہ جو اس قدر حکمت' قدرت اور عظمت والا ہے۔ اس نے ہماری موجودہ زندگی کو نیک پاک اور مفید بنانے کے لیے ہی تو ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ہمیں بدلہ ضرور ملے گا اور ہم دوبارہ زندہ ضرور کئے جائیں گے اور اللہ نے فرمایا" جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔ اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو اپنی حجت بازیوں میں کھیل کود رہے ہیں۔ (آیات 9 تا 12)

ایسے لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ اگلی آیات میں دیکھیں۔

گنہگاروں کی حالت حساب کے دن

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

جس دن ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔(13) یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔(14) تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر نہیں آتا۔(15) اس میں داخل ہو جاؤ۔ صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے برابر ہے جو کام تم کیا کرتے تھے یہ بدلہ انہی کا تمہیں مل رہا ہے "۔(16)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں قیامت کا ہلکا سا نقشہ بیان کیا گیا ہے کہ "جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے" کائنات میں کشش ثقل اور گردشی حرکت نے ناقابلِ یقین توازن قائم کر رکھا ہے۔ ایک دن یہ توازن اللہ کے حکم سے ختم ہو جائے گا' زمین کی کشش ثقل ختم ہو جائے گی تو زمین پر موجود ہر چیز زمین کو چھوڑ کر اڑنا شروع کر دے گی۔ زمین کے ان حالات کا ذکر بے شمار دفعہ کیا جا چکا ہے اور سائنس دان اس حقیقت کو مان رہے ہیں۔ اور قیامت کے قریب آنے کی نشانیاں سائنس اپنی زبان میں اور قرآن و احادیث اپنے طور پر بیان کر رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زمانہ قریب ہو جائے گا' اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور (دلوں میں) بخیلی ڈال دی جائے گی اور ہرج بکثرت ہو گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ ہرج کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل"۔ (مسلم)

اسی طرح قیامت کا نقشہ حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں"۔ (بخاری) جہنم کا ذکر قرآن پاک میں بہت دفعہ آ چکا ہے۔ دوزخ ایک ایسی جگہ ہو گی جہاں جسمانی' روحانی اور ذہنی اذیت کے ہر طرح کے سامان ہوں گے غرض ذلت و رسوائی اور دکھ درد کا ایسا ٹھکانا کہ جہاں کوئی مددگار اور غمگسار نہ ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہو گا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی' (ان) جوتیوں کی حرارت سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا"۔ (مسلم)

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہی وہ عذاب ہے جس کی خبر تمہیں دنیا کی زندگی میں دی گئی تھی مگر کیونکہ تم نے بالکل پرواہ نہ کی اور گناہوں میں ڈوبے رہے اس لیے یہ سزا تم نے خود اپنے لیے چن لی ہے اب اسے بھگتو!۔

حساب کے دن پرہیزگاروں کے حالات

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ

عِيْنٍ ٢٠ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ
عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ٢١ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا
يَشْتَهُوْنَ ٢٢ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ٢٣ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ
كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ٢٤ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ٢٥ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ
اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ٢٦ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ٢٧ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ٢٨ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ٢٩ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ ع
نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ٣٠ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ٣١

جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے (17) جو کچھ ان کے رب نے انکو بخشا وہ اس کی وجہ سے خوشحال ہوں گے اور ان کے رب نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔(18) اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔(19) تختوں پر جو برابر برابر بچھے ہوئے ہیں تکیے لگائے بیٹھیں۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کو بیاہ دیں گے (رفیق کار بنا دیں گے)۔(20) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے پیچھے چلی 'ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔(21) اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم ان کو دیں گے۔(22) وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹا کریں گے جس کے پینے سے نہ نشہ چڑھے گا نہ کوئی گناہ کی بات ہو گی۔(23) اور نوجوان خدمت گار ان کے آس پاس پھریں گے جو ایسے خوبصورت ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے موتی۔(24) اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں گفتگو کریں گے۔(25) اور کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر میں اللہ سے ڈرتے رہتے تھے۔(26) تو اللہ نے ہم کو لُو کے عذاب سے بچایا اور ہم پر احسان کیا۔(27) اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔(28) تو اے پیغمبر تم نصیحت کرتے رہو تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ ہی دیوانے ہو۔(29) کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کی گردش کے منتظر ہیں۔ (30) کہہ دو کہ انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"۔(31)

تشریح: کس قدر خوبصورت اور پیارا بدلہ ہے جو نیک' پاک اور متقی لوگوں کو دیا جائے گا۔ اللہ تعالی جہاں سزا اور دوزخ کا ذکر فرماتا ہے تو ساتھ ہی اجر عظیم جنت کا ذکر بھی کرتا ہے۔ تاکہ انسان دنیا کی زندگی عدل وانصاف اور خوش اسلوبی سے گزارے۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ دنیا کی گہما گہمی میں آخرت کو بھولنے لگتا ہے اسی لیے رب العزت نے انسان کی اصلاح وتربیت کے لیے نبی ﷺ کو قرآن دے کر بھیجا اور پھر پیار سے تسلی دیتے ہوئے حکم دیا کہ ہدایت دینے پر جو کچھ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے سخت سست سننا پڑتا ہے اور سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ان سے گھبرائیں نہیں بلکہ بڑی مستعدی اور سکون سے اپنا کام کیے جائیں۔ کیونکہ انسان کو یاد دہانی کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے اس لیے یہ فرض امت مسلمہ کے ہر فرد کے ذمہ لگا دیا کہ اللہ ورسول کا پیغام لوگوں تک ہر صورت پوری لگن اور خلوص سے پہنچاتے رہیں اور اس کے لیے شرط ہے کہ خلوص' مستعدی اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ فرض ادا کریں۔ کیونکہ اگر اس کام میں بدنیتی اور غرور شامل ہو گیا تو سب کیا کرایا غارت ہو جائے گا۔ اس لیے انسان کو دنیا داری کے تمام کام کرتے ہوئے اس رب اعلیٰ کا خیال اس کا پیغام' اس کی رحمتیں برکتیں اور جنت ودوزخ کو ہر دم دل ودماغ میں رکھنا چاہیے۔

اور یہ کہاں سے ملتا ہے؟ قرآن وسنت سے ملتا ہے۔ قرآن پر تفکر اور تدبر ہر مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہونا انتہائی ضروری عمل ہے۔ جب ہم اس طرح کی پاکیزہ' مطمئن اور خوبصورت زندگی گزارتے ہیں تو ہماری روح اور ہمارا چہرہ نور ایمان سے جگمگا اٹھتا ہے۔ ہمارے اندر ایک ایسا توکل اور تدبر پیدا ہو جاتا ہے جو ہمیں زندگی گزارنے کے لیے انتہائی نڈر' معقول اور ناقابل تسخیر انسان بنا دیتا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں ہمارے جسم وجان ہماری زندگی' ہمارے مال اور اولاد والدین سب کچھ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسی کے احسان مند اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم اس عظیم مہربان کی فرمانبرداری ہی میں اپنی زندگیاں بسر کریں اور یہ عارضی زندگیاں اس ہمیشہ کی بہترین زندگیوں پر قربان کر دیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
جب چیز ہے لذت آشنائی
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

علامہ اقبال رحمہ اللہ

اگر ہم ذرا سا غور کریں تاریخ کو دیکھیں تو ہمیں یہ راز فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ اتحاد' توکل علی اللہ' خلوص' تنظیم' اور ایمان کی مضبوطی خودداری کے ساتھ۔ اور اصولِ اسلام۔ یہی وہ ہتھیار ہیں کہ جن کی بدولت قوموں نے ترقی اور کامیابی حاصل کی اور انہیں تمام ہتھیاروں کی کمزوری سے قومیں ناکام ونامراد ہو کر ذلیل وخوار ہوئیں۔ آیت 17 سے 30 تک ہمیں یہی پیغام دیا گیا ہے غور کریں۔ ''ہم اس کو پہلے ہی پکارتے تھے (دعائیں کیا کرتے تھے) بیشک وہ (اللہ) احسان کرنے والا مہربان ہے''۔

نبوت کے منکر عقل سے عاری

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَلْ لَا
يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ
الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ
أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ
مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾
أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ
الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ
السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ
يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا
عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾ ع ۲ 21 4

کیاان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں؟ بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔(32) یا کفار کہتے ہیں کہ "یہ قرآن پیغمبر نے خود ہی گھڑ لیا ہے"۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔(33) اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا لائیں۔(34) کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا انہوں نے خود کو خود ہی پیدا کر لیا ہے۔(35) یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔(36) کیا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ کہیں کے داروغہ ہیں۔(37) یا ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر آسمان سے باتیں سن آتے ہیں؟ تو جو سن آتا ہے وہ پکی سند دکھائے۔(38) کیا اللہ کی تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں۔(39) اے پیغمبر! کیا تم ان سے بدلہ مانگتے ہو؟ کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔(40) یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اسے لکھ لیتے ہیں۔(41) کیا یہ کوئی داؤ کرنا چاہتے ہیں کافر تو خود داؤ میں آنے والے ہیں۔(42) کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔(43) اور اگر یہ آسمان سے عذاب کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ یہ گاڑھا بادل ہے۔(44) ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ دن جس میں یہ بیہوش کر دیئے جائیں گے سامنے آ جائے۔(45) جس دن ان کا کوئی داؤ بھی کچھ کام نہ آئے اور نہ کہیں سے ان کو کوئی مدد ہی ملے۔(46) اور ظالموں کے لیے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔(47) اور تم اپنے

رب کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو۔ تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے رب کی تعریف کیا کرو۔ (تسبیح)۔ (48) رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی"۔ (49)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کے بارے میں وضاحت کی ہے جو شروع دن سے آخر دن تک ایک ہی عقیدے پر قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گے وہ ہے کفر وشرک کا عقیدہ۔ ایسے لوگ ہمیشہ فخر وغرور' نفرت' تعصب اور ہٹ دھرمی پر ایسے قائم رہتے ہیں جیسے وہی دنیا اور اس کی ہر چیز کے خالق ہیں اور خود ان کا وجود بھی ان کی اپنی ہی قدرت اور طاقت کا نتیجہ ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ آیت 32 سے 44 تک اللہ تعالیٰ نے انہی کفاو مشرکین کے بارے میں بتایا ہے۔ اور پھر پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں کیونکہ یہ ماننے والے نہیں ان کا علاج اس دن وعدے اور مقررہ وقت کے مطابق خوب اچھی طرح کر دیا جائے گا جب ان کا کوئی داؤ پیچ حیل وحجت اور فخر وغرور ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ وہ دن سخت عذاب کا دن ہوگا۔ اس قدر مشکل اور ہولناک کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یعنی قیامت کا دن۔ آپ ﷺ کو اللہ نے ان لوگوں کی بے راہروی اور جہالت سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کی تسبیح وتقدیس کا حکم دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے برے اور ناداں لوگوں کی پرواہ کرنے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے ان سے بے نیاز ہو جانا بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "نادانوں کی بات پر تحمل' عقل کی زکوۃ ہے"۔

تسبیح وتقدیس کے طریقے کی وضاحت علماء کرام نے بڑے مختلف الفاظ اور انداز میں کی ہے۔ ان سب کی روشنی میں اور آیات کے الفاظ کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے مطلب یہی نکلتا ہے کہ ہر زمانے میں شیطان اور اس کے ساتھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف بولتے رہے رسولوں کو تو انہوں نے اتنا ستایا' تکلیفیں پہنچائیں اور تہمتیں لگائیں کہ وہ اپنے وطن' گھر بار' آل اولاد اور بیوی بچے تک چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کر جانے تک مجبور ہو گئے۔ اور اکثر کو تو انہوں نے قتل تک کر دیا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ پر کئی دفعہ حملہ کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے ایسے اچھے اور برگزیدہ لوگوں کو اپنی مدد اور رحمت کا یقین دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ "تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو' جب اٹھا کرو تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور رات کے بعض حصوں میں بھی۔ (آیات 48-49)

مطلب یہی ہے کہ صبر' سکون' یقین' ہمت اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنے فریضہ تبلیغ میں لگے رہو اور اللہ کی مدد ہر دم مانگتے رہو۔ بے شک لوگ تمہارے خلاف بولیں برا بھلا کہیں تو ان کی ہرگز پرواہ مت کرو کیونکہ اللہ تو تمہیں بھی دیکھ رہا ہے اور انہیں بھی دیکھ رہا ہے۔ بس اللہ کی تعریف اور مدد کو ہر حال میں سامنے رکھو۔ صبح دوپہر رات غرض کہ ہر وقت اس کی پاکی بیان کرتے رہو اس سے مدد مانگتے رہو۔ وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے اور مدد مانگنے والے کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "سب کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے اس لیے بس اللہ سے اپنا معاملہ صاف

رکھواور کسی کی بے جا خوشی وناخوشی کی پرواہ مت کرو"۔ حضرت محمد ﷺ محسن انسانیت ہیں وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے والے انتہائی عابد وزاہد اور مشفق ومہربان ہستی ہیں۔ ان کی دی ہوئی تعلیمات اور ان کی گزاری ہوئی زندگی رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لیے مینارہ نور ہے۔ قرآن کی عظمت اور حضور ﷺ کی شخصیت اتنی لاجواب اور بہترین ہے کہ غیر مسلم بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند غیر مسلم دانشوروں کے بیان پیش خدمت ہیں۔

1۔ نپولین بوناپارٹ: میں عظیم حضرت محمد ﷺ اور عظیم قرآن کے دین پر ایمان رکھتا ہوں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کے اصولوں پر قائم ہو"۔

2۔ جارج برنارڈ شا: "میرا یقین ہے کہ ایک سو سال کے اندر یورپ میں اگر کوئی مذہب ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا"۔

3۔ جارج برنارڈ شا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاکباز انسان کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب دیا جائے تو یہ صداقت ہے"۔

4۔ سردار دیوان سنگھ: "میرے دل میں یہ محبت ہے کہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو چوم لوں"۔

(از عزیز الرحمان۔ روزنامہ جنگ سنڈے میگزین)

تاریخ گواہ ہے اسلام کبھی بھی تلوار کے زور پر نہیں بلکہ قرآن کی عظمت اللہ کی مہربانی اور رسول اللہ ﷺ کے حسن کردار حکمت عملی' صبر وبرداشت' جہد مسلسل اور اللہ پر مکمل بھروسے اور اخلاقیات سے پھیلا ہے۔ بلکہ یہ سچ بات ہے کہ جس دل میں برداشت کی قوت ہے وہ کبھی شکست نہیں کھاتا' اور دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلوار کی نہیں بلکہ اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو قدم بہت پسند ہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ٹپکے دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے گرے۔

اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی ہرگز ضرورت نہیں بلکہ عبادت تو ہم خود اپنے لیے کرتے یں کیونکہ عبادت ہمارے اندر اتحاد' خوشی' یقین اور دکھوں کو برداشت کرنے دکھوں کا مقابلہ کر کے پاک صاف زندگی گزارنے کی ہمت اور طاقت پیدا کرتی ہے۔ اور پھر سب سے بڑا انعام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا انتہائی آسان اور موثر ذریعہ ہے۔ اسی ذریعہ سے تو ہمیں آخرت میں بہت بڑا انعام جنت کی صورت میں ملے گا۔ یہ وعدہ اس عظیم الشان رب العلمین بادشاہوں کے بادشاہ کا ہے۔ جو ہر وقت ہر جگہ موجود ہے جو ہمیں ہر لحظہ دیکھتا ہے اور جو بڑا ہی منصف اور مہربان ہے۔ اللہ نے فرمایا جو میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے میں اس کی طرف دس قدم بڑھاتا ہوں' جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ جو مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ "جو مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں"۔ (القرآن)

کئی دفعہ انسان کہتا ہے۔ بڑی دعا کی مگر پوری نہیں ہوئی تو اس کی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ مانگنے

میں کچھ کمی کا انداز ہوتا ہے اور دوسرا جو ہم مانگ رہے ہیں ممکن ہے اصل میں وہ ہمارے حق میں اچھا نہ ہو۔ بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ چمکتے ہوئے انگارے کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے تو ماں اس کو اس کام سے سختی سے منع کرتی ہے کیونکہ وہ صرف پکڑنے کی خواہش رکھتا ہے جب کہ ماں جانتی ہے اس خواہش کے پورا ہونے سے اس کا ہاتھ جل جائے گا۔ تو ہماری دعا پوری نہ ہونے کی وجہ اللہ کا وہ پیار اور رحم ہے جو اس کو اپنے بندوں سے ہے۔ اللہ کا پیار ماں کے پیار سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے رب العزت فرماتا ہے۔ "اور کثرت سے کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اجروں اور مغفرت کا انتظام کیا ہے"۔ (الاحزاب آیت 35)

پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ "جب تمہارا آمنا سامنا کسی گروہ سے ہو جائے تو جم کر رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ کامیاب ہو سکو"۔ (سورہ انفال آیت 45)

اتنا کچھ جان لینے کے بعد ہمیں یہ خوب اچھی طرح معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ سورت تو الحمدللہ ختم ہوئی اب اس کے خلاصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ الطور

1۔ انسان کے لیے سب سے بڑی 'قابلِ عزت' قابلِ یقین اور قابلِ عبادت صرف اللہ کی ذات ہے۔
2۔ دنیا کی سب سے عظیم شخصیت حضرت محمد ﷺ ہیں۔
3۔ دنیا کی سب سے عظیم کتاب قرآن پاک ہے۔
4۔ دنیا کا سب سے عظیم مذہب اسلام ہے۔
5۔ دنیا کا سب سے عظیم اجتماع حج کا اجتماع ہے۔
6۔ دنیا کی سب سے عظیم مسجد 'مسجد حرام ہے۔
7۔ دنیا کی سب سے عظیم دعوت اذان کی ہے۔
8۔ بہترین زندگی تقویٰ کی زندگی ہے۔

مولانا وحید الدین صاحب بہت اچھی بات لکھتے ہیں۔ "انسان آج ہی سن لے' کیونکہ کل تو سنے گا مگر اس وقت تیرا سننا بے کار ہوگا۔ آج ہی سوچ لے' کیونکہ موت کے بعد تو سوچے گا مگر اس وقت کا سوچنا تجھے کچھ کام نہ آئے گا' اللہ کا راستہ تیرے سامنے کھلا ہوا ہے' اس کو پکڑ لے' اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لا' اللہ کی کتاب کو اپنی زندگی کا دستور بنا' آخرت کے دن کے لیے تیاری کر۔ یہی تیری کامیابی کا راستہ ہے' اسی میں وہ زندگی چھپی ہوئی ہے' جس کی تجھے تلاش ہے"۔ (مذہب اور جدید چیلنج)

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں"۔ (صحیح مسلم)

دعا: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا"۔ (سورۃ البقرۃ آیت 201)۔ (آمین)

تعارف سورۃ النجم

یہ سورت 53 ویں ہے اس میں 62 آیات اور تین رکوع ہیں۔ یہ مکی سورت ہے نبوت کے پانچویں سال رمضان المبارک میں نازل ہوئی اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی تلاوت خانہ کعبہ میں پہلی دفعہ علی الاعلان کی گئی حدیث میں آیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "یہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ آئی' انہی سے ایک اور روایت منقول ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں تمام حاضرین کو سنائی جس میں کفار و مومنین سب ہی شامل تھے۔ جب آیت سجدہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو وہاں موجود تمام لوگوں نے سجدہ کیا' مگر امیہ بن خلف نے سجدہ کرنے کی بجائے مٹی اٹھا کر اپنے ماتھے پر لگالی اور کہا کہ "میرے لیے یہی کافی ہے اور پھر وہ کفر کی حالت میں ہی قتل ہو گیا۔ (از بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی)

احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ سورت رمضان 5 نبوی میں ہی نازل ہوئی' اس سورت کے خاص مضامین یہ ہیں۔

پہلا:۔ لات' منات اور عزیٰ یہ مشہور بت ہیں جن کی کفار مکہ عبادت کرتے تھے تاکہ وہ ان کی مرادیں پوری کریں اور اللہ کے پاس ان کی سفارش کریں۔ اور یہ غلط ہے۔

دوسرا:۔ یہ کہ مالک کل کائنات صرف وہی خدائے واحد ہے جس نے اس کائنات کو بنایا اور جو ہر بات سے واقف ہے اور حساب کے دن پورا پورا بدلہ ہر ایک کو ضرور مل جائے گا۔

تیسرا:۔ یہ کہ قرآن پاک کا پیغام وہی ہے جو آج تک تمام نبیوں نے دیا انہی نبیوں کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک اللہ کے آگے جھکنے کی تعلیم دیتے ہیں لہٰذا تم سب اسی کے سامنے جھک جاؤ' اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے احکام پر عمل کرو۔

ان الفاظ پر جب سورت مکمل ہوئی تو اس آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کیا تو تمام حاضرین کفار بھی اس قدر متاثر ہوئے کہ سب نے بے اختیار سجدہ میں سر جھکا دیئے اور یہ اس سورت کا بہت بڑا معجزہ تھا کہ جو لوگ کفر و غرور میں اکڑے رہتے تھے بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ سجدہ تو وہ بے دھیانی میں کر گئے مگر کفر کی میل دلوں سے دھل نہ سکی اور وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے رہے۔ اللہ ہمیں بہترین سجدہ گزار بنائے اور ہمیں جنت الفردوس میں بہترین ٹھکانے عطاء کرے (آمین ثم آمین)

محمد ﷺ سچے رسول ہیں اور ان کا پیغام بہترین ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا
وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝٥ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝٦ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝٧ ثُمَّ دَنَا
فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ
مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝١٣ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝١٤
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝١٥ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝١٦

تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔(1) کہ تمہارے رفیق محمد ﷺ نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔(2) اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔(3) یہ قرآن تو اللہ کا حکم ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔(4) ان کو بڑی قوت والے نے سکھایا۔(5) یعنی جبرائیل طاقتور نے پھر وہ پورے نظر آئے۔(6) اور وہ آسمان کے اونچے کنارے میں تھے۔(7) پھر قریب ہوئے اور مزید آگے بڑھے۔(8) تو دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم۔(9) پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف جو بھیجا سو بھیجا۔(10) جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔(11) کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو؟۔(12) انہوں نے ان کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔(13) آخری حد کی بیری کے پاس۔(14) اسی کے پاس رہنے کی جنت ہے۔(15) جب اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔(16)

تشریح: ان آیات کے شروع میں رب کائنات پھر قسم کھا کر اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ سچے رسول ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جو بھی حکم دیا قرآن کے مطابق دیا اور قرآن ایک ایسی سچی آسمانی کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کی طرف وحی کے ذریعے نازل کی گئی۔ کفار جو ان کے لیے الٹے سیدھے مفروضے بناتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہیں کیونکہ وحی کوئی معمولی ذریعہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انتہائی مضبوط فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کا پیغام پہنچانے کے کام پر معمور ہیں۔ یہاں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا جب وہ پہلی وحی کے ساتھ آپ ﷺ کے سامنے آئے اس کے بعد بھی آپ ﷺ نے ان کو انتہائی قریب سے دیکھا جب معراج کا واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اللہ نے صبح کے تارے کی قسم کیوں کھائی ہے۔ ستارہ اجرام فلکی میں خاص حیثیت رکھتا ہے اسی لیے ستارہ کو قرآن پاک میں 13 مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل اس کا یعنی نجم کا مطلب ہے کہ ظاہر ہونا کیوں کہ یہ روشنی تخلیق کرتا ہے اور روشنی منعکس کرتا ہے۔ صبح کا تارا سورج کے طلوع ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کیونکہ دیکھے جانے کی حد تک نمایاں ہوتا ہے اسی لیے خدائے بزرگ و برتر نے اس کی قسم کھائی ہے۔ کہ واقعی محمد ﷺ اللہ کے بھیجے گئے نبی برحق ہیں۔

نبوت سے پہلے بھی وہ قول و قرار کے اتنے پکے اور سچے تھے کہ لوگ ان کو صادق اور امین کہتے تھے اور نبوت کے بعد تو ان کا ہر فعل اور ہر قول احکامات الٰہی کے عین مطابق ہوتا تھا جو کہ اللہ کے مقرب فرشتہ جبرائیل کے ذریعہ سے آپ ﷺ تک پہنچائے جاتے تھے۔ بھلا وہ کیونکر غلط یا بے معنی ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نفس کی لطافت اور روح کی پاکیزگی عطا فرما کر اور جسمانی طور پر نفیس فرما کر پسند کر لیا اور نبوت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرما دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام آپ ﷺ تک اپنے مقبول فرشتہ کے ذریعے پہنچایا اور پھر آپ ﷺ کا مقام اس قدر بلند کیا کہ آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی اور آپ ﷺ عرش کے اس کنارے تک پہنچ گئے جہاں تک حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی جانے کی ہمت یا اجازت نہ تھی۔ یہی معراج کی رات تھی کہ جب آپ ﷺ کے مقبولِ رب ہونے کی انتہا ہوگئی۔ ہر شخص اس مقام تک تو ہرگز نہیں پہنچ سکتا لیکن اللہ کی قربت حاصل کرنے کا یہ زہد و تقویٰ اور عبادت کا ذریعہ ضرور اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ پہلی دفعہ وحی کے وقت آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا اور دوسری دفعہ معراج کی رات دیکھا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام ہی آپ ﷺ کو اس سیر کے لیے لے کر گئے تھے۔ ان آسمانی حدود کو "آخری حد کی بیری سے "مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور پھر جنت کی حدود کو بھی اسی سے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اسی کے پاس (بیری کے پاس) رہنے کی جنت ہے"۔(15)۔"

جب کہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا"۔ الحاج عبدالواحد اور ان کے ساتھی صاحبان اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں"۔ اس وقت اس درخت کو ایسے نور نے چاروں طرف گھیر رکھا تھا جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا"۔ (از درس قرآن ساتویں منزل) یہ ایک بہت بڑا راز ہے جو یہاں آیات 15،14 اور 16 میں بڑے ہی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے آنحضرت ﷺ کے سچا رسول ﷺ ہونے کی اور اس بات کی کہ "تمہارے رفیق محمد ﷺ نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں' نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ قرآن تو اللہ کا حکم ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے"۔ (آیات 4,3,2) اتنا کچھ جان لینے کے بعد صرف نافرمان اور ہٹ دھرم لوگ ہی قرآن و رسول ﷺ کی سچائی سے انکار کر سکتے ہیں۔ رب العزت سے دعا ہے کہ شیطان کی دوستی اور اس کے غلبہ سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ثابت قدمی اور کامل اطاعت

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔(17) انہوں نے اپنے رب کی قدرت کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔(18)

تشریح: ابن زید فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ آپ ﷺ نے سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا اللہ کی تسبیح کر رہا تھا"۔ آپ ﷺ

کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہوئیں۔ جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجالائے جو دیئے گئے وہی لے کر خوش ہوئے آپ ﷺ نے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اور جگہ فرمایا "اس لیے کہ ہم نے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں"۔ ان دونوں آیات کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اس رات اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے کہ "آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ (از تفسیر ابن کثیر) بہت سی تفاسیر میں مختلف انداز بیان ملا جبکہ یہ مفہوم سب سے زیادہ مناسب لگا۔

اللہ کی طرف سے کفار کے لیے تنبیہ

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا
قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ اَمْ
لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ ع 1/25/5
شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾

بھلا! تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ (19) اور تیسرے منات کو کہ یہ بت کہیں اللہ ہو سکتے ہیں۔ (20) مشرکو! کیا تمہارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ (21) یہ تقسیم تو بڑی ناانصافی کی ہے۔ (22) وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ یہ لوگ تو صرف غلط خیال اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں' حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔ (23) کیا جس چیز کی انسان خواہش کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟۔ (24) آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (25) اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور سفارش پسند کرے۔ (26)

تشریح: ان آیات میں شرک کی تردید کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے تو چلو یہ بات تھی کہ یہ لوگ لاعلمی میں بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر اب تو ان کے پاس حضرت محمد ﷺ بے حد معقول پیغام اور اللہ کی پہچان کے لیے انتہائی کھلی اور پکی نشانیاں لے کر آ چکے ہیں پھر بھی یہ لوگ کفر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو عقل ہی نہیں آتی کہ یہ بے جان پتھر کی مورتیاں بھلا اللہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہیں اور پھر حد تو یہ ہے کہ ان کو اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں اور سوچتے

ہیں کہ یہی اللہ سے ان کی سفارش کریں گی۔ جب کہ اللہ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ:"

اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور سفارش پسند کرے"۔ (آیت 26)

یہاں صرف تین مشہور بتوں کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ ان کے تو بے شمار بت تھے۔ ان لوگوں نے ان کو باقاعدہ محترم اور مقدس بنا رکھا تھا۔ ان پر غلاف چڑھاتے ان کے نام کی قربانیاں دیتے اور بعض توجہ کعبہ پر جانے کے لیے یہیں سے احرام باندھتے یہ سب کچھ اپنی جگہ مگر پھر بھی کعبہ کی بڑی عزت و احترام کرتے تھے اور اس کو مسجد ابراہیم علیہ السلام مانتے تھے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت و احترام کرتے تھے۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے۔ کہ قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کے پجاری تھے۔ ان کا بنو ہاشم کے ساتھ بھائی چارہ تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بت کو توڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کفار پر مسلمانوں کو فتح دی اور مکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ سبحان اللہ۔

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

الطاف حسین حالی

اللہ کے علم میں ہے کون نیک ہے کون بد؟

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾

جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (27) حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ (28) تو جو ہماری یاد سے منہ موڑے اور صرف دنیا کی زندگی کا ہی طلب گار ہو اس سے تم بھی منہ پھیر لو۔ (29) ان کے علم کی یہی انتہا ہے۔ تمہارا رب اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا"۔ (30)

تشریح: ان آیات میں رب تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے زندگی کے کچھ اصول بتاتے ہیں اور بے علمی کی مذمت فرماتے ہیں۔ اور علم وعرفان کی برکات اور جہالت کی خرابی کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جاہل انسان نہ خود کو پہچانتا ہے نہ رب کو پہچانتا ہے۔ اسی لیے کفر وشرک میں مبتلا رہتا ہے اور جب کوئی علم والا ان سے بات چیت کرتا ہے تو وہ حق بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو نیکی کی راہ دکھانی چاہیے لیکن اگر وہ بحث میں پڑے تو اس سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے۔

دوسری بات یہ واضح کی گئی ہے کہ دنیا کی طلب میں جو کھو جاتے ہیں وہ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں کیونکہ مال و دولت کی حرص اور لالچ میں وہ اس قدر گم ہو جاتے ہیں کہ اخلاقی معیار ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حرام وحلال، فسق وفجور، لالچ، دنگا فساد اور قتل ان کے سامنے کوئی بری بات نہیں رہتی۔ انسانی ہمدردی، مال کے خرچ کرنے میں بے انصافی، حقوق العباد اور حقوق اللہ مال کی محبت میں ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ علیم وخبیر ہے۔ اس کی نظر اور اس کے حساب کتاب سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین مومن کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اس کی وضاحت محمد یوسف اصلاحی بڑے اچھے انداز میں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں "شکر کے جذبات پروان چڑھانے اور تسلیم ورضا کی عادت ڈالنے کے لیے نبی ﷺ کی بتائی ہوئی یہ تدبیر انتہائی موثر اور بے خطا ہے۔ مصائب اور محرومیوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر مومن کے دو ایسے امتیازی اوصاف ہیں جس کی بدولت مومن کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اور یہ عادت صرف مومن ہی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کی صفات پر پورا یقین رکھتا ہے اس کا ایمان ہے کہ کوئی چیز خدا کے علم سے باہر نہیں اور خدا کا کوئی علم حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ یقین وایمان ہی مومن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ایمان سے ہی صبر شکر کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور صبر وشکر ہی کے ذریعے مومن بلند سے بلند درجات پاتا ہے"۔ (از شعور حیات) یہی ہے علم وعرفان اور جہالت میں فرق، اللہ تعالیٰ ہمیں علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کرے آمین ثم آمین۔

اچھے برے سب کو بدلہ ملے گا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اس نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ جن لوگوں

نے برے کام کئے ان کو ان کے اعمال کا برا بدلہ دے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔(31) جو چھوٹے گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں' بیشک تمہارا رب بڑی بخشش والا ہے اور تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ جو پرہیز گار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔(32)

تشریح: ان آیات میں مختلف موضوعات پر بات چیت کی گئی ہے۔مثلاً سب سے پہلے تو انسان اور کائنات کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بے مقصد پیدا نہیں کئے گئے بلکہ کائنات انسان کے لیے اور انسان امتحان کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جو نیک اعمال کیوجہ سے پاس ہو گیا وہ جنت میں جگہ پائے گا اور جو برے اعمال کی وجہ سے فیل ہو گیا تو وہ دوزخ میں جگہ پائے گا۔اب مسئلہ پیدا ہوتا ہے اچھے برے اعمال کا، تو یہ کافی تفصیل سے بحث ہو چکی ہے یہاں مختصراً بتایا جا رہا ہے کہ جو چھوٹے گناہ ہیں وہ بڑی نیکیوں کی وجہ سے اللہ معاف کر دے گا اور وہ گناہ بھی اللہ نے معافی کے دائرے میں رکھے ہیں کہ جن کو سوچا گیا یا جن کی طرف قدم بڑھایا گیا اور بس، عمل کرنے سے رک گئے۔ یہ بڑی مشکل بات ہے۔بس یوں سمجھ لینا چاہیے کہ ایک دودھ کی بھری بالٹی میں ایک دو قطرے نجاست کے پوری بالٹی دودھ کو نجس کر سکتے ہیں۔ پھر کیوں نہ چھوٹے گناہوں سے ہی خود کو روک لیا جائے۔ پودا تو پودا ہی ہوتا ہے چاہے خبیث ہو چاہے مفید۔ بہتر یہی ہے کہ اپنی زندگی کے باغ کو مفید اور خوشبودار پودوں سے ہی سجایا جائے تا کہ قریب سے گزرنے والا خوشبو سے لطف اندوز ہو اور بیٹھنے والا سائے اور پھل سے فائدہ اٹھا سکے۔جھوٹ بظاہر بڑا چھوٹا سا گناہ ہے مگر گناہوں کی جڑ (بنیاد) ہے۔

بہر حال اسی سلسلے میں حدیثملاحظہ فرمائیے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سات ہلاکت میں ڈالنے والے امور سے بچو (لوگوں نے) پوچھا' یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ کے ساتھ شرک' جادو' کسی کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' مڈھ بھیڑ کے دن فرار اور بھولی بھالی' پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا"۔(بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ بے شمار گناہ ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشرہ میں بدامنی اور شر و فساد پھیلایا جائے۔اس کے بعد یہ نکتہ بھی واضح کر دیا گیا کہ نیکی و بدی کرنے والے اللہ کی نظر میں ہیں۔کوئی کتنا بھی پروپیگنڈہ کرلے کہ میں نیک ہوں یا فلاں شخص برا ہے۔تو اس سے اچھا شخص برا یا برا شخص نیک نہیں ہو سکتا۔نیتوں کے بھید تو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔وہ تو اس قدر علیم و خبیر ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اللہ اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے کہ یہ زندہ رہے گا' کتنی عمر پائے گا' زندگی کس طرح گزارے گا اور پھر کب اور کس طرح مر جائے گا۔اس لیے اپنے بارے میں یا دوسروں کے بارے میں برا گمان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔اپنے منہ میاں مٹھو بننا کسی صورت بھی اچھی بات نہیں۔کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

وہی (اللہ) خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا"۔(32) بہر حال نیک انسان روشنی ہے اپنے لیے اور تمام خلقِ خدا کے لیے۔ زندگی ایک کتاب ہے' وعدہ ہے' قرض ہے اور بہت بڑا امتحان ہے۔ جو ان حقیقتوں سے واقف ہو کر زندگی گزارتے ہیں وہی کامیاب انسان ہوتے ہیں۔ نیکی اور بدی بڑی قریب قریب رہتی ہیں۔ ہم اس کی وضاحت اس حدیث شریف سے کرتے ہیں۔

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکا پیدا کرے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے"۔(مسلم از اسوہ حسنہ' بنت الاسلام)

آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ گناہ کرنے کے لیے ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے کہ جہاں اللہ سے چھپ کر گناہ کیا جائے۔ مگر ایسی تو کوئی بھی جگہ نہیں ہے۔ وہ تو اندھیرے' اجالے' کونے کھدرے' فضاؤں میں زمین کے اندر' ہر جگہ ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اور اللہ اسی کو پسند کرتا ہے جو گناہوں سے بچے۔ اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل کر دے اور ہم پر ہمارا حساب آسان کر دے اور جنت الفردوس میں جگہ دے (آمین)

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا(33) اور تھوڑا سا دیا پھر ہاتھ روک لیا۔(34) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔(35) کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی۔(36) اور ابراہیم علیہ السلام کی جنہوں نے حقِ طاعت و رسالت پورا کیا۔(37) وہ یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔(38) اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔(40) پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(41) اور یہ کہ تمہارے رب کے پاس پہنچنا ہے۔(42)

تشریح: یہاں شروع میں اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھا یعنی ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ۔ ابن جریر طبری کی روایت ہے کہ "یہ شخص پہلے رسول اللہ کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا مگر اس کے ایک مشرک دوست نے کہا کہ اپنے آبائی مذہب کو مت چھوڑو اگر تمہیں عذاب آخرت کا ڈر ہے تو مجھے اتنی رقم دے دو' میں ذمہ لیتا

ہوں کہ وہاں تمہارے حصہ کا عذاب میں بھگت لوں گا۔ ولید نے یہ بات مان لی اور اللہ کی راہ پر آتے آتے اس سے پھر گیا' مگر جو رقم اس نے دینی طے کی تھی وہ بھی بس تھوڑی سی دی اور باقی روک لی"۔ (از تفہیم القرآن جلد پنجم صفحہ 214)

اس قصہ کے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کفار کس قدر جاہل تھے۔ یہ بھی تو ان کی جہالت ہی تھی کہ بتوں وغیرہ کو پوجتے اور آخرت کے حساب کتاب کے بارے میں بھی وہ بالکل غلط عقیدہ رکھتے تھے۔ پھر رب ذوالجلال ان لوگوں کی عقلوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ان سے پہلے بڑے برگزیدہ پیغمبر اوران کی کتابیں گزر چکی ہیں۔ جن میں یہی سبق دیا گیا ہے اور اب قرآن پاک میں بھی یہی سبق دیا گیا تھا کہ " کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہ کہ تمہارے رب کے پاس پہنچنا ہے"۔ (38 تا 42) تو وہ لوگ جو ان تمام باتوں سے لاپرواہی برتتے ہیں اور الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں گویا وہ لوگ غیب کا علم جانتے ہیں۔ حالانکہ غیب کی ان خبروں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پہلے سے آگاہ کر رہا ہے تاکہ اللہ کے احکامات کی پیروی کر کے آخرت میں نجات پائیں۔ صاف الفاظ میں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں۔ "پھر اس کا پورا پورا بدلہ ملنا ہے"۔ (آیت 41)

یہ سب قدرت والے اللہ کی باتیں ہیں

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾
مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ
الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ
كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ
تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾
فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع ۳ السجدة

اور یہ کہ وہ ہنساتا اور رلاتا ہے۔ (43) اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ (44) اور یہ کہ وہی نر و مادہ دو طرح کے حیوان پیدا کرتا ہے۔ (45) یعنی نطفے سے جو رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ (46) اور یہ کہ قیامت کے دن اسکے ذمے دوسری دفعہ اٹھانا ہے۔ (47) اور یہ کہ وہی امیر اور غریب بناتا ہے۔ (48) اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے۔ (49) اور یہ کہ اسی نے عاد اول کو ہلاک کر ڈالا۔ (50) اور ثمود کو بھی (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ (51) اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی۔ کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ بڑے

ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔(52) اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا۔(53) پھر ان پر چھایا جو چھایا۔(54) تو اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت پر جھگڑے گا۔(55) یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔(56) آنے والی یعنی قیامت قریب آ پہنچی۔(57) اس دن کی تکلیفوں کو اللہ کے سوا کوئی دور نہ کر سکے گا۔(58) اے منکرین خدا کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو۔(59) اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔(60) اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔(61) تو اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔(62)

تشریح: کون بے وقوف ہوگا جو اللہ کی اتنی طاقت' قدرت اور عظمت کو دیکھ کر بھی اس کے موجود ہونے اور واحد ہونے پر یقین نہ کرے گا؟ پہلے بھی بڑے بے وقوف اس طرح کے گزر چکے ہیں موجودہ زمانے میں بھی ہیں اور بعد کے زمانے میں بھی ہوتے رہیں گے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس قدر ترقی کر گئے کہ چاند تک پہنچ جانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ ہمیں اللہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ حالانکہ غور کریں اپنی پیدائش پر کس حیرت انگیز طریقہ سے انسان اور تمام مخلوقات کے جوڑے بنائے گئے پھر ان کے آپس کے ملاپ سے دنیا بھرتی چلی گئی۔

آبادی کا توازن کائنات کا نظام اور شعریٰ ستارہ جس کی کفار پوجا کرتے ہیں۔ غرض ہر ہر چیز خود بتا رہی ہے کہ ہمارا خالق بڑے کمال کا مالک ہے۔ اس جیسی کاریگری کوئی دکھانے کی ہرگز طاقت اور قدرت نہیں رکھتا۔ پھر جب کوئی شک وشبہ کی بات باقی نہیں رہ گئی تو پھر جھک جاؤ۔ "سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو62"

توحید کی اہمیت یوں بتائی جاسکتی ہے کہ قرآن پاک میں اس مضمون کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔

1۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" ترجمہ اللہ کے سوا کوئی بھی الہ نہیں 12 مرتبہ آیا ہے۔

2۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُو" ترجمہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں 30" مرتبہ آیا ہے۔

3۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا " ترجمہ میرے سوا کوئی الہ نہیں 3" مرتبہ آیا ہے۔

4۔ "اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" ترجمہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے" یہ آیت 6 مرتبہ آئی ہے۔

5۔ "اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" ترجمہ بیشک اللہ ہی واحد معبود ہے"۔

دراصل یہ عقیدہ توحید خود انسان کی زندگی کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہی عقیدہ ہے جو انسانی زندگی کو بہترین ترتیب دیکر اس کو بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

خلاصہ سورۃ النجم

قرآن کے مرکزی مضمون پر پوری سورت دی گئی ہے۔ یعنی توحید' قرآن' رسول ﷺ' فرشتے' جنت' دوزخ'

آخرت حساب کا دن اور مومن ومشرک کا مقابلہ۔ پھر انسان کی زندگی اس کا انجام۔ دین اسلام کی برکات اور کفر وشرک کے نقصانات۔ اور پھر مثال کے لیے یعنی عبرت دلانے کے لیے گزشتہ قوموں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ غرض الہ العلمین ہی مالک و مختار ہے۔ جب چاہے گا سب کچھ ختم کر کے دوسری دنیا بنا دے گا جو ہمیشہ کی دنیا ہو گی۔ اور ہم بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس نئی دنیا میں زندہ رہیں گے اللہ ہمیں اپنے غضب سے بچائے اور اپنی رحمتیں ہم پر برسائے آمین۔

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

خواجہ میر درد

الحمدللہ سورۃ النجم مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ القمر

یہ سورت 54 ویں نمبر پر آتی ہے۔ یہ بھی مکی سورت ہے۔ اس میں قیامت کے لیے کے آنے پر دلائل دیے گئے ہیں اور پھر اس کے ثبوت میں قربت قیامت کی بہت بڑی ایک نشانی چاند کے ٹوٹنے کی دی گئی ہے۔ جو کہ حکماء اور سائنس دانوں کی تحقیقات سے ثابت بھی ہو چکی ہے۔ اس کے بعد ان تمام قوموں کا انجام اور سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا ان کے پیغامات کو جھٹلایا اور غلط راہوں سے نہ ہٹے۔ اسی طرح تمہارا حساب کتاب قیامت کے دن ضرور ہو گا۔ اور سزا و جزاء ضرور ملے گی۔ انسان کا پیدا کرنا کائنات کا پیدا کرنا اس کو انتہائی مناسب اور معقول طریقے سے چلانا پھر ایک مقررہ وقت پر اس کو ختم کر کے نئی مملکت بنانا یہ سب کچھ اس قادر مطلق کے لیے انتہائی معمولی اور آسان کام ہے جیسا کہ فرمایا "اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے"۔ (آیت 50) اس سورت میں 55 آیات اور تین رکوع ہیں۔

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوْا
وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴
حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا
اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ
الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸

وقف لازم

وقف لازم

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا۔(1) اور کافر اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کی طرح کا جادو ہے۔(2) انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔(3) اور ان کو ایسے حالات۔(سابقین) پہنچ چکے ہیں جن میں عبرت ہے۔(4) اور کامل دانائی کی کتاب بھی مگران کو ڈرانے نے کچھ فائدہ نہیں دیا۔(5) تو تم بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کرو جس دن بلانے والا ان کو ایک ناخوش چیز کی طرف بلائے گا۔(6) تو آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔(7) اس بلانے والے کی طرف دوڑے جاتے ہوں گے کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔"(8)

تشریح: موجودہ سائنس دان اپنی حالیہ تحقیقات کے حوالے سے یہی کہتے ہیں کہ چاند ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے کیونکہ یہ سیارہ ہماری زمین سے تین لاکھ چوراسی ہزار کلومیٹر دور ہے۔ مگر اس کی موجودگی ہماری زمین کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ سمندری زندگی کا اس پر بڑا انحصار ہے اسی کی وجہ سے سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے جدید تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہر سال اس کا مدار تین سینٹی میٹر کے برابر زمین سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ فاصلہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ جائے کہ چاند زمین کی گرفت سے نکل کر سورج سے جا ملے کیونکہ اس کا اشارہ بھی قرآن پاک میں کر دیا گیا ہے۔ جو آگے آئندہ سورۃ قیامہ میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ فی الحال یہاں چاند کے پھٹ جانے کا ذکر بڑا واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔

سلطان بشیر محمود صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔"قیامت سے پہلے چاند لازمی پھٹ جائے گا۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے چاند دو یا دو سے زیادہ ٹکڑوں میں بٹ جائے اور پھر ثقل کی طاقت سے دوبارہ جڑ جائے۔ کیونکہ یہ آیت مبارکہ اس حد تک نہیں جاتی کہ چاند ہمیشہ کے لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے گا۔"(از قیامت اور حیات بعد الموت)

راشد مسعود صاحب اس آیت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔"اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ "شق القمر" کو دکھا کر ہمیں بتا دیا کہ تمہارے نظام کائنات مین فتور واقع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اس لئے اس کی مکمل تباہی ایک شدنی امر ہے۔ زمین کے عمل کشش میں فتور کا مطلب ہے کہ زمین کے بطن سے بے شمار مادہ باہر آ سکتا ہے، زمین کی گردش مغرب سے مشرق کی بجائے مشرق سے مغرب کی طرف ہو سکتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ سورج کا مغرب سے نکلنا ہوسکتا ہے۔ پھر بے وزنی سے کائنات کا نظام درہم برہم ہونے کا منظر کئی قرآنی آیات میں بتایا جا چکا ہے لہٰذا چاند کے پھٹ جانے کا عمل دکھا کر اللہ نے یہ بتا دیا کہ زمین میں انحطاط (Disintegration) شروع ہو چکا ہے۔ کس مدت میں یہ مکمل ہوگا؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے"۔(از ذوق آگہی)

بہرحال اب اس بات کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جاتی کہ اللہ کو واحد مان لیا جائے اس کے بھیجے ہوئے رسول کو سچا مانا جائے اور ان کی طرف بھیجی گئی کتاب قرآن پاک کو اللہ کی کتاب اور نبی آخر الزمان کا بہترین معجزہ مان کر اس پر غور و

فکر اور عمل کر کے دنیا و آخرت میں کامیابیاں حاصل کی جائیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں حقائق فطرت کے ایسے ایسے راز بیان کر دیے گئے ہیں جو اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہ تھے۔ اسی لیے غور و فکر کرنے کی دعوت بار بار دی گئی ہے۔ مگر کفار و مشرکین کا یہ رویہ ہمیشہ سے رہا ہے کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور اپنی بے کار خواہشات کے پیچھے بھاگتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے "تم بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کرو"۔ اگلی آیات میں حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو خوفناک ہے۔ پھر فرمایا کہ "کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے"۔ (آیت 8)

حدیث مبارکہ ہے۔ جناب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو فرشتے آخرت میں اس کے مقام کا نقشہ اس کے اعمال کے حساب سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا یا جنت میں اور اس کو بتایا جائے گا کہ یہ تمہارا آخرت کا ٹھکانا جس میں تمہیں حشر و نشر کے بعد بھیجا جائے گا۔

نوح، عاد، ثمود، صالح، لوط اور فرعون کی قوموں کا ذکر عبرت کے لئے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝٩ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي
مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝١٠ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝١١ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى
الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ
كَانَ كُفِرَ ۝١٤ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝١٧ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝١٨ إِنَّا أَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ۝١٩ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝٢٠
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝٢١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝٢٢ كَذَّبَتْ ثَمُودُ
بِالنُّذُرِ ۝٢٣ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝٢٤ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ
مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝٢٥ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝٢٦ إِنَّا مُرْسِلُو
النَّاقَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝٢٧ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ
مُحْتَضَرٌ ۝٢٨ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝٢٩ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝٣٠ إِنَّا أَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝٣١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُدَّكِرٍ ۝٣٢ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۝٣٣ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ
بِسَحَرٍ ۝٣٤ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝٣٥ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا

بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ
صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ
عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ
جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى
وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا
مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔(9) تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ ''یا اللہ میں ان سے کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔(10) پس ہم نے زور کی بارش سے آسمان کے دہانے کھول دیے۔(11) اور زمین میں چشمے جاری کر دیے پھر سب پانی ایک کام پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔(12) اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر دیا۔(13) وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔ یہ سب کچھ اس بندے کے انتقام کے لیے کیا گیا جس کو کافر مانتے نہ تھے۔(14) اور ہم نے اس کو ایک عبرت بنا چھوڑا، تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔(15) سو دیکھ لو کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔(16) اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔(17) عاد نے بھی تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا؟۔(18) ہم نے سخت منحوس دن میں آندھی چلائی۔(19) وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑ ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔(20) سو دیکھ لو کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔(21) اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔(22) ثمود نے بھی ہدایت کرنے والوں کو جھٹلایا۔(23) اور کہا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے اس کی پیروی کریں؟ یوں ہو تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔(24) کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ نہیں! بلکہ یہ جھوٹا، خود پسند ہے۔(25) ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔(26) اے صالح ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو۔(27) اور ان کو آگاہ کر دو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے، ہر باری والے کو اپنی باری پر آنا چاہیے۔(28) تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا اور اس نے اونٹنی کو پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔(29) سو دیکھ لو کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔(30) ہم نے ان پر عذاب کے لیے ایک چیخ بھیجی تو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔(31) اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے

آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔(32)لوط کی قوم نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا تھا۔(33)تو ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی، مگر لوط کے گھر والے کہ ہم نے ان کو پچھلی رات سے ہی بچا لیا تھا۔(34)اپنے فضل سے شکر کرنے والے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(35)اور لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرا بھی دیا تھا مگر انہوں نے ڈرانے میں شک کیا۔(36)اور ان سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں سو اب میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو۔(37)اور ان پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آ نازل ہوا۔(38)تو اب میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو۔(39)اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔(40)اور قوم فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے۔(41)انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جس طرح ایک قوی اور غالب پکڑ لیتا ہے۔(42)اے اہل عرب کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے پہلی کتابوں میں فارغ خطی لکھ دی گئی ہے۔(43)کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے۔(44)عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔(45)ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔(46)بیشک گناہگار لوگ گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں۔(47)اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے، اب آگ کا مزہ چکھو۔(48)ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔(49)اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔(50)اور ہم تمہارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔(51)اور جو کچھ انہوں نے کیا ان کے اعمال ناموں میں درج ہے''۔(52)

تشریح: ان آیات میں انسان کو چاہے وہ کسی دور اور کسی بھی زمان و مکان سے تعلق رکھتا ہو بڑے ہی واضح الفاظ میں بڑی اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ انسان کی نجات اس کی بڑائی اور اس کی بہتری صرف اور صرف اس بات میں ہے کہ وہ قرآن کو غور سے پڑھے سمجھے اور یاد رکھ کر اس کی ہدایت پر عمل کرے اس بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ان تمام گزری ہوئی قوموں کا حوالہ دیا گیا ہے جنہوں نے اپنی ہٹ دھرمی، بے وقوفی اور گمراہی کی وجہ سے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا، ان پر تہمتیں لگائیں ان کو برا بھلا کہا بلکہ قتل تک کر دیا تو ایسے لوگ ایسی قومیں باالآخر اللہ کے عذاب کا نشانہ بنیں، تباہ و برباد کر دی گئیں اور دنیا میں ان کی کہانیاں صرف عبرت سکھانے کے لیے باقی رکھی گئیں۔ پھر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ عذاب اور قدرتی حادثات میں بڑا واضح فرق ہے وہ یوں کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب آنے سے پہلے قوم کو اس عذاب سے آگاہ کر دیا تھا اسی لیے بچاؤ کے لیے اللہ کے حکم سے کشتی تیار کی۔ اللہ کا ہر کام بڑے حساب کتاب اور اندازے سے بڑی حکمت سے ہوتا ہے۔ وہ کسی قوم کو بے قصور تباہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی شخص کو بے قصور سزا دیتا ہے وہ ہمیشہ عذاب آنے سے پہلے اعلان کروا دیتا اور عذاب آنے پر اپنے نیک پاک متقی پرہیزگار بندوں اور اپنے پیغمبروں کو اس عذاب سے بچا لیا کرتا۔ قرآن پاک کیا ہے؟

ایک بہت ہی آسان، جامع، واضح اور علم وعرفان، واعظ ونصیحت سے بھری ہوئی اللہ کی کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے رحمتوں اور برکتوں سے بھری ہوئی ہے۔ جس میں ہر ہر طرح سے بار بار ڈرایا گیا ہے کہ سزا کے دن سے ڈرو کیونکہ وہ بڑا سخت دن ہوگا۔ دنیا میں سرکشی، ظلم وستم، کفرونافرمانی، فخر وغرور اور گناہوں سے بھری زندگیاں گزارنے والے دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور آخرت میں آگ کا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ بات یہ غیب کی خبریں یہ ڈرانے، سمجھانے اور خبردار کرنے والی باتیں اس جلیل القدر غالب اور زبردست الہ العلمین کی کہی ہوئی ہیں جو ہر کام آنکھ جھپکنے کی دیر میں کر لیتا ہے۔ اس کا بندوبست اس کا نظامِ کار اور اس کی قدرت اتنی حیرت ناک اور ناقابل فہم ہے کہ کوئی اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ انسان کی زندگی دنیوی اور اُخروی سنوارنے کے لیے قرآن بھیجا گیا اور اس پر غور وفکر کرنے کی تاکید کی گئی مثال کے طور پر اسی سورۂ مبارکہ میں آیات 32,22,17 اور 40 میں یہی تاکید کی گئی ہے "ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پھر کیا ہے کوئی اس نصیحت کو قبول کرنے والا"۔ (40,32,22,17)

قرآن کو سمجھنے کا بہترین طریقہ تذکیر ہے۔ یعنی یاد کرنا سمجھنا اور دوسروں کو نصیحت کرنا۔ ان دونوں کا مفہوم ہم یوں سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کسی بھی مضمون کو جب ہم بار بار غور سے پڑھتے ہیں تو اس کا اصل مقصد ہمارے سامنے روشن ہونے لگتا ہے۔ جب روشن ہونے لگتا ہے تو پھر دل ودماغ نفس کو مجبور کرنے لگتے ہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے اور یوں وہ مضمون ہماری زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور جب ہماری زندگی کا حصہ بن جاتا ہے تو پھر ہم اس کا ذکر دوسروں سے ضرور کرنے لگتے ہیں۔ جب اس کی اچھائیاں دوسروں کو بتانے لگتے ہیں تو اس کے وہ چھپے ہوئے نکات بھی ابھر کر ہمارے سامنے آنے لگتے ہیں جو ہماری نظر سے نہ گزرے تھے اور یوں ان آیات کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کوئی مشکل اور نہ سمجھ آنے والی کتاب نہیں ہے۔ بس ذرا سا غور کرو تو یہ تمہیں سمجھ آنے لگے گا۔ پھر اس کو بار بار پڑھو تو اور بھی واضح ہو کر تم پر اثر کرنے لگے گا پھر دوسروں کو سکھاؤ گے تو اس کے مضامین اور بھی آسان اور واضح ہو کر تمہارے سامنے آنے لگیں گے اور پھر اسی کے اصول ہی تمہارا اوڑھنا بچھونا بن جائیں گے یعنی تمہاری پوری زندگی ہی قرآن کے گرد گھومنے لگے گی۔ ہماری بدقسمتی، لاپرواہی اور بے وقوفی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ ہم نہ اس کو پڑھتے ہیں نہ غور کرتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں۔ اتنی بڑی نعمت سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے حالانکہ ہم مسلمان ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔" اس قربت کی وجہ سے اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے۔ انسان کی عظمت جو اللہ نے اسے دی ہے اتنی لاجواب ہے کہ اگر انسان اپنے دل، دماغ اور روح کو شیطان سے دور کر لیتا ہے تو خدائے بزرگ وبرتر جو الہ العلمین ہے تو ایسے پاکیزہ دل میں اس کی محبت سما جاتی ہے اور اس بلند وبالا مقام کے بارے میں ہی حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ "جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا اللہ

تعالیٰ کو"۔اور یہ پہچان ہی انسانیت کی تکمیل ہے۔اسی تکمیل انسانیت کے لئے اللہ نے بار بار فرمایا ہے"ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی ؟اس نصیحت کو قبول کرنے والا"۔(آیت 40)

مولانا وحید الدین خان صاحب بڑی خوبصورت بات کہتے ہیں۔"ایمان میں زیادتی کس طرح ہوتی ہے۔اس کا پہلا ذریعہ تفکر و تدبر ہے۔انسان خدا کی باتوں کو پڑھتا ہے،وہ خدا کی چیزوں میں غور کرتا ہے(آل عمران 191)اس طرح حق وصداقت کی نئی نئی تجلیاں اس پر منکشف ہوتی ہیں پھر وہ اہل ذوق کے ساتھ ان پر مذاکرہ کرتا ہے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا:تَعَالَ نُؤْمِنْ سَاعَةً هَلُمَّ فَلْنَذْكُرْ رَبَّنَا۔اس طرح فکری تبادلہ کے ذریعہ ہر ایک اپنے علم کو بڑھاتا ہے ہر ایک اپنی معرفت میں اضافہ کرتا ہے"۔(از دین انسانیت)

مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے ذہن کی کھڑکیوں کو کھلا رکھے ہر صورت اور ہر وقت علم وعرفان،مطالعہ،مشاہدہ اور مذاکرہ وتدبر وتفکر قرآن میں مشغول رہے۔اللہ نے حکم دیا ہے کہ انسان کو یہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔"اور کہو اے میرے رب!میرا علم زیادہ کر دے"۔(طٰہٰ 114)سورۃ القمر کی آیت 10 میں مقبول ومشہور دعا ہے جس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ تکلیف اور پریشانی میں بڑی موثر دعا ہے۔"یا اللہ!میں ان سے کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے"۔(آیت 10)

اللہ تعالیٰ کی قدرت،کبریائی،طاقت اور تدبر کسی سے پوشیدہ نہیں مگر سوائے ان لوگوں کے جو دنیا کی زندگی میں گم ہو کر سب کچھ بھلائے بیٹھے ہیں۔تو ایسے لوگوں کو ہوش میں آنا چاہیے اور قرآن پاک کی اس غیب کی خبر کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ قیامت آنے والی ہے اور وہ تو اتنی اچانک آئے گی کہ جتنی آنکھ جھپکنے میں دیر لگتی ہے۔اور پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ہر شخص اپنے دنیا میں کئے گئے اعمال نامے کے ساتھ حاضر کیا جائے گا۔یہ بات اتنی ہی سچ ہے جتنی ہماری یہ زندگی سچ ہے۔قرآن واحادیث اور جدید سائنس کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کا مرنا یقینی ہے دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب دینا ضروری ہے اور سزاء اور جزا پانا بھی ضروری ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا۔"اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے اب آگ کا مزہ چکھو"۔(آیت 48)

نیک لوگوں کا انعام

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع ۱۰

ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھ دیا گیا ہے۔(53) جو پرہیز گار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔(54) یعنی پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔(55)

تشریح: اللہ سبحانہ تعالیٰ بے حد انصاف کرنے والا رحمن ورحیم ہے وہ کسی شخص کو بھی قصور کے بغیر بدلہ نہیں دے گا۔ اگر گنا ہگاروں کو دوزخ کا عذاب ملے گا تو نیکو کاروں کو جنت ملے گی۔ جس میں ہر طرح کی تمام نعمتیں برکتیں اور آسائشیں موجود ہوں گی، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ اسی لیے سبحانہ تعالیٰ بار بار یاددہانی کرواتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔ "ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیں دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے جنت میں جانے والے ہی اصل کامیاب ہیں۔ (سورۃ الحشر آیات 19-20)

خلاصہ سورۃ القمر

یہ سورۃ علم وعرفان کا خزانہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو پوری توجہ اور گہرائی سے پڑھے گا تو اس کو قرآن میں دی گئی تمام خبریں بالکل سچی اور پکی دکھائی دیں گی اور یہی ہے ایمان کامل کی نشانی۔ گزشتہ انبیا اور ان کی قومیں اپنے نبیوں کو جھٹلاتی رہیں باوجود اس کے کہ ان کو معجزات بھی دکھائے گئے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنا دینا۔ حضرت موسیٰ کے عصاء کا اژدہا بن جانا، ہاتھ کا چمک جانا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں مرض کی شفاء دینے کی قوت یہ سب ایسے معجزات تھے کہ جو عام فطرت کے اصولوں سے ہٹ کر ایک ایسی طاقت تھی کہ جو اس وقت کے لوگوں کو پیغمبر کے سچا ہونے کا یقین دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی تھی۔ جو کہ ان نبیوں کے وقت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی تھی اور پھر یہ بھی لازم تھا کہ جو معجزے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے ان کو عذاب دینا یعنی تباہی و بربادی ملنا ضروری ہو جاتا تھا۔ جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کی امت کو قیامت تک مہلت دی گئی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا معجزہ خلاف فطرت نہیں بلکہ عین فطرتِ انسانی اور فطرتِ کائنات کے مطابق ہے اسی لیے اس معجزہ میں بجائے تنزل آنے کے اس کی سچائی میں دن بدن اضافہ، مضبوطی اور سچائی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے۔

اس کا ایک سبب تو اللہ کا وعدہ ہے اور دوسرا انکشاف فطرت جو انسانی ترقی، علم وعرفان اور تحقیق وتجسس آئے دن کے نئے نئے تجربات، نئے نئے انکشافات اور سائنسی ترقیاں یہ سب اس کو محکم اور دائمی بناتے چلے جارہے ہیں۔ اور وہ معجزہ کیا ہے؟ وہ ہے قرآن حمید۔ صاف ظاہر ہے۔ قرآن پاک میں نہ صرف ماضی بعید کے حالات تفصیل سے بتا دیے گئے ہیں بلکہ حال اور مستقبل کی اتنی بڑی بڑی خبریں بڑی وضاحت سے بتا دی گئی ہیں جو کہ کسی بڑے سے بڑے عالم فاضل، محقق، ریاضی دان، ماہر نجوم، سیاست دان، لیڈر اور ماہر نفسیات، ماہر فلکیات یا کسی بہترین حساب دان ماہر جغرافیہ، ماہر طبیعات کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ کے اتنے بڑے کارخانۂ کائنات کی وضاحت کر سکے ہاں جوں جوں انسان فطرت کے قریب ہوتا جاتا ہے اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ مگر ایسے ہٹ دھرم ضدی اور بے وقوف لوگوں کی ابھی بھی کمی نہیں جو اب بھی اللہ سے انکار کرتے اور کفر وشرک سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے۔ "اس روز منہ کے بل دوزخ

میں گھسیٹے جائیں گے اب آگ کا مزہ چکھو"۔ (سورۃ القمر آیت 48)
اور نبی پاک ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے نبی! یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے وہ تمہیں ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے"۔ (سورہ القصص آیت 85) یہ سب کچھ ایک شعور رکھنے والے کے لئے بہت کافی ہے۔

تعارف سورۃ الرحمن

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت 55 نمبر پر آتی ہے۔ یہ مکہ کے شروع دور میں نازل ہوئی۔ اس میں 78 آیات اور تین رکوع ہیں۔ دراصل یہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی اکرم ﷺ نے کفار مکہ سے کہا کہ رحمن کو سجدہ کرو تو حسب معمول انہوں نے حجت بازی میں کہا کہ "یہ کیا بات ہے کبھی تم کہتے ہو اللہ کو سجدہ کرو کبھی کہتے ہو رحمن کو سجدہ کرو"۔ تو اللہ میاں نے پھر رب رحمن کی تعریف بتائی کہ اللہ وہ ہے جو بے شمار طاقت، قدرت، رحمت، برکت اور عظمت و کبریائی کا مالک ہے۔ تم خود اور تمہارے سامنے پھیلی ہوئی یہ وسیع وعریض کائنات یہ سب کیا ہے؟ یہ سب اسی اللہ کی بنائی ہوئی ہے جس کے 99 صفاتی نام ہیں یعنی جو بے شمار کمالات حکمتوں اور اختیارات کا مالک ہے۔ پھر بتاؤ تم جن وانس اس کی کون کون سی نعمت سے انکار کرو گے اور اللہ کے سامنے جھکنے عاجزی کرنے اور دعا کرنے سے انکار کرو گے۔ اس سورت میں جنوں اور انسانوں کا برابر ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو مخلوقات باشعور ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو سزا اور جزاء کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر اس کی اصلیت کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان مٹی سے اور مٹی کے ست نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے جب کہ جن آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر دونوں ہی بے بس اور اللہ کے محتاج ہیں اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ صرف اس کے سامنے ہی جھکیں اسی سے مانگیں اور اسی کی عبادت کریں۔ شرک کے بہت بڑے گناہ سے بچیں۔ کیونکہ شرک ظلم ہے اور ناقابل معافی گناہ بھی۔ قدرت کے کارخانہ میں جو نظم وضبط دکھائی دیتا ہے وہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کا بہت بڑا ثبوت۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے ہی دعا نہ مانگی جائے؟ صرف اسی کے سامنے ہی جھکا نہ جائے اور صرف اسی کو ہی اپنا مالک نہ سمجھا جائے۔ "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ"۔ اسی میں بندے کی نجات ہے اور اسی میں بندے کی بڑائی ہے کہ وہ کہے "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

رب جس نے انسان کو پیدا کیا اس کی تمام ضروریات پوری کر دیں

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝٨
وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

اللہ جونہایت مہربان ہے۔(1)اسی نے قران سکھایا۔(2)اسی نے انسان کو پیدا کیا۔(3)اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔(4) سورج اور چاند ایک مقرر حساب سے چل رہے ہیں۔(5) ستارے اور درخت دونوں سجدہ کر رہے ہیں۔(6)اس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان رکھی۔(7) کہ میزان میں حد سے تجاوز نہ کرو۔(8)انصاف سے تولو اور تول کم مت کرو۔(9)اور اسی نے خلقت کے لئے زمین بچھائی۔(10)اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔(11)اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔(12)تو (اے گروہ جن وانس) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے "۔(13)

تشریح:- رحمن اللہ کا صفاتی نام ہے اور یہ صفاتی نام پورے قرآن پاک میں تقریباً 55 مقامات پر آیا ہے۔ یہ اس کی رحمن ہونے کی دلیل ہے کہ جو اس نے مخلوقات کو بنایا۔ راہ ہدایت دکھانے کے لیے قرآن نازل فرمایا اور پوری کائنات کو اپنے رحم وکرم سے بھر دیا۔ اس کا رحم وکرم ہر ایک کے لیے برابر ہے۔ چاہے کوئی کافر ہو مسلم ہو، نیک ہو یا بد ہو، متقی ہو یا گنہگار ہو۔ غرض اس کی عنایات سے ہر کوئی فیض یاب ہو رہا ہے۔ اور یہ بھی اس کے رحمن ہونے کا ثبوت ہے کہ اس نے علم سکھایا۔ قرآن پاک جس میں پوری کائنات تمام تخلیقات کے ہر قسم کے علوم بیان کر دیے گئے ہیں اور ان کو سمجھنے کے لیے سیرت النبی کو ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ تو کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟ ہرگز نہیں بیشک انسان کو گویائی کی طاقت دے کر علم وارادہ کی آزادی دے کر تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی پھر آخری نبی ﷺ آخری کتاب اور آخری دین، دین کامل دیکر مسلمان کو تمام ادیان کے پیروکاروں پر فضیلت دی گئی ہے۔ یہ سب اللہ کے رحمن ہونے کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ سورج چاند جو انتہائی منظم طریقہ سے چل رہے ہیں اور ہر طرح کی نباتات جو اس کے بتائے ہوئے مقرر کئے ہوئے اصول وضوابط کے ماتحت چل رہے ہیں یہ سب اللہ کی عبادت کا ایک طریقہ ہے جو عبادت کے لیے ان کو بتا دیا گیا ہے۔ جس فرمانبرداری سے چاند سورج ستارے اپنی اپنی گردش میں مصروف ہیں یہی ان کی طاعت گزاری ہے اسی طرح پھل، پھول درخت پودے سب ہی اس کے بنائے ہوئے قوانین پر سختی سے کاربند ہیں اور یہی ان کی عبادت ہے اللہ کے حضور۔ اب آسمان کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا "اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان رکھی "۔(آیت 7)

یہ آیت آسمان کی وسعت بلندی اور ایک خاص نظام فلکیات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سلطان بشیر محمود صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔ "اس آیت مبارکہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آسمانوں کی وسعت کی بھی ایک کم سے کم حد ہو گی جس کے اندر توازن ممکن ہے اور اسی طرح ایک زیادہ سے زیادہ حد بھی ہو گی جہاں سے آگے توازن بگڑنے لگے گا یہ انتہائی مناسب انتظام سوائے رب رحمن کے اور کوئی نہیں کر سکتا" (از قیامت اور حیات بعد الموت)۔

یہاں انسان کی زندگی میں توازن اور اعتدال پسندی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ پھر زمین کی عظیم نعمت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اسی میں سے ہماری ضروریات کے تمام پھول پھل اور اناج پیدا ہوتا ہے۔ جو کہ اپنی افادیت شکل وصورت، رنگ ومزہ اور خوشبو میں بالکل مختلف اور انتہائی نازک بناوٹ رکھتے ہیں۔ ان کو غور سے دیکھنے پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے "بھلا بتاؤ تو تم دونوں گروہ (جن وانس) کہ تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔ (آیت 13)

اس سورت میں جنوں اور انسانوں کو اکٹھا مخاطب کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیشک جن وانسان دو مختلف مخلوقات ہیں مگر حساب کتاب دونوں کا برابر لیا جائے گا تو ظاہر ہوا کہ انسانوں کی طرح جن بھی نیک وبد ہوتے ہیں مگر ان میں سے نبی نہیں بنائے گئے بلکہ ان کو آسمانی کتابوں سے ہی ہدایات لینے کا سسٹم بنایا گیا ہے۔

جنات میں یہ خاصیت اللہ نے رکھی ہے کہ وہ اپنی ظاہری شکل وصورت تبدیل کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مگر قوت میں یہ انسانوں کی نسبت زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور مزدوری قسم کا کام جس میں جسمانی طاقت لگتی ہو خوب اچھا کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کی طبیعت میں خیر کی نسبت شر زیادہ ہوتی ہے اور مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی مختلف مذاہب کے ماننے والے ہوتے ہیں یعنی انسانوں کی طرح ان میں بھی مسلمان، عیسائی، کافر اور مشرک جن ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس پوری سورت میں جن وانس کو برابر برابر مخاطب کیا گیا ہے۔ فرمایا: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں"۔ (سورۃ الجن: 11)

جن بھی ایک مخلوق ہے اس کے بارے میں قرآن پاک میں بے شمار آیات آ چکی ہیں۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی ان کی تصدیق ہو چکی ہے مثلاً حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ "میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی باہم گالی گلوچ کر رہے تھے یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کو کہہ دے تو اس کا غصہ جاتا رہے وہ یہ ہے "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے"۔ (از بخاری، مسلم 31/8)

لہٰذا جنات کے بارے میں جو جھوٹے سچے قصے مشہور ہیں تو اب قرآن وحدیث پڑھنے کے بعد سچ ہمارے سامنے آ گیا ہے۔ کہ روحانی مخلوقات چار قسم کی ہیں۔ (1) فرشتے (2) انسان (3) جن (4) شیطان۔

قرآن پاک اور احادیث نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ انسان مٹی سے فرشتے نور سے اور جن وشیطان آگ سے پیدا کئے گئے۔ اگلی آیات اسی کی تصدیق میں ہیں ملاحظہ ہو۔

انسان کی پیدائش اور مشرقین اور مغربین

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
﴿۱۸﴾

اسی نے انسان کو ٹھیکرے جیسی کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔(14) اور جنات کو آگ کے شعلے سے بنایا (پیدا کیا)۔(15) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(16) وہی دونوں مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے۔(17) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔(18)

تشریح: انسان کی پیدائش مٹی سے اور جنات کی آگ سے اس کی حکمتیں تو وہی جانتا ہے جس نے پیدا کیا ہے ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ زندگی کی نعمت ان تمام نعمتوں میں سے ایک ہے جو ہمیں ملی ہیں اور ہم ان تمام نعمتوں کے لیے اللہ رحمن ورحیم کے شکر گزار ہیں پھر مشرقوں اور مغربوں کی ملکیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ فلکیاتی نظام کی طرف ایک اشارہ ہے۔ اس کی وضاحت بڑے سادہ انداز میں مورس بوکایئے یوں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "کوئی شخص جو طلوع شمس اور غروب شمس کا بغور مشاہدہ کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ موسم کے مطابق سورج مشرق کے مختلف نقطوں سے نکلتا ہے اور مغرب کے مختلف نقطوں پر ڈوبتا ہے۔ ہر دو افق پر اس کے میلانات ان انتہائی حدود کا تعین کرتے ہیں جو دو مشرقوں اور دو مغربوں کی نشاندہی کرتی ہیں اور ان کے درمیان وہ نقطے ہیں جن کا تعین پورے سال کے دوران کیا جاتا ہے۔ قرآن کا یہ فلکیاتی واقعات کا بیان جدید تحقیقات سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔ (از بائبل قرآن اور سائنس)۔

سمندر اور دریا اپنی بناوٹ میں حیران کن ہیں

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ
مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ
كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

ع النصف

اسی نے دو دریا رواں کیے ہیں جو آپس میں ملتے ہیں۔(19) دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔(20) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(21) دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔(22) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(23) اور جہاز بھی اسی کے ہیں اور دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔(24) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(25)

تشریح: ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب نے 19 اور 20 آیات کی تشریح بے حد خوبصورت الفاظ میں کی ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔ "آیات میں دو اہم نکات کو بیان کی گیا ہے۔

1 دو سمندروں کا strait کے ذریعے آپس میں ملنا بہر حال یہ ایک معمول کی حالت ہے۔

2۔ یہ حقیقت کہ دو سمندران کے درمیان ایک خاص قسم کی رکاوٹ کی وجہ سے مکمل طور پر آپس میں نہیں مل سکتے۔

آیئے اس سلسلے میں سب سے پہلے سائنسی نکات کا مطالعہ کریں۔ فرانسیسی سائنسدان جیک وی کوسٹو نے جو سمندر کے اندر پانی کی تحقیقات کے لیے مشہور ہے، یہ دریافت کیا کہ بحرہ روم اور بحرہ اوقیانوس کیمیاوی اور حیاتیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ موصوف نے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ''آبنائے جبرالٹر'' کے نزدیک زیر سمندر تحقیقات کر کے یہ بتایا کہ جبل الطارق کے جنوبی ساحلوں (مراکش) اور شمالی ساحلوں (اسپین) پر بالکل غیر متوقع طور پر میٹھے تازہ پانی کے چشمے ابلتے ہیں۔ یہ سمندری پانیوں میں ہوتے ہیں یہ بہت بڑے چشمے ایک دوسرے کی طرف 45 ڈگری کے زاویہ پر تیزی سے بڑھتے ہوئے ایک ڈیم کی طرح کنگھی کے دندانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس عمل کی وجہ سے بحیرہ روم اور بحرہ اوقیانوس اندر سے ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ درحقیقت، اس تحقیق کے بعد جب کوسٹو Corsteau کو یہ آیات دکھائی گئیں تو بے حد حیران ہوا اور قرآن کی عظمت کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔ اس حیران کن آیت کریمہ میں جبل الطارق (جبرالٹر) کی باڑ کو بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے"۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

مولانا وحید الدین خان صاحب بڑی خوبصورت وضاحت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں "یہ بات قدیم ترین زمانے سے انسان کے مشاہدے میں آچکی ہے مگر یہ کس قانون فطرت کے تحت واقع ہوتا ہے؟ یہ ابھی حال ہی میں دریافت کیا گیا ہے، جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ رقیق اشیاء میں سطحی تناؤ کا ایک خاص قانون ہے، اور یہی دونوں قسم کے پانی کو الگ الگ رکھتا ہے کیونکہ دونوں سیالوں کا تناؤ مختلف ہوتا ہے، اس لیے وہ دونوں کو اپنی اپنی حد میں روکے رہتا ہے، آج کل اس قانون کے تحت جدید دنیا نے بے شمار فوائد حاصل کیے ہیں۔ اس سطحی قانون کو ایک سادہ سی مثال سے سمجھیے، اگر آپ گلاس میں پانی بھریں تو وہ کنارے تک پہنچ کر فوراً بہنے نہیں لگتا بلکہ ایک سوت کے برابر اُٹھ کر گلاس کے کناروں کے اوپر گولائی میں ٹھہر جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ رقیق اشیاء کی سطح کے سالمات کے بعد چونکہ کوئی چیز نہیں ہوتی اس لیے ان کا رخ اندر کی طرف ہو جاتا ہے، اس طرح کے سالمات کے درمیان کشش اتصال بڑھ جاتی ہے، اور اس قانون اتصال کی وجہ سے پانی کی سطح کے اوپر ایک قسم کی لچکدار جھلی سی بن جاتی ہے اور پانی گویا اس کے غلاف میں اس طرح ملفوف ہو جاتا ہے، جیسے پلاسٹک کی سفید جھلی میں پسا ہوا نمک ملفوف ہوتا ہے، سطح کا یہی پردہ اوپر ابھرے ہوئے پانی کو روکتا ہے۔

یہ پردہ اس حد تک قوی ہوتا ہے کہ اگر اس کے اوپر سوئی ڈال دی جائے تو وہ ڈوبے گی نہیں بلکہ پانی کی سطح پر تیرتی

رہے گی، اسی کو سطحی تناؤ کہا جاتا ہے اور یہی وہ "آڑ" ہے جس کی وجہ سے کھاری پانی اور میٹھے پانی کے دو دریا مل کر بہتے ہیں مگر ایک کا پانی دوسرے میں شامل نہیں ہوتا۔ (از مذہب اور جدید چیلنج)

سبحان اللہ کس حکمت اور مہارت کا ثبوت ملتا ہے جو صرف رب رحمن ورحیم کی ہی کاریگری ہے اور اس طرح کی بے شمار نعمتیں اور برکتیں ہمارے لیے اللہ نے بنا رکھی ہیں کس کس نعمت سے انکار کیا جائے گا؟ اسی طرح آیت 22 بتا رہی ہے کہ "دونوں دریاؤں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں"۔ یہ آیت اللہ کی ایک اور بہت بڑی عنایت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ سمندروں کی گہرائیوں میں بے شمار مختلف قسم کے قیمتی مونگے موتی اور پتھر موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار قسم کی عجیب و غریب مچھلیاں موجود ہیں ان میں سے کچھ مونگے اور کچھ مچھلیاں میٹھے پانی میں پلتی ہیں اور کچھ کو کھاری پانی کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی مخلوقات کے لیے مناسب پانی کا بندوبست یوں کر دیا ہے کہ دونوں قسم کے پانی وافر مقدار میں بہتے رہیں مگر آپس میں مکس نہ ہوں تاکہ جو جو حیوانات، نباتات اور جمادات ان پانیوں کے اندر پل بڑھ رہے ہیں ان کو اپنی طبعی ضروریات کے مطابق میٹھا اور کھاری پانی ملتا رہے۔ جن کو میٹھا چاہئے وہ میٹھے پانی میں رہیں جن کو کھاری پانی چاہیے وہ کھاری پانی میں رہیں۔ ہے نا! کتنی بڑی مہربانی بندوں پر اور تمام مخلوقاتِ عالم پر۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ یہی تمام نعمتیں اور برکتیں ہیں جو اللہ نے اپنے رحم وکرم سے ہمیں دے رکھی ہیں تو اللہ رحمن ورحیم پوچھتا ہے کہ "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔ (آیت 23)

اسی طرح بے شمار نعمتوں میں سے ایک اور بہت بڑی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ہے بڑے بڑے بحری جہاز جو سمندر میں کھڑے ہوئے پہاڑ کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی قدرت کا بہت بڑا کرشمہ ہے کہ اس قدر وزنی جہاز سمندروں کی موجیں مارتی سطح پر بے شمار لوگوں کو لے کر اور سامان کو لے کر ایک جگہ سے دوسری دور دراز جگہ پر لانے لے جانے کا کام کرتے ہیں۔ یہ سب اسی کا کمال ہے پھر بھی بندہ اس کی شکر گزاری سے انحراف کرتا ہے تو رب رحمن پوچھتا ہے کہ "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔ (آیت 25)

ایک عارف کا مقولہ ہے کہ "چیزوں نے ہمیں اللہ تک نہیں پہنچایا بلکہ اللہ نے ہمیں چیزوں تک پہنچایا، اور ان کے بارے میں صحیح علم دیا ہے"۔ (از فتاوی ابن تیمیہ: 18/2)

اس قدر علم وعرفان حاصل کرنا اور پھر بھی اللہ کا شکر گزار نہ ہونا قابل مذمت بات ہے۔

سب کا فنا ہونا ضروری ہے سوائے اللہ کے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

جو مخلوق زمین پر ہے سب کو فناء ہونا ہے۔(26) اور تمہارے رب ہی کی ذات بابرکات جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی۔(27) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(28) آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں وہ ہر روز نئی شان میں ظاہر ہوتا ہے۔(29) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(30)

تشریح: ان آیات میں ازل سے ابد تک کا حال بیان کر دیا گیا ہے۔ ایک مرحلہ عالم ارواح کا پھر موجودہ زندگی اور آخر میں فنا یعنی قیامت کا زمانہ آئے گا۔ اللہ برکتوں والا، عظمتوں اور جلال والا ہے۔ صرف اس کی ذات باقی رہے گی اور سب فنا ہو جائے گا۔ کیونکہ دنیا کی پیدائش مخلوقات کی پیدائش ایک مقصد کے لیے ہے جب وہ مقصد پورا ہو جائے گا تو پھر خاتمہ ضروری ہے یہی اللہ کا دستور ہے اور یہی دنیا کا انجام ہے۔ ہر چیز جو پیدا ہوئی ہے ختم ضرور ہو گی۔ اللہ ہی بزرگ و برتر اور ہمیشہ رہنے والا قدرت رکھنے والا تمام انتظامات اسی کے ہاتھ میں ہیں اس لیے ہر شخص اسی سے ہر طرح کی مدد مانگتا ہے۔ اسی کے آگے دستِ سوال پھیلاتا ہے۔ اور اللہ ہر وقت ہر آن ہر چیز سے باخبر ہے اور اس کے لیے یہ سب کچھ بالکل مشکل نہیں۔ کیا اب بھی تم اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ہر پکا اور سچا مومن جواب میں یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم تو اللہ کی تمام نعمتوں کا ہر وقت شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ ہمیشہ اس کی توفیق دے آمین۔

اب ہم ان آیات کی تشریحات ایک سائنس دان کی زبانی کرتے ہیں۔ سلطان بشیر محمود صاحب لکھتے ہیں۔ "ان آیات مبارکہ کے الفاظ کہ "ہر ایک جو زمین و آسمان کے بیچ میں ہے سب اپنے خالق سے سوالی ہیں"۔ کہ زندہ مخلوق اس دنیا کے علاوہ باقی سماوات میں بھی ہے۔ جو اپنے رب سے اپنی افزائش کی ضروریات کے لیے سوال کرتے ہیں۔ اگلی آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک نئی شان وشوکت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کوئی جامد قسم کی چیز نہیں کہ جو ایک دفعہ بنادی اور اب اللہ تعالیٰ فارغ ہو گیا بلکہ یہ چست اور فعالی سلسلہ ہے یا تخلیق در تخلیق کا مسلسل عمل ہے اور عجیب شان وشوکت سے جاری ہے اور یقیناً سب کی باری آنے والی ہے کہ اس توڑ پھوڑ میں بھی حیات آفرینی ہے"۔

(از قیامت اور حیات بعد الموت)

موصوف نے یہ بات صاف طور پر کہہ دی ہے کہ کائنات میں ہر روز کسی نہ کسی ستارہ کی تباہی ہوتی رہتی ہے جسکی تباہی سے اس کا ملبہ مثلاً آکسیجن، کاربن، فاسفورس اور لوہا وغیرہ فضاء میں بکھر جاتے ہیں جو بعد میں آہستہ آہستہ ایک نئی دنیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں یہ سلسلہ چلتا چلا جا رہا ہے اور یوں اللہ کا نظام شاندار سے شاندار ترقی کی طرف مسلسل رواں دواں ہے جو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے وہ ہر روز ایک نئی شان میں ظاہر ہوتا ہے تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔

جن وانس سب اللہ کے سامنے کمزور و بے بس ہیں

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ
اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا
بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾

اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔(31) تم تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(32) اے گروہ جن وانس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔(33) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(34)

تشریح: یہاں جن وانس کی بے بسی کو اس طرح بتایا گیا ہے کہ تمہاری ہر حرکت اللہ کے بس میں ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر چلو یہ جو حدود آسمانوں اور زمین کی اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر رکھی ہے پورا زور لگاؤ اور ان سے باہر نکل کر دکھاؤ۔ یہ تمہاری قدرت سے باہر ہے تم ہرگز ان حدود سے باہر نہیں نکل سکتے تو کیا اب بھی تم اللہ کی عظمت، طاقت اور قدرت کا انکار کرتے ہو؟

قیامت کیسے آئے گی اور دوزخ کا عذاب

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾
فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا
يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ
بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ
يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو تم پھر مقابلہ نہ کر سکو گے۔(35) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(36) پھر جب آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے نری کا چمڑہ ہو۔ (کیسا ہولناک دن ہوگا)۔(37) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(38) اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے۔(39) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(40) گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔(41) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(42)

یہی وہ جہنم ہے جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے۔(43) وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔(44) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔(45)

تشریح: جہنم کا ہولناک نقشہ اور قیامت کا خوفناک منظر بے شمار دفعہ قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ اللہ کے رحمن ہونے کی دلیل ہے۔ کہ قبل از وقت اس غیب کی خبر سے مطلع کیا جا رہا ہے تاکہ اس دن کی سختیوں اور جہنم کے دردناک عذاب سے بچ سکنے کا بندوبست ابھی اس دنیا کی زندگی میں ہی کر لیا جائے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت کی خبر نہ تو کوئی افواہ ہے نہ نجومیوں کی پیشگوئی ہے نہ ہی کوئی سائنسی خبر ہے کہ جو اکثر تبدیل ہوتی رہتی ہے بلکہ یہ اٹل، پکی اور سچی خبر ہے جو وحی الٰہی کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہے اس لیے قیامت کا واقعہ اور اس کے آنے کا طریقہ بالکل برحق اور درست ہے۔ اس میں شک وشبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ آیت قرآنی تو آپ پڑھ چکے ہیں حدیث بھی پڑھ لیجئے۔ صحیحین میں رسول کریم ﷺ سے منقول ہے کہ "قیامت کے دن سفید گیہوں کی روٹی جیسی صاف اور چپٹی زمین پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اس زمین میں کسی کا نشان (علامت ریاست) نہ ہوگا۔ (مسلم اور بخاری)

حشر، قیامت، آخرت اور جہنم کے بارے میں اچھی طرح جان لینے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ سماجی خرابیاں معاشرے میں صرف اسی لیے پیدا ہوتی ہیں جب کہ انسان ہر معاملے کو انسان کی نسبت سے دیکھتا ہے۔ اللہ کی نسبت سے نہیں دیکھتا۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ ہر معاملہ آخرکار اللہ کے سامنے پیش ہونے والا ہے تو ہر برائی جڑ سے ختم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے مسلمان کا عقیدہ آخرت، ایمان کا حصہ ہے اور یوں مسلمان تمام سماجی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں سے پاک صاف ایک بہترین انسان بن جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن بھی سختی، پریشانی اور خوف سے نجات ملی رہے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "قیامت صرف بدترین آدمیوں پر برپا ہوگی"۔ (مسلم)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا "بدترین خلاقت وہ لوگ ہیں جو اس وقت زندہ ہوں گے جب قیامت آ جائے گی"۔ (بخاری)

ہم مسلمان خوش نصیب ہیں کہ رب العزت نے ہمیں اتنی بڑی خبر سے قبل از وقت مطلع کر دیا ہے تاکہ ہم قیامت کی سختیوں اور جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔ یہ کتنی بڑی عنایت ہے اللہ تعالیٰ کی پھر بھی اس کا شکر ادا نہ کریں تو بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے شکرگزار اور پاکباز بندوں میں شامل کرے آمین ثم آمین۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے "اگر تو جہنم کی آگ پر راضی ہے تو بیشک گناہ کرتا رہ، ورنہ پھر گناہوں سے باز آ جا"۔

قول ہے "کفران نعمت اور خودستائی قرب حق کی ضد ہے"۔ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ۔

نیک لوگوں کا اچھا انجام

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ
زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا
الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾
وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ
وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ
حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہیں۔(46) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(47) ان دونوں میں بہت سی شاخیں ہیں یعنی قسم قسم کے میووں کے درخت ہیں۔(48) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(49) ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔(50) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(51) ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہیں۔(52) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(53) اہل جنت ایسے بچھونوں پر جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور دونوں باغوں کے میوے قریب جھک رہے ہیں۔(54) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(55) ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔(56) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(57) گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔(58) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(59) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔(60) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(61) ان باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔(62) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(63) دونوں خوب گہرے سبز۔(64) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(65)

ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔(66) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(67) ان میں میوے کھجوریں اور انار رہیں۔(68) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(69) ان میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔(70) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(71) وہ حوریں ہیں جو خیموں میں مستور ہیں۔(72) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(73) ان کو جنت میں اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔(74) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(75) سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔(76) تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔(77) اے محمد ﷺ تمہارا رب جو جلال و عظمت والا ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے''۔(78)

تشریح:- آیت نمبر 46 کی وضاحت ہم اس حدیث مقدسہ سے کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص چوری، زنا اور شراب نوشی کرتے ہوئے اللہ سے ڈرے؟ فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے اور پھر خدائے عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے"۔(از شعور حیات مصنف محمد یوسف اصلاحی)

یعنی گناہ سے پہلے ڈرنا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے 5 چیزیں قساوتِ قلب کا نشان ہیں (1) توبہ کی امید پر گناہ کرنا (2) عمل کرنا بغیر اخلاص کے (3) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (4) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (5) مردوں کو دفن کرنا اور عبرت حاصل نہ کرنا۔ ایک پیارے، صالح اور متقی کی خصلتوں میں سے یہ چند ایک ہیں۔ بہر حال جو لوگ اللہ کے خوف کو ہر وقت دل میں بسائے رکھتے ہیں وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کی مقبولیت کے درجات ہیں اور انہی درجات کے مطابق انہیں جنت میں جگہ دی جائے گی۔ یہ ایک بہت ہی بڑی سچی اور پکی غیب کی خبر ہے جو قرآن پاک میں دی گئی ہے اس کے بارے میں کوئی دانشور، طبیعیات کا ماہر، ریاضی دان، ہیئت دان، ماہر فلکیات، کیمیا کا ماہر، فلسفی یا سائنسدان وضاحت نہیں کرسکتا۔

یہ وضاحت تو قرآن پاک میں رب رحمٰن کرسکتا ہے جیسا کہ کئی آیات میں وضاحت کردی گئی ہے یا پھر ان آیات کی وضاحت حضرت محمد مصطفی ﷺ کرسکتے ہیں کیونکہ واقعہ معراج اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ ﷺ بنفس نفیس جنت میں تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ آپ ﷺ کے زیر پار ہا اور اس کی تصدیق قرآن پاک کی یہ آیت کرتی ہے۔" کیا جو کچھ انہوں نے دیکھا تم اس کے بارے ان سے جھگڑتے ہو اور انہوں نے اس کو ایک اور دفعہ بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (آخری حد کی بیری کے پاس) اس کے پاس رہنے کی بہشت (جنت کے باغات) ہے"۔(سورۃ النجم آیات 12 تا 15)

باغات کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضرت ابوبکر موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے

فرمایا" دو جنتیں سابقین یا مقربین کے لیے ہوں گی جن کے برتن اور سامان آرائش سونے کی ہوں گی اور دو جنتیں تابعین یا اصحاب الیمین کے لئے ہوں گی جن کی ہر چیز چاندی کی ہوگی۔ (فتح الباری، کتاب التفسیر تفسیر سورہ رحمن)

اسی طرح نیک عورتوں اور حوروں کے بارے میں حدیث شریف میں یوں بتایا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ! دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا حوریں؟ حضور ﷺ نے جواب دیا دنیا کی عورتوں کو حوروں پر وہی فضلیت حاصل ہے جو ابرے کو استر پر ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کس بنا پر فرمایا اس لیے کہ ان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں اور عبادتیں کی ہیں"۔ (طبرانی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نیک عورتیں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیں گی جوان اور خوبصورت ہوں گی ان کی مرضی کے مطابق ان کی شادیاں کر دی جائیں گے جبکہ حوریں جنت کی دوسری نعمتوں کی طرح اہل جنت کو ایک نعمت کے طور پر جوان اور حسین وجمیل عورتوں کی شکل میں تحفتاً عنایت کی جائیں گی۔ آیت 72 میں خیموں کا ذکر ہے۔ اس کی توضیح بھی نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے کی جارہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" جنت کے اندر مومن کے لیے ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، جس کی بلندی 60 میل ہوگی، مومن کے متعلقین اس میں رہیں گے، مومن اس کا چکر لگائے گا اور آپس میں کوئی کسی کو نہ دیکھ سکے گا۔ یعنی (بہت زیادہ وسیع وعریض ہوگا) (از مسلم، بخاری)

اندازہ ہوا ہے کہ یہ خیمے محض تفریح وطبع کے لیے دیے جائیں گے۔ باغات، نہروں اور بہترین چشموں کا ذکر بھی ہو چکا۔ پھول پھل اور حریر اور اطلس کے لباس غرض ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی خواہش جنت کا رہنے والا کرے گا۔ حدیث پاک ہے فرمایا" جنت کے کھجوروں کے درخت کا تنا سبز زمرد کا ہوگا، اس کی ٹہنیاں سرخ سونے کی ہوں گی، اس کی پتیاں جنتیوں کا لباس ہوں گی، پوشاک اور جوڑے تیار ہوں گے، اس کے پھل مٹکوں کی طرح اس (کے پانی) کا ڈول دودھ سے زیادہ اجلا، شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ ملائم ہوگا، اس کے پھلوں میں گٹھلیاں نہ ہوں گی۔ (حاکم، الرغیب 523/4 حاکم 76/2)

بہر حال اس دنیا کی اور آخرت کی تمام نعمتیں، برکتیں عزتیں اور آسائشیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں رب رحمن ورحیم بار بار یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا اتنا کچھ لینے اور سب کچھ جان لینے کے بعد بھی تم اس خدائے برتر عظیم کا انکار کرتے ہو، اس کی عبادت میں شرک کرتے ہو؟ پھر جنوں اور انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ تو پھر بڑی ہٹ دھرمی کی بات ہے۔ آخری آیت نمبر 78 کی وضاحت تفسیر ابن کثیر میں بڑی خوبصورت کی گئی ہے ملاحظہ ہو پھر فرماتا ہے" تیرے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گزاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے یعنی اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے، اس کا شکر کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے، اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا

نہ جائے، وہ عظمت اور کبریائی والا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو، اس کی عظمت مانو، وہ تمہیں بخش دے گا"۔ (مسند احمد)

سبحان اللہ کس قدر خوبصورت اور پیاری سورت ہے۔ اس کی تلاوت جتنی دفعہ بھی کی جائے دل پر مئے انداز سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ الحمدللہ کہ یہ سورت بھی خیروخوبی سے مکمل ہوگئی۔

خلاصہ سورۃ الرحمن

سورۂ رحمن جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ رحمتوں برکتوں والے کی طرف سے پیغام ہے۔ اس رحمن ورحیم کی طرف سے جو بے حد مہربان ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا تو رحمت کی، پالنے پوسنے کا بندوبست کیا تو یہ بھی رحمت کی۔ زندگی کے لیے ایک اصولوں بھری کتاب دی تو یہ بھی رحمت کی، حساب کتاب کی خبر دی تو یہ بھی رحمت کی۔ دوزخ اور جنت کی خبر دی تو یہ بھی رحمت کی۔ جس طرح اللہ کا یہ صفاتی نام رحمن خوبصورت اور دل نشین ہے اسی طرح اس سورت کی عبارت، طرز بیان اور الفاظ کی مناسب عبارت کی روانی انتہائی خوبصورت اور دلنشیں ہے تفسیر ابن کثیر میں اس کو دلہن کہا گیا ہے کیونکہ یہ سورت عبارت، مضمون اور ربط وضبط کے لحاظ سے پوری طرح سجی ہوئی ہے۔ اور اس میں کوئی کمی دکھائی نہیں دیتی۔ اور رحمن کی تمام صفات اس میں دکھائی دیتی ہیں۔ اس سورت میں ڈر، خوشی اور تنبیہ کا بڑا ہی خوبصورت انداز اپنایا گیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس پر پوری طرح توجہ دینے اور اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

فبای الاء ربکما تکذبن۔ ترجمہ: "تم اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے۔ کس قدر پیار محبت، شفقت اور الفت بھری تنبیہ کا انداز ہے اس آیت میں جو بار بار دہرائی گئی ہے تاکہ بندہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فلاح کی راہ پا جائے اور اس کے انعامات سمیٹ لے۔ کون سی نعمت ہے جس کا بندوبست اللہ رحمن ورحیم نے اپنے نیک، پاک اور اچھے لوگوں کو انعام دینے کے لیے نہیں کر رکھا۔ یہ بچوں کے بہلاوے والی بات نہیں یہ اس کتاب کی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں اور رب ذوالجلال والاکرام کی بھیجی ہوئی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

تعارف سورۃ الواقعہ

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 56 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں 96 آیات اور تین رکوع آتے ہیں۔ یہ مکی سورت ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ خاص واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔ وہ واقعہ کہ جس پر مسلمان کا ایمان ہے اور جو ہو کر رہے گا۔ یعنی قیامت کا واقعہ اس سورت کا خاص موضوع اور مضمون بھی یہی ہے۔ آخرت، توحید اور قرآن کے بارے میں بڑا وضاحت سے بتایا گیا ہے اور ان تین گروہوں کا ذکر ہے جو میدان حشر میں نمایاں ہوں گے یعنی دوزخ میں جانے والے لوگ

جنتی لوگ اور بڑے رتبہ والے خاص لوگ۔ قرآن کی حقانیت اور موت کا اٹل ہونا، سب کچھ واضح طور پر ہر انسان کے سامنے موجود ہے۔ کون ان سے سبق سیکھتا ہے اور کون موت سے عبرت حاصل کرتا ہے؟ بہر حال ہر بندہ اپنے ہی کیے کا پھل پائے گا۔ اچھا کیا تو میٹھا پھل برا کیا تو کڑوا پھل۔ بس یہی اعلان ہے جو بار بار کیا جا رہا ہے۔ خوش نصیب ہیں جو اس کو غور سے سنتے ہیں بدنصیب ہیں جو اس کو سننے سے لاپرواہی کرتے ہیں۔ ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ آیت 57 سے 74 تک اسلام کے بنیادی عقائد پر یعنی توحید و آخرت پر بھرپور انداز میں بتایا گیا ہے۔ پھر آیت 75 سے 82 تک قرآن کی سچائی مدلل طور پر بیان کی گئی ہے۔ پھر آخر میں موت کی سچائی اور سزاء و جزاء کو پوری طرح واضح کر کے سمجھایا گیا ہے۔

دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کر لے
بدن میں جان ، دہن میں زبان رہے نہ رہے

قیامت کی تباہیاں

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾

جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے۔(1) اس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں۔(2) کسی کو پست کرے کسی کو بلند۔(3) جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے۔(4) اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔(5) پھر غبار ہو کر اڑنے لگیں۔(6)

تشریح: ان آیات میں بڑے واضح الفاظ میں اس غیب کی خبر دی گئی ہے جو قیامت کے نام سے بولی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اطلاع حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے اور ہم اس کو کتاب مقدس قرآن پاک میں پڑھ رہے ہیں اس لیے ہمارے لیے اس میں ہرگز شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں البتہ انسان جو آئے دن تجربات و تحقیقات میں لگا رہتا ہے اس نے بھی اس کی تصدیق اس طرح کی ہے۔ سلطان بشیر محمود صاحب یوں لکھتے ہیں۔ "شدید زلزلوں کا سلسلہ، تھرتھراہٹ اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا، زمین کے اندرونی مغز سے دھماکہ خیز مادہ کا باہر آنا۔ پہاڑوں کا فضا میں اڑنا، ان سب واقعات کا ایک سبب زمین کا اپنے اندرونی دباؤ کی وجہ سے پھٹنا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زمین کا اندرونی حصہ سخت دباؤ کا شکار ہے۔ جب بھی اس توازن میں کوئی ہل چل مچ جائے گی تو زمین ایک بم کی طرح پھٹ جائے گی۔ جس سے بے پناہ توانائی باہر کو پھوٹ نکلے گی اور ساتھ ہی حد درجہ کی تھرتھراہٹ ہو گی۔ سخت دباؤ والی لہریں ہوں

گی۔اس متزلزل اور کپکپاہٹ والی صورت حال کی وجہ سے زمین کا پرت اور پہاڑ زمین سے علیحدہ ہو کر اڑنے لگیں گے۔"
(از قیامت اور حیات بعد الموت)

اسی نوعیت کی کچھ اور بھی وجوہات کا امکان ہے جو قیامت برپا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔قیامت کی اطلاع بے شمار آیات میں دی گئی ہے اور یہ اطلاع بالکل پکی اور سچی ہے۔اس دن کی سختی کو آنحضور ﷺ نے یوں بیان کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا"بدترین خلقت وہ لوگ ہیں جو اُس وقت زندہ ہوں گے جب قیامت آجائے گی"۔(بخاری)

قیامت بڑی ہولناک ہوگی اور یہ واقعہ بالکل اچانک ہوگا۔اللہ اس کی سختی اور ہولناکی سے محفوظ رکھے(آمین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،"قیامت کا حساب ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اعمال کا وزن ہونے سے پہلے ان کو تولو اور بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو"۔سورۃ الحاقہ میں ہے"اس دن تم پیش کیے جاؤ گے تم سے کوئی چیز مخفی نہ رہے گی۔"
(آیت:18)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! قرآن پاک کے بعد پھر کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی،تمہارے نبی کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا پس تمہیں چاہیے کہ دنیا کو بیچ کر آخرت خریدلو،دین و دنیا دونوں میں نفع پاؤ گے اور آخرت کو بیچ کر جو شخص دنیا خریدے گا اسے دنیا میں نقصان ہوگا اور آخرت میں بھی خسارہ۔(از پیارے اولیائے کرام کی پیاری باتیں)

تین قسم کے لوگ اور ان کی سزا و جزا

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۞۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ
اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۞۹ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۞۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۞۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞۱۲ ثُلَّةٌ
مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۞۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۞۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۞۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۞۱۶
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۞۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۞۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ
عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۞۱۹ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۞۲۰ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۞۲۱ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۞۲۲
كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۞۲۳ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞۲۴ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۞۲۵
اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۞۲۶ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۞۲۷ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۞۲۸ وَّطَلْحٍ
مَّنْضُوْدٍ ۞۲۹ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۞۳۰ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۞۳۱ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۞۳۲ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ
۞۳۳ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۞۳۴ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۞۳۵ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۞۳۶ عُرُبًا اَتْرَابًا ۞۳۷ لِّاَصْحٰبِ
الْيَمِيْنِ ۞۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۞۳۹ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۞۴۰ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ ع 14

الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾
لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ
مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ
شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾

اور تم تین قسم کے ہو جاؤ۔(7) تو داہنے ہاتھ والے سبحان اللہ، داہنے ہاتھ والے کیا ہی چین میں ہیں۔(8) اور بائیں ہاتھ والے؟ کیا برے لوگ ہیں بائیں والے۔(9) اور جو آگے بڑھنے والے ہیں! ان کا کیا کہنا، وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔(10)۔ وہی اللہ کے مقرب ہیں۔(11)۔ نعمتوں کے باغوں میں۔(12)۔ زیادہ ہیں پہلوں میں سے۔(13) اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔(14) قیمتی پتھروں سے جڑاؤ تختوں پر۔(15) آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے۔(16) نوجوان خدمت گزار لڑکے جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے۔(17) یعنی آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے کر۔(18) اس (شراب) سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔(19) اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں۔(20) اور پرندوں کا گوشت جس کی ان کو خواہش ہو۔(23) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔(22) جیسے صدف کے اندر چھپے ہوئے آبدار موتی۔(23) یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔(24) وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔(25) مگر ہر طرف سلام ہی سلام ہوگا۔(26) اور داہنے ہاتھ والے سبحان اللہ، داہنے ہاتھ والے کیا ہی عیش میں ہیں۔(27) یعنی بغیر کانٹوں کی بیریوں کے درختوں۔(28) اور تہ بہ تہ کیلوں۔(29) اور لمبے لمبے سایوں۔(30) اور پانی کے جھرنوں۔(31) اور بے شمار میووں کے باغوں میں۔(32) جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ کوئی ان سے روکے۔(33) اور اونچے اونچے بچھونوں میں۔(34) ہم نے ان حوروں کو پیدا کیا۔(35) اور ان کو کنواریاں بنایا۔(36) شوہروں کی پیاریاں اور ہم عمر۔(37) یعنی داہنے ہاتھ والوں کے لیے۔(38) یہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہیں۔(39) اور بہت سے پچھلوں میں سے۔(40) اور بائیں ہاتھ والے؟ افسوس بائیں ہاتھ والے کیا ہی عذاب میں ہیں۔(41) یعنی دوزخ کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں۔(42) اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔(43) جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوشنما۔(44) یہ لوگ اس سے پہلے عیش نعیم میں پڑے ہوئے تھے۔(45) اور بڑے سخت گناہ پر اڑے ہوئے تھے۔(46)۔ اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ...ں ہی ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہوگا؟۔(47) اور کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟۔(48) کہہ دو کہ بیشک پہلے اور

پچھلے۔(49) سب ایک روز، مقرر وقت پر جمع کیے جائیں گے۔(50) پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہوں۔(51) تھوہر کے درخت کھاؤ گے۔(52) اور اسی سے پیٹ بھرو گے۔(53) اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔(54) اور پیو گے بھی اس طرح جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔(55) جزا کے دن یہاں کی ضیافت ہوگی۔(56) ہم نے تم کو پہلی بار بھی تو پیدا کیا ہے تو تم دوبارہ اٹھنے کو کیوں سچ نہیں سمجھتے؟۔(57)

تشریح: سب سے پہلے تو میدان حشر کی صورت حال یوں بیان کی گئی ہے کہ وہاں تین گروہوں میں لوگوں کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ اکثر قرآن پاک میں داہنے ہاتھ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور بائیں طرف کو نحوست اور بد فالی قرار دیا گیا ہے عربی میں بائیں ہاتھ کو شوئی کہا جاتا ہے اسی سے اردو میں شومئی قسمت بنا ہے اور پھر سب سے اگلے گروہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس گروہ کو بہترین، متقی، پرہیزگار اور ہر نیکی کے کام میں سب سے آگے بڑھنے والے برگزیدہ لوگ شمار ہوتے ہیں اسکے بعد اولین، آخرین اور سابقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں علماء کرام کا کافی اختلاف ہے جس میں پڑنے سے بہتر ہے کہ درس قرآن کی تفسیر پر یقین کر لیا جائے۔ لکھتے ہیں کہ جو سب سے پہلے ایمان لائے اگلے درجے سب سے بلند ہوں گے، ان کا درجہ اللہ کے قریب ہوگا ان میں پہلے زمانے والوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور پچھلوں کی کم" (جلد ساتویں صفحہ 88)۔

جیسا کہ ظاہر ہے اللہ کے مقبول ترین اور جنت میں اعلیٰ ترین درجات کے وارث یہ سب سے اگلا گروہ ہوگا۔ پھر دوسرا درجہ دائیں ہاتھ کے گروہ کا ہوگا وہ بھی جنت کے وارث ہوں گے مگر دوسرے درجہ کی جنت ملے گی اور پھر بائیں ہاتھ والا گروہ یہ تو بالکل بدنصیب گناہ گاروں کا گروہ ہوگا جن کے لیے دوزخ کی سختیوں اور آخرت کی بدنصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ محض قصہ کہانی نہیں بلکہ قرآن پاک اور احادیث میں ان تمام حقیقتوں کو بڑے واضح طور پر کئی مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اس کا ثبوت ہماری یہ زندگی ہے۔ اور اس دنیا کے ہر قسم کے آرام و آسائش ہیں۔ تو آخرت میں ہمیں اپنے اس مادی جسم کے ساتھ نیک اعمال کے بدلے میں اس جہاں سے زیادہ آرام و آسائش اور راحت و سکون کیوں نہیں دیا جا سکتا؟ بندے کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اس فانی زندگی میں ہمیشہ رہنے والی بہترین آرام و آسائش کی زندگی کا خیال کرے اور ہر دم اس آخرت کی زندگی کے لیے نیک اعمال و اطوار اپنائے۔

اس زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان ایک مرحلہ آتا ہے۔ جسے عالم برزخ کہا گیا ہے روایات شاہد ہیں کہ اس دوران روح اور جسم کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ مثلاً روایت ہے "جو شخص اپنے کسی شناسا کی قبر سے گزرے اور اسے سلام کہے، تو حق تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتے ہیں، اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے"۔ (اضواء البیان)

اسی ضمن میں کچھ احادیث ملاحظہ ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا "جانتے ہو قیامت کے روز کون لوگ سب سے پہلے پہنچ کر اللہ کے سایہ میں جگہ پائیں گے"؟ لوگوں نے عرض کیا، "اللہ

اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں"۔ فرمایا" وہ جن کا حال یہ تھا کہ جب ان کے آگے حق پیش کیا گیا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ جب ان سے حق مانگا گیا تو انہوں نے ادا کر دیا اور دوسروں کے معاملے میں ان کا فیصلہ وہی کچھ تھا جو خود اپنی ذات کے معاملہ میں تھا" (مسند احمد)۔

اسی طرح آیات 35-36 اور 37 کی مناسبت سے عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بن یزید کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ "اس سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں خواہ وہ باکرہ مری ہوں یا شادی شدہ"۔ ہم سن ہونے کی وضاحت حدیث کی روشنی میں یوں کی گئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ "اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے مسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلی ہوگی، گورے چٹے ہوں گے، گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں سرگیں ہوں گی، سب کی عمریں 33 سال کی ہوں گی"۔ (مسند احمد مرویات ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اب ذکر ہو جائے بائیں طرف والے گروہ کا۔ جیسا کہ مذکورہ آیات میں ان کا حال بیان کیا گیا ہے۔ انتہائی خوفناک، دردناک اور دل کو ہلا دینے والا نقشہ کھینچا گیا ہے جس قدر خوبصورت زندگی جنت حاصل کرنے والوں کی ہوگی اس قدر بھیانک زندگی بائیں ہاتھ والے یعنی دوزخ میں جانے والوں کی ہوگی۔ اس کو احادیث میں یوں واضح کیا گیا ہے۔ تھوہر جو دوزخیوں کی غذا ہوگی اس کے بارے میں فرمایا، "اگر زقوم (تھوہر) کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گر پڑے تو دنیا والوں کے لیے ان کی زندگی اور رہائش کو برباد کر دے۔ پھر بھلا اس کا کیا حال ہوگا؟ جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا"۔

(ترمذی ۴/، ابن ماجہ، زہد ۳۸/، احمد ۱، ۳/)۔

جہنم کی آگ کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا" جس آگ کو تم جلاتے ہو، دوزخ کی آگ کی گرمی کے ستر ویں حصہ میں سے ایک ہے۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم یہی کافی تھی، فرمایا اس سے 69 واں حصہ اس میں گرمی زیادہ ہے"۔ (متفق علیہ الفاظ مسلم کے ہیں، بخاری)۔

اسی طرح دوسری حدیث ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا" کیا تم دنیا کی آگ کی طرح جہنم کی آگ کو بھی سرخ سمجھتے ہو؟ بلکہ وہ تو کولتار سے کہیں زیادہ سیاہ ہے"۔ (موطا 156/3=)

جنتیوں کی خوبصورتی کے مقابلہ میں دوزخیوں کی بدصورتی کا حدیث میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا" یعنی ان کو آگ بھون دے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے بیچ میں آ لگے گا اور نچلا ہونٹ ناف تک لٹکا ہو جائے گا" (احمد 88/3 ترمذی جہنم 59)۔

ایک اور حدیث شریف میں دوزخیوں کا حال یوں بیان کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، "بعض دوزخیوں کو آگ

ٹخنوں تک پکڑ لے گی، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر تک، بعض کو گردن تک اور بعض کو ہنسلی تک" (مسلم 150/8)۔

کس قدر زبردست عذاب ہے منکرین اور کافروں کے لیے۔ "اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" (سورہ البقرہ آیت 201)۔ کفار کو تنبیہ کی گئی ہے۔ "ہم نے تم کو پہلی بار بھی تو پیدا کیا ہے پھر تم دوبارہ اٹھنے کو کیوں سچ نہیں سمجھتے"۔ (آیت 57)

مسلمان کے بنیادی عقائد توحید و آخرت

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ ع

دیکھو تو کہ جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔(58) کیا تم اس سے انسان کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔(59) ہم نے تم میں مرنا ٹھہرادیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں۔(60) کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔(61) اور تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟۔(62) بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو۔(63) تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟۔(64) اگر ہم چاہیں تو اسے چوراچورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔(65) کہ ہائے ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے۔(66) بلکہ ہم ہیں ہی بد نصیب۔(67) بھلا دیکھو تو جو پانی تم پیتے ہو۔(68) کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟۔(69) اگر ہم چاہیں تو ہم اسے کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟۔(70) بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو۔(71) کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں؟۔(72) ہم نے اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔(73) تو تم اپنے خدائے بزرگ کے نام کی تسبیح کرو"۔(74)

تشریح: ان آیات کو پڑھنے کے بعد بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اللہ ہمارا خالق ہے ہم اور ہماری تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز صرف اور صرف اللہ کی حکمت اور خلاقی کا اظہار کرتی ہے لیکن وہ تمام راز، غیب کی باتیں اور زندگی کا راز یعنی جن باتوں کا انسان کو اس زندگی میں جان لینا ضروری نہیں وہ راز اللہ تعالیٰ نے انسان سے جنوں سے پوشیدہ رکھے۔ مثلاً جینے مرنے کا راز قیامت کا راز کہ کب آئے گی مستقبل کا حال۔ کہ کیا ہونے والا ہے؟ وغیرہ وغیرہ یہ اور اس طرح کے بے شمار راز ہیں جو انسان کو ہرگز کسی صورت بھی معلوم نہیں ہو سکتے یہ ایک حقیقت ہے اور یہی حقیقت اگر انسان دل سے مان لے تو وہ بڑی آسانی اور سچائی کے ساتھ اللہ کو مان سکتا ہے جان سکتا ہے اس کے سامنے عجز و انکسار کے ساتھ جھک سکتا ہے وہ اللہ کے خوف کو ہر وقت محسوس کر سکتا ہے۔ اسی کا نام ہے تقویٰ۔ اور جس نے تقویٰ حاصل کر لیا گویا وہ سکون پا گیا کیونکہ اللہ کی ذات کو اپنے اوپر طاری کر لینے کا نام ہے۔ کہ سکون و اطمینان سے پوری طرح منسلک ہونے کا راز مل گیا۔ اور یہی کامیابی کی نشانی ہے۔ ورنہ جو لوگ اس دنیا کی عارضی خوشیوں، مال و دولت آل اولاد اور جائیداد کو ہی خوشیوں اور سکون کا ذریعہ سمجھ لیتے ہیں وہ کیونکہ اللہ سے دور ہو جاتے ہیں اس لیے ہمیشہ تفکرات میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں جو ان کو دنیا و آخرت دونوں میں ناکام کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں کہ جو اللہ سے جڑی ہوئی نہ ہو اور اس کے حکم سے باہر ہو یا اللہ کے سامنے جھکنے والی نہ ہو۔ ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور اسی لیے اسی کے سامنے جھکتی ہے اور پھر ختم ہو جانے کے بعد اسی کی طرف ہی لوٹائی جائے گی۔ اسی پختہ ایمان کی وجہ سے ہی تو مسلمان ہر نقصان پر بولتا ہے "بیشک ہم اللہ کے لیے ہی ہیں اور اسی کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔ غرض توحید پر مکمل یقین انسان میں بہت سی صفات پیدا کر دیتا ہے یعنی نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ علم و عرفان کی وجہ سے خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ مایوسی اور بے یقینی ختم ہو جاتی ہے۔ قناعت اور بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے اور یوں انسان میں بے پناہ صبر و توکل اور عزم و حوصلہ کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کو مرد آہن بنا دیتی ہیں۔ اور کامیاب و کامران کر دیتی ہیں ایسے ہی مرد مومن کی تعریف علامہ اقبال رحمہ اللہ نے یوں کی ہے۔

خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

(اقبال)

اتنا کچھ بتا چکنے کے بعد رب العلمین حکم دیتا ہے۔ "تو تم اپنے خدائے بزرگ کی تسبیح کرو"۔ (74) کون ہے جو نافرمانی کر سکے گا؟ سوائے ان لوگوں کے جو اس راہ مبارک پر آنا ہی نہیں چاہتے اور جن کے دل، ضمیر اور روحیں مردہ ہو چکے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو اپنے بدترین انجام کے لیے تیار رہنا چاہیے جو ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ملے گا۔ ضرور ملے گا کیونکہ [illegible] رب بزرگ و برتر کا قول ہے جس نے اس کو پیدا کیا جس کے ہاتھ میں اس کی موت ہے اور جو بڑا سخت حساب لینے والا

ہے۔اور یہ سب قرآن پاک میں درج ہے۔قرآن پاک کی فضیلت کے بارے میں اگلی آیات ملاحظہ ہوں۔

قرآن کی اہمیت، برکت اور سچائی

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس نہیں، ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم۔(75) اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔(76) کہ یہ بڑے رتبہ کا قرآن ہے۔(77) جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔(78) اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔(79) رب العلمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔(80) کیا تم اس کلام سے انکار کرتے ہو؟۔(81) اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو"۔(82)

تشریح:- ان آیات میں قرآن پاک کی فضیلت اور اس کی سچائی کے بارے میں قسم کھاتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی اس قسم کھانے کے مضمون کے مطابق بہت سی سورتیں گزر چکی ہیں۔ یہاں کیونکہ کفار کی خصلتِ بد کا پہلے ذکر آیا تھا جس کے مطابق وہ قرآن پاک کو آسمانی کتاب ماننے سے انکار کرتے تھے تو اس آیت میں "فلا" نہیں کے واسطے سے بولا گیا ہے یعنی "پس نہیں" یہ کتاب نہ تو معمولی ہے نہ محض کہانت ہے بلکہ اس کی سچائی کے لیے ہم (اللہ) قسم کھاتے ہیں ستاروں کے مواقع کی۔اب پہلے فلا کی توضیح تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے کی جارہی ہے ملاحظہ ہو۔لکھا گیا ہے۔ "بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لا زائدہ ہے۔اور انہ لقران الخ جواب قسم ہے،اور لوگ کہتے ہیں "لا" کو زائد بتلانے کی کوئی وجہ نہیں کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے، جبکہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ منفی ہو۔

جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول میں کہ "لا واللہ الخ" ترجمہ اللہ کی قسم رسول کریم علی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ میں لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا"۔اس طرح یہاں بھی "لا" قسم کے شروع میں مطابق قائدہ ہے نہ کہ زائد۔تو کلام کا مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں کہ یہ جادو ہے یا کہانت ہے۔غلط ہیں بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ پہلے ہم اس چیز کی وضاحت کرتے ہیں جس کی قسم کھائی گئی پھر اس کی وضاحت کریں گے جس چیز یعنی قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے کھائی گئی۔ ستاروں کے ٹھیک جگہ ہونے کی خصوصیات کا مطالعہ، یہ کیونکہ سماوی فزکس کا مضمون ہے۔لہٰذا اس کی وضاحت کے لئے ہم ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کی کتاب سے رجوع کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

آسمانی طبیعیات کے علم نے پچھلے پندرہ سالوں میں ستاروں کی جگہوں اور مقامات کے بارے میں کیا کیا دریافتیں

کی ہیں۔ کائنات میں ایسی جگہیں ہیں جنہیں روسی سائنسدان "ستاروں کے مقامات کہتے ہیں" اور مغربی سائنسدان انہیں سفید غار یا سیاہ غار کہتے ہیں۔ آسمانی طبیعیات کے علم میں ترقی کی وجہ سے پچھلے پندرہ سالوں میں سائنس نے ہمیں ستاروں، سیاروں یا انجم کی کائنات کی معلومات بہم پہنچائی ہیں اس سلسلے میں دو قسم کے مواقع یا جگہیں کائنات میں پائی جاتی ہیں جو ستاروں کی خصوصیات نہیں رکھتیں۔

(1) سفید شگاف یا کوئزرز

(2) کالے شگاف یا غار

پہلا سفید شگاف:- یہ انجم کی جگہ یا موقعہ ایک ناقابل یقین مقدار میں طاقت کا ذخیرہ ہوتا ہے اور یہ اپنی طاقت کی وجہ سے اربوں ستاروں کا گچھا بناتے ہیں۔ کچھ سائنسدان ان کوئزرز کو کہکشاں کے بیج تصور کرتے ہیں جن سے مزید اجرام فلکی نکلتے ہیں۔

دوسرا سیاہ شگاف: یہ شگاف اس جگہ کی نشان دہی کرتے ہیں جو اس ستارے کے فنا ہو جانے سے خالی رہ جاتے ہیں۔ گویا کہ ستارے کا مقبرہ ہے جو ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ "ستارے کے فنا ہونے یا مرجانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ توانائی جو اس کے جسم کو قائم رکھے ہوئے تھی ختم یا خرچ ہو چکی ہے۔ جیسے ہی ایک ستارہ مرتا ہے وہ اپنے ہی کشش ثقل سے اس قدر بھینچ کر یا دب کر اتنا چھوٹا ہو جاتا ہے کہ صرف اینٹوں کے نکلائی ہی رہ جاتے ہیں"۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

اوپن ہائمر اور سنیڈر نے اس کی سائنسی توجیہات دی ہیں اور ان کو (نکتوں کو) کائنات میں توازن کے علاقے کہا ہے۔ ایک ستارے کا توازن ایک طرف تو نکلائی ردعمل کی وجہ سے پھیلاؤ اور دوسری طرف شدید ثقل کی موجودگی سے قائم ہوتا ہے۔ کائنات میں اربوں کھربوں کی تعداد میں ستاروں کا توازن ایک ناقابل یقین کیمیوٹری نظام پر قائم ہے۔ ایک نظریہ کے مطابق نکلائی ردعمل بھی کئی ثریاؤں یعنی ستاروں کے جھرمٹوں کے لیے بیج کا کام دیتا ہے"۔

پھر ایک حدیث مبارکہ بیان کر رہے ہیں۔ "پیارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بچوں کو سورۃ واقعہ پڑھاؤ اور وہ اپنے بچوں کو پڑھائیں"۔ کیا اللہ کا یہ معجزہ اب صاف نظر نہیں آتا، اس سورۃ کو پڑھیں اور نتیجتاً اس آیت کو ایک نسل سے دوسری نسل کو پڑھائیں۔ آخر میں یہ انتہائی اہم کائناتی راز بے نقاب ہو جائے گا۔ اس سورۃ مبارکہ کا نام ہی اس آیت کی تشریح میں خدائی طور پر اثر انداز ہے۔ ہم نے اوپر اس آیت کو کائناتی طبیعیات کے نقطۂ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے"۔ قرآن پاک کی حقانیت، کاملیت اور علم وفضل کے مجموعہ ہونے کے بارے میں موصوف نے بہت خوب لکھا ہے ملاحظہ ہو۔"

کائنات میں مخلوقات کے ہجوم کھربوں ستاروں کے راز، انسانی ذہن کے لئے بعید از قیاس نہیں، مگر قرآن مجید میں ان کے حجم اور ساخت کو بعض اوقات تفصیلاً اور بعض اوقات دوسری طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ صرف ایک ہی سوال ہے اور

ایک ہی راز کہ قرآن کی طرف دل کی آنکھ کھلی رکھی جائے۔مثال کے طور پر ہو سکتا ہے ہم دیکھیں تو ایک صاف دل مومن اس آیت مبارکہ کے پڑھے جانے پر رو رہا ہو اگر چہ وہ عربی بھی نہیں جانتا اور نہ ہی اس نے طبیعیات پڑھی ہے۔وہ اپنی حالت سے خود بھی غافل ہو سکتا ہے۔مگر دل کی آنکھ کو ایک راز بتا دیا گیا ہے جو اس کے خاص اور پاکباز ہونے کی وجہ سے ہے۔"

(از قرانی آیات اور سائنسی حقائق)

بہت خوب سبحان اللہ جزک اللہ۔مصنف نے بڑے پیارے انداز سے قرآن کی فضیلت اور اس خزانے کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے اور وہ ہے،خلوص توجہ اور باقاعدگی سے ذکر الٰہی۔جب ذکر الٰہی سے مومن کا دل چمک اٹھے تو پھر معرفت الٰہی کے انوار پھوٹنے لگتے ہیں۔جیسا کہ ڈاکٹر الیگزنڈر کانن اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

جو شخص اللہ کی ذات میں محو ہو جاتا ہے وہ اس سے ایک ایسا رابطہ قائم کر لیتا ہے جو ایک غیب بین کو نوری خط کی صورت میں نظر آتا ہے۔اللہ اس نوری تعلق کو محسوس کرتا ہے اور جواباً ایسی کہربائی لہریں بھیجتا ہے جو بندے تک پہنچ کر مسرت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔(از مطالعہ قرآن مصنف میجر جنرل غلام محمد ملک)

تلاوت قرآن کے آداب میں سے ایک کا یوں ذکر کیا گیا ہے اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔(آیت 79) اور بدنصیب کفار کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اسے جھٹلاتے رہو۔(آیت 82) جب کہ وہ سچ ہے۔

دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کر لے
بدن میں جان ، دہن میں زبان رہے نہ رہے

زندگی کا فائدہ اٹھاؤ اور آخرت کماؤ

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ
مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ
حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾ ع 3/22/16

بھلا جب روح گلے تک (میں) آ پہنچتی ہے۔(83) اور تم اس وقت کی حالت دیکھا کرتے ہو۔(84) اور ہم اس مرنے والے سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔(85) پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو۔(86) تو

اگر سچے ہو تو روح کو تم واپس کیوں نہیں لے آتے۔(87) پھر اگر وہ اللہ کے مقربوں میں سے ہے۔(88) تو اس کے لیے آرام اور خوشبودار پھول اور نعمت بھرے باغ ہیں۔(89) اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے۔(90) تو کہا جائے گا کہ تجھ پر داہنے ہاتھ والوں کی طرف سے سلام۔(91) اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے۔(92) تو اس کے لیے کھولتے پانی کی ضیافت ہے۔(93) اور جہنم میں داخل کیا جانا۔(94) یہ داخل کیا جانا یقیناً صحیح یعنی سچ اور حق ہے۔(95) تو تم اپنے رب کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔(96)

تشریح: پورا قرآن پاک ہی حکمت و دانائی سے بھرا پڑا ہے۔ اسی طرح یہ آیات بھی معرفت الٰہی کو واضح کرنے اور توحید کے مطلب کو واضح کرنے کے لیے دلیل دے رہی ہیں۔ اللہ کی حاکمیت، وحدانیت، عظمت و طاقت اس وقت ہر جاہل و عالم پر پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے جب وہ اپنے سامنے اپنے عزیز رشتہ دار اور دوست احباب کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس وقت بالکل بے بس ہوتے ہیں کیونکہ یہ معاملہ صرف اس بندے اور اس کے خالق کا ہوتا ہے۔ پھر اس کے مرجانے کے بعد کا تمام معاملہ بھی خالق اور اس کے درمیان ہوتا ہے جیسا کہ آیات 88 سے 96 تک بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کی وحدانیت اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کا طریقہ کچھ یوں بھی واضح کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ جناب سید حسین نصر صاحب نے لکھا ہے۔ "کسی نے ایک صوفی سے پوچھا "خالق کے وجود کی کیا دلیل ہے؟" جواب دیا، "میرے لیے چراغ کی جگہ صبح کا وجود ہی اس کے ہونے کی دلیل ہے"۔ ایک دوسرا شخص کہتا ہے "وہ شخص جو حق کی تلاش کے لیے دلیلیں تلاش کرتا پھرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی سورج کو چراغ لے کر تلاش کرنے نکلے۔"

اصل میں نور معرفت اچانک انسان کے دل کو منور کر دیتا ہے بس ذرا علم و عرفان، توجہ اور جستجو کی ضرورت ہوتی ہے پھر جس پر اللہ مہربان ہو جائے۔ اسی سلسلے میں مصنف موصوف مزید لکھتے ہیں۔ "یہی وجہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "میرے دل نے اللہ کو دیکھ لیا ہے" اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا "اگر نقاب اٹھ بھی جائے تو میرا ایمان اس سے زیادہ نہیں بڑھے گا" اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانوں کے لیے سعادت کبریٰ سے بڑھ کر کوئی اہم چیز نہیں۔ تمام باتیں سعادت کے مقابلے میں کم تر ہیں۔ سعادت کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا وسیلہ علم معرفت ہے۔" جب اللہ کی معرفت کا نور حاصل ہو جاتا ہے تو فطرت انسانی خود بخود پاک صاف اور روشن ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ موصوف مزید لکھتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "بیشک سکون عمر کی زبان سے بولتا ہے" مزید لکھتے ہیں "اور ایسا شخص جو سکون کے عالم میں ہو سکون و سرخوشی سے مالا مال ہوتا ہے اور روحانی دنیا کے مدارج طے کرتا ہے"۔ (از اسلام میں سائنس اور تہذیب)۔

جب ہم اس موضوع کو زیادہ قریب سے دیکھتے ہیں تو پھر ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ معرفت الٰہی کے مختلف مدارج ہیں اور اہل ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ جو ذاتی محنت اور مجاہدہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور جیسے جیسے معرفت الٰہی سے بلند

درجات حاصل ہوتے جائیں اسی قدر زیادہ انسان میں تقوی، انسانیت اور انسانی کردار میں پختگی، سچائی، عقیدت، محبت، خوف الٰہی، اور بندگی الٰہی کا جذبہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی ہیں وہ خاص نکات جو الہ العٰلمین اپنے بندوں پر ہر طرح سے واضح کرنا چاہتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ "پس اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرتے رہو" ۔آیت 96 اسی میں اللہ کی شان برتری اور بندے کی شان عجز و نیاز ہے۔ بس یہی تعریف ہے مالک الملک اللہ جل شانہ کی اور نائب الٰہی ابن آدم وحوا کی۔

دیر و حرم کی کشمکش ہو گی کہیں یہاں نہیں
تیری قیام گاہ سے آگے کوئی جہاں نہیں
(انجم بدایونی)

خلاصہ سورۃ الواقعہ

یہ سورت بھی اپنے مضمون، ترتیب اور جامعیت کے لحاظ سے ایک مثالی کلام کی حیثیت رکھتی ہے۔ بندے اور اللہ کا تعلق مالک اور غلام کا ہے جو بھی اس سے سرکشی کرے گا بالآخر سزا ضرور پائے گا اور جو فرمانبرداری کرے گا بہترین انعامات پائے گا۔ اللہ تو رحمن و رحیم ہے۔ بندہ جس وقت گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر چار احسان فرماتا ہے۔

1۔ انسان کا رزق بند نہیں کرتا۔
2۔ اس کی تندرستی نہیں چھینتا۔
3۔ گناہ کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ (دنیا میں)
4۔ فوراً عذاب نہیں کرتا۔

اس رحمن و رحیم کی شان میں حمد ملاحظہ کیجیے۔

مہ و ستارہ ہیں تجھ سے یہ کہکشاں تجھ سے
بہار تجھ سے ہر ایک صبح گلستان تجھ سے
میرے خدا یہ زمین تجھ سے آسمان تجھ سے
ہے سجدہ ریز تیرے در پہ گردش ایام
تجھی سے رنگِ فنا ہے تجھی سے رنگ دوام
ثبات تجھ سے زمانے کو ہے اماں تجھ سے
خیال و فکر کا ایک ایک کارواں تجھ سے

تعارف سورۃ الحدید

یہ سورہ ترتیب کے لحاظ سے 57 نمبر پر آتی ہے۔اس میں چار رکوع اور 29 آیات آتی ہیں۔ یہ مدنی سورت ہے اس کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنگ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیانہ دور میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے ابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ وہ آیت نمبر 16 کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "نزولِ قرآن کے آغاز سے 17 برس بعد اہل ایمان کو تنبیہ کرنے اور خبردار کرنے والی یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ "اب تمہارے لیے وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکو اور یہ سچی باتیں جو تمہیں بتائی جارہی ہیں ان کو دل سے مانو، دیکھو تم ایسا نہ کرنا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے کیا جنلو کتاب ملی تھی اور پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں"۔

اس سورت میں سب سے پہلے اللہ کی صفات بڑے خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی عظمت، علم، قدرت اور بڑائی پر یقین کر لینے کے بعد اس کی طرف سے بھیجے گئے احکامات کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ ذہن میں رہے کہ یہ احکامات کسی معمولی ذات کی طرف سے نہیں بھیجے گئے۔ اور یہ تمام احکامات قرآن پاک میں بار بار دہرائے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے وہ بار بار بھول جاتا ہے اس لیے ان تمام احکامات کی یاددہانی بار بار کروائی جاتی ہے تاکہ انسان اپنی اصل سے دور نہ ہو جائے اور زندگی کا مقصد، ایمانِ کامل اور یقین آخرت کے زیر اثر متعین کرے تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔ قناعت اور خرچ کرنے کی ہدایات خاص طور سے بیان کی گئی ہیں تاکہ زندگی متوازن طریقے سے گزرے اور اللہ کی دی گئی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت حدید یعنی لوہے کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سورت کا نام ہی حدید رکھا گیا ہے۔

اور پھر آخر میں بڑے پیارے انداز میں انسان کو نصیحت کی گئی ہے۔ اگر تم پرسکون رہنا چاہتے ہو تو صرف اللہ سے ڈرو، کفر و شرک بدعت، نافرمانی اور شیطان کی دوستی سے اپنے آپ کو ہر صورت بچائے رکھو اور یقین رکھو کہ اللہ بڑا بزرگ و برتر ہے فضل و کرم والا ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ بس انسان کا فرض ہے کہ زندگی گزارتے ہوئے اپنی آنکھیں دل کے دروازے کھول کر رکھے تاکہ اس کو اللہ کی نشانیاں ہر جگہ نئی شان نئے روپ اور نئے انداز میں نظر آتی رہیں اور وہ ہر دم اللہ اطاعت میں رہ کر زندگی گزارے کیونکہ اس میں سکون ہے اسی میں خوشی ہے اور اسی میں کامیابی و نجات ہے۔ حضرت اویس قرنی کا قول ہے۔ "اگر تو اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے جتنی کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق، تو بھی وہ تیری عبادت قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تو اس کی تصدیق نہ کرے، تصدیق سے مراد یہ ہے کہ تو اس کے مربی رازق اور کفیل ہونے پر مطمئن ہو جائے اور جسم کو اس کی بندگی کے لیے فارغ کر دے"۔ (از پیارے اولیا کرام کی پیاری باتیں۔ مرتبہ محمد الیاس)

اللہ اور اس کی صفات

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب وحکمت والا ہے۔(1) آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے۔(2) وہ سب سے پہلے اور سب سے پچھلا اور اپنی قدرتوں سے سب پر ظاہر اور اپنی ذات سے پوشیدہ ہے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔(3) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے، پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی اور جو اس سے نکلتی ہے، جو آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے سب اس کو معلوم ہے، اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔(4) آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور امور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔(5) وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ "(6)

تشریح:- جیسا کہ ان آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تمام کائنات ایک ہی اللہ بزرگ وبرتر کی کمان میں ہے جو حکیم وعلیم، رحیم وغفور اور حمید و وہاب ہے۔ زمان ومکان اللہ کے وجود میں سمٹا ہوا ہے۔ اس کی وضاحت ہم اس حدیث پاک سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے " تو ہی پہلا تجھ سے پہلے کوئی نہیں، تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی نہیں، تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی نہیں، تو ہی باطن ہے کوئی تجھ سے مخفی تر نہیں "۔ (امام احمد، مسلم، ترمذی اور بیہقی)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرا رب فرماتا ہے کہ ابن آدم زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں اور میں خود دہر ہوں"۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح زمان ومکان کی حقیقت کو ایک سائنس دان یوں بیان کرتا ہے۔ "اول وآخر زمان کی دو انتہاء ہیں، اور ظاہر و باطن مکان کی دو انتہاء ہیں اور ہر چیز کا پورا پورا علم ہونا شعور کی انتہاء ہے۔ اور یہ تینوں یعنی زمان ومکان اور شعور خالق

کائنات کی صفات ہیں"۔مزید یوں لکھتے ہیں۔"آیت نمبر 3 حقیقت تک پہنچنے کے لیے انتہائی اہم ہے،معلوم ہونا چاہیے کہ اب اول وآخر کا تصوروقت سے ہے،ظاہروباطن کا تصورمکان سے ہے۔لہٰذا آیت مبارکہ تصور کو ادھر لے جاتی ہے کہ زمان و مکان کوئی علیحدہ حقائق نہیں بلکہ خالق کی عظیم ترین ہستی کے اندر کی دوصفات ہیں اور اس نے جب چاہا ان کا ظہور کر دیا اور جب چاہے گا ان کو چھپالے گا۔ماہرین طبیعات بھی آج کل"اکائی،،کی بات کرتے ہیں جو ان کی تحقیق اور نظریہ کے مطابق کائنات کی ابتداءاور خاتمہ ہیں۔لیکن وہ یہاں آ کر رک جاتے ہیں جبکہ قرآن پاک انسان کو یہاں سے آگے اصل مالک اور خالق تک رسائی دیتا ہے جو یکتا ہے بے مثل اور غیر محدود ہےاور کائنات کی اکائی اس کا امر ہے جو پہلی تخلیق کا سبب تھا اور آخر کارموجودہ کائنات کو لپیٹ کر اللہ تعالیٰ اپنے امر سے نئی کائنات کی تخلیق فرمائے گا"۔(از قیامت اور حیات بعد الموت)

یہی تشریحات ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ جو بھی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کو پہچانتے ہیں اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ان کی تسبیح کا طریقہ یہی ہے کہ جس نظام کے تحت ان کو چلا دیا گیا ہے وہ اسی کے تحت حرکت کرتے ہیں ایک پل کے لیے بھی اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتے جبکہ انسان کا طریقہ مختلف ہے۔

"آسمانوں اور زمین کا چھ دن میں پیدا کرنا"اس کی تفصیلات سورہ الاعراف،یونس،الرعد اور حٰم سجدہ میں گزر چکی ہیں۔

اسی طرح دن اور رات کا مسئلہ بھی وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت کا ذکر کیا جا چکا ہے تو اسی میں اس کی ایک حکمت یہ بھی موجود ہے کہ"وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے"۔(آیت 6)اور حدیث میں ہے۔

"افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے"۔(نعیم بن حماد از تفسیر ابن کثیر)

بری نیت سے کیا گیا نیک عمل قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے۔اگلی آیات میں مومن کے فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

اللہ کا حکم اور اس کی رحمتیں

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝١٠ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ
وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝١١ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٢

تو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اس نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور مال خرچ کرتے رہے ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔(7) اور تم کیسے لوگ ہو کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے پیغمبر تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو یقین ہو تو وہ تم سے اس کا عہد بھی لے چکا ہے۔(8) وہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف آیتیں اتارتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے بیشک اللہ تم پر بہت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔(9) اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے۔ جس شخص نے تم میں سے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ اور جس نے یہ کام بعد میں کیئے وہ برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں مال خرچ کئے اور کفار سے جہاد و قتال کیا، اللہ نے سب سے نیک ثواب کا وعدہ کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے واقف ہے۔(10) کون ہے جو اللہ کو خلوص نیت سے قرض دے تو وہ اس کو دگنا عطا کرے اور اس کے لیے عزت کا بدلہ۔ (یعنی جنت) دے۔(11) جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے"۔(12)

تشریح: ان آیات میں چند خاص احکامات اور عمل کرنے والوں کے لیے انعامات کا ذکر بڑے آسان الفاظ میں کر دیا گیا ہے یہ سب کچھ بھی بیان کیا جا چکا ہے بس یاددہانی کے لیے بار بار دہرایا جا رہا ہے۔

پہلا حکم:- اللہ و رسول پر خلوص اور نیک نیتی سے ایمان لے آؤ۔

دوسرا حکم: اللہ نے انسان کو اپنا نائب کہا ہے لہٰذا بے دریغ خوشی خوشی زکوۃ خیرات، ضرورت مندوں کے لئے اور جہاد کے لیے خرچ کرو۔ یہ مال اللہ کا ہی دیا ہوا ہے۔

تیسرا: رسول کے پکارنے پر اور تعلیمات پر دھیان دو کیونکہ یہ تعلیمات بیشک روشنی کا مقام رکھتی ہیں۔

چوتھا: بے مقصد صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو۔ اللہ بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔ یاد رکھو دکھاوے اور بری نیت سے خرچ کرنا بے کار ہے۔ ٹھیک وقت پر صرف اللہ کے لیے خرچ کرو تو یہ تمہاری طرف سے اللہ کو قرض دینے کے برابر ہوگا جو کئی گنا زیادہ کر کے لوٹا دیا جائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

پانچواں: اورآخری حکم ماننے کا بہترین اورشاندار بدلہ ہے جو قیامت کے دن مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت کی صورت میں دیا جائے گا جو بہترین کامیابی کی بشارت ہے جیسا کہ اس کی وضاحت آیت 12 میں کی گئی ہے۔ایک شعر ملاحظہ ہو۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
(اقبال رحمہ اللہ)

جس طرح دنیا میں احکامات خدا اور رسول اپنی روشنی سے شیطان کے لگائے ہوئے پھندے صاف طور پر دکھا کر ہمیں ان سے بچنے کا وسیلہ بنتے ہیں اسی طرح ہمارے نیک اعمال آخرت میں روشنی پیدا کرکے ہمیں پل صراط سے گزرنے میں پوری مدد دیں گے۔جس پر سے گزر کر ہم جنت میں داخل ہوسکیں گے۔انشاءاللہ۔

پل صراط بھی غیب کی بہت بڑی خبر ہے۔یہ کس قدر ہلاکت خیز ہوگا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ "رسول کریم ﷺ اس کے پہلو میں تشریف فرما ہوں گے اور لوگ گزر رہے ہوں گے،اس وقت رسول اللہ ﷺ سے دعا کرتے ہوں گے کہ اے اللہ! سلامت رکھ"۔(مسلم)

منافقوں کا انجام اور پچھتاوا

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۚ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۚ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف مہربانی کی نظر کیجئے کہ ہم بھی آپ کے نور سے روشنی حاصل کرلیں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور وہاں نور تلاش کرو، پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کردی جائے

گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب۔(13) تو منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ ''کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے''؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں''۔مگر تم نے خود کو بلا میں ڈالا اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے رہے اور اپنے خیالوں میں بہک گئے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اللہ کے بارے میں تم کو شیطان دغاباز دغا دیتا رہا۔(14) تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی وہ کافروں سے قبول کیا جائے گا تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بری جگہ ہے۔(15) کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرتے ہوئے اور برحق قرآن جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔اس کو سنتے ہوئے ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر ان پر طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔(16) جان لو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو''۔(17)

تشریح: ان آیات میں غیب کی بہت بڑی خبر دی گئی ہے جو کہ بالکل سچی ہے۔پچھلی آیات میں جو مومنین کے اعمال نیک کی روشنی کا ذکر کیا گیا تھا تو اسی کے بارے میں دوبارہ بات ہو رہی ہے۔جب پل صراط سے نیک لوگ اپنے ایمان کامل کی روشنی میں بلا روک ٹوک گزر جائیں گے تو ان کی دیکھا دیکھی کفار و منافقین بھی اس خیال سے کہ ان کی روشنی میں ہم بھی گزر جائیں گے گزرنے کی کوشش کریں گے مگر وہ ناکام رہیں گے اور پھر افسوس کرتے ہوئے اپنے انجام بد کو پہنچ جائیں گے۔یہ سب کچھ اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ آخرت میں صرف اور صرف اپنے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ ملے گا۔وہاں کوئی شخص کسی صورت سے بھی دوسرے کی مدد نہ کر سکے گا۔جو لوگ دنیا میں خود کو شیطان کے دھوکہ سے نہ بچا سکے وہ ہر صورت دوزخ کا عذاب بھگتیں گے۔

پھر اللہ رب العزت مومنین سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ اتنی کھلی کھلی باتیں پڑھ کر بھی مومنین کو اللہ سے خوف نہیں آتا نیکی کی راہ اختیار کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔یہاں تمام اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے یہ انسانی فطرت ہے کہ شروع میں تو کچھ لوگ پیغمبر کی باتوں پر دھیان دیتے ہیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ سب کچھ بھول بھال جاتے ہیں اور اسی لیے مختلف اوقات میں ایک کے بعد دوسرا رسول آتا رہا تو اب کیونکہ رسول معظم ﷺ آخری نبی ہیں تو اس لیے لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ احکامات الٰہی کو ہمیشہ یاد رکھنا پہلی قوموں کی طرح بھول مت جانا۔مثلاً پولوس (سینٹ پال) نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تمام تعلیمات کو بدل کر یونانی شرک کی ایک شاخ بنا دیا پھر رومیوں نے اپنے مشرکانہ اثر رسوخ سے رہی سہی کسر پوری کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ اب موجودہ مسیحی قوم میں عقائد اور رسم و رواج کے لحاظ سے پوری طرح مصری، یونانی اور رومی شرک کے زیر اثر آ چکے ہیں۔

اور اسی طرح عزیر علیہ السلام جو کہ کاتب توریت کی حیثیت سے مشہور ہیں یہود ان کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اسی طرح تمام قوموں کا حال ہے۔ ان کے پیغمبروں نے ان کو نیکی اور توحید ہی کی تعلیم دی تھی مگر وہ وقت کے ساتھ ساتھ کچھ کے کچھ بنتے چلے گئے مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اس لیے امت محمد کو اچھی طرح یہ جان لینا چاہیے کہ "اللہ ہی زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتا ہے"۔ (آیت: 17)

یعنی توحید ورسالت پر پوری طرح جم کر اپنی زندگیوں کو استوار کریں اور یقین کامل رکھیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا بالکل ضروری ہے اور اللہ سے ثواب یا سزا پانا بھی بالکل ضروری ہے یہ بات پکی ہے اور سچی ہے۔ اس میں ہرگز کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد پر یہ لازم ہے کہ وہ برائی کا خاتمہ ضرور کرے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

نیک لوگوں کے فرائض اور ان کے درجات

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾

ع ۱۸

جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور نیک نیت وخلوص سے اللہ کو قرض دیتے ہیں ان کو دوگنا ادا کیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا بدلہ ہے۔ (18) اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کے اعمال کا صلہ ہوگا اور ان کے ایمان کی روشنی اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں۔ (19) جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ، زینت وزیبائش اور تمہارے آپس میں فخر وستائش اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب وخواہش ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی ہے کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر اسے دیکھنے والے تو اسے دیکھتا ہے کہ پک کر زرد ہو جاتی ہے پھر چورا

چورا ہو جاتی ہے۔اور آخرت میں کافروں کے لیے عذاب شدید اور مومنوں کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔اور دنیا کی زندگی تو صرف متاع فریب ہے۔(20) بندو! اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے اور جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں۔جلدی کرو یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"۔(21)

تشریح: الحمد للہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور ہمارا پکا یقین ہے اللہ کے خالق مطلق ہونے پر یعنی توحید پر یقین ہے۔آخرت پر یقین ہے سزاء و جزاء پر پورا یقین ہے اسی لیے اللہ وحدہ لاشریک کی ہی عبادت کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور اسی لیے اللہ کے مقبول بندوں میں شامل کیے جائیں گے ان شاء اللہ ورنہ تو صرف دنیا کے عیش و آرام میں گم ہو کر زندگی گزارنے والے لوگ آخرت کے عیش و آرام سے بالکل دور رہیں گے اور ان کا ٹھکانا بہت برا ہوگا آخرت میں۔اللہ کی کتاب اور رسول بندوں کے لیے فضل اور رحمت کی نشانی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔جلدی کرو یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے" (آیت 21) اسی طرح حدیث میں آتا ہے۔"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کریں تو دنیا کے بارے میں زہد اختیار کرو۔اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے محبت کریں تو جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے فکر اور سخی ہو جاؤ"۔(ابن ماجہ)

حضرت معین الدین چشتی کا ؒ قول ہے۔"جس میں یہ تین خصلتیں ہونگی وہ اس حقیقت کو جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔

اول: سخاوت دریا کی طرح۔

دوم: شفقت آفتاب کی طرح۔

سوم: تواضع زمین کی طرح"۔

اللہ نے لوحِ محفوظ میں سب لکھ رکھا ہے۔نہ گھبراؤ نہ اتراؤ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ؀ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ؀ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؀لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ

مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾

کوئی مصیبت تم پر اور ملک پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔(22) تاکہ غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو اس نے تمہیں دیا، اور اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔(23) جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پرواہ ہے اور وہی حمد وثناء کے لائق ہے۔(24) ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو۔ (یعنی شرعی قوانین) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، لوہا پیدا کیا اس میں جنگ کے لحاظ سے خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں، اللہ ان کو معلوم کرے بیشک اللہ زبردست اور غالب ہے۔(25)

تشریح: ان آیات میں رب کائنات کے بڑے زبردست کمالات اور بہترین اصول وضوابط کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہمیں کائنات کے ذرے ذرے میں چاہے وہ انسان ہو، حیوان ہو، نباتات ہو، جمادات ہو یا فرشتے ہوں یا پھر اجرام فلکی ہوں یا ہوا پانی اور آگ ہوں غرض ہر چیز میں دکھائی دیتے ہیں سب چیزیں اللہ کے پہلے بنائے ہوئے ڈیزائن کے مطابق چل رہی ہیں اور وہ ڈیزائن اور ان کے اصول اللہ کے پاس لکھے ہوئے محفوظ پڑے ہیں اور جہاں محفوظ کئے گئے ہیں اس کو رب العزت لوحِ محفوظ کا نام دیتے ہیں۔ ہم اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جیسے انسان ایک کمپیوٹر میں پورا پروگرام بنا کر رکھ دیتا ہے پھر اس پر متعدد بٹن لگا دیتا ہے اب بنانے والا تو خوب جانتا ہے کہ کس بٹن کو دبانے سے کیا کام ہوگا۔ اب چلانے والے دوسرے بندے کے سامنے جب وہ کمپیوٹر آتا ہے تو وہ اس میں سیٹ کردئے گئے پروگرام کے اندر ہی رہ کر کچھ کرسکتا ہے جو بھی وہ چاہے، اس کو کیونکہ چلانے کے لئے ہدایات دے دی گئی ہیں، آزادی اور ارادہ بھی دے دیا گیا ہے اس لئے وہ اپنی مرضی سے اس کے بٹن دباتا ہے۔

یہی حال تقدیر اور اعمال کا ہے۔ انسان کی زندگی یعنی تقدیر اس کی جین (Gene) پر لکھی ہوئی وہ کتاب ہے جو انسان کے اختیار سے تبدیل نہیں ہوسکتی ہاں دعا، زبردست خواہش اور انتھک کوشش اللہ کی اس لکھی گئی کتاب میں اللہ کی مرضی سے تھوڑا سا فرق لاسکتی ہے۔ اور یہ لکھی گئی کتاب ہماری زندگی کے لیے امتحانی پرچہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے حل کرنے میں انسان کے عقیدے، تربیت، علم، کوشش، رجحان اور شخصیت کا کمال ہے کہ وہ اس کا کس درجہ کمال یا زوال سے حل کرتا ہے۔ یعنی شیطانی استاد کے زیرِ اثر یا پیغمبر کی تعلیمات کے زیر اثر کام کرتا ہے۔ یہ تو ہوگئی بندے کی صلاحیت اب ذرا اس قادر مطلق کی صلاحیت پر بھی نظر کریں۔ کہ باری تعالیٰ کا علم اس قدر وسیع اور کامل ہے کہ وہ ہر چیز کے اوپر پوری طرح چھایا ہوا ہے۔

اس لیے وہ خوب جانتا ہے کہ کون بندہ کیا کام کرے گا یا کس راستے پر چلے گا اور کائنات میں کب، کیسے، کیونکر اور کن

اسباب سے کیا ہونے والا ہے، ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے۔ سب کچھ اللہ کے دائرۂ قدرت وعلم میں موجود ہے کیونکہ اس نے ہر چیز کی تقدیر، پلان اور انجام پہلے سے اپنے پاس مرتب کر کے رکھ چھوڑا ہے۔ یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے ایک شخص بلڈنگ بنانے سے پہلے نقشہ ضرور بناتا ہے اور پھر خوب جانتا ہے کہ کہاں کیا خرابی ہے یا اچھائی ہے۔ تو بھلا یہ اتنی بڑی کائنات بغیر پری پلان کے کیسے بن سکتی ہے۔

لہٰذا کوئی واقعہ چاہے اس کا تعلق عالمِ افلاک سے ہو عالمِ حیوانات، نباتات یا جمادات سے ہو سب رب ذوالجلال کے قانونِ قدرت اور نظامِ فطرت کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں اور اسی کو قضاء وقدر کا نام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کائنات کوئی حادثاتی عمل سے وجود میں نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے۔ "اور اللہ کا حکم تو (پہلے سے) تجویز کیا ہوا ہے"۔ (الاحزاب:38)

تقدیر کا پابند نباتات و جمادات

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا نظام بغیر ایک عظیم وحکیم قادرِ مطلق کے کنٹرول کے چل ہی نہیں سکتا۔ یہاں کی ایک ایک کل اور ایک ایک پرزہ اس کے علم اور کنٹرول میں ہے اب رہا انسان تو اس کو اللہ نے اپنا نائب بنایا علم، آزادی اور ارادہ تو ضرور دے دیا، مگر ایک حد سے باہر انسان کا نکل جانا ناممکن ہے۔ قضاء وقدر کی پابندی خود انسان کی بہتری کے لئے لگائی گئی ہے کیونکہ جو لوگ قضاء وقدر پر ایمان رکھتے ہیں وہ حادثاتِ زمانہ کو بہادری سے برداشت کر لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں حوادثِ زمانہ کیونکہ اللہ کی طرف سے ہیں لہٰذا ان میں کوئی نہ کوئی بہتری ضرور ہوگی۔ اسی طرح انسانی زندگی کے تغیر وتبدل کو بھی بندہ بڑے حوصلہ، ہمت، خودداری، جرأت مندی اور دلیری سے برداشت کر لیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے جو مل گیا وہ ملنے والا نہیں اور جو مل گیا وہ جانے والا نہیں اور یوں انسان خواہ مخواہ کی پریشانی، اضطراب، کشمکش اور ذہنی پریشانی سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے وہ جانتا ہے جو ہوا اللہ کی مرضی سے ہوا۔ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی بہتری ہوگی۔ یا پھر یہ ہمارے اپنے اعمال کے صلے میں ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا: جان لو کہ سب لوگ مل کر بھی اگر تمہیں معمولی سا نفع پہچانا چاہیں تو وہ نہ پہنچا سکیں گے مگر اسی قدر جتنا کہ رب العزت نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ یہ بھی نہ کر سکیں گے۔ مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور دفتر خشک ہو گئے"۔ (ترمذی۔ احمد)

راضی برضا ہو جانا انسان میں انسانیت کے بلند ترین اوصاف پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ تاریخ گواہ ہے کہ امت مسلمہ

نے کس قدر زبردست کامیابیاں حاصل کیں کیونکہ ان میں دیگر اعتقادات کے علاوہ قضاء وقدر پر بھی پختہ یقین تھا جس کی وجہ سے ان میں سخاوت، شجاعت، صبر و یقین شرافت اور بردباری کی وجہ سے بہت کم مدت میں بہت دور دراز تک بہت زیادہ عرصہ تک دنیا میں کامیاب حکمرانی کی۔ لیکن جیسے جیسے قضاو قدر کے مفہوم کو سمجھنے میں فطور آتا گیا مسلمانوں میں کمزوری آنے لگی۔ کسی گروہ نے کہا کہ ہم اعمال کے ذمہ دار نہیں کیونکہ اللہ نے ہمارے لیے گمراہی لکھ دی ہے۔ کچھ نے کہا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں جو ملنا ہوگا نصیب میں لکھا مل جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عقیدے کی کمزوری نے انسان میں بجائے ہمت، جرأت، بہادری اور سخاوت جیسے اوصاف پیدا کرنے کے اس کو بزدل کنجوس، بے کار، سست اور ناکارہ بنا کر رکھ دیا۔ جب کہ ہر طبقہ میں قضاء وقدر کو بہترین زینہ قرار دیا گیا ہے۔ ترقی کے لیے کامیابی، سکون اور دیگر انسانی خوبیوں کے حصول کے لیے۔

انگریزی کا یہ مقولہ "Trust in God and Do the best" اللہ جل شانہ، بھلائی کا حکم دیتا ہے "اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے" (سورہ بقرہ:197) اللہ نے یہ نہیں کہا کہ برے کام کرو کیونکہ یہ تمہاری قسمت میں لکھ دیے گئے ہیں بلکہ یہ مسئلہ تو یوں حل ہو جاتا ہے کہ اس نے دنیا ہمارے سامنے رکھ دی جس میں ہر قسم کی اچھائی اور برائی بھری ہوئی ہے۔ ہمیں ہدایات بھی بذریعہ نبی ﷺ پہنچادیں پھر ہمیں آزادی دے دی کہ نیک راستہ اختیار کرو یا برا۔ مگر اس کا علم اتنا وسیع ہے وہ پہلے سے جانتا ہے کہ یہ بندہ نیکی اختیار کرے گا اور یہ بدی اختیار کرے گا۔ جیسا کہ ماں کو اپنے بچوں کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ نیک فطرت ہے اور یہ بدفطرت ہے۔

قضاء قدر بھی اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کی دلیل ہے اور ناظم اعلیٰ ہونے کی دلیل ہے نہ کہ بے انصاف اور ظالم ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تو سب سے بڑا انصاف کرنے والا ہے۔ اگر اس نے خود ہی کسی کو برائی کے لیے بنا دیا ہو تو پھر اس کو جہنم کا عذاب کیسے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "بلاشبہ اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا"۔ (سورہ نسا:40)

پھر ایک اور جگہ فرمایا "اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں" (فصلت:46)

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور نیکی کرتے رہو تا کہ کامیاب رہو"۔ (الحج:77)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "(مسلمانو!) بیشک اللہ حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور بھلائی کرو، اور قرابتداروں کے حقوق ادا کرو، بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ کاموں اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو"۔ (نحل:90)

یہ تو اب کسی کے اپنے اختیار میں ہے احکامات الٰہی پر پابندی کر کے جنت حاصل کرے یا نافرمانی کر کے دوزخ حاصل کر لے۔ امید ہے قضاء وقدر کا یہ انتہائی نازک مگر ضروری نکتہ پوری طرح سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ اب کوئی شک وشبہ اس مسئلہ میں باقی نہیں رہ گیا۔ تو ایک سچے پکے عزم و حوصلہ رکھنے والے بندہ مسلم کی تعریف شاعر یوں کرتا ہے۔

خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

(اقبال)

آخر میں رب العلمین اپنے عدل و انصاف، پیغمبروں کتابوں کی رحمتوں کا ذکر فرماتا ہے اور ایک بڑی نعمت لوہے کا بھی ذکر کرتا ہے۔ لوہا جیسا کہ اپنے بے شمار فوائد کے ساتھ انسان کو عطاء کیا گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کائنات کے اس کارخانے میں لوہے کی کس قدر اہمیت ہے۔ لیکن اگر کوئی اس بہترین دھات کو ظلم و بے انصافی کرنے کے لیے استعمال کرے تو بیشک یہ اسکا اپنا ذاتی کردار ہوگا۔ مگر اس کی نیت عمل اور سوچ اللہ سے ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور جو نیکی اختیار کر کے اللہ کی راہ پر چلتے ہوئے رسولوں کی تعلیمات کو عام کرتے ہیں انکو ربِ دو جہاں خوب اچھی طرح جانتا ہے کیونکہ "اللہ زبردست اور غالب ہے"۔ (آیت 25)

پہلی قوموں کی غلطیاں

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴ 20

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کے سلسلے کو وقتاً فوقتاً جاری رکھا، بعض تو ان میں ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔ (26) پھر ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی اور ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی۔ اور لذات سے کنارہ کشی کی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی، ہم نے ان کو اس بات کا حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خیال میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آپ ہی ایسا کر لیا تھا پھر جیسا کہ اس کو بنا رہنا چاہیے تھا نباہ بھی نہ سکے۔ پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔ (27) مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطاء فرمائے گا اور تمہارے لیے روشنی کر دے گا جس میں

چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(28) یہ باتیں اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔ اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔(29)

تشریح: پچھلی آیات میں رسول، کتاب اور نیک لوگوں کے بارے میں بات ہو رہی تھی پھر اللہ تعالیٰ پچھلی قوموں کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ ان کے اعمال و اطوار اور پھر ان کے زوال اور عذاب پر غور و فکر کریں تاکہ عبرت حاصل کر کے اپنے راستے درست رکھ سکیں اور نجات پائیں۔

سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام پھر ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے بے شمار پیغمبر کتابیں دے کر بھیجے گئے یہاں خاص طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ویسے تو ہر نبی نے توحید کی ہی تعلیم دی مگر لوگوں نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے اصل عقائد سے پھر کر غلط عقائد اختیار کر لیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم دل اور بڑے ہی مشفق انسان تھے اس لیے ان کے پیروکار بھی رحم اور شفقت سے بھرے دل رکھتے تھے مگر انہوں نے بھی آہستہ آہستہ انجیل مقدس کے احکامات کو کچھ بدل دیا اور کچھ حذف (ختم) کر دیے اور سب سے بڑا قدم جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لیا وہ تھیں بدعات اور شرک۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے اعلیٰ درجہ کے نبی تھے آپ کو معجزے دیے گئے اور آپ اپنی قوم کو یہود کی شرارتوں سے بچانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے مگر عیسائیوں نے اپنی طرف سے اپنے لیے رہبانیت کو فرض کر لیا جو کہ بڑا مشکل اور خلاف فطرت انسانی عمل ہے۔ اسی لیے اسلام میں اس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے حدیث میں آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں''۔ (مسند احمد)

اصل میں رہبانیت کا رجحان عیسائیوں میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوا جو بڑھتے بڑھتے تیسری صدی تک فتنہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ مثلاً یہ کہ اس وقت کی مشرک اور گندی رسومات کا توڑ عیسائی علماء نے رہبانیت (ترک دنیا) میں تلاش کر لیا یعنی دنیا کی تمام جائز خواہشات کو ختم کر دیا جائے اس کے نتیجہ میں بے شمار نقلی اولیاء پیدا ہو گئے جو مذہب کی آڑ میں پیسہ کماتے تھے۔ پھر کیونکہ ان کے پاس کوئی مفصل شریعت موسوی نہ تھی ادھر اُدھر سے جو ملا اپنے مذہب میں شامل کرتے چلے گئے نتیجہ یہ نکلا کہ تیسری صدی سے ساتویں صدی عیسوی تک تمام مسیحی بزرگ علماء، پیشوا اور امام سب خود بھی رہبانیت کے ماننے والے اور کلیسا میں رہبانیت کو رواج دینے والے بن گئے جو کہ آج تک جاری و ساری ہے۔

اس وقت انتہاء یہ تھی کہ اللہ کو خوش کرنے کے لیے خود کو سخت ترین اذیتیں دی جائیں۔ جسم کی صفائی نہانا دھونا بالکل منع تھا۔ نکاح کو حرام قرار دے دیا گیا۔ ماں باپ، بہن بھائی، بیوی اولاد کی محبت اور رشتہ کو گناہ قرار دے دیا گیا۔ رشتہ داریوں کے ختم کرنے کی وجہ سے دلوں میں سختی، بے رحمی اور بے اعتنائی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے آپس میں بھی مذہبی اختلافات پیدا

ہو گئے جو بڑی خرابی کا باعث بنے رہتے۔ پھر سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مذہب کی آڑ میں لوٹ مار عروج کو پہنچ گئی جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ پانچویں صدی کے شروع میں ہی روم کا بشپ بادشاہوں کی طرح رہتا تھا اور یہی وجہ رہبانیت کے خلاف بنی۔ کیونکہ یہ حرکت انسانی فطرت کے بالکل خلاف ہے لہٰذا یہ بری طرح بدنما شکل اختیار کر گئی۔

اور یوں آٹھویں صدی سے گیارھویں صدی عیسوی تک کا دورانیہ مذہبی تاریخ کا بدترین نمونہ بن گیا اور اس غیر فطری، خود ساختہ عبادت کے نتائج بڑے ہی بھیانک نکلے۔ ان کے دلوں کے حال تو اللہ ہی جانتا ہے کچھ لوگ ان میں اچھے بھی ہیں تو ایسے ہی لوگوں کو رب العزت دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دگنا اجر عطاء فرمائے گا۔ اور تمہارے لیے روشنی کر دے گا، جس میں تم چل سکو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (آیت 28)

عیسائیوں کے عقائد کے انجام کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات بڑی پاک صاف اور شریعت محمدی بڑی بہترین ہے۔ اگر ان دونوں کو سچے دل سے مان کر ان پر عمل کرو گے تو تمہیں دہرا اجر ملے گا۔ یہاں تھوڑا اختلاف ہے مگر دوہرا اجر اس بات کی وضاحت یوں کرتا ہے کہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر اور دوسرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے پر۔ تو اس میں مسلمان اور نومسلم سب ہی شامل کئے جا سکتے ہیں۔ بہر حال اسلامی تعلیمات اور شریعت محمدی بدعات اور رہبانیت سے بڑی سختی سے منع کرتی ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خطبہ کی ابتداء میں فرمایا کرتے تھے "سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جب کہ سب سے بدترین کام، دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا ہے، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے"۔ (متفق علیہ)

ترک دنیا یا رہبانیت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "خبردار، اللہ کی قسم میں تمہاری نسبت اللہ سے بہت ڈرتا ہوں اور تقویٰ کرتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں"۔ (بخاری، مسلم)

دین اسلام انسان کے لیے بہت بڑا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو انسانی زندگی کے لئے مشکلات پیدا کرے یا انسانی فطرت کے خلاف ہو تو کیا یہ انسان کے لئے بہترین تحفہ اور بہت بڑا فضل و کرم نہیں ہے؟ ہمارا دین پیارا دین ہے مکمل اور آسان دین ہے اسی لیے تو اللہ نے فرمایا ہے "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا" (سورہ المائدہ: 3)

اس لیے اب دین میں شریعت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ہرگز ممکن نہیں اور اسی میں مسلمان کی دنیاوی، اخروی، روحانی اور جسمانی ہر طرح سے ترقی، خوشحالی، سکون اور کامیابی کا راز ہے۔ کتنا بڑا فضل ہے اللہ کی طرف سے۔ بس ضروری ہے کہ اس کی پہچان کر لی جائے اور دل و دماغ کا رخ اسی کی طرف پھیر دیا جائے۔ منزل مقصود قرآن ہی ہو۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

(اقبال)

خلاصہ سورہ الحدید

یہ سورت بھی انسان اور بندے کے تعلق کو مضبوط کرنے اور اعتقادات کو سیدھا رکھنے کے بہترین طریقوں سے بھری پڑی ہے۔ سب سے پہلے الہ العلمین کی صفات کا ذکر ہے پھر اس کے احکامات اور اس کی طرف سے کی گئی عنایات کے ساتھ خود کو ڈھال کر بہترین زندگی گزرانے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ اس عارضی زندگی کی خوشیوں میں گم ہو کر وہ روشنی نہ کھو دیں جو پل صراط پر سے گزرنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ ہم سے پہلے بھی بڑی زوردار قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اصل دین کو بگاڑ کر بدعات کی وجہ سے خود کو ذلیل وخوار کر لیا۔ ان سے سبق سیکھو۔ اور یاد رکھو کفر وشرک، مصیبت میں گھبرانا اور راحت میں اترانا اللہ کو ہرگز پسند نہیں کیونکہ یہ دونوں باتیں خود انسان کی بہتری کے لیے نقصان دہ ہیں۔ "مصیبت میں گھبرانا کمال درجے کی مصیبت ہے"۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

شکر اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو ہر صورت پسند ہے۔ اور اسی میں بندے کی بہتری ہے۔ عاجزی کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم کے سامنے جھک کر کھڑے ہو جاؤ۔ بلکہ اپنے دفاع اور سلامتی کے لیے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قوموں میں جنگ وجدل ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ مسلمانوں کو کفار کے خلاف لڑنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ حدید (لوہے) کا ذکر اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہتھیار بناؤ اور اپنا، اپنے ملک کا اور اپنے مذہب کا دفاع ضرور کرو۔ آخر میں اللہ کے فضل وکرم، اس کی بخشش اور رحمت کا اعلان اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ و رسول اور اس کی کتاب پر سچے دل سے ایمان لے آؤ اور اس بات سے ہرگز نہ گھبراؤ کہ پہلے تم موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے تھے یا کسی بھی دوسرے عقیدے پر چلنے والے تھے۔ اللہ کا فضل بہت بڑا اور وسیع ہے اور وہ بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اس کا شکر ادا کرو کہ ہدایت کی راہ دکھائی دی اور دین محمدی دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اسی میں نجات ہے اور اسی میں بہتری بھی ہے۔ بدعات سے خود کو بچاؤ۔ حدیث ملاحظہ ہو۔ فرمایا "اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے، جو ہمارے فعل کے مطابق نہیں تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا"۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

الحمد للہ کہ سورۃ الحدید مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ المجادلۃ

ترتیب میں یہ سورت 58 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں 28 آیات ہیں اور تین رکوع ہیں۔ یہ مدنی سورت ہے اور یہ مدینہ میں تقریباً 5 سنہ ھ کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کے نزول کی وجہ بڑی خاص ہے اور اسی نسبت سے اس سورۃ میں بڑے اہم مسئلہ ظہار کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ سورۃ الاحزاب میں ظہار پر ہلکی سی بات ہوئی تھی مگر خولہ بنت ثعلب کے پوچھنے پر یہ آیات نازل ہوئیں اور یوں ظہار کے شرعی احکامات پوری تفصیل سے بیان کر دیئے گئے۔ ساتھ ہی چند آداب محفل مسلمانوں کے لیے وضع کر دیئے گئے۔ یہ تمام معاملات اس وقت سوسائٹی میں تکلیف کا باعث بنے ہوئے تھے ان کا سد باب بھی اس سورت میں کر دیا گیا تاکہ اسلامی معاشرہ ہر قسم کی قباحت' شر اور فساد سے پاک صاف ہو جائے۔ یہ اخلاقی اور معاشرتی مسائل ایسے ہیں کہ جو ہر زمانے کے لوگوں کو ہمیشہ درپیش رہتے ہیں۔ انسانوں کی سہولت اور بہتری کے لیے ان عام سی اخلاقی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حل بتا دیا۔ اب عمل کرنا انسان کا کام ہے۔ عمل کرے گا تو سوسائٹی میں مقبول ہو گا اور آخرت میں بہترین درجات حاصل کرے گا۔ اور اگر عمل نہیں کرے گا تو ظاہر ہے کہ اِدھر بھی اور اُدھر بھی اپنا ہی نقصان کرے گا۔

اور یوں خود کو شیطان کا بھائی بند بنا کر دوزخ کا رخ کرے گا جب کہ متقی' بزرگ اور فرمانبردار اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں جو ہر صورت فلاح پانے والے ہیں۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ اس پوری سورت کو پڑھنے کے بعد اس بات کا یقین اور بھی پختہ ہو جاتا ہے کہ واقعی اللہ ہر وقت ہر صورت اور ہر جگہ ہر بندے کے اعمال دیکھتا ہے اور اس کے اقوال سنتا ہے۔ اس کے سمیع و بصیر ہونے کی پکی دلیل اور ثبوت ہمارے سامنے آ موجود ہوتا ہے۔ ہمارا کوئی مسئلہ' کوئی پریشانی' کوئی دکھ اور کوئی خوشی اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ ایک شفیق ترین ماں سے کئی گنا زیادہ وہ ہمیں بچاتا ہے راہ دکھاتا ہے اور راہ کو روشن بھی کر دیتا ہے۔ اب یہ ہماری خوش نصیبی ہے یا بد نصیبی کہ ہم اس کی دی ہوئی روشنی، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں یا نہیں۔ عبادت کریں گے تو ہمارا فائدہ ہے توحید' رسالت اور آخرت پر یقین کریں گے تو ہمارا ہی فائدہ ہے اس میں نہ کسی دوسرے کا فائدہ ہے اور نہ ہی اللہ کا فائدہ ہے اور نہ ہی اس پر ہمارا کوئی خرچہ ہوتا ہے۔ روح' جسم اور ماحول کی پاکیزگی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت مدد کے لیے تیار ہیں۔

فضائے بدر پیدا کر' فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(مولانا ظفر علی خان)

"ظہار" اور اس کے شرعی احکام

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝١ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ
وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٢ وَالَّذِيْنَ
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ
تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٣ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ
قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ۝٥ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَیْءٍ شَهِيْدٌ ۝٦

ع ۱

(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتی اور اللہ سے رنج و ملال کا شکوہ کرتی' اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی بات چیت سن رہا تھا' کچھ شک نہیں اللہ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔(1) جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں' ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو پیدا کیا' بیشک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔(2) اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو ان کو ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ (مومنو!) اس حکم سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے' اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔(3) جو غلام آزاد نہ کر سکے وہ دو مہینے متواتر روزے رکھے بیوی سے ملنے سے پہلے (کفارے کے طور پر) جو یہ بھی نہ کر سکے اسے ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا چاہیے' یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور یہ اللہ کی مقرر کی گئی حدود ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔(4) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے اور ہم نے صاف اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں' اور کفار کو ذلت کا عذاب ہوگا۔(5) جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا اللہ کو وہ سب کام یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(6)

تشریح: قرآن پاک میں بار بار نیکی کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سورت تو خالصتاً انتہائی اہم احکامات بتا رہی ہے۔ یہ احکامات ظلم' زیادتی' کفر و شرک' بے حیائی اور بد نظمی سے بچاتے ہیں۔ جیسا کہ سورت کے شروع میں ظہار کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر اور بے شمار دوسری تفاسیر میں احادیث و روایات میں یہی بتایا گیا ہے کہ یہ آیات خاص طور سے خولہ بنت ثعلب رضی اللہ عنہا کے مسئلہ ظہار کو حل کرنے کے لیے نازل کی گئی تھیں جو کہ تمام مسلمانوں کے لیے حدود کا درجہ رکھتی ہیں۔ واقعہ تو آیات میں بتا دیا گیا ہے یہاں ایک تو اللہ کے سمیع و بصیر ہونے کی دلیل ملتی ہے ایک اس کے رحمن و رحیم ہونے کی دلیل ملتی ہے اور بہترین وکیل ہونے کی بھی کہ جونہی اس کے بندوں کو تکلیف پہنچتی ہے وہ فوراً اس کا بہترین حل بتا دیتا ہے۔ پھر سیدنا خولہ بنت ثعلب رضی اللہ عنہا کی بڑی عزت افزائی ہوگئی کہ مسئلہ ان کی وجہ سے قرآن میں حل کیا گیا جو کہ بعد میں تمام مسلمانوں کے لیے راہ ہدایت مقرر ہو گیا، پھر اس حکم سے زمانہ جاہلیت کی وہ رسم بھی توڑ دی گئی کہ ظہار کرنے والے شوہر کا بیوی سے نکاح ٹوٹ جاتا تھا۔ بیوی کو ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی مگر جو بھی کوئی یہ بے ہودہ بات کہے اس کو اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس انتہائی نازک معاملے کے لیے صاف صاف حکم لگا دیا ہے۔ کہ جو بھی کوئی ظہار کی حرکت کرے تو پھر بیوی سے نکاح تو نہیں ٹوٹے گا مگر کفارہ لازم ہو جائے گا اور جب تک کفارہ ادا نہ کر دیا جائے گا بیوی کو چھونا سختی سے منع ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کر دے یہ نہ ہو سکے تو مسلسل 2 ماہ کے روزے رکھے اگر کسی وجہ سے یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ تفاسیر میں لکھا گیا ہے کہ روایات کی روشنی میں اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر کوئی شخص مساکین کو کھانا کھلانے سے بھی عاجز ہو تو اس کی اس معاملہ میں پوری مدد کرنی چاہیے تا کہ وہ مقررہ حدود اور اللہ کے فرمان کو پورا کر کے دنیا و آخرت میں نجات حاصل کر سکے۔ کیونکہ آیات چار اور پانچ میں بڑا سخت حکم دیا گیا ہے 'نافرمان اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو پورا نہ کرنے والے عذاب کے مستحق ہوں گے جو ان کو دنیا و آخرت میں ضرور بھگتنا پڑے گا۔ فرمان اللہ ہے۔ "جو نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔" (آیت 5)۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں: "اللہ کی شریعت جو انصاف پر مبنی ہے 'بندوں کی دنیا و آخرت کی مصلحت و بھلائی کے لیے بنائی گئی ہے 'شریعت اسلامیہ سرتاپا عدل' انصاف' رحمت' مصلحت اور حکمت ہے۔ ہر مسئلہ جو عدل سے ظلم' رحمت سے غیر رحمت مصلحت سے فساد اور حکمت سے حماقت میں داخل ہو جائے وہ شریعت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کی شریعت جوابدہی ہے۔ اس میں مصلحت عامہ کی خاطر قوانین و احکام وضع کرنے کی گنجائش و وسعت موجود ہے بشرطیکہ ایسا کرنے میں کسی حکم الٰہی کی نافرمانی یا کسی اسلامی قاعدے سے تجاوز یا اسلامی طریق میں تبدل و تغیر واقع نہ ہوتا ہو"۔

(از انسان کامل مصنف محمد بن علوی المالکی الحسینی استاد مسجد الحرام' مکہ المکرمہ)

یہاں "ظہار" کے لیے جو کچھ بھی سزا مقرر کی گئی ہے وہ جرم کے عین مطابق ہے۔ جسمانی سزا نہیں بلکہ ہر طرح اس

میں اصلاحِ روح اور اصلاحِ معاشرہ کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ پھر بڑی ہی سختی سے بتا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی صورت اللہ کی بتائی ہوئی حدود سے ہٹ کر زندگی گزارے گا تو اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ اس کا اپنا نقصان اس زندگی میں ہوگا بلکہ اس دن جب اعمال کا حساب کتاب کر کے اللہ تعالیٰ جنت یا دوزخ یا اعمال کے مطابق سزا و جزا دے گا یہ پیغام بھی بالکل سچا اور پکا ہے کہ نافرمان سزا سے ہرگز بچ نہ سکے گا کیونکہ اللہ نے فرما دیا ہے۔ "جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا۔ اللہ کو وہ سب کام یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں' اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے"۔ (آیت 6)۔

آج کل سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے کہ اعمال کے ریکارڈ ہونے اور دوبارہ زندہ کیے جانے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ گیا۔ سکاٹ لینڈ کے جان لوئی بیرڈ کی ایجاد ٹیلیویژن اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اسی طرح فضائی شعاعیں نیوٹرینو جوز مین پر ہونے والے ہر واقعہ کی فلم تیار کر رہی ہیں۔ یہ فضا سے برسنے والی انتہائی لطیف تابکار شعاعیں ہیں۔ یہ اور اسی طرح کے بے شمار انتظام اللہ حکیم وخبیر نے کر رکھے ہیں جو ابھی تک انسان کے علم سے باہر ہیں۔ اللہ کا یہ دعویٰ کہ "اللہ ہر چیز سے واقف ہے"۔ آج سائنس کے زمانے میں علم طبیعات اور علم قرآن کی مطابقت میں اتنا ہی سچا اور پکا ہے جتنا کہ ہمارے سامنے چڑھتے سورج کی پھیلتی ہوئی روشنی۔ جیسے جیسے سائنس ترقی کرتی جائے گی قرآن میں بیان کیے گئے تمام علوم انسان کے سامنے کھل کر آتے چلے جائیں گے اور اس طرح اللہ کا یہ بیان کہ "ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے' کائنات میں بھی اور ان کے اپنے اندر بھی' یہاں تک کہ ان پر کھل جائے یہ واقعی برحق ہے"۔ (سورہ حم سجدہ آیت 53)

دنیاوی علوم اور روحانی علوم مل کر انسان کو انسانیت کے اعلیٰ درجے تک پہنچانے والے ہیں جو کہ دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اس راہ میں اللہ ہماری مدد کرے۔ آمین۔

سرگوشی اور نیت اللہ سب جانتا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ
شَيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے۔ کسی جگہ تین لوگوں کا مجمع اور کانوں میں صلاح ومشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں ہوں پھر بھی جو کام یہ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ ایک ایک ان کو بتائے گا بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(7) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا' جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول ﷺ اللہ کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو جس کلمے سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی اس سے آپ کو دعا دیتے ہیں' اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ "اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا"؟ (اے پیغمبر!) ان کو دوزخ کی سزا ہی کافی ہے' یہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ بری جگہ ہے۔(8) مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکوکاروں اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا' اور اللہ سے' جس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے ڈرتے رہنا۔(9) کافروں کی سرگوشیاں تو شیطان کی حرکات سے ہیں جو اس لیے کی جاتی ہیں کہ مومن ان سے رنجیدہ ہوں' مگر اللہ کے حکم کے سوا ان سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔(10)

تشریح: ان آیات میں یہودیوں اور منافقین کے بارے میں تفصیلاً بتا دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اکثر اکٹھے ہو کر بیٹھ جاتے اور چپکے چپکے رسول اللہ ﷺ پر فقرے کستے اور مذاق اڑاتے یہ رویہ تو آج کے انسان میں بھی ہے کہ جب بھی کسی واعظ کی مجلس میں جاتے ہیں تو بدنیت' شیطان فطرت لوگ بجائے نصیحت حاصل کرنے کے الٹا غلط رویہ اختیار کرتے ہیں یہ سوچتے ہوئے کہ دین کو مسلم معاشرے کو اور ہدایت کار کو نقصان پہنچائیں۔ تو اس وقت ان لوگوں کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ رب العزت علیم وخبیر ہے۔ سمیع وبصیر ہے اور قادر مطلق ہے۔ یعنی کوئی کونہ ایسا نہیں کہ جن کے بارے میں اللہ کو علم نہ ہو مطلب یہ ہے کہ ہر چیز ہر شخص اور ہر لحہ یعنی زمان ومکان اللہ کی قدرت اور علم میں ہے اس نے کائنات کا انتظام اس حکمت ودانائی سے کر رکھا ہے کہ بڑے سے بڑا مفکر' عالم دین' معمولی انسان' جن' شیطان' تمام اجرام فلکی تمام نباتات جمادات غرض کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے علم کے احاطہ سے ایک لحہ کے لیے بھی نکل جائے یا اس کی اجازت کے بغیر حرکت کر سکے، اس لیے کافر منافق یا شیطان فطرت لوگ خبردار ہو جائیں کہ وہ خود کو نقصان پہنچا رہے ہیں کیونکہ غلط کام غلط رویے اور غلط سوچ کا عذاب ان کو ہر صورت ضرور مل کر رہے گا اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنے لیے ہی کر رہے ہیں۔ ان کو اتنی اجازت کہاں کہ یہ اللہ کی مرضی کے

خلاف کسی کو نقصان پہنچا سکیں یا کسی کو ذلیل کر سکیں یہ سب تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کہاں بڑے آ گئے کسی کو نقصان پہنچانے والے۔ پھر مومنین کو نصیحت فرمائی کہ اول تو مجلس میں بیٹھ کر سرگوشی کرنا ویسے ہی معیوب بات ہے لیکن بوقت ضرورت کرنی پڑ جائے تو نیکی کی بات میں اچھائی کے منصوبے میں اور بھلائی کے نظریے سے سرگوشی کر سکتے ہو۔ اور پھر ہرگز گھبرانے شرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ " تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں"۔(10)

توحید پر یقین نا قابل تسخیر قلعہ ہے اور اس میں رہنے والے بے پناہ طاقت کے امین ہوتے ہیں۔

ہم کو طوفاں سے ڈرائیں نہ زمانے والے
کشتیاں ہم سر ساحل ہیں جلانے والے

از : خالد کفایت

توحید باللہ ہی کی تو وہ طاقت ہے جو آج مخالفین کے لیے مسلمان کو سمجھنے میں ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ اگر مسلمان میں کہیں کمزوری دکھائی دیتی ہے تو وہ ایمان کی کمزوری کی ہی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ "لوگوں کے لیے کسی نیک عمل کا چھوڑ دینا ریاکاری ہے اور نیک عمل کو لوگوں کے دکھاوے کے لیے کرنا شرک ہے"۔ (سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ)

جو بھی کام کیا جائے نیک نیتی سے صرف اللہ کے خوف سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔ یہودی مسلمانوں سے خار کھاتے تھے اور سیدنا محمد ﷺ کے تو ویسے ہی دشمن تھے تو اسی حسد بغض میں یہ کرتے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو سلام کرتے تو بجائے اسلام علیکم کہنے کے یوں کہتے السام علیک یعنی تم پر موت آئے۔ اور پھر کہتے کہ "آپ کو تو معلوم ہی نہیں ہوتا اور یہ کہ اس بات پر اللہ ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں کرتا۔ ثابت ہو گیا کہ یہ رسول ﷺ نہیں ہیں۔" حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ "منافقین اور یہود' دونوں نے سلام کا یہی طریقہ اختیار کر رکھا تھا"۔ (ابن جریر)

تو اس سے سوائے اس کے کہ وہ خود کو جلاتے تھے نبی ﷺ کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ لہٰذا ان کے اس خیال بد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جہنم کے عذاب کی خبر دی ہے جو بالکل سچ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے آداب مجلس کا یوں حکم دیا ہے۔ " جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں کھسر پھسر نہ کریں۔ کیونکہ تیسرے آدمی کے لیے باعث رنج ہوگا"۔ (از بخاری' مسلم' مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد)

غرض قرآن وحدیث میں ہر صورت انسان کی بھلائی ہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اللہ ہمیں اس کو پڑھنے' سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آداب مجلس

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا
قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١١﴾ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ
اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٣﴾ ع

مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو اللہ تم کو کشادگی بخشے گا 'اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطاء کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔(11) مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کرنے سے پہلے مساکین کو کچھ خیرات دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور پاکیزگی کی بات ہے اور اگر خیرات تم کو میسر نہ آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(12) کیا تم اس سے ڈر گئے کہ پیغمبر کے کان میں بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو؟ پھر جب تم نے ایسا نہ کیا اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہو 'اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے رہو 'اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔(13)

تشریح: بہت سی احادیث ان آیات کے بارے ملتی ہیں مثلاً سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "باوجود اس حکم کے تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو" (مسلم 'ابوداؤد 'اور نسائی)

تفسیر ابن کثیر میں ان آیات کا بڑا پیارا مفہوم ملتا ہے "بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسجد میں آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہ بھی آرام سے بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور علمِ الٰہی حاصل کر لیں' تو آپ نے لوگوں کو تھوڑا اٹھا کر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہتر جگہ دلوائی 'اس طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس (بہترین جگہ) بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں"۔ ان مختصر مگر انتہائی جامع آیات میں امت مسلمہ کو تمدن' اخلاق' تنظیم' باہمی ہمدردی' تہذیب اور شائستگی کا ایسا بہترین قانون دے دیا گیا ہے جو انسان کے بنائے ہوئے کسی بڑے سے بڑے قانون میں نہیں ملتا۔

مولانا وحید الدین خان صاحب بڑے ہی اچھے انداز میں اسکی وضاحت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "یہی وہ تضاد ہے

جس نے آج پوری انسانیت کو تباہ کر رکھا ہے' خوش پوش جسم حقیقی سکون سے محروم ہیں' عالی شان عمارتیں اجڑے ہوئے دلوں کا مسکن ہیں' جگمگاتے ہوئے شہر جرائم اور مصائب کا مرکز ہیں' شاندار حکومتیں اندرونی سازش اور بے اعتمادی کا شکار ہیں۔ بڑے بڑے منصوبے کردار کی خامی کی وجہ سے ناکام ہو رہے ہیں غرض مادی ترقیات کے باوجود زندگی بالکل اجڑ گئی ہے' اور یہ سب نتیجہ ہے صرف ایک چیز کا انسان نے اپنے رب کو چھوڑ دیا ہے' اس نے اس سرچشمہ سے خود کو محروم کر لیا ہے جو اُس کے خالق و مالک نے اس کے لیے مہیا کیا تھا"۔ یعنی قرآن سے دوری اسلام کے اصول وضوابط سے لاپرواہی اور لاعلمی۔

مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں۔ "یہ الفاظ اگرچہ سمجھنے والے کے لیے بجائے خود بالکل واضح ہیں' تاہم اگر میں نیویارک اکیڈمی آف سائنس کے صدر اے کریسی ماریسن کے الفاظ نقل کر دوں تو بات بالکل مکمل ہو جائے گی۔ "ادب و احترام' فیاضی' کردار کی بلندی' اخلاق' اعلیٰ خیالات اور وہ سب کچھ جسے خدائی صفات کہا جا سکتا ہے' وہ کبھی الحاد سے پیدا نہیں ہو سکتیں جو کہ دراصل خود بینی کی عجیب و غریب قسم ہے' جس میں آدمی خود اپنے آپ کو اللہ کے مقام پر بٹھا لیتا ہے۔ عقیدے اور یقین کے بغیر تہذیب تباہ ہو جائے گی' نظم' بے نظمی میں تبدیل ہو جائے گا' ضبط نفس اور خود پر کنٹرول کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور برائی ہر طرف پھیل جائے گی' ضرورت ہے کہ ہم خدا پر اپنے یقین کو دوبارہ مضبوط کریں"۔ Man does notstandalone.P,123. (از مذہب اور جدید چیلنج)۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا کوئی محکمہ' ملک' قانون' پولیس اور عدالت انسانی کردار کو درست نہیں کر سکتی سوائے قانون الٰہی کے۔ جو کہ وحی کے ذریعہ قرآن کی شکل میں بندے تک پہنچا یا گیا ہے۔ جب ایک انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ قرآن کی ان آیات سے کیونکر منہ موڑ سکتا ہے اور کیونکر لاپرواہی کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے۔ "اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے"۔ (13)

صرف خبردار ہی نہیں بلکہ اجر وثواب بھی ضرور ملے گا یہ زندگی امتحان کا وقفہ ہے جو بہت تھوڑا ہے، اصل زندگی اور ہمیشہ کی زندگی تو قیامت کے بعد شروع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اور کفار کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ' کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے'؟ کہیں گے کیوں نہیں! لیکن کفار کے حق میں عذاب کا حکم تحقیق ہو چکا ہے۔" (سورہ الزمر:71)

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ"۔ (الزمر:73)

یہ آداب جو ہمیں سکھائے جا رہے ہیں یہ بھی قانون الٰہی کا ایک حصہ ہیں۔ یعنی بزرگوں کی عزت کرو دوسرے کو بیٹھنے کے لیے جگہ فراہم کرو۔ کانا پھوسی مت کرو۔ کسی سے ملنے جاؤ تو اس کی مصروفیت' مرتبے اور وقت کا خیال رکھ کر اس کے پاس بیٹھو یہ نہیں کہ بیٹھے ہی رہو اور میزبان پریشان ہو یا اس کا قیمتی وقت ضائع ہو۔ خیرات کرو' نماز پڑھو' زکوٰۃ دو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ (آیت 13)

ہمارے مذہب اسلام میں وہ تمام بنیادیں نہایت صحیح شکل میں مل جاتی ہیں۔ جو ایک معیاری قانون کے لیے ضروری ہیں۔ اور یہ قانون ہمیں قرآن پاک کی صورت میں مل چکا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس میں انسان کی اپنی بھلائی کے لیے بہت آسان عام فہم اور انسانی ضروریات کے مطابق ہر قانون بتایا گیا ہے۔ اور اس میں اس قدر لچک اور معقولیت ہے کہ یہ دنیا کے ہر دور کے ہر انسان کے لیے ہمیشہ ایک ہی رہا اور فائدہ مند رہا نہ تو اس میں ردوبدل کی ضرورت ہے اور نہ ہی یہ ناقابل عمل ہے بلکہ اس میں خیر ہی خیر ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم ترین نعمت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق دے آمین۔ ہمارا مذہب ہمیں معیشت' معاشرت' تمدن' حکومت' سیاست' اعتقادات اور علم وعرفان کی روشنی سے منور کرتا ہے۔ زندگی میں بے حد آسانیاں پیدا کرتا ہے اور آخرت میں جنت دلاتا ہے۔ کتنی مزے کی بات ہے یہاں بھی خوش وہاں بھی خوش دعا ہے:۔ "اے رب ہمارے تو ہمیں دنیا میں نیکی عطا کر اور آخرت میں نیکی دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا"۔ آمین۔

منافقین اور ان کا انجام

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

بھلا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا وہ نہ تم میں ہیں نہ ان میں اور جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ (14) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں یقیناً ان کے

لیے برا ہے۔(15)انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روک دیا ہے سو ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔(16) اللہ کے عذاب کے سامنے نہ تو ان کا مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد ہی کچھ فائدہ دے گی' یہ لوگ اہل دوزخ ہیں اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔(17) جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا۔ تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ ایسا کرنے سے وہ کچھ بھلی راہ میں ہیں۔ سن لو یہی ہیں جھوٹے۔(18) شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ جماعت شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔(19) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔(20) اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ زبردست اور زورآور ہے۔(21)

تشریح: یہاں اس خبیث گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو اسلام کے وجود میں آنے پر مخالفین کے طور پر ظاہر ہوا اور وہ ہے منافقین کا گروہ کہ جو اپنے خیال میں تو بڑے ہوشیار ہوتے ہیں کہ دیکھو سب کو الو بنا رہے ہیں لیکن خود اپنی ہی تباہی کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا نہ کوئی دین ہوتا ہے نہ ایمان بلکہ یہ شیطان کے ساتھی گناہ و فریب' ظلم و زیادتی' شر و فساد اور کفر و شرک پھیلانے کے علمبردار ہوتے ہیں اسی لیے یہ پیغمبر رسولﷺ' متقی اور نیک بندوں کے ساتھ دھوکہ دہی کرتے ہیں اور جھوٹ موٹ کی قسمیں کھا کر ان سے جھوٹی دوستی کرتے ہیں۔ اس طرح کے دشمن ملک و قوم اور ملت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔ "منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے پورا نہ کرے۔ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔(بخاری' مسلم)

اور پھر ان کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اپنی منافقت کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ "جس نے اللہ کی قسم کھائی اس کو چاہیے کہ وہ سچ کہے"۔(ابن ماجہ)

ظاہر ہے منافقین اور جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو گمراہ کرنا اور پوری کوشش سے اچھائی کو برائی میں، نیکی کو بدی میں اور نورِ ایمان کو ظلمتِ کفر میں بدلنے والے کا حال کیا ہو سکتا ہے؟ یہی کہ دنیا میں منافقت کے ظاہر ہونے پر ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ آخرت میں تو خیر ایسے لوگوں کو دہرا عذاب ملے گا۔ جھوٹ بولنے' جھوٹی قسمیں کھانے' شیطان کی دوستی میں لوگوں کو گمراہ کرنے کا ان کو دردناک عذاب ہی مل سکتا ہے۔ اور وہی ان کو ملے گا اور یوں وہ دنیا و آخرت میں ناکام اور ذلیل ہوں گے جب کہ سچ کی جیت تو ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ "اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے' بیشک اللہ زبردست اور زورآور ہے(آیت 21)

اللہ تو زور آور اور زبردست ہے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت واحترام اور کامیابیاں بھی کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔
انجیل مقدس میں آپ ﷺ کے بارے میں یوں آیا ہے "اور وہ پیغمبر انہیں نیکی کا حکم دے گا۔ بدی اور خباثت کی ہر راہ روکے گا' اس کی شریعت جامع وکامل ہوگی وہ سیاسیات اجتماعیات' معاشرت ومعیشت' اخلاق وتمدن سے ہر گندگی کو دور کرے گی وہ عبادات ومعاملات میں انفرادی واجتماعی' مادی وروحانی، ہر طرح پاکیزگی اور ہر شعبہ حیات کو نورانیت ولطافت سے بھر دے گی"۔

یہ سب کچھ سچ ثابت ہوا اور کفر واسلام کے درمیان پہلی مادی ٹکر معرکہ بدر نے دنیا کی تاریخ میں ایک کامیاب انقلابی دعوت کی بنیاد رکھ دی جو بعد میں انتہائی قلیل عرصہ میں یعنی نبی اکرمؐ کے وصال سے صرف بارہ سال کے اندر اندر مشرق ومغرب میں ایک ہزار میل تک کا علاقہ قرآن کریم کی حکمرانی میں آ گیا جو بتدریج بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور آج دین اسلام دنیا کے تمام ادیان میں سب سے اوپر ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر 21 کی ترجمانی اور صداقت ہے۔ کون ہے جو اس صداقت کو جھٹلا سکے؟ کوئی طاقت اس حقیقت کو ہرگز جھٹلا نہیں سکتی۔ اگلی آیات میں مسلمانوں کی عظمت کا بیان ہے ملاحظہ ہو۔

سچے مسلمان کی نشانی

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ' بیٹے' بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں' جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور روح قدس کے ذریعے سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ اور سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے"۔ (22)

تشریح: اس آیت میں پھر پیشین گوئی مل رہی ہے کہ سچے مسلمان ہی اللہ کا لشکر کہلاتے ہیں تو بھلا اللہ کے لشکر کو کون شکست دے سکتا ہے۔ یعنی بالآخر اسلام کا جھنڈا ہی پوری دنیا پر لہرانے والا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے سچے مسلمان ہوں۔ اس کو حدیث کی مدد سے واضح کرتے ہیں۔"

سیدنا ابو حازم عروج رحمہ اللہ نے زہری رحمہ اللہ کو لکھا کہ "جاہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے' جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جچتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی' جن کی صفت اللہ کے رسول ﷺ نے بھی فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گمنام متقی نیکوکار ہیں' اگر وہ آئیں نہ' تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آ جائیں تو آؤ بھگت نہ ہو۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں یہ ہیں وہ اولیاء اللہ جنہیں اللہ نے اپنا لشکر کہا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے"۔ (ابن ابی حاتم)

یا اللہ ہمیں بھی ایسے ہی اللہ کے لشکری بنا دینا۔ آمین۔ مسلمان تعداد میں کم نہیں اس وقت جو زوال مسلمانوں پر آ چکا ہے وہ صرف منافقانہ سوچ کی وجہ سے آیا ہے جب یہ سوچ سچائی' یک جہتی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف چلی گئی تو پھر دنیا دیکھے گی اللہ کے لشکریوں کی کامیابیاں۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد 800 ملین سے زیادہ ہے یعنی پوری دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی ہے۔ دو تہائی حصہ آزاد ریاستوں میں رہتا ہے باقی ایک تہائی غیر مسلم ممالک میں آباد ہے۔ مگر یہ کمزور اور بڑی طاقتوں کے محتاج ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ باوجود سرحدی لحاظ سے انتہائی قریب ہونے کے ان کا آپس میں اتحاد نہیں۔ بلکہ الٹا کبھی کبھار بیرونی و اندرونی شرارتوں کا شکار ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں جو سوائے نقصان کے اور کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔ دیکھا جائے تو مسلمان اس وقت قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں مثلاً مسلم ممالک دنیا کے تیل کے 70 فیصد ذخائر کے مالک ہیں اور تیل کی تجارت 60 فیصد ان کے پاس ہے۔ اسی طرح دنیا کی 80 فیصد پٹ سن، 75' فیصد ناریل کا تیل، 25' فیصد مونگ پھلی اور لونگ 15' فیصد چاول' چائے اور کافی 10' فیصد، چینی 9' فیصد، گندم 5' فیصد، قلعی اور 6 فیصد ربڑ مسلم ممالک پیدا کرتے ہیں۔ یہ اوسطاً ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ معدنی ذخائر بھی اللہ نے مسلم ممالک کو دل کھول کر وافر مقدار میں دے رکھے ہیں۔ اور سب سے بڑی نعمت کتاب مقدس قرآن پاک ملی ہوئی ہے۔ مگر افسوس کہ پھر بھی دنیا میں مار کھا رہے ہیں اور یہ صرف قرآن وسنت اور اللہ سے دوری کی وجہ سے ہو رہا ہے جس دن ہم اللہ کے لشکری بن گئے تو اس دن دنیا دیکھے گی کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا۔ "اور سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے"۔ (آیت 22) اس وقت ضرورت ہے مشترکہ دفاعی معاہدے کی اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی۔ اللہ کے لشکر میں شامل ہو کر دنیا و آخرت میں فتح و کامرانی حاصل کرنا ہرگز مشکل کام نہیں بلکہ۔ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔

حدیث میں آیا ہے۔ "مشرکین سے اپنے مالوں' ہاتھوں اور زبانوں سے جہاد کرو"۔ (رواہ احمد)

اور قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ "اے نبی ﷺ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو"۔ (الانفال: 65)

اور پھر غازی و شہداء کے لیے دنیا و آخرت میں بہترین انعامات کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔ اور ایسے مجاہدین کی غیبی مدد کا وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر 22 اسی وعدے کی امین ہے۔ اصل میں زندگی کا ہر لمحہ ہر

صورت بدی اور کفر کے خلاف جہاد میں ہی گزرتا ہے مگر جان سے جہاد کرنا کہ زمین سے باغیوں کی بغاوت کو کچل دیا جائے بڑا درجہ رکھتا ہے مگر جذبہ یہ ہو کہ:۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خلاصہ سورۃ المجادلہ

جیسا کہ ہم نے بڑی تفصیل سے اس سورت کے متن کو پڑھنے اور ترجمہ کے بعد اس کی تشریح کی ہے تو معلوم ہو گیا کہ یہ سورت بھی رشد و ہدایت سے بھری ہوئی ہے اس میں ظہار کے مسئلہ کو اچھی طرح حل کر دیا گیا اور مزید اخلاقی آداب سکھائے گئے ہیں اور سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان ہونے کی دلیل یہ ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے ان تمام اصول وضوابط کو مدنظر رکھا جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ کیونکہ اسی میں فائدہ ہے اور اسی میں نجاتِ دارین ہے۔

سیدنا امام محمد احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

"آدمی صرف اس وقت دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے جب وہ اللہ جل شانہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے یا اللہ تعالیٰ کے فرض کیے ہوئے فرائض میں سے کسی ایک فریضہ کی بجا آوری کو ازروئے سرکشی بروئے عمل نہ لائے"۔

(از پیارے اولیاء کرام کی پیاری باتیں)

تعارف سورۃ الحشر

یہ سورت نمبر کے لحاظ سے 59 ہے۔ مدنی سورت ہے اس میں تین رکوع ہیں اور 24 آیات ہیں اس میں اللہ کی تسبیح وتقدیس کے بعد رسول کریم ﷺ کے حسنِ تدبیاسی سوجھ بوجھ اور جنگی اصلاحات کو بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ واقعی اللہ رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کو پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین لیڈر' سپہ سالار اور کامیاب سیاست دان ہونے کی صلاحتیں بھی دے رکھی تھیں۔ کیونکہ جب آپ ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو وہاں موجود یہود نے آپ ﷺ کی سخت مخالفت کی اور یہودیوں کے علاوہ مدینہ اور اس کے آس پاس بے شمار غیر مسلم قبیلے آباد تھے۔ مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کے بعد وہاں ایک اسلامی ریاست وجود میں آئی۔ جس کی بقا اور حفاظت کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے اردگرد کے تمام قبیلوں سے معاہدے کیے اس معاہدے میں یہ درج تھا کہ کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے گا بلکہ بیرونی حملہ کی صورت میں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر سب نے متفقہ رضامندی کر لی مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد یہودی اپنی پرانی عادت کے مطابق مسلمانوں کے خلاف جوڑ توڑ کرنے لگے اور معاہدہ کی خلاف ورزی بھی کرنے لگے۔ سب سے پہلا قبیلہ بنی

قینقاع تھا جس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اسی ضمن میں بنی نضیر کے ساتھ مسلمانوں نے دو دو ہاتھ کیے اور یہی واقعہ اس سورت کا خاص موضوع ہے۔ اور پھر اسی موضوع کے تحت کچھ قانونی نکات بیان کیے گئے ہیں، مثلاً مفتوحہ علاقے کی زمین جائیداد کا کیا بندوبست کیا جائے اور پھر جنگ بنی نضیر کے پیچھے کون سے عوامل موجود تھے وغیرہ وغیرہ اور پھر آخر میں ایمان کی اصل روح اور فسق و فجور کا فرق بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ تعداد کی کمی زیادتی قوت و کمزوری کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے مگر اصل بات ہے عقیدۂ توحید کی مضبوطی' ایمان کی پختگی اور جذبۂ جہاد کا خلوص'

نہیں سرکش کی سرکوبی میں وہ محتاج قوت کا
اسی کو چن لیا' جس کو ضعیف و ناتواں پایا

مولانا محمد علی جوہر

''بنی نضیر'' کا عبرت ناک انجام

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔(1) وہی تو ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا' تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آ لیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے اہل بصیرت عبرت حاصل کرو۔(2) اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن ہونا نہ لکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے۔(3) یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(4)

تشریح: سب سے پہلے مالکِ کل جہاں کی حکمت اور اس کی بڑائی بیان کی گئی ہے اس طرح کہ کائنات کی ہر چیز چاہے وہ کسی بھی صورت میں ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے یہ تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں اللہ کے غالب' زورآور اور قادر ہونے کا ثبوت یوں دیا جا رہا ہے کہ اس نے بنونضیر کے قبیلے کو کتنی آسانی سے اکھیڑ باہر کیا جبکہ وہ لوگ مدتوں سے وہاں آباد تھے۔ ان کا ٹھکانہ مدینہ کے مشرق کی طرف مدینہ سے کئی میل کے فاصلے پر تھا وہ مالی' تجارتی' معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے بڑے مضبوط تھے۔ وہ اسلحہ کے لحاظ سے بڑے مضبوط تھے اور انہوں نے بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے اور ان کو اپنے محفوظ ٹھکانوں پر اپنی تعداد' مال اور دولت اور اسلحہ کی زیادتی پر بڑا ناز تھا وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان کو کوئی اپنی جگہ سے ذرا برابر بھی ہلا سکے گا مگر اللہ کی قدرت کے سامنے وہ بالکل بے بس ہو گئے اور مسلمانوں کے پہلے ہی حملہ میں جلاوطن ہونے پر تیار ہو گئے۔ ہوا یوں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو وہاں یہودی ان کے سب سے بڑے دشمن تھے اللہ نے آپ ﷺ کو سیاسی اور عسکری حکمت عملی میں ماہر بنا رکھا تھا، لہٰذا آپ نے اپنے نظام میں ایسے قوانین نافذ کیے کہ جن کی رو سے تمام موجود قوموں کے حقوق کا تحفظ' مذہب' جان و مال اور عقیدے کا تحفظ لازمی ہو گیا اور پھر تمام قبائل سے باقاعدہ معاہدہ کر لیا گیا جس میں سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ امن و جنگ دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

یہ معاہدہ اسلامی حکومت کی بنیاد بن گیا کیونکہ اس معاہدہ کے بانی ہونے کی وجہ سے مدینہ کی تمام قوت آپ کے قبضہ میں آ گئی کیونکہ کسی بھی اختلاف کی صورت میں فیصلہ کرنے کا حق آپ ﷺ کے ہاتھ میں آ گیا تھا بہرحال یہودیوں نے وعدہ خلافی کئی مرتبہ کی اور بہت سی غلط حرکات مثلاً آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ اور منافقین کے ساتھ مل کر دشمنوں کی مدد وغیرہ تو اسی سلسلہ میں اللہ کے حکم سے بنونضیر کو حکم دے دیا گیا کہ یہاں سے گھر بار زمین جائیداد چھوڑ کر نکل جاؤ ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا۔ انہوں نے بے رخی سے جواب دیا "ہم نہیں جاتے کر لو جو کرنا ہے"۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کے محاصرہ کا حکم دے دیا۔ صرف چھ دن کے محاصرہ پر یہود نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور پوچھا کہ ہم کہاں جائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "محشر کی زمین کی طرف' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں"۔ (ابن جریر از تفسیر ابن کثیر)

"اول الحشر" کی تفسیر میں بہت زیادہ اختلافات ہیں اور ہمیں اس میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہمیں صرف یہ پتہ ہونا چاہیے کہ بنونضیر کا یوں جلاوطن ہو جانا کسی معجزہ سے کم نہ تھا کیونکہ دونوں فریق یعنی مسلمان اپنی فتح پر اور یہود اپنی شکست پر حیران تھے لیکن اللہ کی مرضی کے سامنے کسی کی نہیں چل سکتی تو یہود جنگ بدر کے 6 ماہ بعد اپنی جگہ ٹھکانا چھوڑ کر شام اور خیبر کی طرف چلے گئے۔ یہ واقعہ یوں عبرت دلاتا ہے کہ جب کوئی عزت دولت طاقت والا گروہ اللہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی طاقت اور رسول ﷺ کی حکمت کے سامنے کسی کا بھی ٹھہرنا ناممکن ہے۔ جیسا کہ بنونضیر کا حال ہوا۔ اگر اور

اکڑتے تو پھر ان کو اللہ کی طرف سے اور بھی زیادہ سختی اور عذاب دیکھنا پڑتا اور آخرت کا عذاب تو ان کے لیے مقرر کیا ہی جا چکا تھا جو ان کو ہر حال میں ضرور ملے گا اللہ نے آپ ﷺ کو سیاسی سوجھ بوجھ بہت زیادہ دے رکھی تھی یہی وجہ ہے کہ مدینہ کو یہودیوں سے بالکل پاک صاف کر دیا گیا۔ بنو قینقاع سب کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اور یہ سب صرف اللہ کے اس فرمان کی سچائی میں ہوا کہ "جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔ (آیت 4)

مال غنیمت اور مال فَیْ کی تقسیم انصار کی فراخدلی

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝
وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ
رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ
الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ
دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰىِٕكَ هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ ۝ ط وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا
يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ
وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

مومنو! کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑے رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے تھا' تا کہ وہ (اللہ) نافرمانوں کو رسوا کرے۔ (5) اور جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (لڑائی کے بغیر) دلوایا ہے (اس میں تمہارا کچھ حق نہیں) کیونکہ اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (6) جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابتداروں کے' یتیموں' حاجتمندوں' اور مسافروں کے لیے ہے۔ تا کہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔ سو جو چیز تمہیں پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو'

بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(7) اور ان غریب وطن چھوڑنے والوں کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔(8) اور ان لوگوں کے لیے بھی جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر مدینہ میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنے آپ سے مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود ضرورت مند ہوں اور جو شخص نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔(9) اور ان کے لیے بھی جو ان مہاجرین کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ وحسد پیدا نہ ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔(10)

تشریح: سب سے پہلے تو یہودیوں کو اس بات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بیشک پھل دار درخت کاٹنے کی مسلمان کو ممانعت ہے مگر اب جو مسلمانوں نے کھجور کے درخت کاٹ دیئے ہیں تو یہ اللہ کے حکم سے ہی کاٹے ہیں کچھ تو جنگی مصلحت کی بنا پر اور کچھ دشمنوں کو ان کے باغات کی تباہی و بربادی دکھا کر جلانے اور پریشان کرنے کیلئے۔ دوسرا بڑا اہم مسئلہ فی "اور مالِ غنیمت کی تقسیم کا تھا۔ مالِ غنیمت اور فَيْ" دونوں ہی دشمن کے چھوڑے ہوئے منقولہ وغیر منقولہ مال کو کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ فَيْ وہ مال ہے جو بغیر جنگ وجدل بغیر خون خرابے کے حاصل ہو اور غنیمت وہ ہے جو جنگ وجدل کے بعد ہاتھ لگے۔

سورۃ الانفال میں بیان ہو چکا ہے۔ جو اثاثہ منقولہ یعنی نقدی اور ہتھیار وغیرہ جو دشمن سے لڑ کر چھینا جائے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اور باقی لشکریوں کا ہے جنہوں نے اس لڑائی میں حصہ لیا۔ مزید تفصیلات گزر چکی ہیں۔ فَيْ کے بارے میں یہاں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ پہلا حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ اس کی وضاحت حدیث کے ذریعے اس طرح کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ اس حصہ میں سے اپنا اور اہل وعیال کا نفقہ لے لیتے تھے اور باقی آمدنی جہاد کے لیے اسلحہ اور سواری کے جانور فراہم کرنے پر خرچ کرتے تھے۔ (بخاری)

دوسرا حصہ رشتہ داروں کا ہے۔ یعنی بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کے جو ضرورت مند ہوں ان کو مدد دی جائے۔ پھر یتیموں، حاجتمندوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ پھر ان مہاجرین کے لیے ہے جو صرف اللہ اور رسول ﷺ اور دین کی محبت میں اپنے گھر بار مال متاع سب کچھ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر آئے۔ پھر ان انصار کے لیے بھی حصہ ہے۔ جنہوں نے مہاجرین کی پوری پوری خلوص دل سے مدد کی، حالانکہ وہ خود بھی مالی لحاظ سے اتنے مضبوط نہ تھے۔ یہ تقسیم اس لیے کر دی گئی تا کہ اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کو مضبوط کر دیا جائے وہ اس طرح کہ مال صرف امیروں کے پاس ہی جمع نہ ہوتا رہے بلکہ غریب لوگوں کو بھی مل جائے اور یوں روپیہ بجائے ایک جگہ جمع ہو جانے کے گردش میں رہے اور یوں معاشرے میں

توازن پیدا ہو جائے۔ غریب زیادہ غریب اور امیر زیادہ امیر نہ ہوتے جائیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں سود حرام کیا گیا ہے زکوۃ فرض کی گئی اور فَیْ میں غریبوں کا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے جزیہ وخراج کا بڑا حصہ غریبوں کے لیے مخصوص ہے۔ پھر یہ حکم دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو بھی تقسیم کریں با اچوں وچرا سب اس کو خوشی خوشی قبول کریں۔ یہ احکامات صرف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے ہی نہیں تھے بلکہ یہ اصلاح معاشرہ کے لیے ہمیشہ کے قوانین میں شامل ہے۔ جس طرح مہاجرین نے فراخدلی' انسان دوستی' باہمی محبت' ایثار' قربانی اور خلوص کا ثبوت دیا یہ بھی عالم انسانیت کے لیے ایک راہ ہدایت پانے کی بہترین مثال ہے۔ ہم مسلمان بھائی بھائی ہیں ہمیں چاہیے کہ ہر مصیبت' پریشانی' خوشی' غمی بلکہ اپنی دعاؤں میں تمام مسلمان بھائیوں کو بہنوں کو بھی ہمیشہ شامل رکھیں۔ اور اللہ سے سب کے لیے خیر و برکت اور جن وانس کی شرارت سے حفاظت اور شیطانی جذبات سے پناہ کی دعا کرتے رہیں کیونکہ واقعی "اللہ بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"۔ (آیت 10)

یوں تو پورا قرآن ہی رشد و ہدایت کا خزانہ اور انسان کی کامیابیوں کے لیے روشنی کا مینار ہے لیکن گزشتہ آیات کو پڑھ کر خاص طور پر اللہ کی عظمت اس کی مہربانی اور قدرت کی روشن دلیل مل جاتی ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور کتاب ہدایت دی اور ایسا رسول ﷺ دیا کہ جن کی زندگی کا ہر لمحہ ہر بات ہمارے لیے تربیتی طریقے' ہدایات اور تمدنی و سیاسی تعلیمات کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی لیے تو شیطان اور اس کے ساتھی ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کون سا موقع ملے کہ انسان کو بھٹکانے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی چالوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین)

منافقین کے احوال

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ
اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ
يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ
وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ
اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ
وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ
الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

کیا آپ نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہلِ کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل چلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔(11) اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو کہیں سے بھی مدد نہیں ملے گی۔(12) مسلمانو! تمہاری ہیبت ان لوگوں کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے یہ اس لیے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے۔(13) یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے آمنے سامنے لڑ نہیں سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں پناہ لے کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر' ان کی آپس میں لڑائی سخت ہے۔ آپ شاید سمجھتے ہو کہ یہ اکھٹے اور ایک جان ہیں مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں' یہ اس لیے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔(14) ان کا حال ان لوگوں جیسا ہے جو ان سے کچھ ہی عرصہ پہلے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں' اور ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔(15) (منافقوں کی) مثال شیطان کی سی ہے کہ انسان سے کہتا رہا'' کافر ہو جا''۔ جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا'' مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں مجھے تو اللہ العٰلمین سے ڈر لگتا ہے۔(16) تو دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوئے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔(17)

تشریح: ان آیات میں کفار و مشرکین کا ذکر ہے خاص طور سے منافقین کی فطرت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم کا زوال ہوا تو اس کی سب سے بڑی وجہ منافقین ہی ہوتے ہیں۔ منافقین بڑے ہی بزدل ہوتے ہیں کیونکہ ان کا نہ کوئی دین ہوتا ہے اور نہ ایمان بس وہ تو ہوا کے رخ پر چلتے ہیں یعنی تھالی کے بینگن ہوتے ہیں بجائے اللہ سے ڈرنے کے وہ انسانوں سے ڈرتے ہیں۔ انتہائی بے وقوف' بدعہد' بے عقیدہ' بزدل' خودغرض جھوٹے' مکار اور بددیانت لوگ ہوتے ہیں۔ جھوٹ سچ بول کر وقتی فائدہ اٹھانے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اور خود اپنے لیے اور اپنے پیروکاروں کے لیے انتہائی نقصان دہ لوگ ہوتے ہیں۔ شیطان کے بھائی بند ہوتے ہیں۔ آج بھی بڑی طاقتیں اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے چھوٹی طاقت رکھنے والے ملکوں سے معاہدے کرتے ہیں مگر وقت پڑنے پر'' تو کون اور میں کون''۔

ایسی ہی مثال بنونضیر کی بھی ہمارے سامنے موجود ہے کہ جب ان کو دس دن کی مہلت دی گئی نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کہ یہ جگہ چھوڑ کر چلے جاؤ تو اس وقت عبداللہ بن ابی' دوسرے کئی منافق لیڈر' بنی قریظہ اور بنی غطفان وغیرہ نے ان سے وعدہ کیا کہ ''ہم تمہارے ساتھ ہیں ڈٹ جاؤ''۔ مگر جب وقت آیا تو سب بھول گئے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا محاصرہ کر لیا گیا اور کوئی ان کی مدد کو نہ آیا۔ اور پھر ان کا حال آپ پڑھ چکے ہیں کیا ہوا۔ ''عبداللہ بن اُبَیّ''۔ بہت بڑا منافق تھا۔ کیونکہ یہ صرف اس لیے مسلمان ہوا تھا کہ ایک تو ذاتی مفاد اٹھائے اور دوسرے بظاہر مسلمان ہو کر تمام رازوں سے واقف ہو کر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچائے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جنگ بدر میں اس نے کیا تھا۔ منافق لوگ خود آپس میں بھی مل جل کر پیار محبت سے یکجا ہو کر

نہیں رہ سکتے کیونکہ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہوتی ہے جو ان کو ہر وقت بے سکون اور شکوک وشبہات میں مبتلا رکھتی ہے۔ وہ ہر شخص کو اسی نگاہ سے دیکھتے اور خطرات جو ان کے خود اپنے بنائے ہوئے ہوتے ہیں ان میں گھرے رہتے ہیں اور عقل کے اتنے اندھے ہوتے ہیں کہ بجائے اللہ عظیم وکبیر سے ڈرنے کے وہ بے بس اور کمزور بندوں سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ قوم وملت اور ملک کے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ نفس اور شیطان کے فرمانبردار اور غلام ہوتے ہیں۔

منافق کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔

1۔ جب بات کہے تو جھوٹ بولے۔

2۔ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

3۔ جب اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے"۔ (بخاری ومسلم)

پھر فرمایا: زیادہ خوفناک جس سے میں امت کے بارے میں ڈرتا ہوں ہر وہ منافق ہے جو زبانی عالم (بے عمل) ہے۔ (بخاری ومسلم)

منافق اللہ کے نزدیک اسی سزا کا حقدار ہوگا جس سزا کا کافر، مشرک اور شیطان ہوگا۔ یعنی بھڑکتی ہوئی آگ جہنم کی دردناک سزا۔ ہمیں اپنے اعمال پر ہر وقت کڑی نظر رکھنی چاہیے کیونکہ بعض اوقات انسان مومن ہو کر بھی منافقت کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ یہ شیطان کا حملہ ہوتا ہے جو بڑے چپکے سے بندے پر وقتاً فوقتاً کرتا رہتا ہے۔ تو اس سے بچنے کے لیے قرآن وحدیث کا مطالعہ ہمیشہ جاری رکھنا چاہیے تاکہ ایمان تازہ رہے۔ دعا ہے! الٰہی ہمیں اس گروہ میں شامل کر جو کثرت سے توبہ کرتا ہے۔ اور پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ (آمین)

مسلمانوں کا کردار اللہ اور قرآن کی صفات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿٢٠﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾ ع

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (آخرت) کے لیے کیا سامان بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔(18) اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے آپ کو بھول گئے یہ بدکردار لوگ ہیں۔(19) اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔(20) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔(21) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔(22) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' بادشاہ ہے' پاک ذات سب عیبوں سے سالم امان دینے والا' نگہبان' غالب' زبردست بڑائی والا' اور اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔(23) وہی اللہ تمام مخلوقات کا خالق ایجاد و اختراع کرنے والا' صورتیں بنانے والا' اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب' حکمت والا ہے۔(24)

تشریح: قرآن پاک کا یہ اصول ہے کہ ڈر اور خوشخبری دونوں ساتھ ساتھ بیان کرتا ہے۔ پچھلی آیات میں برے لوگ اور ان کے برے انجام کا ذکر تھا تو یہاں اچھے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے کہ یاد رکھو تمہارے لیے جنت کے باغات اور تمام رحمتیں ہیں تم اور وہ لوگ جو جہنم کے وارث ہوئے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنا خوش نصیب لوگوں کا کام ہے آیت 21 کی وضاحت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب یوں کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ "اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جس طرح اللہ کی کبریائی' اس کے حضور بندے کی جواب دہی کو صاف صاف بیان کر رہا ہے۔ اس کا فہم اگر پہاڑ جیسی عظیم مخلوق کو ہو جاتا اور اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کو کس رب قدیر کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو وہ بھی خوف سے کانپ اٹھتا۔ لیکن حیرت کے لائق ہے اس انسان کی بے حسی اور بے فکری جو قرآن کو سمجھتا ہے اور اس کے ذریعہ سے حقیقت حال جان چکا ہے اور پھر بھی اس پر نہ کوئی خوف طاری ہوتا ہے' نہ کبھی اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی گئی ہیں ان کے بارے میں وہ اپنے خدا کو کیا جواب دے گا۔ بلکہ قرآن کو سن کر یا پڑھ کر وہ اس طرح غیر متاثر رہتا ہے کہ گویا وہ ایک بے جان و بے شعور پتھر ہے جس کا کام سننا اور دیکھنا اور سمجھنا ہے ہی نہیں"۔ (از تفہیم القرآن)۔

دراصل یہاں پر قرآن کی اہمیت و عظمت اور پر اثر کتاب ہدایت ہونے پر زور دیا گیا ہے اور پھر اس ذات باری تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا ذکر ہے کہ جس نے یہ بہترین' جامع' معقول اور تمام علوم و فنون کی کتاب نازل فرمائی ایک ایسی کتاب کہ جس میں ماضی' حال و مستقبل عالم الغیب اور عالم الشہادت کی تمام خبریں پوری سچائی اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں اور یہ کہ اس کی ہر آیت حق و باطل کا فرق واضح کرتی ہے۔ معبود برحق کا یقین دلاتی ہے' طبیعی' روحانی بدنی غرض

ہر قسم کا علم مہیا کرتی ہے اور اس دنیا و آخرت کی دنیا کے انجام کو بڑی اچھی طرح واضح کرتی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اولا یزال است و قدیم

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تو یہ سب کچھ یونہی تو نہیں کر دیا گیا بلکہ انسان کو بتایا گیا ہے کہ اس کو پیدا کرتے ساتھ ہی اس کی رہبری و ہدایت کے لیے کتاب اور رسول ﷺ کا بندوبست کر دیا گیا جس طرح کسی بھی مصنوعات کے ساتھ بنانے والا ایک بک لٹ ضرور دیتا ہے۔ اب اگر اس کتاب سے ہدایت لیے بغیر زندگی گزارتا ہے تو پھر سوائے ادھر اُدھر بھٹکنے کے اور کیا ہوگا۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ بھٹکتے بھٹکتے کبھی گڑھے میں گرے گا تو کبھی دلدل میں پھنسے گا۔ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ اللہ کی دی ہوئی کتاب ہدایت کو پڑھ کر اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر چل کر' آسان' پُر سکون اور کامیاب زندگی گزارے اور آخرت کے لیے مال جمع کرے تا کہ نجات ملے اور سکون عیش و آرام کے خزانے مل جائیں۔ ملاحظہ ہو۔

ایماں کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔ (بخاری) القرآن۔

جو ہدایات ہم آپ کو دے رہے ہیں ان کو مضبوطی سے پکڑو اور (دھیان سے) سنو۔ (البقرہ:93)

مطلب یہ ہے کہ اپنی تمام جسمانی صلاحیتوں کو جمع کرنے کے بعد قرآن کو پڑھو' یعنی' سماعت' بصارت' تلاوت' تدبر اور تذکر جب جمع ہو جائے گا تو مفہوم قرآن خود بخود دل و دماغ اور روح کے اندر اتر جائے گا۔ اور جب یہ مقام آئے گا تو پھر جسم کا کون سا حصہ ہے جو احکامات خداوندی پر عمل کرنے سے انکار کرے گا۔ اور جب ایک مومن قرآن کی تمام نعمتیں' برکتیں اور فضیلتیں سمیٹ لے گا تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کتاب کے بھیجنے والے کی عظمت کو پہچان نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر دو جگہ بڑا واضح کیا گیا ہے۔ ایک سورہ بقرہ آیت الکرسی میں اور ایک یہاں سورہ الحشر کی 22 سے 24 تک کی آیات میں۔ بڑے خوبصورت اور دلنشیں انداز میں اللہ تعالیٰ کے 99 صفاتی ناموں میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔

مثلاً وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہر قسم کی رشتہ داریوں اور مددگاروں سے وہ پاک ہے۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے کیونکہ اس کا علم بڑا وسیع ہے ظاہر اور غیب وہ سب جانتا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اس لیے بندگی اور دعا صرف اسی سے ہو سکتی ہے اور کسی سے نہیں۔ وہ بادشاہ کل ہے۔ پاک ذات سب عیبوں سے سالم' امان

دینے والا' نگہبان' ہر چیز پر غلبہ رکھنے والا زبردست بڑائی والا اور اللہ مشرکوں کے شریک بنانے سے پاک ہے کیونکہ وہی تو ہے جو تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ بہترین ایجادات کا خالق اور طرح طرح کی صورتیں بنانے والا کمال یہ ہے کہ نین نقش ایک ہی ہیں مگر پھر بھی ایک کی شکل دوسرے سے نہیں ملتی یہاں تک کہ انگلیوں کے نشانات اور آواز تک ہر بندے کی مختلف ہوتی ہے۔ ہے کوئی اس کے مقابلے کا خالق؟ ہرگز نہیں! اس لیے اللہ کے صفاتی نام بے شمار ہیں کیونکہ تمام حکمتیں اور ہر طرح کے غلبہ صرف اسی کے قبضہ میں ہے نہ کوئی اس کی حکمتوں سے انکار کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ انسانی عقل کی پہنچ اس تک ہرگز نہیں ہو سکتی' وہ زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔ اسی لیے تمام مخلوقات 'انسان' حیوانات' جنات' نباتات' جمادات غرض ہر چیز صرف اور صرف اللہ کی ہی تسبیح و تقدیس کرتی رہتی ہے۔ کون ہے جو اس قدر عظیم و کبیر خالق العلمین کی بندگی نہ کرے گا؟۔ ہاں انسان میں کچھ طبقات ایسے ہیں جو شیطان کی بندگی کرنے لگے ہیں۔ تو ایسے ہی لوگوں کے لیے بد نصیبی کا اعلان کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کا اور اس کی حکومت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے مگر اپنا سب کچھ تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔

شعلۂ شمع خدائی بھی کبھی بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سا منہ لے کے بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعداء کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

خلاصہ سورۃ الحشر

یہ سورت اسوہ رسول ﷺ کی طرف متوجہ کرتی ہے کیونکہ غزوہ بنونضیر میں جو کچھ آپ ﷺ نے کیا وہ سب مسلمانوں کے لیے جنگی' معاشی اور دینی حدود بن گئی ہیں۔ یعنی برائی کو ختم کرنے کے لیے اور دین کی سربلندی کیلئے۔ اللہ کی مدد کے ساتھ پورے جذبہ اور خلوص اور توکل علی اللہ کے ساتھ پوری شجاعت اور بے خوفی سے اصولوں کے تحت دشمن سے مقابلہ کرو۔ اس کی طاقت سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد فیٔ کی تقسیم میں خاص طور سے ضرورت مندوں کا خیال رکھا گیا تا کہ غریب زیادہ غریب اور امیر زیادہ امیر نہ ہو جائیں اور پیسہ گردش میں رہے اور یوں مسلمان اچھے مسلمان بن سکیں۔

دراصل اسلام کے اصول بڑے ہی اچھے اور پرمعنی ہیں کیونکہ یہ انسان کو بڑا اچھا انسان بنا دیتے ہیں حدیث ملاحظہ ہو۔

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ "میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا رسول ﷺ اللہ تنہا بیٹھے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا تو میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ مومنوں میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو"۔ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے افضل مسلم کون ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہوں"۔
پھر میں نے پوچھا کہ سب سے افضل ہجرت کون سی ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا "اس شخص کی ہجرت جو برائیوں کو چھوڑ دے"۔ (از تفسیر ابن کثیر)

اصل میں ہجرت کا مطلب ہے چھوڑ دینا۔ اللہ پر ایمان انسان کو کامل انسان بنا دیتا ہے۔ اور ایمان کی برکت سے وہ اندر سے باہر تک بالکل بدل جاتا ہے اسے ہر چیز کی بڑائی' قدرت اور عظمت دکھائی دینے لگتی ہے۔ حسن بصری ؒ نے کہا کہ "ایک گھڑی کے لیے اللہ میں سوچنا (غور کرنا) ساری رات نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔ اسی طرح سفیان بن عینیہ نے کہا کہ "غور وفکر کرنا روشنی ہے جو تمہارے دل میں داخل ہوتی ہے"۔ وہ کہا کرتے تھے کہ "جب آدمی کے اندر سوچ کا مادہ ہو تو ہر چیز میں اس کے لیے عبرت ونصیحت ہوگی"۔ (از دین انسانیت)

اللہ کی پہچان' رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور قیامت پر یقین یہی وہ بنیادی عقائد ہیں جو انسان کی اِس زندگی کو صاف اور اُس زندگی کو پاک کر کے جنت کی راہ دکھائیں گے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (آمین) (الحمدللہ سورۃ الحشر ختم ہوگئی)

تعارف سورۃ الممتحنہ

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 60ویں ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 13 آیات ہیں یہ بھی مدنی سورت ہے۔ کیونکہ یہ ہجرت کے آٹھویں سال نازل ہوئی۔ صلح حدیبیہ 6ھ میں ہوئی دو سال بڑے سکون سے گزرے سوائے چھوٹے موٹے واقعات کے مگر دو سال بعد کفار مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی۔ اس سورہ کا مضمون اسوہ حسنہ اور تدبر وتوکل کے پیغمبرانہ اسلوب کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں بھی سماجی' سیاسی اور تمدنی اصول وضوابط بڑے ہی معقول طریقے سے بیان کیے گئے ہیں جو کہ صرف اس زمانے کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ اسلامی معاشرت کے پکے اصول بنائے گئے ہیں۔ ایسے حالات وواقعات دنیا میں کسی بھی دور میں پیش آ سکتے ہیں تو ان کا حل یہی بہترین ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے نافذ کر دیئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ اگر کوئی مسلمان جنگی راز دشمن کو بتائے تو کیا سزا ہوگی۔

دوسرا یہ کہ معاہدہ کی پابندی میں مناسب لچک کس طرح رکھی جا سکتی ہے اور معاہدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ جو بظاہر دشمن کے حق میں اچھے اور اپنے حق میں برے ہوں۔ یعنی جھوٹی انا اور خواہ مخواہ کی ضد کی بجائے عاقبت اندیشی' فہم وفراست اور نرمی سے سوچ کر معاہدہ کرنا چاہیے۔

تیسرا مسئلہ عورتوں سے بیعت لینے کا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ عورتوں سے عہد لیتے ہوئے زیادہ احتیاط اور بھلائی کا راستہ اختیار کرنے کے لیے بہ نسبت مردوں کے زیادہ زور دیا گیا ہے کیونکہ کچھ خاص کام شریعت کے خلاف ایسے ہیں جن کا

تعلق خاص طور پر صرف عورتوں سے ہی ہے۔ جیسا کہ صاف صاف اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ "اے نبی ﷺ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی' چوری نہ کریں گے' زنا نہ کریں گی' اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی کسی نیکی کے حکم میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی' تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو۔ بیشک اللہ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ (آیت 12)

دشمنوں سے ہرگز دوستی نہ کریں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ
كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ
خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ
وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ
اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ 16
كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥ ع

مومنو! میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ تمہارے دین حق سے منکر ہیں اور اس لیے کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو' پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں تم ان کی طرف چپکے چپکے دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور جو کچھ تم چھپا کر یا اعلانیہ کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ (1) اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تکلیف دینے کے لیے تم پر ہاتھ بھی چلائیں اور زبان بھی اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ (2) قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناطے کام آئیں گے اور نہ اولاد اس روز وہی تم میں

فیصلہ کرے گا' اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔(3) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی زندگی نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ "ہم تم سے اور ان سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو' بے تعلق ہیں۔ اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ' ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی"۔ ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ ضرور کہا کہ "میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا' اے ہمارے رب تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔(4) اے ہمارے رب ہم کو کفار کے ہاتھوں عذاب نہ دلوانا' اور اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔(5) جو کوئی اللہ کے سامنے جانے اور روز آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہو اسے ان لوگوں کی نیک چال پر چلنا ضروری ہے اور جو نافرمانی کرے تو اللہ بے پرواہ ہے۔ اور اللہ پاک ہے حمد و ثنا اسی کے لیے ہے"۔(6)

تشریح: یہ آیات بڑے پکے اصول بیان کرتی ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ' مجاہد' قتادہ' عروہ بن زبیر حضرات کی متفقہ رائے یہ ہے کہ مکہ پر حملہ کرنے کی خبر کو بالکل راز میں رکھا گیا تھا تاکہ مکہ میں خون خرابہ نہ ہو اور مکہ فتح ہو جائے۔ یہ ایک بہت بڑا عسکری راز تھا۔ جس کو بڑی رازداری سے سیدنا حاطب ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے سرداروں تک پہنچانے کی کوشش کی صرف اس خیال سے کہ مکہ کے سرداروں کی ہمدردی حاصل ہو جائے تو وہ ان کے خاندان کی حفاظت کر لیں گے جو کہ سیدنا حاطب ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے بعد مکہ میں تنہا رہ رہے تھے۔ سیدنا حاطب ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی یہ بہت بڑی غلطی تھی۔

مفسرین کے بقول ان آیات کا شان نزول یہی واقعہ ہے۔ دراصل مسلمانوں کو یہ سمجھانا اور ایک پکا اصول دینا مقصود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہرگز کسی صورت بھی کسی منافق کا فر یا مشرک پر اعتبار نہ کرو اپنے جنگی راز ہرگز کسی پر ظاہر نہ کرو چاہے تمہارے اپنے عزیز ترین رشتہ ہی کیوں نہ ہوں یا وہ بھی جنگ کی لپیٹ میں آنے والے کیوں نہ ہوں کیونکہ لوگوں سے چھپ کر یہ حرکت کی جا سکتی ہے مگر اللہ سے کوئی بات ہرگز چھپی ہوئی نہیں۔ اگر تم ایسی حرکت کرو گے تو سخت عذاب دیے جاؤ گے اور عذاب سے بچانے کے لیے نہ تمہارے رشتہ دار کام آئیں گے۔ نہ آل اولاد۔ اس لیے اس حرکت سے باز رہو۔

آج دنیا کی پالیسی میں یہ بات ہر ملک کی سیاست میں سب سے اُوپر آتی ہے۔" ملکی راز کی حفاظت"۔ یہ بے حد ضروری شعبہ ہے اور اسی لیے سختی سے منع کیا گیا ہے آیت 3 تک یہی حکم تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور اس کی خلاف ورزی کے نقصانات بڑی وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ پھر اگلی آیات میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ایمان و توحید کے مقابلہ میں عزیز ترین رشتہ داریاں بھی ختم ہیں کیونکہ اعمال صرف اپنے ہی بچائیں گے۔

دوسری بات جو واضح کی گئی ہے وہ مشرک کے لیے دعائے مغفرت سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ اس کی ہدایت کے لیے دعا کی جا سکتی ہے۔ پہلے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی مغفرت کی دعا کی، لیکن اللہ کے حکم آنے کے بعد "کہ کافر کے لیے مغفرت کی دعا مت کرو"۔ آپ کی دعا میں باپ کی مغفرت کا ذکر نہیں ملتا۔ آپ کی خوبصورت اور پر اثر دعا قرآن پاک میں درج کی گئی ہے تا کہ تمام مسلمان اسی طرح اپنے خالق و مالک سے دعا کریں۔ آپ کی دعا آیت نمبر 5,4 میں درج کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ان کے بتائے ہوئے پختہ عقائد کی وضاحت کر دی گئی ہے اور آیت نمبر 6 اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ دنیا میں اگر کسی سے رشتہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے اور ضروری رشتہ دین اسلام کے عقائد پر قائم رہنے والے کا رشتہ ہے۔

جو بھی ان عقائد سے دوری اختیار کرے یعنی دین ابراہیمی علیہ السلام جس کی اشاعت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا ہے۔ تو اس دوری اختیار کرنے والے کو دنیا و آخرت میں عذاب پانے کے لیے ضرور تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ توحید اور روز آخرت پر ایمان لانا خود اپنی ہی نجات کا ذریعہ ہے اللہ کو ہمارے اس عقیدے کو ماننے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ تو ہے ہی علیُّ العظیم اور وہ ہمارے غلط سوچنے، غلط عقیدہ رکھنے سے بالکل بے نیاز ہے۔ ہر چیز اس کی حمد و ثناء میں ہر وقت لگی رہتی ہے کوئی گناہ گار انسان اگر اس کی حمد و ثناء نہیں کرے گا تو اس کی عزت یا سلطنت یا بڑائی میں ہرگز کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چند اصول جو ہمیں یہاں دیے گئے ہیں ان کی وضاحت یوں ہوگی۔

1 عسکری راز کی حفاظت اپنی اور اپنی آل اولاد کی جان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

2 کبھی بھی کافر و مشرک یا منافق پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور سے جنگ کے زمانے میں۔

3 مسلمان کے لیے سب سے بڑا رشتہ دین کا ہے۔

4 آخرت پر یقین توحید پر یقین اور اسی عقیدہ کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری ہے۔

5 کافر و مشرک کے لیے مغفرت کی دعا سے منع کیا گیا ہے۔

6 دین ابراہیمی کو زندگی کا نصب العین بنانا ضروری ہے۔ کیونکہ دین اسلام اسی کی تجدید ہے۔

7 عبادت اور دعا میں وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو ہمارے پیارے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد کے تمام انبیاء اور پھر سب سے آخر میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیے۔

8 اللہ کی حمد و ثناء اور دعا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ پر ایمان نیکیوں کا آغاز ہے۔ کیونکہ ہر وہ دل جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ویرانے کی مانند ہے۔ جس میں نہ سکون ہوتا ہے اور نہ اطمینان۔

اسلام امن کا مذہب ہے، عورتوں کے خاص معاملات

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝٧ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٨ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ
قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ
فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ
تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ
وَلْيَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ وَاِنْ فَاتَكُمْ
شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝١١ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي
اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَـيْـــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ
بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ
يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝١٣

اُمید ہے کہ اللہ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں دوستی کر دے، اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(7) جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(8) اللہ انہی لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔(9) مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرلو۔ اور اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو کہ نہ یہ ان کو حلال ہے اور نہ وہ ان کو جائز اور جو کچھ انہوں نے ان پر خرچ کیا ہو وہ ان کو دیدو اور تم پر کچھ گناہ

نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کران سے نکاح کرلو۔اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو(کفار کو واپس دے دو)اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہوان سے طلب کرلواور جو کچھ انہوں نے اپنی عورتوں پر خرچ کیا ہو وہ تم سے طلب کرلیں یہ اللہ کا حکم ہے جو تم میں فیصلہ کیے دیتا ہے۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(10)اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے اور اس کا مہر وصول نہ ہوا ہو پھر تم ان سے جنگ کرو اور ان سے تم کو غنیمت ہاتھ لگے تو جن کی عورتیں چلی گئی ہیں ان کو اس مال میں سے اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو ڈرو۔(11)اے پیغمبر! جب آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی نہ چوری کریں گی' نہ بدکاری کریں گی' نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی' نہ اپنے ہاتھ پاؤں پر کوئی بہتان باندھ لائیں گی نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(12)مومنو! ان لوگوں سے جن پر اللہ غصہ ہوا ہے' دوستی نہ کرو کیونکہ جس طرح کافروں کو مُردوں کے جی اٹھنے کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت آنے کی اُمید نہیں۔(13)

تشریح: پچھلی آیات میں جو غیر مسلموں سے دوستی اور اعتبار سے منع کیا گیا ہے تو خاص حالات میں، یعنی جنگ کے حالات میں کیونکہ "دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے"۔مخالفین اکثر مسلمان کو دہشت گرد کہتے ہیں تو ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں دہشت گردی کو کبھی پسند نہیں کیا بلکہ اسلام تو نام ہی امن و سلامتی کا ہے۔ہماری تاریخ اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی اس بات کا واضح ثبوت ہے۔آپ ﷺ نے صبر سے کفار کی سختیاں برداشت کیں اور پھر چپکے سے ہجرت کر گئے پھر جنگ بدر' احد اور حنین۔تینوں دفاعی جنگیں تھیں۔معاہدہ حدیبیہ مکمل طور پر صلح وصفائی کا ثبوت دیتا ہے۔آپ ﷺ نے بڑی دانشمندی سے واپسی کو پسند کیا جو بعد میں ہر لحاظ سے مسلمانوں کے حق میں فتح ہی فتح ثابت ہوئی اور اسے فتح مبین کہا گیا ہے۔فتح مکہ بھی بڑی دانشمندی صبر' سکون اور احتیاط کی وجہ سے بغیر جنگ وجدل اور خون خرابے کے فتح ہو گیا ان تمام باتوں سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اسلام تلوار یا گن سے نہیں بلکہ صبر' امن اور حکمت عملی کا مظاہرہ کرتا ہے اور حسن سلوک حسن کردار' اتحاد' تنظیم اور عقیدہ کی پختگی سے ہی اسلام قلیل مدت میں کثیر علاقے میں پھیل گیا۔مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ اور مسلمان سر جھکا کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور ساتھ ہی عام معافی کا اعلان بھی کروا دیا گیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برائی لوگوں کے دل و دماغ سے خود بخود دھل گئی اور وہاں ایمان کی روشنی ہونے لگی۔اصل میں نیکی کا پرچار سختی سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔یہ تو انسانی فطرت کے بالکل خلاف ہے۔کوئی بھی سبق جو دلیل اور پیار سے دیا جائے زیادہ اثر کرتا ہے بجائے سختی کے۔ہم ایسے پیغمبر کے پیروکار ہیں۔جس نے زندگی میں کبھی کسی سے ظلم و زیادتی نہیں کی۔بڑے ہی صبر اور سکون سے اتنا بڑا انقلاب لے آئے جو ناممکن دکھائی دیتا تھا۔آپ ﷺ نے 23 سالہ پیغمبرانہ زندگی

میں صرف تین دفاعی جنگیں لڑی ہیں۔آپ ﷺ ہمارے پیغمبر ہیں جن کو "رحمت للعالمین" اللہ نے قرآن پاک میں کہا ہے۔آپ ﷺ امن 'صبر' سکون' محبت اور شفقت کا مجسمہ تھے۔اسی کا نام ہے اسلام۔آپ ﷺ کی صفات اور تعلیمات ہمارا نصب العین ہے ایمان ہے اور مقصد حیات ہے۔خلافت و امارت کے دور میں اسلام کی دعوت دی جائے گی اگر لوگ قبول کرلیں تو وہ مسلمان ہیں وگرنہ ان سے جزیہ لیا جائے گا اگر جزیہ بھی نہ دیں تو ان سے جنگ ہوگی اسلام محبت، رواداری اور انصاف کا حکم دیتا ہے

اسی لیے اللہ نے فرمایا "اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔(آیت 8) ہاں دین کی حفاظت جان و مال کی حفاظت ملک وقوم کی حفاظت مسلمان پر فرض ہے۔اس میں بھی حتی الامکان صلح و امن سے کام لیا جانا چاہیے ورنہ پھر "تنگ آمد بجنگ آمد"۔ یہ نہیں کہ سر جھکائے مار کھاتے جاؤ۔اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ ہمارا مشن ہے کامیابی کے لیے مشکل راہ کو چھوڑ کر آسان اور پرامن راہ اختیار کی جائے۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔"سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو معاملوں میں ایک کو لینا ہوتا تو آپ ﷺ ہمیشہ دونوں میں سے آسان کو لیتے"۔(بخاری)

یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور ہم اس پر چلنے والے ہیں۔تو یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام انسان کو رحمت' سلامتی' محبت' انسان دوستی اور شفقت کا پیکر بنا دیتا ہے۔مسلمان کا عقیدہ اس کا محافظ بن جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے "اللہ اکبر" یوں وہ صرف اور صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔اسی سے دعا مانگتا ہے' اسی کے سامنے جھکتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اللہ رحیم ہے اور وہ رحیم بندوں کو پسند کرتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اگر اس کا ایمان اللہ پر پکا ہو، قرآن وسنت اس کا رہبر ہو، تو پھر اللہ عظیم و کبیر کبھی اس کو ناکام نہیں ہونے دے گا اور یوں وہ بے خوف وخطر دنیا کی جدوجہد میں کود جاتا ہے۔اور اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ بے خطر کود گیا آتش نمرود میں عشق۔

تو اللہ نے اس آگ کو اپنے پیارے بندے کے لیے گلزار بنا دیا۔اسی طرح اللہ اپنے پیارے بندوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے۔جاسوسی بڑا سخت جرم ہے مگر کفر نہیں۔آیت دس سے آخر تک بڑا اہم مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔اس کا تعلق ازدواجی زندگی کے متعلق ہے۔ہوا یوں کہ صلح حدیبیہ کی یہ ایک شرط تھی کہ جو آدمی مکہ سے مدینہ جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔اسی شرط کے تحت ابوجندل کو واپس کر دیا گیا تھا مگر ان آیات میں ان عورتوں کے لیے یہ رعایت دی گئی ہے جو اس معاہدہ کے بعد مسلمان ریاست مدینہ میں آ گئی تھیں تو اللہ نے ان کے لیے خاص احکامات نازل فرمائے:

ایک یہ کہ ان کو مسلمان ہونے کے بعد واپس نہ بھیجا جائے۔

دوسرا ان کا اچھی طرح امتحان لے لیا جائے کہ آیا یہ پکی مسلمان ہیں یا کہ جھوٹی مسلمان ہیں۔

تیسرے اگر وہ پکی مسلمان ہیں اور مذکورہ شرائط جو کہ آیت 12 میں بتائی گئی ہیں ان کو مانتی ہیں تو ان کو بیعت کرنے کی اجازت دے دو۔

چوتھا ان کا نکاح کافر خاوند سے خود بخود ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہو گیا کہ کافر خاوند مسلمان بیوی کے لیے حرام اور کافر بیوی مسلمان خاوند کے لیے حرام ہوگئی۔

اس لیے پانچواں حکم یہ ہے کہ مہر کی رقم ادا کر کے ان سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی عورت کافر ہو جائے تو جو کچھ اس کے خاوند نے اس پر خرچ کیا ہو وہ جنگ کے بعد مال غنیمت میں سے اس آدمی کو ادا کیا جائے

چھٹا یہ کہ جو عورتیں کفار کے پاس چلی جائیں تو ان کو چاہیے کہ جو بھی ان سے نکاح کرے اس کے سابقہ مسلمان خاوند کی وہ رقم ادا کر دے جو اس نے اس پر خرچ کی تھی۔ اس حکم کو مسلمانوں نے تو مان لیا عمل بھی کیا مگر کفار نے نہ مانا اور رقم بھی ادا نہ کی۔ یہی فرق ہے مسلم اور کافر میں۔ مسلم انصاف پسند ہوتا ہے جب کہ کافر بے انصاف بے مروت جابر و ظالم ہوتا ہے۔ پھر اللہ جل شانہ نے ان عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا کے لیے حکم دیا ہے۔ کیونکہ اسلام سے پہلے جو کچھ ان سے ہو گیا اللہ بڑا غفور رحیم ہے وہ سب معاف کر دیا گیا ہے مگر آئندہ زندگی گزارتے ہوئے اپنے اس عہد پر قائم رہنا ہو گا جو نبی ﷺ سے انہوں نے کیا ہے۔

آخر میں دوبارہ اس بات کی تاکید کی جا رہی ہے کہ کفار و مشرکین سے دوستی مت کرو کیونکہ ان کے عقیدے اور تمہارے عقیدے بالکل مختلف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ برے دوست کی صحبت میں تم بھی خراب ہو جاؤ۔ تم تو آخرت پر یقین رکھتے ہو اس لیے جو کام کرتے ہو اس میں اللہ رسول ﷺ کے حکم کو ضرور مان کر کرتے ہو تم جانتے ہو مر کر دوبارہ ضرور زندہ ہو کر حساب کتاب دینا ہے اس لیے نیکی کو اختیار کرتے ہو جب کہ وہ لوگ صرف اسی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے جو کرنا ہے کر لو اور جب مر گئے تو بس ختم ہو گئے اور دوبارہ اٹھائے جانے پر اعتقاد نہیں رکھتے یعنی۔

بابر بہ عیش کوش کہ دنیا دوبارہ نیست

تو ایسے ہی لوگ دھوکے میں ہیں۔ کہیں ان سے دوستی کر کے تم بھی گمراہ نہ ہو جاؤ۔

دعا:- ابنِ معبد نے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے سنا تھا۔ "الٰہی پاک کر میرے دل کو نفاق سے، اور عمل کو ریاء سے اور زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے کیونکہ تو آنکھ کی چوری اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے"۔ (مشکوٰۃ باب جامع الدعاء فصل سوم)

خلاصہ سورۃ الممتحنہ

جیسا کہ اس سورت کے نام سے معلوم ہوتا ہے۔ الممتحنہ یعنی "وہ عورت جس کا امتحان لیا جائے"۔ اور اگر ہم اس کو الممتحِنہ پڑھیں تو اس کا مطلب ہو جاتا ہے "امتحان لینے والی سورت"۔ یہاں دونوں ہی مطلب ٹھیک ہیں۔ کیونکہ وہ مکہ کی عورتیں جو اسلام

کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر آئیں تو یہ ان کے امتحان کی بہت بڑی منزل تھی جس سے وہ کامیابی سے گزر گئیں اور اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو پوری کی پوری امتحان اور پھر سخت امتحان کی زندگی دکھائی دیتی ہے۔ جب ہم پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پاکباز زندگی کی وجہ سے اہل مکہ ان کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ تو اعلان نبوت کے ساتھ ہی وہی لوگ ان کی جان کے دشمن ہو گئے 13 سال دشمنوں کے درمیان بڑے صبر اور سکون سے تبلیغِ دین میں مصروف رہے اور ہرگز مقابلہ میں کھڑے نہ ہوئے۔

ہجرت کے بعد بھی لگا تار کفار اور مخالفین کی سختیوں سے بڑے صبر سے نمٹتے رہے اور جب ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے حالات پیدا ہو گئے تو بھی بڑی حکمت' دور اندیشی اور فہم و فراست کا مظاہرہ کیا۔ اللہ نے بھی آپ ﷺ کی بھرپور مدد فرمائی۔ جیسا کہ غزوہ بدر کا واقعہ ہمارے سامنے ہے پھر صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ معاہدہ حدیبیہ تاریخِ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی افادیت یوں ظاہر ہوئی کہ دو سال کے اندر مسلمان اس قدر تیزی سے بڑھے' پھیلے کہ بغیر جنگ و جدل اور قتل و خوں ریزی کے اسلام پورے عرب پر چھا گیا۔ تو اختصار کے ساتھ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں کے بل بوتے پر جیتی جو ان کو خاص طور پر ودیعت کی گئی تھیں۔ آپ ﷺ نفرت کے سلوک کو محبت میں' بدخواہی کو خیر خواہی میں' تخریبی کارروائیوں کو تعمیری کارروائیوں میں تبدیل کرتے رہے۔ یہ

عمل کوئی آسان کام نہیں بلکہ بڑے زبردست امتحان سے گزرنے کا نام ہے۔ اسی شدید ترین امتحان میں کامیابی کا سہرا یوں آپ ﷺ کے سر بندھا کہ آپ کو دی گئی شریعت آپ ﷺ کا دیا ہوا پیغام دین اسلام اور آپ ﷺ کی دی ہوئی کتاب قرآن پاک دنیا کے تمام مذاہب پر سبقت کے جھنڈے گاڑنے میں کامیاب و کامران ہوئے اور پھر اللہ کا یہ وعدہ کہ یہ دین رہتی دنیا تک قائم رہے گا ثابت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ماضی بعید کے تمام واقعات ہمارے سامنے قرآن پاک نے بے شمار دفعہ بیان کر دیئے ہیں اور ماضی قریب کے واقعات ہمارے سامنے تاریخ پیش کر رہی ہے۔ مثلاً ترکی کے حالات کہ کمال اتاترک نے 1924ء میں اسلامی خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا اور پھر ہر صورت میں اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور یوں 1973ء میں عصمت انونو نے بھی اسی کوشش میں عمر گزار دی مگر اسلام پھر بھی وہاں کسی نہ کسی صورت زندہ رہا۔ تھک ہار کر عصمت انونو نے اپنے آخری وقت میں عربی رپورٹ میں یہ بیان دیا۔ "میرے لیے اس پر یقین کرنا مشکل ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں' میں نے اپنے بس بھر تمام کوشش کی کہ ترکوں کے دل سے اسلام کو نکال دیں۔ اس کی جگہ مغربی تہذیب کو ان کے اندر داخل کر دیں۔ مگر حیرت انگیز طور پر نتیجہ ہماری توقع کے خلاف نکلا' چنانچہ ہم نے تو سیکولرزم کا پودا لگایا مگر پھل نکلا تو وہ اسلام تھا"۔ (الوعی الاسلامی' ذوالعقدہ 1408ھ)

اسی سلسلہ میں دوسری مثال سوویت یونین کی ہے۔ 1917ء سے ایک طاقتور حکومت کے زور پر اسلام کو مٹایا گیا سو سال کی سخت ترین کوشش کے نتیجہ پر خود کمیونسٹ ایمپائر ہی ٹوٹ گیا۔ کیسے ٹوٹ گیا؟ اور پھر امریکی میگزین ٹائم (12 مارچ 1990ء) میں رپورٹ شائع ہوئی جس میں 55 ملین مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ اعلان کیا گیا کہ یہاں پر اسلام نئی طاقت کے ساتھ زندہ دکھائی دے رہا ہے اور اس تصویری رپورٹ کی سرخی یوں تھی۔ " کارل مارکس محمد ﷺ کو جگہ دے گیا"۔ "KarlMarcMakesRoomforMuhammad".

سبحان اللہ! کیا یہ قرآن کی پیشگوئی ثابت نہیں ہو رہی کہ اسلام ابدی مذہب ہے جس کی کامیابی کا ذمہ خود رب العزت نے لے رکھا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ یہ قیامت تک زندہ رہے گا۔ جس قدر یہ پاک 'صاف' مضبوط اور لازوال ہے اتنا ہی اس کے حصول میں سخت ترین امتحانات سے بھی گزرنا ضروری ہے۔ اور پھر اس کا پھل اور انعام بھی اتنا ہی زیادہ بہترین ہے۔ اعلان جنت کتنی دفعہ قرآن پاک میں کیا گیا ہے! کیا یہ معمولی اعلان ہے یا غلط ہے؟ ہرگز نہیں یہ خدائے بزرگ و برتر اللہ العلمین، بادشاہوں کے بادشاہ عظیم الشان ذات پاک کا اعلان ہے۔ جس کا تعلق غیب سے ہے اور اللہ عالم الغیب ہے جو اپنے پیارے بندوں کو یہ غیب کی خبر دے رہا ہے کہ میری طرف رخ کرو کیونکہ بالآخر تم نے میرے ہی پاس آنا ہے تو یہاں اپنے لیے جنت الفردوس میں محلات کی تعمیر کرو۔ جو اس دنیا کے اعمال سے تعمیر ہوں گے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تعارف سورۃ الصّف

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 61 نمبر پر آتی ہے 'مدنی سورت ہے اسمیں 2 رکوع اور 14 آیات ہیں۔ اس میں خاص طور پر مخلص و منافق 'پکے اور کمزور ایمان والے تمام گروہوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے جو قول و فعل کے سچے اور پکے ہیں۔ جہاد کو اللہ کے نزدیک پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی بدعہدی 'بدتمیزی' نافرمانی 'ہٹ دھرمی' اور پھر ان کے برے انجام کا ذکر کیا گیا ہے یہ سمجھانے کے لیے کہ وہ ناکام و نامراد قوم تھی اس کی طرح نہ بن جانا بلکہ اپنے دین کامل اور رسول ﷺ کامل پر ایمان لاؤ اور انہی تعلیمات پر عمل کرو جو خدائے واحد الہ العلمین نے قرآن پاک میں دی ہیں کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت مدد کرتے ہیں آخرت میں ان کے لیے بہترین انعامات اور باغات کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے جو بالکل سچا وعدہ ہے۔ آخر میں حکم دیا ہے کہ تم بھی اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کی راہ میں ان کی مدد کی تھی۔ اور انہوں نے اللہ کے پاس بڑا درجہ حاصل کیا۔ اور ''انصار اللہ'' کہلائے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کو اپنے کاموں میں نعوذ باللہ کسی انسان کی مدد درکار ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ عقل وفہم' علم وعمل سے اس کام میں بھرپور انداز سے حصہ لیتے ہیں جس کی اشاعت وتبلیغ کا کام اللہ تعالیٰ بجائے اپنی قدرتِ کاملہ سے لینے کے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں اور پھر نیک' متقی' عابد وزاہد بندوں کی مدد سے لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس طرح سے بندوں کی پہچان اور امتحان لیا جا سکتا ہے۔ کہ کون زاہد و عابد ہے اور کون کافر ومشرک ہے۔ انہی دو قسم کے عملوں سے دین اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے یا تردید ہوتی ہے۔ لہٰذا تبلیغ کرنے والے انصار اللہ ہو گئے ولی اللہ ہو گئے کامیاب لوگ ہو گئے۔ اور یوں اللہ کی مدد کرنا خود ان کی اپنی مدد کرنے میں شامل ہو گئی گویا انہوں نے درجات حاصل کرنے کے لیے اللہ کی راہ اختیار کر کے خود اپنی مدد کر لی۔ اللہ تو "بے نیاز" ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے واقعات قرآن پاک میں آخر اس قدر بار بار کیوں بیان کیے گئے ہیں۔ نزول قرآن اور آج کے زمانے اور آنے والے زمانے میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ یہ کافی دفعہ بیان کیا جا چکا ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو ایک دفعہ پھر تفصیلاً بیان کیا جا رہا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ اسرائیل کا مطلب ہے "بندۂ خدا" یہ لقب تھا سیدنا یعقوب علیہ السلام کا۔ آپ علیہ السلام سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی نسل کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ یہ لوگ توحید' رسالت' وحی' آخرت' ملائکہ اور اس شریعت کے ماننے والے تھے جو ان کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ یوں ان کا دین بھی دینِ اسلام ہی تھا مگر پھر صدیوں کے وقفہ نے ان کو اصل عقائد سے دور کر دیا اور ان کے دین میں' عملی زندگی' تمدن' رسم ورواج میں ہر وہ چیز شامل ہو گئی جس کا ذکر ان کی مقدس آسمانی کتاب تورات میں موجود نہ تھا اور انہوں نے اپنے اصل دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ راہِ ہدایت دینے والے پیغمبر کے بھی دشمن ہو جاتے اور اس کو قتل کر دیتے۔ انہی کو یہودی کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں مسلمانوں کو بار بار اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ بیشک یہودیوں کا مذہب توحید کی تعلیم ہی دیتا تھا۔ اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت تمام قوموں پر فضیلت دی تھی اور وہ اللہ کی بڑی پیاری قوم تھی۔

اللہ رب العزت نے ان کو ہر طرح سے آسودہ اور خوشحال قوم بنا رکھا تھا۔ مگر انہوں نے بجائے شکر کے نافرمانی سرکشی اور غرور کرنا شروع کر دیا کہ وہ ایک معزز قوم ہے اور جلیل القدر انبیاء کی اولاد ہے اس لیے ان کی بخشش تو ضرور ہی ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں نسلی تعصب' عہد شکنیاں' اخلاقی جرائم اور سود جیسی لعنت میں جکڑے گئے پھر نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر اللہ سخت ناراض ہو گیا ان پر اللہ کی لعنت ہو گئی اور وہ دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے بعد آئے ان کے پیروکار بھی کچھ تھوڑے سے ان پر ایمان لائے جن کو "انصار اللہ" کہا گیا ہے اور زیادہ کفر میں پڑ گئے۔ "انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا گیا"۔ یہ سب کچھ اگر قرآن پاک میں وضاحت سے بیان نہ کیا گیا ہوتا

تو مسلمانوں کو کس طرح ان کی بدفطرت اور ان کے برے انجام کا علم ہوتا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ذکر اب تک تقریباً 21 سورتوں میں مختلف واقعات کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

مقصد صرف یہ ہے کہ ایک تو ان سے عبرت حاصل کر کے نیکی کی راہ اپنائیں اور دوسرے ان کی بدترین چالوں سے ہوشیار رہیں جو کہ وہ شروع دن سے مسلمانوں کے خلاف چل رہے ہیں۔ کیونکہ ہجرت کے وقت مدینہ کے اندر اور مدینہ کے اردگرد یہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں آباد تھے اور کفار کے ساتھ ساتھ یہ بھی مسلمانوں کے بدترین مخالف اور دشمن تھے۔ آج بھی ان کی مخالفت' حسد' بغض اور نفرت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ لہٰذا فرمانِ قرآن کے مطابق ان سے ہوشیار اور خبردار رہنا ضروری ہے۔ ان کی بدفطرت نے ان کو ذلیل کیا اور وہ اپنی بدفطرت سے انسانیت کو ذلیل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ سب سے بڑی نحوست جو انہوں نے پوری دنیا کی معیشت پر مسلط کر رکھی ہے۔ وہ ہے سود کا شکنجہ۔ یہ ان کی مکاری' عیاری اور شاطرانہ فطرت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ پورے قرآن پاک میں مختلف حوالوں سے مختلف سورتوں میں ان کی اصلیت کو مسلمانوں پر خوب اچھی طرح عیاں کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ہوشیار رہیں اور خود کو ان سے بچا کر رکھیں۔ اور "انصار اللہ" میں شامل ہو کر نجاتِ دارین حاصل کر سکیں۔

قول و فعل میں مطابقت اور جہاد کی فضیلت

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تعریف کرتی ہیں اور وہ (کیونکہ) غالب' حکمت والا ہے۔(1) مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو' جو کیا نہیں کرتے۔(2) اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔(3) اللہ ان لوگوں کو چاہتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار بنا کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیواریں ہیں۔(4)

تشریح: آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کا تابع فرمان ہے ایک سیکنڈ کے لیے کوئی چیز اللہ کے بنائے ہوئے قانون اور حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی اور یہی ان کی تسبیح ہے۔ کیونکہ اللہ کے غلبے' علم اور حکمت سے باہر کوئی چیز بھی نہیں اور نہ ہی جا سکتی ہے۔ ہر چیز اس کی قدرت کے اندر گھری ہوئی ہے۔ اور وہ کارساز واحد ہے۔ اور وہ دلوں کے بھید بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے اس لیے وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کے قول و عمل میں کتنا تضاد ہے۔ کیونکہ مسلمان مخلص ہوتا ہے جب کہ منافق کہتا کچھ ہے کرتا کچھ ہے اور یہ رویہ اللہ کو کسی صورت بھی پسند نہیں۔ حدیث میں آتا ہے

کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو' روزہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ یہ کہ جب بولے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے' اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (مسلم و بخاری)

دراصل یہاں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بظاہر بڑے دعوے کرتے تھے کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کا پسندیدہ عمل کون سا ہے تو ہم ضرور وہ عمل کریں تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو ان کے منہ لٹک گئے۔ اور لگے بہانے بنانے تو ایسے لوگوں سے اللہ بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ اور پھر جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف یوں کی کہ جو اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے اس قدر مضبوط عزم و ارادہ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں جیسے سیسہ پلائی دیوار ہو۔ " بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص" رَصّ کا مطلب ہے خوب ملا کر جوڑ دینا۔ رصاص سیسہ کو کہتے ہیں یعنی ایک ایسی دیوار کہ جس کے جوڑوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے کہ دیوار اس قدر مضبوطی سے جڑ جائے کہ درمیان میں کسی قسم کا کوئی سوراخ کوئی کمزوری نہ رہ جائے۔ مطلب اصل میں مثال دینے کا یہ ہے کہ جو مجاہدین اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی اور دین کی محبت میں دشمن کے مقابلے میں نکل کھڑے ہوں۔ وہ عقیدہ' ایمان' مقصد اور جانثاری میں اس قدر مخلص' مضبوط' اور پکے ارادے کے سپاہی ہوں کہ ان کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہ دے سکے۔ جذبہ ایمانی اس قدر طاقت ور ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد بھی جوش میں آ جاتی ہے تو ایسے حالات میں بھلا کوئی مقابلہ میں ٹھہر سکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ "انصار اللہ" کہتے ہیں۔

یعنی جو اللہ کی محبت میں اس حد تک ڈوب جائے کہ اس کو اللہ کی محبت سے زیادہ کوئی چیز اہم دکھائی نہ دے حتیٰ کہ جان جیسی پیاری چیز بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھے اور وہ اس کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے پر تیار ہو جائے تو بھلا پھر اللہ ایسے جان نثاروں کی خاص مدد کیوں نہ کرے گا گویا انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے میں اللہ کی مہربانیاں' عنایتیں' قربتیں اور مدد کو خرید لیا ہے۔ تو یوں انہوں نے بظاہر اللہ کی' اسلام کی' دین کی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کی لیکن دراصل انہوں نے خود اپنی مدد کی اور اس طرح دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے حقدار ہو گئے۔ جہاد میں اگر بچ گئے تو غازی اگر کام آ گئے تو شہید۔ شہید اور غازی دونوں ہی بہترین درجات کے حامل ہوتے ہیں۔ بھلا ایسے "انصار اللہ' بہترین اور کامیاب بندوں کا ان نکمے منافق اور ڈرپوک لوگوں سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے جو صرف زبانی کلامی جہاد کی بات کرتے ہیں۔

جب وقت آتا ہے تو دنیا جہان کے حیلے بہانے بنانے لگتے ہیں کہ کسی طرح جنگ میں جانے سے بچ جائیں۔ گویا اگر موت کا وقت آ گیا ہے تو وہ جنگ میں نہ جا کر بچ جائیں گے جب کہ موت کا وقت تو مقرر ہو چکا ہے اس وقت مقرر ہو گیا تھا جب ہماری زندگی کی ابتدا ماں کے پیٹ میں ہوئی تھی یہ بات تو بالکل سچ ہے۔ نزول قرآن کے وقت ان حقائق کا کسی کو بالکل علم نہ تھا جو انکشافات قرآن پاک میں کیے گئے ہیں۔ مثلاً جینی کوڈ' زندگی کی خصوصیات کا وہ راز ہوتا ہے جو پیدا ہونے

والے جسمیہ میں ودیعت ہوتا ہے۔ اسی طرح سابقہ اقوام اور انبیاء کے بارے میں بالکل صاف اور سچی کہانیاں بتائی گئی ہیں تا کہ ہم بعد میں آنے والے ان کے حالات اور واقعات کو جان کر اپنی راہیں درست کر سکیں اور اللہ کے غضب سے بچ سکیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام وسیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸

(اور وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ "بھائیو! تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں"۔ تو جب ان لوگوں نے نافرمانی کی تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیے، اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(5) اور وہ وقت بھی یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ "اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور جو کتاب مجھ سے پہلے آ چکی ہے یعنی تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں"۔ پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔(6) اور اس سے ظالم کون کہ بلایا تو جائے اسلام کی طرف اور وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔(7) یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے چراغ کی روشنی کو پھونک مار کر بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔(8)

تشریح: یہاں سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے بارے میں تعارف سورۂ بقرہ اور سورۂ قصص میں کافی تفصیلاً بتایا جا چکا ہے۔ مختصراً یوں ہے کہ بنی اسرائیل مذہبی نہیں بلکہ نسلی نام ہے۔ اس قوم کا لقب جو یعقوب علیہ السلام معروف بہ اسرائیل بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہوئی۔ اور اپنے وطن شام سے نکل کر اطراف عالم میں پھیلی۔ خاندان یعقوب علیہ السلام کی اصل فضیلت یہ تھی کہ ان کو عزت' حکومت اور رسالت دی گئی۔ اور پھر یوں ایران' عراق' ہند' چین' یونان اور مصر کی حکومت ملی۔ مگر ان کی بدنصیبی کہ توحید کی تعلیم سے ہٹ کر مشرک ہو گئے اسی کے بدلے سزا کے طور پر پیغمبری ان سے چھین لی گئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے مدبر پیغمبر تھے۔ ان کی

والدہ نے فرعون کے ڈر سے آپ کو پیدا ہوتے ہی تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا۔ آپ نے فرعون کے محل میں پرورش پائی۔ آپ بڑے ہی نیک' صحت مند اور مدبر انسان تھے۔ آپ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی کی صورت میں اللہ کا دیدار کیا اللہ نے آپ علیہ السلام سے کلام بھی کیا اسی لیے آپ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا لقب ملا۔ آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے اور سیدنا ہارون علیہ السلام، آپ علیہ السلام کے مددگار تھے۔ بنی اسرائیل آپ کو نبی مانتے تھے مگر پھر بھی آپ سے مخلص نہ تھے۔ آپ کو بڑی تکلیفیں دیں۔ بنی اسرائیل کا ذکر قرآن پاک میں بہت جگہ ہو چکا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں بتایا گیا ہے کہ ان پر کون کون سی عنایات کی گئیں اور انہوں نے کس کس طرح ناشکری اور نافرمانی کی اور پھر کس طرح زیر عتاب آئے۔ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے تاکہ مسلمان عبرت حاصل کریں۔ اسی طرح سورۃ النساء اور مائدہ میں بھی ان سے لیے گئے عہد اور انعامات کا ذکر ہے۔ ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم، جہاد کے حکم پر ان کی بزدلی اور پھر چالیس برس تک صحرانوردی کا مفصل ذکر ہے۔ اسی طرح سورۃ اعراف' طٰہٰ اور بے شمار سورتوں میں ان کے بارے میں مفصل بیانات آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ بڑا مہربان ہے مگر ایک حد تک' جب کوئی قوم یا انسان حد سے بڑھ جائے تو پھر اللہ کے عتاب اور سزا سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور اللہ کے قانون میں یہ شامل ہے کہ جو ہدایت کی طرف قدم بڑھائے اس کی مدد اللہ بہت زیادہ کرتا ہے اور جو جان بوجھ کر ہدایت کی راہ کو چھوڑ کر برے رستے اختیار کرے تو پھر اس کی سزا کے طور پر اللہ اس کے لیے برائی کے امکانات وسیع کر دیتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام کو بڑے معجزے دیئے گئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑا سمجھایا کہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کو سچا مانتا ہوں اور اسی دین کی تعلیم دے رہا ہوں جس کی تعلیم تمام پہلے پیغمبروں نے دی ہے۔ اور پھر پہلی کتاب تورات میں میرے بارے میں بتایا جا چکا ہے اور پھر اس بات کی تصدیق بھی میں کرتا ہوں کہ آخری نبی سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔ اور تمہارے لیے حکم ہے کہ ان کے آنے پر ان کی پوری طرح فرمانبرداری کرنا اور ان کے نقش قدم پر ہی چلنا۔ مگر ہوا یوں کہ پہلے تو انہوں نے سیدنا عیسیٰ کی نافرمانیاں کیں اور پھر جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سب سے زیادہ یہود و نصاریٰ نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے تکلیفیں پہنچانے کی کوششیں کیں۔ پہلے تو بڑی باتیں کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان آئیں تو ہم ان کے ساتھ مل کر دنیا سے فسادیوں کا نام ونشان مٹا دیں گے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے جان بوجھ کر اپنی کتاب میں سے بشارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہی چھپا دیا اور یوں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹے بہتان باندھنے لگے کہ یہ سب کچھ حقیقت میں کچھ بھی نہیں بلکہ یہ تو صاف صاف جادو کے اثرات ہیں۔ غرض وہ لوگ اس خیال میں تھے کہ ان کی مخالفت سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ناکام ہو جائے گا۔ یہاں پہلے اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ تورات میں اور قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد لکھا گیا ہے۔ اس پر کئی فتنہ پرداز لوگوں

نے کہانیاں بناڈالیں جن کی کوئی اہمیت نہیں۔ بیشک احمد نام سیدنا محمد ﷺ کا ہی ہے۔ تصدیق کے لیے حدیث بھی بیان کی جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بہت سے نام ہیں' محمد ﷺ۔ احمد ﷺ۔ ماحی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کومٹا دیا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔ (صحیح بخاری' مسلم)

بہر حال یہود ونصاریٰ اور مشرکین مکہ اور منافقین یہ سب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین' اور اس کے بھیجنے والے الہ العلمین کے زبردست مخالفین تھے اور ہیں۔ جب کہ اللہ رب العزت ایک بہت بڑی سچائی ہے اس کا بھیجا ہوا رسول، کتاب اور دین اسلام یہ بھی بہت بڑی سچائیاں ہیں تو جو لوگ یا جو قومیں اس کی مخالفت میں کھڑی ہوتی ہیں وہ سوائے اپنے سر پھوڑنے کے اور کچھ نہیں کر سکتیں وہ لاکھ طوفان اٹھائیں' کوشش کریں ہر طرح سے زور مار کر دیکھ لیں وہ اس دین الٰہی کو مٹانے میں خود ہی مٹ جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور صاف صاف فرما دیا ہے کہ " حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر نا خوش ہی ہوں "۔ (آیت 8)

اس لیے وقت کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان مرد' عورت، بچہ، بوڑھا اور جوان اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ چاہے جہاد باللسان ہو، بالمال ہو، بالقلم ہو، بالعلم ہو، بالنفس ہو یا جہاد بالسیف ہو۔ مسلمان کا ہر قدم ہر عمل ہر سوچ اور ہر سانس جہاد کی سوچ میں ہونا چاہیے کیونکہ یہی کامیابی ہے' سرفرازی ہے اور دنیا و آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔ ہمارا پیارا دین اسلام تمام دینوں سے افضل اور اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس کی فضیلت اور معقولیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "آج منکر لوگ تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ پس تم ان سے نہ ڈرو' تم صرف مجھ سے ڈرو' آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے"۔ (سورۃ المائدہ آیت 3)

ضحاک کے قول کے مطابق قرآن کی یہ آیت فتح مکہ کے بعد 8ھ میں نازل ہوئی اس وقت کے مطابق یہ آیت مستقبل کے لیے ایک سچی پیشگوئی تھی۔ اسی طرح سورۃ الصف کی آیت نمبر 8 بھی آئندہ کی پکی کامیابی کی دلیل ہے اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ آئندہ زمانوں کے تاریخی واقعات ان آیات کے عین مطابق ہوں گے اور بالکل ایسے ہی ہوا اس وقت جنگِ احد کے بعد کی کامیابیاں اور اب موجودہ حالات ہمارے سامنے تین انقلاب لائے۔ آزادی' سائنسی اور سیکولرزم۔ تینوں بظاہر دین اسلام کے مخالف تھے مگر بالآخر دین اسلام کے زبردست حامی ثابت ہوئے۔

1 آزادی' رائے نے مذہب اور اس کی کتابوں کے وہ چھپے ہوئے راز پوری طرح کھول کر دنیا کے سامنے پیش کر دیے جو اب تک عام لوگوں سے چھپے ہوئے تھے یوں دین کی صداقت واضح ہو گئی۔

2 جدید سائنسی دور نے اللہ کے وجود کو ماننے کے بہترین راستے بتا دیئے کیونکہ بیسویں صدی عیسوی میں سائنسی دنیا

میں تجربات کے دوران بے شمار ایسے حقائق ظاہر ہوئے کہ جن کو بغیر مشاہدے کے ماننا ضروری تھا مثلاً ایکسریز کی تعریف یا پھر یہ کہ ایٹم کے سائنسی ڈھانچہ کا یقین کر لینا کیونکہ اس کے بغیر بلیک ہول یا ڈارک میٹر کے وجود کو مان لینا ناممکن تھا۔ لہٰذا اسی فارمولے کے تحت دینی عقیدہ بھی ثابت ہونے لگا۔ اور ہر انقلاب دین الٰہی کی زبردست حمایت اور تصدیق کرنے لگا۔

3 تیسرا انقلاب سیکولرزم کا ہے۔ جو گھوم پھر کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ دین اسلام کی اصل انسانی فطرت کے اندر سے نکلتی ہے۔ اس کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ ترکی کی طویل جارحانہ سیکولر پالیسی اور پھر سویت یونین کی پورے ایک سو سال کی کوشش بجائے اسلام کو مٹانے کے خود ان کو مٹانے اور توڑنے کے کام آ گئی۔ اسی طرح تیرھویں صدی عیسوی میں تاتاریوں کا غلبہ جو اسلام کی فکری قوت سے مغلوب ہوا۔ یہ تمام واقعات قرآن کی اس پیشنگوئی کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ نے فرمایا "اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں"۔ (آیت 8) یعنی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

غلبۂ دین کی بشارت اور مومنوں کی تجارت

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُوْنَ۠ ﴿۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۱۰﴾ ع ۱
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ
طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ
لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۲ / ۱۰

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے، خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ (9) مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ (10) اور یہ کہ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (11) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو جنت کے باغوں میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو ہمیشہ رہنے والے باغات میں تیار ہیں داخل کرے گا یہ بڑی کامیابی ہے۔ (12) اور ایک چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو یعنی تمہیں اللہ کی

طرف سے مدد نصیب ہوگی اور عنقریب فتح ہوگی اور مومنوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔(13) مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ بھلا کون ہیں جو اللہ کی طرف بلانے میں میرے مددگار ہوں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں"۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا پھر ہم نے ایمان والوں کو طاقت دی دشمنوں کے مقابلہ میں اور وہ غالب ہو گئے۔(14)

تشریح: اصل میں یہ آیات 3ھ میں جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ احد کی جنگ میں مسلمانوں کو خاصی پریشانی اٹھانا پڑی تھی اور یہ پریشانی اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے کچھ غلط رویے اور سوچ کی وجہ سے سزا کے طور پر اٹھانی پڑی تھی۔ مگر اس عارضی پریشانی سے مسلمان ڈگمگا گئے تھے اور دشمن بڑا خوش اور دلیر ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف احد کے بعد کی کامیابیوں کا یقین دلایا بلکہ ہر دور ہر زمانے میں کامیابیوں اور اللہ کی خاص مدد کا یقین دلا دیا کہ سچے' پکے' متقی اور بہترین مسلمان کیوں کہ اللہ کا پسندیدہ انسان ہوتا ہے اس لیے فتح اس کو ضرور ملتی ہے۔ اور وعدہ اس وقت بھی پورا ہوا فتح مکہ اس کی ابتدا تھی جو جاری وساری رہی یہاں تک کہ پھر جب مسلمان عقیدہ وعمل اور کردار میں کمزور ہونے شروع ہو گئے۔ تو جیسے جیسے کمزور ہوتے گئے دین سے دور ہوتے گئے اللہ کی مدد سے بھی دور ہوتے گئے تو اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور اسلام کی ہمیشہ کی بقاء کا وعدہ دہراتا ہے۔ اور اس طرح کی کھلی فتح کا ذکر پہلے بھی سورۃ توبہ اور سورۃ فتح میں آ چکا ہے۔

یہاں پھر دہرایا جا رہا ہے۔ اور ان شرائط کے ساتھ کہ تم اگر اللہ پر ایمان لاؤ تو اس کے نتیجہ میں تم خود بخود دنیاوی آلائشوں' شیطان کی شرارتوں اور کفر کی نجاستوں سے پاک صاف ہو جاؤ گے اور جب تمہارے دل، دماغ، جسم اور روحیں اللہ کے نور سے منور ہو جائیں گے تو تمہیں کوئی اس بات سے روک نہ سکے گا کہ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دین کی بقا اور اپنی نجات اور اپنی حقیقی خوشی کے لیے اپنا سب کچھ بے دریغ اللہ کی راہ میں قربان کرنے اور خرچ کرنے پر خوشی سے تیار نہ ہو جاؤ گے۔ جب اس طرح معقولیت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی تو بھلا اللہ کس طرح تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ ہرگز نہیں! مگر اس سارے مسئلہ میں اس سپرٹ کا پیدا ہونا بے حد ضروری ہے جو ایک مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے جو مسلم کو مشرک سے علیحدہ کرتا ہے شاعر نے کہا ہے۔ "ہم تو مائل بہ کرم ہیں' کوئی سائل ہی نہیں"

اللہ نے ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ بہترین کامیابیوں کا اور شاندار فتوحات کا وعدہ کیا ہے۔ مگر ان سب کے لیے ہمیں وہ تجارت ضرور کرنی ہوگی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت 9 سے یعنی "مومنو! میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں آخر تک" اور پھر "مومنوں کو اس کی خوشخبری سنا دو"۔ آیت 13 تک کا مضمون مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیے تو پھر ایک مسلمان سیدنا عیسیٰ کے ان حواریوں یعنی "انصار اللہ" کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے دنیا میں فتح وکامیابی اور آخرت میں ہمیشہ رہنے کی جگہ جنت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اب تک دنیا کے ہر دور میں سچا ثابت ہو چکا ہے اور آخرت کے بارے میں پورا قرآن اور

بے شمار احادیث ہمارے مطالعہ میں ہیں۔ جن پر یقین کرنا ہمارے ایمان کی سلامتی کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ اس آخرت کی زندگی اور حساب و کتاب کے بعد بہترین جزا اور بدترین سزا پر یقین کرنا عقیدہ ایمان کا بڑا ضروری اور خاص جز ہے۔ آخر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی مثال بڑے خوبصورت انداز میں دیتا ہے۔ ہوا یوں کہ (تفاسیر میں ایسے ہی لکھا گیا ہے) جب عیسائی جو کہ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے جن کو حواری کہا گیا ہے' ان سے سیدنا عیسیٰ نے پوچھا کہ "بھلا کون ہیں جو اللہ کی طرف بلانے میں میرے مددگار رہوں گے"۔ (14) تو انہوں نے جواب میں کہا" ہم اللہ کے مددگار ہیں"۔ (آیت 14)

یہ بات چیت اس وقت ہوئی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ان کی قوم انہیں قتل کیے بغیر نہ چھوڑے گی تو اس نازک اور انتہائی خطرناک وقت میں جن لوگوں نے آپ علیہ السلام سے وفاداری اور دین کی سلامتی میں سب کچھ کر گزرنے کا وعدہ کیا تو وہ لوگ واقعی قابل تعریف اور قابل تقلید ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فوراً راہ خدا میں جدوجہد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر ان میں سے سب لوگ سیدنا عیسیٰ کے پیروکار ثابت نہ ہوئے بلکہ بے شمار فرقے بن گئے۔ کچھ لوگ جو ایمان پر قائم رہے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قبول کیا مثلاً یہودی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے جب کہ عیسائی ایمان تو لے آئے مگر بہت سے فرقوں میں بٹ گئے۔ پھر بھی یہودیوں سے بہت درجہ کامیاب رہے جبکہ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے لعنت بھیج رکھی ہے۔ ہم مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ ہم بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہوں اور ہماری پوری زندگی اسی جدوجہد میں گزر جائے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ دراصل ہماری زندگی مسلسل جہاد ہی ہے۔ کبھی شیطان کے خلاف' کبھی نفس کے خلاف اور کبھی دنیاوی عیش و نشاط کے خلاف۔ تو جہاد کے بارے میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ الحج:-78 سورۃ توبہ:-41 الفرقان:-52 النساء:-95 العنکبوت:-69 البقرۃ:-193 النساء:-74

اسی طرح بے شمار احادیث جہاد کی فضیلت کے لیے موجود ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "جنت میں سو درجے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے جو اس کے لیے جہاد کرتے ہیں ان میں سے ہر دو درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے"۔ (بخاری' مسلم)

مذہب اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے لیکن کیونکہ یہ تمام الہامی مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے اور آخری مذہب ہے۔ اس لیے تمام عالم انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ کیونکہ باقی تمام مذاہب پر برتری اور غلبہ جہاد کے بغیر ممکن نہ تھا جو کہ انسانی زندگی میں قدم قدم پر اسے کرنا پڑتا ہے اس لیے رب العزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن پاک میں جہاد کے تمام احکامات بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں۔ اور پھر ان تمام احکامات کی وضاحت اور تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل و قول سے فرمائی ہے۔ شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

تیرے در پہ جینا تیرے در پہ مرنا
کوئی آرزو اس سے بڑھ کر نہیں ہے

دعا ہے: مجھے اللہ کافی ہے' اسکے سوا معبود کوئی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ (سنن ابی داؤد)

خلاصہ سورۃ الصّف

اس سورت میں یہود و نصاریٰ کا کردار پہلے تو یوں بیان کیا گیا کہ ان کے قول و فعل کے تضاد نے ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار کروا دیا۔ کیونکہ یہ عادت اللہ کو ہرگز پسند نہیں انسانی سوسائٹی کے لیے یہ بری عادت بڑی نقصان دہ بات ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس بری عادت سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہیے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بڑی سخت مذمت کی گئی ہے مسلمان قول کا سچا بات کا پکا اور عمل کا کھرا ہوتا ہے۔ جبکہ منافق نہ قول کا سچا ہوتا ہے نہ عہد کا پابند اور نہ ہی امانت دار ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "عہد کی پابندی کرو' بیشک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی"۔ (بنی اسرائیل: 34)

یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "جب اللہ کا ارادہ ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھا لے۔ آپ نہا دھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی فرمایا "تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بارہ دفعہ" پھر فرمایا کہ "تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجہ میں میرا ساتھی بنے"۔ ایک نوجوان جو عمر میں ان سب سے کم تھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے تئیں پیش کیا۔ تین دفعہ منع کرنے پر بھی وہ کہتا رہا۔ لہٰذا اس کی شکل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہوگئی۔ اور خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اب یہودیوں کی دوڑ آئی اور انہوں نے اس نوجوان کو گرفتار کر کے قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیشنگوئی کے مطابق باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے۔ پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے ایک فرقے نے تو کہا کہ "خود خدا ہمارے درمیان بصورتِ مسیح تھا جب تک چاہا رہا' پھر آسمان پر چڑھ گیا"۔ انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے' ایک فرقے نے کہا "ہم میں خدا کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا"۔ انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بندے اور اس کے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہم میں تھے جب تک خدا کی چاہت رہی آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا' یہ جماعت مسلمانوں کی ہے پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کر دیا اور مسلمان دبے بچے اور

مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا' پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا پس ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا' رسول اللہ ﷺ کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آ جائے۔ اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ واللہ اعلم "(از تفسیر ابن کثیر)

جہاد کے لیے اسی خوشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونے کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے جس خوشی اور محبت سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وہ حواری اٹھ کھڑا ہوا جس کو یہودیوں نے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھایا۔ شہادت کا درجہ اور انعام رب العزت نے بہت بڑا بتایا ہے۔ جس کی تفصیل آیت 12,11 اور 13 میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اس سعادت کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔ الحمد للہ کہ سورۃ الصف ختم ہوئی۔

تعارف سورۃ الجمعہ

حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے یہ سورت مدنی ہے اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں اس کا زمانہ تقریباً ہجرت کے فوراً بعد کا ہی ہے۔ کیونکہ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت لوگوں میں توحید اور اسلام کا عقیدہ ابھی اتنا پکا نہ ہوا تھا۔ ہوا یوں کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک تجارتی قافلہ آ گیا جس کی وجہ سے لوگ بجائے خطبہ رسول ﷺ سننے کے قافلہ سے لین دین کے چکر میں بھاگ گئے اور چند لوگ ہی باقی رہ گئے تب اللہ کا یہ کھلا اور واضح حکم نازل ہوا تا کہ لوگ اس رب العزت کی حقیقت، برکت، رحمت اور قدرت کو سمجھ کر اسی کی طرف رجوع کریں جس نے انسان کو پیدا کیا اس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اتنی بڑی کائنات نعمتوں اور برکتوں سے بھری ہوئی بنا دی۔ اس کائنات کی ہر چیز اللہ کے حکم کی تابع فرمان ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ہرگز حرکت نہیں کر سکتی اسی طرح انسانوں کی اخلاقی و روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بہترین معلم پیغمبروں کی صورت میں بھیج دیے اور ان کو ضابطہ حیات کے لیے اللہ کا ترتیب دیا ہوا پیغام آسمانی کتابوں کی صورت میں دیا جاتا رہا ہے۔ مگر بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جنہوں نے اللہ کی ہدایات سے فائدہ اٹھایا۔ پھر یہاں یہودیوں کی مثال دی جا رہی ہے۔ کہ اس قوم پر اللہ جل شانہ نے بے شمار عنایات کیں مگر انہوں نے حد سے زیادہ نافرمانی، لاپرواہی اور غرور کا ثبوت دیا اور یوں اپنی کتاب بھلا دی کہ گویا کتاب انسانوں کو نہیں بلکہ گدھے پر لاد دی گئی ہو۔ تو اس سب کا انجام یہ ہوا کہ ان پر ہمیشہ کے لئے، پھٹکار بھیج دی گئی اور رسالت کا اعزاز بھی ان سے چھین لیا گیا۔ تو اب تمہیں خیال کرنا چاہیے۔ اللہ کے احکامات اور رسول کے پیغامات پر غور کر کے عمل بھی کرنا چاہیے۔ جمعہ کا دن مسلمانوں کے

لیے بڑا مبارک دن قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کا اجتماع عام دنوں سے زیادہ مسجد میں ہوتا ہے۔ اس اجتماعی عبادت کے اثرات انسانی روح پر بیشک بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ انسان کی روح پاکیزگی اختیار کرتی ہے اور یوں انسان دنیاوی کھیل تماشے سے دور اور اللہ کے قریب ہوجاتا ہے جمعہ کا خطبہ احکاماتِ الٰہی کی تجدید کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ جونہی اذان جمعہ ہو تمام کاروبارِ دنیا، تجارت اور کھیل تماشہ، گپ شپ فوراً بند کر کے مسجد کی طرف رخ کرو۔ ہرگز دل میں تجارت کے بند کرنے سے کسی بھی نقصان کا خیال مت لاؤ۔ کیونکہ رزق کا دینا نہ دینا صرف اور صرف اللہ کے اپنے اختیار میں ہے۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ حصولِ رزق میں محنت کوشش کرو اس میں حلال حرام کا خیال رکھو اور یادِ خدا، ذکرِ خدا اور عبادتِ الٰہی سے ہرگز کبھی بھی غافل نہ ہو۔ جونہی اذان کی آواز سنو کاروبارِ حیات بند کر دو اور مسجد کی طرح چل پڑو۔ کیوں کہ "واللہ خیر الرزقین" ہے یعنی "اللہ بہتر ہے روزی دینے والا"۔ ذرا غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص دنیاوی کامیابی کے لیے سرپٹ دوڑ رہا ہے اور آخرت کا کوئی خیال نہیں۔ کم از کم جمعہ کے لیے مسجد میں چند لمحے گزارے تو حالات، خیالات اور زندگی میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور آئے۔ اللہ کے ہر حکم میں حکمتیں ہی حکمتیں ہیں۔ نماز اور خاص طور سے نمازِ جمعہ اس عہد و پیمان کی تجدید کا ذریعہ ہوتا ہے جو عالمِ ارواح میں اللہ نے بندے سے لیا ہوا ہے۔ "کیا میں تمہارا رب نہیں"؟ سب نے کہا۔ ''کیوں نہیں''۔ ''عہدالست'' پر نظر رکھیں تو کوئی بندہ گمراہ نہ ہو۔

اللہ رب العزت کی تسبیح اور آخری رسول ﷺ کی بعثت کا ذکر

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝١ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٤

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔(1) وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔(2) اور ان میں سے اور لوگوں کو بھی بھیجا ہے جو ابھی ان مسلمانوں سے نہیں ملے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔(3) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"۔(4)

تشریح: اس مضمون سے ملتی جلتی بے شمار آیات ہم پڑھ چکے ہیں اب اس مضمون کو ہم سید حسین نصر صاحب کی تحریر سے واضح کرتے ہیں لکھتے ہیں" عام طور پر اسلام کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے معنوی لحاظ سے تین درجے

ہیں اول تو یہ کہ ساری مخلوق مسلم ہے یعنی اللہ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ (ایک پھول اس بات پر قادر نہیں کہ وہ پھول نہ رہے، اسی طرح ایک ہیرا چمکنے پر مجبور ہے اللہ نے انہیں ایسا ہی بنایا ہے اور ان کا کام ہی اطاعت کرنا ہے) دوسری بات یہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو اپنی مرضی سے مقدس الہامی قانون کو قبول کرتے ہیں اس اعتبار سے مسلم ہیں کہ انہوں نے اپنی مرضی کو قانون کے سپرد کر دیا ہے"۔ (اسلام میں سائنس اور تہذیب)

اب ہم قانون کی بات کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ قانون وحیِ الٰہی سے مرتب ہوا ہے اس لئے بہترین ہے۔ ہر قسم کی کمی بیشی، مشکل اور خرابی سے پاک صاف بہترین قانون ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قانون اس الہ العٰلمین کا بنایا ہوا ہے جس نے کل کائنات اور کائنات کی تمام چیزوں کو بڑے بہترین انداز، ناپ تول اور خوبصورتی سے بنایا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس نے خود بنایا ہے اس لیے ان کے بارے میں بنائے گئے قوانین بھی مکمل ہیں اور کیونکہ خود اس نے بنایا، لہٰذا ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

پوری کائنات اور اس کے ہر ذرہ سے وہ واقف ہے۔ اسی لیے وہ زبردست حکمت والا اور غالب ہے۔ اس کی زبردست کاریگری، حکمت اور فضل وکرم کی بہترین دلیل ہے کہ اس نے یہ زبردست قانون کی کتاب، جو ہر قسم کے قدیم جدید علوم اور تاریخ سے بھری ہوئی ہے ایک ایسی بزرگ ترین ہستی کے ذریعے انسان تک پہنچائی ہے جو خود کبھی کسی سکول اور استاد سے نہیں پڑھا مگر وہ خود اُن کا عمل اور اُن کی تعلیمات ہر قسم کے علم وعرفان سے پوری طرح مزین ہیں۔ یعنی قرآن، احادیث اور حکمت۔ یہ تمام علوم ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات، حقائق اور مصائب وآسائش کا حصول زندگی کے شروع سے آخر تک کے تمام حقائق ان کا حل اور ایک لاجواب کامیاب منشور انسان کو تھما دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ بس اللہ کا فضل ہے، کاریگری ہے، حکمت ہے اور برکت ورحمت ہے جس کو وہ دینا چاہے دیتا ہے۔ کیونکہ وہ مہربان ہے رحیم وکریم ہے غفور رحیم ہے اس لئے سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک بندے کی رہنمائی وہ ہمیشہ کرتا چلا آیا ہے۔ مگر مختلف ادوار میں مختلف قومیں گزری ہیں۔ جنہوں نے نبی کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر شیطان کی راہیں اختیار کر لیں اور ظاہر ہے تباہی کا راستہ اختیار کیا تو تباہ و برباد ہو گئیں تو ان گزشتہ قوموں سے سبق سیکھنا بے حد ضروری ہے۔ انہوں نے اپنی الہامی کتابوں کو بدل دیا اور پیغمبروں کے ساتھ برا سلوک کیا تو ان کا انجام برا ہوا۔ ماضی میں بنی اسرائیل کا حال ہمارے سامنے قرآن پاک میں بار بار بیان کیا جا رہا ہے تا کہ ہم مسلمان عبرت حاصل کریں اور کامیاب ہو سکیں۔ اگلی آیات میں یہود کا ذکر ہو رہا ہے ملاحظہ ہو۔

یہود کی مذمت

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦ وَلَا
يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٧ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ
مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٨ ع 8/11

جن لوگوں کے سر پر تورات لدا دی گئی پھر انہوں نے اس کے بارِ تعمیل کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ان کی مثال بری ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(5) آپ فرمادیں کہ اے یہود! اگر تم کو دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور دوسرے لوگ نہیں تو تم اگر سچے ہو تو پھر ذرا موت کی آرزو تو کرو۔(6) اور یہ اپنے کیے گئے اعمال کی وجہ سے اس کی آرزو ہر گز نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔(7) آپ فرمادیں کہ موت جس سے تم بھاگتے ہو آ کر رہے گی پھر تو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا"۔(8)

تشریح: یہود کے حالات بڑی وضاحت سے بہت دفعہ بیان کیے جا چکے ہیں۔ یہاں پھر اس لیے ذکر کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے بڑے سخت دشمن تھے اور اب بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ ہدایت کی کتاب تورات ان کو بھی دی گئی تھی مگر انہوں نے یوں کیا کہ جیسے کتاب گدھے پر لادی گئی ہو۔ جیسے گدھے کو اپنے اوپر لادی گئی کتابوں کا کوئی شعور نہیں ہوتا انہوں نے بھی اپنی دی گئی کتاب سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا اور اب الزام دیتے ہیں دوسروں کو۔ تو ان کو صاف صاف بتا دو کہ ہم مسلمان تو ربِ قدوس کو مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آخرت میں جزا و سزا ضرور ملے گی اس لیے قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اگر تم اس حقیقت پر ایمان لاتے تو آج پشیمان نہ ہوتے اور نہ ہی موت سے ڈرتے۔ کیونکہ موت کا آنا اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہونا یقینی ہے۔ اللہ کی تو یہ صفتِ کاملہ ہے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر معاملات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ یہاں کردارِ یہود کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان عبرت حاصل کریں جو غفلت و نافرمانی میں پڑ کر زندگیاں گزار رہے ہیں۔ ان کو بھی موت اور یومِ آخرت کو یاد رکھنا چاہیے۔ یہ قرآن میں دی گئی سچی خبر ہے۔

مومنوں کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٠ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا
وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝١١ ع 2/12

مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔(9) پھر جب نماز ہو چکے تو (اپنی اپنی راہ لو) زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔(10) اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ کر ادھر بھاگ جاتے ہیں۔ فرمادیں کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔(11)

تشریح: جیسا کہ سورت کے تعارف میں بتا دیا گیا ہے کہ یہ سورت اس واقعہ کی وجہ سے نازل ہوئی جو ان آخری آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے ہماری زندگی موت، روزی، رزق، بیماری وصحت، عزت و ذلت اور خیر و برکت سب کچھ اللہ کے حکم سے ہے مگر ساتھ ہی ہمیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ ان تمام چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے بتائے ہوئے مخصوص قوانین کے تحت مقررہ حدود میں رہتے ہوئے پورے خلوص اور محنت سے کام کریں۔ یہ نہیں کہ جو اللہ نے لکھ دیا وہ تو مل ہی جائے گا چاہے کچھ بھی نہ کریں۔ اگر ایسا کیا تو پھر یہود جیسا انجام ہوگا۔ اللہ نے یہ جو اعضاء کی نعمتیں ہمیں دے رکھی ہیں ان کا شکر یہ ایسے ہی ادا ہوگا کہ ان اعضاء بدنی سے پورا پورا جائز فائدہ اٹھائیں اور بخشش کے حق دار بنیں اور دنیا وآخرت میں نجات حاصل کریں۔ جیسا کہ صلوۃ، یعنی نماز ایک بدنی اور روحانی عبادت ہے یہ تمام گزشتہ مذاہب میں ادا کی جاتی رہی ہے کیونکہ اس کے اصطلاحی معنوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ "دعا، رحمت، استغفار اور قربتِ الٰہی" ہے ہماری نماز ادا کرنے کا طریقہ حضورؐ کا بتایا ہوا طریقہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح پڑھا کرو"۔ اسی لئے قرآن پاک کی بے شمار سورتوں میں حکم آیا ہے مثلاً سورۃ مریم، طٰہٰ، نساء، کوثر، بقرہ، المومنون، انعام، العنکبوت اور بے شمار دوسری سورتیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی تاکید آئی ہے آپؐ نے فرمایا "نماز دین کا ستون ہے"۔ اور پھر شاعر نے کہا

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

نماز کے لیے بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، اور دل میں نیت کرنا تکبیر تحریمہ، قیام قرأت، رکوع، سجدے، قعدہ۔ تکبیر تحریمہ، رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا (ہاتھ کانوں تک یا کندھوں تک اٹھانا) اور دیگر طریقے جو احادیث میں موجود ہیں انہیں بھی سیکھنا چاہیے دن میں پانچ فرض نمازیں ہیں جو مقررہ اوقات میں ادا ہوتی ہیں اس کے علاوہ۔ عیدین کی نمازیں، جمعہ کی نماز، چاشت، تہجد، اشراق کی نمازوں کے اوقات مقرر ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بارے میں تفصیلاً عرض ہے کہ یہ جمعہ کے دن ظہر کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ باجماعت نماز پڑھنے سے ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے اور

مسلمانوں کے نظم وضبط اور یکجہتی کا بہترین مظاہرہ ہوتا ہے۔غیر مسلم اس مظاہرے سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔ خدائے برتر کا حکم ہے کہ جیسے ہی اذانِ جمعہ ہو تمام کاروبار بند کر کے نماز کے لیے چلے جاؤ اور نماز ختم کر کے دوبارہ اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاؤ۔

خلاصہ سورۃ الجمعہ

یہ سورت انسانوں کو نیکی ہدایت اور کامیابی کا ایک اچھا اور معروف طریقہ سمجھا رہی ہے۔ معروف اس لیے کہ اسلام سے پہلے اہل کتاب نے اپنے لیے احترام دین کے لحاظ سے ہفتہ کے مختلف دنوں کو منتخب کیا ہوا تھا مثلاً یہود نے ہفتہ کا دن عیسائیوں نے اتوار کا دن اسی طرح مسلمانوں نے جمعہ کا دن منتخب کیا جس کے لیے اللہ کی طرف سے بھی حکم صادر ہو گیا۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا جان لو کہ اللہ نے تمہارے اوپر نماز جمعہ فرض کی ہے۔ (بیہقی)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے"۔ (مسند احمد، مسلم، نسائی)

نمازیں تو سب ہی فرض ہیں۔ جمعہ کی نماز اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت میں شامل ہے کہ اس کو وقتاً فوقتاً رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کی ضرورت رہتی ہے اس طرح دل و دماغ پر غفلت و لا پرواہی کا غبار جمنے نہیں پاتا بلکہ علم و عرفان اور نور ہدایت سے ایک خاص چمک اور سکون پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جمعہ کی اذان سنتے ہی تمام کاروبار حیات بند کر کے نماز کی طرف چل پڑو"۔ جمعہ کی نماز میں خطبہ ہوتا ہے۔ جو کہ ہر کس و ناکس کے لیے سننا ضروری ہوتا ہے۔ اسی اجتماعی عبادت سے نہ صرف یہ کہ آپس میں بھائی چارہ، نظم وضبط اور اسلامی تعلیمات کی مشق ہوتی رہتی ہے بلکہ اسلامی قوانین کی مستقل تشہیر ہوتی رہتی ہے۔ اور اسلامی قوانین ہر لحاظ سے اتنے محکم اور فطرت انسانی کے قریب ترین ہیں کہ وہ دنیا کے ہر خطے ہر طبقے اور ہر نسل کے لیے انتہائی موزوں ترین ہیں اسی لیے ان میں کسی ردوبدل کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی اور اس حقیقت کا اظہار غیر مسلم بھی کرتے ہیں مثلاً مشہور مستشرق ویلز یوں لکھتے ہیں "تاریخ انسانی کے خدوخال میں لکھا ہے "بے شک یورپ، اپنے تجارتی و انتظامی قوانین کے لحاظ سے اسلام کا شہر ہے"۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ خود مسلمانوں نے اللہ کے وضع کیے ہوئے قوانین اور سیدھے راستے سے دوری اختیار کر لی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار ڈولنے لگا ہے۔ اسی کمی اور مذہب سے دوری کو مٹانے کے لیے نماز جمعہ فرض کیا گیا ہے تاکہ دین کی دوری کو نزدیکی میں بدلا جا سکے۔ موجودہ خطیب بڑے اچھے خطیب ہیں ان کو بہت زیادہ احتیاط اور محنت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کا رتبہ بڑا ہی اہم، نازک اور محترم و ذمہ داری کا رتبہ ہے۔ انہیں چاہیے کہ رسول اللہ کی پیروی

کرتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیت کو سامنے رکھ کر وعظ تیار کیا کریں۔ اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقہ سے ان سے مناظرہ کرو۔ جو اس کے رستے سے بھٹک گیا، تمہارا رب اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔ (سورۃ نحل آیت 125)

اس میں تین قسم کے لوگوں کے لیے وعظ و نصیحت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ پہلا خواص کا طبقہ ہے۔ ان کے لیے محکم صحیح اور واضح دلیل کے ساتھ ایسی بات کی جائے جو شکوک و شبہات سے بالکل خالی ہو، تاکہ وہ آسانی سے ہدایت کی بات کو سمجھ سکیں۔ دوسرا طبقہ ہے عوام کا، ان کو سمجھانے کے لیے سیدھی سادی عام مگر پُر اثر طریقہ سے بات کی جائے جو ان کی عام زندگی سے قریب ترین واسطہ رکھتی ہو۔ کیونکہ ایسے لوگ زیادہ شکوک و شبہات اور بڑی بڑی حکمت کی باتوں کو آسانی سے سمجھ نہیں سکتے اس لئے ان کی ذہنی صلاحیت کے مطابق آسان بات ہونی چاہیے۔ تیسرا طبقہ ہے مخالفین کا تو ان سے انتہائی نرمی، تحمل اور خوشگوار لہجہ میں ایسی دلیلوں کے ساتھ گفتگو کی جائے جو ان کے ارد گرد عام زندگی کے ہر لمحہ میں موجود ہوں اور ان کے لیے کفر و ایمان، نیکی و بدی، اور شر و فساد اور امن و سکون کا فرق پوری طرح واضح کر سکیں۔ اگر ایک واعظ ان تمام باتوں کا خیال نہ رکھے تو وہ یقیناً کامیاب واعظ نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم ﷺ مخاطب کی صلاحیت کا بڑا خیال رکھتے اور پھر خطبہ دیتے ہوئے آپؐ خیال رکھتے تھے کہ سامعین اکتا نہ جائیں۔ اور آپؐ کا لہجہ اور انداز اس قدر مشفقانہ، پرسکون اور شگفتہ ہوتا تھا کہ سننے والا سحر زدہ ہو جاتا اور اس کی کایا ہی پلٹ جاتی یہ بھی واعظ کی خصوصیات میں شامل ہونا چاہیے واعظ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ ایسی بات ہرگز نہ کرے جو قوم ملک میں تفرقہ بازی کا باعث بنے یا جو شر و فساد کا باعث بنے۔ ہادی برحقؐ کا ارشاد ہے کہ "میں اپنی امت کے متعلق گمراہ ائمہ سے شدید ترین خطرہ محسوس کرتا ہوں"۔ (ابوداؤد)

جمعہ کی نماز بڑی اہمیت اور برکت رکھتی ہے اس لیے اس کی حرمت ہر شخص پر لازم ہے اور اس فرض کو پورا کرتے ہوئے اپنے دنیاوی کاموں کو خاص طور پر لین دین یعنی تجارت کو اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ رزق تو اللہ کے اختیار میں ہے القرآن "زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو"۔ (سورہ ھود: 6) لہٰذا ہمیں اپنے فرائض پورا کرتے ہوئے توکل علی اللہ پر نظر رکھنی چاہیے۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کو خلوص سے پورا کرنا ہمارا سب سے اولین فرض ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ الحمدللہ سورۃ الجمعہ مکمل ہو گئی۔

تعارف سورة المنافقون

اس سورت کا نمبر 63 ہے سنہ 5ھ میں مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔ جیسا کہ سورت کے نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ منافق کا درجہ اس کی خصوصیات اور انجام کئی بار بیان ہو چکا ہے۔ مدینہ ہجرت کے لیے بڑا موزوں علاقہ تھا مگر وہاں ایک بہت بڑا فتنہ موجود تھا وہ تھا عبداللہ بن ابی بن سلول اور دوسرا فتنہ یہود کا تھا۔ یہود اس لیے رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے کہ رسالت ان سے چھین کر اللہ نے آپ ﷺ کو دے دی اور عبداللہ بن ابی اس لئے آپ ﷺ کا دشمن تھا کہ اس کو مدینہ کی بادشاہت ملنے ہی والی تھی کہ وہاں اسلام پہنچ گیا اور قبیلہ اوس اور خزرج کے بااثر لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے اور یوں عبداللہ بن ابی کو سرداری ملتے ملتے رہ گئی۔ حالات کچھ یوں پلٹ گئے کہ عبداللہ کا مسلمانوں میں شامل ہونا ضروری ہو گیا یوں وہ ایک بظاہر مسلمانوں کا دوست مگر حقیقت میں جانی دشمن بن گیا۔ کیونکہ بڑے اثر ورسوخ والا آدمی تھا اس لیے اس کے گروہ یعنی منافقین کی کافی بڑی تعداد تھی جو بظاہر مسلمان تھے مگر اندر سے دشمن تھے۔ وہ لوگ نماز بھی پڑھتے روزے بھی رکھتے زکوۃ بھی دیتے مگر یہ سب دکھاوے کا ہوتا۔ عبداللہ بن ابی تو یہاں تک منافقت کرتا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ ممبر پر بیٹھتے تو وہ کھڑا ہو کر ضرور کہتا کہ لوگو! یہ ہیں اللہ کے رسول جو تم میں موجود ہیں، جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ آپ ﷺ کی مدد کرو اور آپ ﷺ کی عزت وتکریم کرو، آپ ﷺ کا فرمان سنو جو حکم دیں بجالاؤ"۔ (از تفسیر ابن کثیر)۔

یہ سب اس کی منافقت تھی جو کئی واقعات کے ذریعے پوری طرح ثابت ہو چکی تھی مثلاً جنگ بدر کے بعد بنی قینقاع کا واقعہ پھر جنگ احد میں غداری کی، پھر غزوہ بنی نضیر میں مسلمانوں کی خبریں دشمن کو پہنچا کر غداری کی جس کے بارے میں سورۂ حشر میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ مسلمانوں کو اور نبی اکرم ﷺ کو ان منافقین کی پوری اطلاع اللہ کی طرف سے اور مختلف واقعات کے ذریعہ سے ہو چکی تھی۔ مگر کچھ سیاسی حکمت عملی کی وجہ سے آپ ﷺ ان سے کھلم کھلا لڑائی نہ کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ انتہائی نرمی، دوستی اور رواداری کا سلوک کرتے رہے۔ جبکہ انہوں نے بیک وقت دو انتہائی خطرناک فتنے مسلمانوں کے خلاف اٹھا دیے تھے جن سے اللہ نے مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھا ایک فتنے کا ذکر تو سورۂ نور میں گزر چکا اور دوسرا اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں کافی اختلاف ہے مگر بہت سے علماء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔ جو کہ پورے کا پورا خود عبداللہ بن ابی اور اس کے گروہ کے خلاف ہی کام آیا اور مسلمانوں کا کچھ بھی نقصان نہ ہو سکا۔ سورت کی تشریح کے دوران اس کو بیان کیا جائے گا۔

بہر حال اس سورت سے ہمیں بڑے ہی بہترین سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور شرعی نکات ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسلام

میں نسلی ونسبی اختلاف جرم ہے۔ دوسرا یہ کہ چغلی حرام ہے مگر فقہاء کے بقول اگر یہ کام دینی، اخلاقی یا ملی مصلحت کے لیے کیا جائے تو چغلی کے ضمن میں نہیں آتا۔ دو شرعی مسئلے بھی ملتے ہیں۔ منافق قتل کا مستحق ہے۔ جیسا کہ عبداللہ ابن ابی نے منافقت کی۔ اور دوسرا یہ کہ واجب القتل کے معاملہ پر غور کرنا ضروری ہے کہ آیا اس کا قتل بجائے فتنہ ختم کرنے کے الٹا کسی بہت بڑے فتنے یا فساد کی بنیاد تو نہ بن جائے گا۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی کا معاملہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانتے بوجھتے اس کو قتل نہ کروایا بلکہ مصلحت کے تحت اس کو معاف کرتے چلے گئے اور اس کے معاملہ میں بڑی دور اندیشی، صبر، حسن اخلاق اور نرمی سے کام لیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے اور بڑی ہی جلد مدینہ منافقین سے تقریباً پاک ہو گیا۔ یہ بالغ نظری، سیاسی بصیرت اور حسن تدبر ہے جس کا سبق ہمیں قرآن وسنت میں دیا گیا ہے۔ مثالوں اور دلیلوں کے ساتھ۔ ملاحظہ ہو

منافقین کے کارنامے اور انجام

إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۖ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ظاہر کرتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے) جھوٹے ہیں۔ (1) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) راہ خدا سے روک رہے

ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔(2) یہ اس لیے کہ یہ پہلے تو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔(3) اور جب آپ ان کو دیکھو تو ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں اور جب بولتے ہیں تو آپ ان کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہو گویا لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔(بزدل اتنے) کہ ہر زور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر بلا آئی۔ یہ آپ کے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہنا، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔(4) اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت مانگیں تو سر ہلا دیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔(5) آپ ان کے لیے مغفرت مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔ اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔(6) یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو۔ یہاں تک کہ یہ خود بخود بھاگ جائیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔(7) کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو ہم عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے، حالانکہ عزت اللہ کی ہے۔ اس کے رسول ﷺ کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے"۔(8)

تشریح: اسی مضمون کی آیات پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ اصل میں جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام مدینہ ہجرت کر کے گئے تو وہاں تین گروہ وجود میں آئے مسلم، مشرک اور منافق۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی ہی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس وقت مسلمانوں کا ساتھ دے کر میں اپنی کھوئی ہوئی ساکھ کو کچھ مضبوط کر لوں گا اور مسلمان تو آج ہیں کل نہیں۔ مٹ مٹا جائیں گے پھر میرا ہی راج ہو گا۔ جو نشانیاں منافقین کی اس سورت میں بتائی گئی ہیں یعنی مضبوط ڈیل ڈول کے امیر کبیر، خوش گفتار اور وضعدار اور پھر ضرورت سے زیادہ قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کی یقین دہانی کرانا اور نبی اکرم کا ساتھ دینے کا ہر وقت یقین دلانا اور خوب قسمیں کھا کھا کر غلط باتوں کو ٹھیک بنا کر لوگوں کو بدراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہنا۔ یہ سب تو انہی منافقین کے گروہ کی لگتی ہیں جو عبداللہ بن ابی کے چیلے تھے بہر حال مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ منافقین انتہائی خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔ ان پر نہ تو یقین کرو اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرو اور ان خطرناک لوگوں سے ہمیشہ ہوشیار رہو۔

سیدنا قتادہ اور سیدنا سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یہ آیات عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی کچھ ایسی ہی بری باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچائیں۔ حضور ﷺ نے اسے بلوایا تو وہ صاف مکر گیا اور جھوٹی قسمیں کھا گیا، انصار نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا جانا اس پر یہ آیتیں اتریں تب اس سے صحابی کی سچائی اور اس کی منافقت ظاہر ہو گئی تو پھر اس کو کہا گیا کہ چل اور رسول اللہ ﷺ سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا"۔ (از تفسیر ابن کثیر)

مزید کہ کتب سیر و مغازی کے مصنفین لکھتے ہیں کہ "

یہ واقعہ (آیت 6 کے بارے میں) غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنوالمصطلق کا ہے۔ چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جگہ قیام تھا وہاں سیدنا جھجاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا سنان بن یزید رضی اللہ عنہ کا پانی پر جھگڑا ہوگیا، جھگڑے نے طول پکڑا۔ سنان رضی اللہ عنہ نے انصاریوں کو اور جھجاہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو مدد کے لیے آواز دی۔ اس وقت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیے، اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو تاکہ تجھے ہی کاٹے، خدا کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے اپنے ہاتھوں اپنے اُوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا، اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود تنگ آ کر مدینہ سے بھاگ نکلیں گے وغیرہ وغیرہ۔" (از تفسیر ابن کثیر)

آیات 7 اور 8 میں اللہ رب العزت نے ان کی کم عقلی، خباثت اور فخر وغرور میں ڈوبی ہوئی باتوں کا جواب دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی شان اور مرتبہ کا اعلان کیا ہے کہ یہ منافق لوگ اس مرتبہ کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کی عقل، پہنچ اور سوچ تو صرف دنیاوی آسائشوں تک ہی محدود ہے۔ وہ تو سوچتے ہی نہیں کہ سب سے بڑا روزی دینے والا اور ہر طرح کی قدرت رکھنے والا تو صرف وہ خدائے واحد وذوالجلال ہے جو بڑی عزت اور قدرت والا ہے اور سب کو عزت، دولت زندگی اور روزی رزق دینے والا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو یوں نصیحت فرماتا ہے۔

موت یقینی ہے اور اللہ خبر رکھنے والا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع 2/14

مومنو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (9) اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس وقت سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو اس وقت کہنے لگو کہ اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔ (10) اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ (11)

تشریح: ان آیات کو غور سے پڑھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رب العلمین کس قدر مہربان اور حکیم وعزیز اور رحمن و رحیم ہے۔ اس نے اپنے بندے کو پیدا کر کے بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ قرآن وسنت کے ذریعے معیشت، معاشرت، تمدن اور پر سکون زندگی گزارنے کے اصول بھی ہمیں بتا دیے ہیں۔ مال اور اولاد انسانی زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں مگر ساتھ ہی بدترین آزمائش کا ذریعہ ہیں اگر ان دونوں کی محبت میں ہم نے اعتدال سے کام نہ لیا تو یقینا ہم غفلت، بداندیشی، نفرت، جرائم، بے اعتدالی اور اللہ سے دوری اختیار کر لیں گے تو اس سے اللہ کو یا کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ ہم خود ہی اس بے اعتدالی کی وجہ سے دنیا و آخرت میں اتنا زبردست نقصان اٹھائیں گے کہ جس کی کوئی تلافی بھی ممکن نہ ہوگی۔ کیونکہ موت کا ذکر اسی لیے کر دیا گیا ہے کہ وہ اٹل ہے خاص وقت میں آئے گی اور پھر دوبارہ یہ عملی زندگی ہرگز ممکن نہ ہوگی۔ اسی لیے اولاد کے حقوق اور مال خرچ کرنے کے طریقے صدقہ خیرات اور زکوۃ کی صورت میں ہمیں بتا دیے گئے ہیں جن کی وجہ سے پورے معاشرے میں اصلاح کا سامان ہو جاتا ہے اور خود انسان عملی زندگی میں بہترین انسان بننے کی سعادت حاصل کر کے آخرت کی تمام بتائی گئی ابدی خوشیوں کا حق دار بن جاتا ہے۔ ہے نا مزے کی بات۔ ''دین خیر خواہی ہے''۔

اس کے لیے ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دین خیر خواہی ہے''۔ تو ہم لوگوں نے کہا کہ کس کے لیے؟ تو فرمایا کہ ''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے اماموں اور مسلمانوں کے لیے''۔ (مسلم شریف)

مطلب یہ ہے کہ اللہ، کتاب، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ولی اللہ ان سب کو جب ہم نے دل و جان سے مان لیا، ان کی ہدایات کو سر آنکھوں پر رکھا تو بس نجات ہی نجات پالی۔ اس کی وضاحت میں جدید معاشرے کی تصویر آپ کے سامنے رکھ کر کرنا چاہوں گی۔ یہ وضاحت بڑے خوبصورت انداز میں مولانا وحید الدین خان صاحب نے کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں ''جدید معاشرہ بیک وقت دو متضاد عمل کر رہا ہے، ایک طرف وہ مادی ساز و سامان فراہم کرنے میں پوری قوت صرف کر رہا ہے دوسری طرف وہ مذہب کو ترک کر کے وہ حالات پیدا کر رہا ہے جس سے زندگی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جائے، وہ ایک طرف دوا کھلا رہا ہے، اور دوسری طرف زہر کا انجکشن دے رہا ہے''۔ مہاتما گاندھی نے اس کو یوں کہا ''سائنسی معلومات اور دریافتیں محض حرص کو بڑھانے کا اوزار ثابت ہو سکتی ہیں اصل قابل لحاظ چیز انسان ہے''۔ (از The Makinjg of Society, Delhi 1963 P. 68-69) اسی طرح بہت سے مفکرین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔ ''زندگی میں تمام خرابیوں کی جڑ صرف یہ واقعہ ہے کہ جدید دنیا کا انفرادی فلسفہ اور اس کے اجتماعی مقاصد ایک دوسرے سے متضاد ہیں، وہ تمام واردات جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں، جن کو ہم جرم، برائی اور بدعنوانی کہتے ہیں، وہ دراصل کسی شخص، پارٹی یا قوم کی اپنی مادی خوشی حاصل کرنے کی کوشش ہی ہوتی ہے اور اسی کوشش کا سماجی انجام قتل، بدکاری، لڑائی، اغوا، جعل سازی،

ڈاکہ، لوٹ کھسوٹ، جنگ اور اسی طرح کی دوسری بے شمار صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تضاد بتاتا ہے کہ زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ دنیا کی مادی چیزوں کے بجائے آخرت میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کو مقصد بنایا جائے جو فرد اور سماج کو باہمی تضاد سے بچا کر متوافق ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ نظریۂ آخرت کی یہ خصوصیت جہاں یہ ثابت کرتی ہے کہ وہی وہ واحد بنیاد ہے، جو ترقیاتی اسکیموں کو صحیح طور پر کامیاب کرسکتی ہے، اسی کے ساتھ وہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ وہی حقیقی مقصد ہے۔ کیونکہ غیر حقیقی چیز زندگی کے لیے اتنی اہم ہم آہنگ نہیں ہوسکتی"۔ مطلب یہ ہے کہ حیوان اور انسان میں فرق ہی یہ ہے کہ مومن اللہ تعالی، یوم آخرت، دوبارہ زندہ ہونے، اللہ کے رسولوں اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے والا ہے جب وہ ان تمام باتوں کو ماننے سے دور ہوگیا تو پھر وہ بھی حیوان کی طرح وحشی ہوگیا۔

مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں "مشہور عالم پروفیسر ینگ نے (C.G.Jung) اپنی زندگی بھر کا تجربہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "پچھلے تیس برسوں میں روئے زمین کے تمام متمدن ممالک کے لوگوں نے مجھ سے مشورہ حاصل کرنے کے لیے رجوع کیا ہے، میرے مریضوں میں زندگی کے نصف آخر میں پہنچنے والے تمام لوگ۔ جو کہ 35 سال کے بعد کہی جاسکتی ہے، کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کا مسئلہ اپنے آخری تجزیہ میں زندگی کا مذہبی نقطہ نظر پانے کے سوا کچھ اور ہو، یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان میں سے ہر شخص کی بیماری یہ تھی کہ اس نے وہ چیز کھودی تھی جو کہ موجودہ مذاہب ہر دور میں اپنے پیروؤں کو دیتے رہے ہیں، اور ان مریضوں میں سے کوئی بھی حقیقتاً اس وقت تک شفایاب نہ ہوسکا جب تک اس نے اپنا مذہبی تصور دوبارہ نہیں پالیا" (CoutedbyC.A.CoulsonScienceandChristiaBelif,P.110) (از مذہب اور جدید چیلنج)

اس سورت کی تمام آیات انہی سکون بخش قوانین کی ترجمان ہیں جو بندے کو اللہ کی قربت میں حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو بھاگ بھاگ کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے جیسے ایک نیک نوکر مہربان مالک کی فرمانبرداری میں کرتا ہے اور پھر اس کے سامنے حاضر ہونے کی بہترین تیاری کرتا رہتا ہے کہ اللہ کے غصہ اور ناراضی سے بچ سکے آخری آیات پورے مضمون کا نچوڑ ہیں۔ یعنی مادی زندگی اللہ سے دور نہ کردے کیونکہ اس میں نقصان ہے۔ مولیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے مال بہترین طریقہ سے خرچ کرو۔ تاکہ تمہارے اندر بخل، خودغرضی، لوٹ کھسوٹ، بے رحمی اور شر و فساد جیسی خرابیاں پیدا نہ ہوجائیں اور تم پرسکون اور نیک لوگوں جیسی زندگیاں گزارو۔ یاد رکھو تمہاری تمام حرکات، سوچ اور نیتیں سب کچھ اللہ کے علم میں ہیں اور تم نے مرنے کے بعد اپنے اس دنیا کے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے ضرور حاضر ہونا ہے اور پورے انصاف کے ساتھ بدلہ بھی پانا ہے۔ کوئی دھاندلی وہاں نہ چلے گی۔ زندگی کو پرسکون کرنے اور آخرت میں نجات پانے کا کتنا آسان اور مجرب نسخہ ہے جو اللہ نے ہم لوگوں کو دے رکھا ہے اور اس یقین دہانی کے ساتھ کہ اس نسخہ میں قیامت تک کسی قسم کا کوئی رد و بدل ہرگز نہ ہوگا۔ اسی لیے یہ دین کامل کہلایا ورنہ تمام مذاہب بنیادی طور پر تو ایسے ہی اعتقادات کے حامل تھے مگر

بعد میں آہستہ آہستہ تبدیلیاں آتی چلی گئیں اور پھر لوگ ویسے ہی مذہب سے دور ہوتے چلے گئے۔ اللہ ہمیں مذہب سے دوری کی زحمت سے بچائے اور ہمیں بہترین مسلمان بننے کی توفیق دے کیونکہ اسی میں سکون ہے اور اسی میں نجات ہے۔ آمین۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: کہ اے پیغمبر ﷺ فرما دیں میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ رب العلمین کے لیے ہے۔ (الانعام:163) کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ "کاشت کرنا ہے تو پھول کرو تا کہ تمہارا ماحول گلزار بن جائے"۔ بدی کے اندھیرے صرف علم کی روشنی سے ہی چھٹ سکتے ہیں"۔ علم قرآن جو تمام علوم کی جڑ، بنیاد ہے، جو انسان کے لیے روشنی ہی روشنی ہے قرآن ہمارے لئے بہترین نعمت ہے۔

خلاصہ سورۃ المنفقون

یہ سورت انسانی کردار کو بہترین رخ پر رکھنے کے لیے بڑے ہی خوبصورت انداز میں مثالوں کے ساتھ بڑے اچھے اصول بتا رہی ہے۔ پہلا تو یہ کہ منافقت بڑی خبیث عادت ہے خود کو اس عادت سے بچانا چاہیے اور منافقین سے خبردار رہنا چاہیے۔ پھر یہ کہ غلط لوگوں سے نمٹنے کے لیے بڑی احتیاط، دور اندیشی، نرمی اور حکمت سے کام لینا چاہیے۔ ہمارے مذہب نے ہمیشہ ہمیں ایسی ہی تربیت دی ہے۔ پھر نفس کو اپنے قابو میں رکھنا اور مال و اولاد کی وجہ سے خود کو ذلیل و خوار ہونے سے بچانا بے حد ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں جہاں رحمت ہیں وہاں زحمت بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔
"تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں"۔ (سورۃ التغابن:15)

تو اس فتنے کو رحمت میں بدلنے کے لیے یہ سبق دیا گیا ہے۔ "اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں"۔ (المنفقون 9)

کیونکہ یہ انسانی فطرت میں ہے اگر وہ اعتدال اور اللہ کے احکامات کو سامنے نہ رکھے گا تو بہت ممکن ہے کہ وہ اس گناہ میں پھنس جائے تو اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ مال کو جوڑ جوڑ کر نہ رکھو بلکہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ صدقہ، خیرات، زکوۃ اور جہاد بالمال میں خوشی خوشی خرچ کرو۔ قرآن میں بے شمار دفعہ ان تمام کاموں کے بارے میں احکامات آ چکے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا "نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ"۔ (سورۃ التوبہ:41)

زندگی کو کامیاب، آسان اور پر سکون بنانے کے یہ بہترین اصول ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں آپ ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے رہتے ہیں۔ (یا ملقب القلوب ثبت قلبی علی دینك) "اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے"۔ (جامع ترمذی)

ہماری بھی یہی دعا ہے۔ اللہ قبول فرمائے (آمین) الحمد اللہ سورۃ المنفقون مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ التغابن

یہ سورت 64ویں نمبر پر آتی ہے اس میں دو رکوع 18 آیات ہیں اور یہ بھی مدنی سورت ہے۔ مضمون کے لحاظ سے اس کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا اللہ کی حاکمیت اور انسان کی عبودیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہی حاکم اعلیٰ ہے مگر کیونکہ انسان کو خلیفۃ اللہ بنا کر عقل و ارادہ کی نعمت دی گئی ہے اس لیے بہت سی مصیبتیں تو خود انسان کے اپنے بداعمال کی وجہ سے آجاتی ہیں جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ قومیں آتی رہیں جاتی رہیں کچھ کی تباہی تو خود ان کے اپنے بدلتے ہوئے نئے تجربات کی وجہ سے ہوئی اور کچھ نے نافرمانی اور بداعمالی کی انتہا کر دی تو اللہ کی رحمت غصہ میں بدل گئی اور یوں وہ عذاب کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ یعنی حسن کردار انسان کی بہت بڑی دولت ہے۔ اگر وہ نہ رہا تو کچھ نہ رہا۔ اسی لیے دین اسلام کردار کی درستی پر بڑا زور دیتا ہے۔

(1) مومن کا کام صرف زبانی ایمان لے آنا ہی نہیں۔ اس کو یقین رکھنا چاہیے کہ یہ کائنات بے مقصد نہیں لہٰذا علم و عمل کو ساتھ ساتھ چلا کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہو اور اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اور کائنات کو حسین سے حسین ترین بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور یوں اس کی عاقبت خود بخود سنور جائے گی۔

(2) مومن کو جو کچھ نعمتیں خاص طور سے مال و اولاد دی گئی ہیں تو اس کو انصاف کے ساتھ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے یہ نہ ہو کہ ان نعمتوں میں کھو کر اللہ کو ہی بھول جائے۔ اگر ایسا کیا تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تمام کاروبارِ حیات بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا حساب کتاب اللہ نے ضرور لینا ہے۔ یہ خبر بڑی وضاحت سے بار بار بتا دی گئی ہے۔

(3) آخرت پر یقین کرتے ہوئے اپنے ساتھ بیوی بچوں کے ساتھ اور کل کائنات کے ساتھ انصاف کرنا ضروری ہے اس لیے خوفِ خدا کو ہر وقت سامنے رکھے۔

(4) خود کو اللہ کی حدود میں رکھتے ہوئے زندگی گزارنے پر تیار کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم سے کام لینا چاہتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان ہونا چاہیے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس خوبصورت کائنات کو خوبصورت سے خوبصورت تر بنا دے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی تخلیقات

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، اس کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف لامتناہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(1) وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔(2) اسی نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی اچھی بنائیں اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔(3) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے"۔(4)

تشریح: یہ تمام آیات اللہ وحدہ لاشریک کی لاجواب تخلیقات اور بے حساب حکمتوں کا اظہار کر رہی ہیں ہم خود اور ہمارے گرد پھیلی ہوئی تمام بہترین تخلیقات ہمارے دل و دماغ میں اس خالق کے وجود کا یقین پکا کر دیتی ہیں جو کسی کا محتاج نہیں بالکل واحد ہے ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس خالق و مالک کی تعریف نہ کریں اور اسی سے اپنی مرادیں نہ مانگیں۔ اللہ صرف ایک ہے مگر اس کی بنائی ہوئی ہر چیز جوڑوں میں ہے یا دو سے زیادہ میں ہے یہی فرق ہے مخلوق اور خالق میں۔ کیسی کیسی چیزیں اللہ نے بنا دی ہیں جن کو جاننا اور سمجھنا کسی کے بس میں نہیں ہاں انسان کو اس نے اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ خوبصورت شکل اور عقل دی ہے اور ساتھ میں ارادہ بھی مگر اس کے بدل میں یہ زندگی اور یہ دنیا اس کے لیے امتحان گاہ اور امتحانی وقفہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ اس امتحان کا نتیجہ یوم آخرت کو نکلے گا۔ پھر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ یہاں امتحان لینے والا کوئی انسان نہیں کہ جس کو دھوکہ دیکر نمبر لگوا لیئے جائیں گے بلکہ یہاں تو باری تعالیٰ خود ہی امتحان لینے والا اور نتیجہ دینے والا ہوگا۔ وہ باری تعالیٰ "جو سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے۔ اور اللہ دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہے"۔(4 آیت) تو بہتر ہے کہ زندگی کی ہر راہ پر اس کو یاد رکھیں۔ اس سے ڈریں اس کی تسبیح کریں اور اسی سے ہر طرح کی مدد مانگتے رہیں کہ وہ تو سب سے زیادہ مہربان اور قریب ہے۔ اللہ فرماتا ہے "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا میرا شکر کرو اور ناشکری سے بچو"۔(البقرہ:152)

حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی عمل انسان کو عذاب قبر سے نجات دینے والا نہیں"۔(احمد، جامع الصغیر)

اتنا کچھ جان لینے کے بعد کون بے وقوف ہوگا کہ جو اللہ کی قربت کی خواہش نہ کرے گا جو اس کے ذکر سے حاصل ہو سکتی ہے اور زندگی کو پر سکون بنا سکتی ہے۔ کسی امیر کبیر کی قربت سے ہم کس قدر خوش ہوتے ہیں جو ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو خود اللہ کا محتاج ہوتا ہے۔ بس تو سچے مومن کی نشانی یہی ہے کہ وہ ہر پل اپنے دل و دماغ کو روح کو اللہ کے نور سے روشن کیے رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "تم اگر میری طرف ایک قدم بڑھو تو میں تمہاری طرف کئی قدم بڑھاتا

ہوں"۔ جب بھی بچہ ماں کو پکارتا ہے تو ماں بھاگتی ہوئی جاتی ہے۔ اللہ کو تو اپنی مخلوق سے ماں کی محبت سے 99 گنا زیادہ محبت ہے۔ کتنا آسان کام ہے اللہ کی محبت حاصل کرنے کا اس کی قربت حاصل کرنے کا کہ اگر اس کی طرف چل کے جاؤ تو وہ بھاگ کر آتا ہے۔ مہربان اتنا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے۔ "اللہ کے (بندوں) کو یعنی دوستوں کو غم لاحق ہوگا نہ کوئی پریشانی"۔ (سورہ یونس:62)

ذرا سوچو تو اللہ کی دوستی کس کمال کی دوستی ہے۔ کہ جو ہر دکھ ہر درد پریشانی منٹوں میں دور کر دے مگر اس کے لیے ریاضت، عبادت اور ذکر و فکر کی ضرورت ہے۔ اور یہ بہت آسان ہے۔ آزما لیجئے۔ "بیشک دعا مومن کا بہت بڑا ہتھیار ہے"۔ مگر شرط ہے مومن ہونا۔

منکرین اور ان کا انجام

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

کیا آپ کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کافر ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(5) یہ اس لئے کہ اُن کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تو یہ کہتے کہ " کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں"؟ تو انہوں نے ان کو نہ مانا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بھی بے پروائی کی اور اللہ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔(6) جو لوگ کافر ہیں ان کو یقین ہے کہ وہ دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فرمادیں کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کام تم کرتے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔(7) تو اللہ اور اس کے رسول پر اور قرآن جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔(8) جس دن وہ تمہیں اکٹھا کرنے کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان اٹھانے کا دن ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس

سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور بہشت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔(9) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہلِ دوزخ ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔(10)

تشریح: پچھلی آیات میں اللہ کی وحدانیت انسان کی فضیلت اور فرائض پھر ان لوگوں کے انجام کا ذکر ہے جو ایمان لائے یا جنہوں نے کفر کیا ان آیات میں خبردار کیا جا رہا ہے کہ عبرت حاصل کرنے کے لیے تمہارے سامنے گزشتہ تاریخی واقعات موجود ہیں کہ جن لوگوں نے نافرمانی کی دنیا میں ان کو مختلف عذاب دیے گئے مثلاً کسی کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ کسی پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور کئی انسانی شکل وصورت سے محروم کر کے بدنما جانور بنا دیے گئے اور پھر مرنے کے بعد قیامت کے دن جو عذاب ان کو ملے گا وہ تو بڑا ہی دردناک ہوگا۔ مگر کفار اس لیے بے پرواہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب لیے جانے اور بدلہ دیے جانے پر بالکل یقین نہیں رکھتے۔ تو اللہ رب العزت اپنے پیارے رسول ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اللہ کی قسم کھا کر ان کو آخرت کا اور دوبارہ اٹھائے جانے کا یقین دلا دو۔ اور ان کو سمجھا دو کہ تمہیں اپنے دربار میں حاضر کر کے تمہاری اچھی طرح خبر لینا اللہ کے لیے ہرگز مشکل کام نہیں۔ اس کے کائنات کے کارخانے میں ہر وہ بندوبست موجود ہے جو تم میں سے ہر شخص کا ایک ایک عمل فلم کے ساتھ محفوظ کر رہا ہے اس کی سائنسی لحاظ سے توضیح ہو چکی ہے۔ اس لیے تمہارے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ نور ہدایت یعنی قرآن پاک کی روشنی میں گناہوں سے بچ کر نیکی اور نجات کا راستہ اختیار کرو۔

یہاں آپ ﷺ کو قسم کھا کر پیغام دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ محض پیغام میں زور اور بات میں سچائی پیدا کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اس طرح کی دو آیات پہلے گزر چکی ہیں۔ پہلی سورۂ یونس میں دوسری سورۂ سبا میں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر انسان اللہ و رسول پر ایمان لائے تو اللہ کو اس کا کوئی نفع نہیں اگر نہ لائے تو اس کی سلطنت میں کوئی کمی کوئی فساد پیدا نہیں ہوتا۔ اگر نفع ہوتا ہے نقصان ہوتا ہے تو وہ خود انسان کا ہوتا ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں گزار دی جائے تو اس میں نجاتِ آخرت اور سکونِ دنیا ضرور ملے گا اور ایک کامیاب انسان کو اس سے زیادہ کیا چاہیے۔ دیکھا جائے تو یہ سب کچھ اللہ کی رحمت اور انسانوں پر مہربانی کا بہت بڑا سامان ہے۔ اکثر لوگ جو مسلمان ہوتے ہیں مگر دنیا کے ہنگاموں میں اس قدر غرق ہو چکے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو کہا جائے کہ بھئی قیامت کو یاد کرو تمہارا حساب کتاب لیا جائے گا تو بے اعتنائی سے کہہ دیتے ہیں "اہو دیکھا جائے گا"۔ یہ ایمان کی کمزوری اور غفلت کا نتیجہ ہے تو ایسے تمام لوگ اور مشرک و کافر لوگوں کے لیے ہی سورۃ التغابن اور اسی مضمون کی بہت سی آیات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔

یہ سورت اپنے نام اور آیت 9 کے حوالے سے بڑی خوف دلانے والی سورت ہے۔ "تغابن" غبن سے ہے۔ غبن

کے بے شمار معنی ہیں۔ مثلاً لین دین کرنا، دھوکہ دینا، لوٹ لینا، ذہن کی کمزوری، غفلت، بھول، حصہ سے محروم رہ جانا اور کاروبار میں دھوکہ دے دینا وغیرہ۔ اس کو یوں واضح کرتے ہیں۔ امام حسن بصری ؒ نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے کو بیع میں دھوکہ دے رہا ہے تو آپ نے فرمایا "یہ شخص تجھے بے وقوف بنا رہا ہے"۔ جیسا کہ ہم اردو میں عام طور پر یوں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے بینک میں یا کہیں بھی اتنا بڑا غبن کیا اور پھر بھاگ گیا۔ یہاں اس لفظ کو مفسرین صاحبان نے یوں بیان کیا ہے۔ "قیامت کے دن ظالم کی اتنی ہی نیکیاں مظلوم لوٹ لے جائے گا جو اس پر ہونے والے ظلم کا بدلہ ہو سکیں یا مظلوم کے اتنے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے جو اس کے حق کے برابر وزن رکھتے ہوں۔"

ایک حدیث پاک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "جس شخص کے ذمے اپنے کسی بھائی پر کسی قسم کے ظلم کا بار ہو، اسے چاہیے کہ یہیں اس سے سبک دوش ہو لے کیونکہ آخرت میں درہم و دینار نہ ہوں گے وہاں اس کی نیکیوں میں سے کچھ مظلوم کو دلوائی جائیں گی یا اگر اس کے پاس کافی نیکیاں نہ ہوں تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (از مطالعہ قرآن صفحہ 127)۔

اس سورت میں ہماری زندگیوں کو بدلنے کے لیے کافی دلائل دیے گئے ہے۔ تغابن کا لفظ اپنے اندر بڑی حقیقت سمیٹے ہوئے ہے۔ قیامت کے دن کے ساتھ تغابن کا لفظ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور نیک عمل کرنا بڑی سعادت کی بات ہے۔ کیونکہ ایماندار نیک بندے کے چھوٹے موٹے گناہ اللہ نے ویسے ہی معاف کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور بہشت کا داخلہ تو ہوگا ہی، وہ بہشت جس کا نقشہ ہی ایسا دل فریب ہے کہ بندہ سوچے سب کچھ بیچ دو اور بہشت خرید لو۔ یہ اللہ کا دستور ہے کہ جہاں نیک کا ذکر ہوگا تو وہاں بد کا ذکر ضرور ہوگا، لہٰذا نیکی کا بدلہ جنت ہے تو بدی کا بدلہ دوزخ ہے۔ وہ بہترین ہے اور یہ بدترین ہے۔ جو چاہو خرید لو مہلت تمہیں مل چکی ہے اور روشنی تمہارے سامنے ہے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

مومن کے لیے آخرت کا زادِراہ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ۝۱۶ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۝۱۷
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۱۸ ع

کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔(11) اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمہ تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔(12) اللہ جو برحق معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔(13) مومنو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔(14) تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔(15) سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام کو سنو اور اس کے فرمانبردار رہو اور اس کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص اپنے جی کے لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(16) اگر تم اللہ کو خلوص اور نیک نیت سے قرض دو گے تو وہ تم کو اس سے دگنا دے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ اللہ قدر شناس اور بردبار ہے۔(17) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا"۔(18)

تشریح: یہ آیات انسانوں کے لیے انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا ایک چھوٹا سا منشور ہے آئین ہے جو ہم انسانوں کے لیے آسانیاں اور سکون مہیا کرتا ہے۔ یہی فرق ہے کافر کی زندگی اور مسلمان کی زندگی میں مثال کے طور پر میں پنڈت جواہر لال نہرو کا ایک چھوٹا سا حصہ ان کی آپ بیتی میں سے بتاتی ہوں یہ انہوں نے آزادی سے 12 سال پہلے 1935ء میں جیل میں قید ہونے کے دوران لکھی تھی۔ "میں محسوس کرتا ہوں کہ میری زندگی کا ایک باب ختم ہو گیا اور اب اس کا دوسرا باب شروع ہوگا۔ اس میں کیا ہوگا؟ اس کے متعلق میں کوئی قیاس نہیں کر سکتا، کتاب زندگی کے اگلے اوراق سربمہر ہیں"۔(Nehru- Autobiography, London 1935,P597) جب ان کی زندگی کا اگلا دور شروع ہوا تو وہ دنیا کے تیسرے بڑے ملک کے وزیر اعظم بنے۔ اور اب بھی یہی خیال ان کے ذہن میں گھوم رہا تھا کہ ابھی زندگی کے مزید کچھ اوراق بند ہیں یہی خیال لے کر ہر انسان پیدا ہوتا ہے لہذا جنوری 1964ء کے پہلے ہفتے میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس کی بین الاقوامی کانفرنس نئی دہلی میں ہوئی جس میں ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے بارہ ڈیلی گیٹ شریک ہوئے، پنڈت نہرو نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "میں ایک سیاست دان ہوں اور مجھے سوچنے کے لیے وقت کم ملتا ہے پھر بھی بعض اوقات میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ آخر یہ دنیا کیا ہے، کس لیے ہے، ہم کیا ہیں، اور ہم کیا کر رہے ہیں، میرا یقین ہے کہ کچھ طاقتیں ہیں جو ہماری تقدیر بناتی ہیں"۔(National Herald, Jan, 6, 1964)

مولانا وحید الدین خان صاحب اس کا تجزیہ یوں کرتے ہیں۔ "یہ ایک عدم اطمینان ہے جو ان تمام لوگوں کی روحوں پر گہرے کہر کی طرح چھایا رہتا ہے، جنہوں نے اللہ کو اپنا الہ اور معبود بنانے سے انکار کیا، دنیا کی مصروفیتوں اور وقتی دلچسپیوں میں عارضی طور پر کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اطمینان سے ہم کنار ہیں، مگر جہاں یہ مصنوعی ماحول ختم ہوا، حقیقت اندر سے زور کرنا شروع کر دیتی ہے اور انہیں یاد دلاتی ہے کہ وہ سچے اطمینان سے محروم ہیں۔ خدا سے محروم قلوب کا یہ حال صرف ایک دنیوی بے اطمینانی کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دائمی مسئلہ ہے یہ دراصل اس تاریک اور بے سہارا زندگی کے آثار ہیں، جس کے کنارے وہ کھڑا ہے یہ اس ہولناک زندگی کی ابتدائی گھٹن ہے، جس میں ہر آدمی کو موت کے بعد داخل ہونا ہے اور اس خطرے کا پیشگی الارم ہے، جس میں اس کی روح کو بالآخر مبتلا ہونا ہے، مختصر یہ کہ وہ اس جہنم کا دھواں ہے جو ہر کافر و مشرک کے لیے تیار کی گئی ہے گھر میں آگ لگ جائے تو اس کا دھواں سوتے ہوئے آدمی کے دماغ میں گھس کر اس کو آنے والے خطرے سے باخبر کرتا ہے، اگر یہ دھوئیں کی گھٹن سے جاگ گیا تو خود کو بچا لے گا لیکن جب شعلے قریب آجائیں تو وہ انتباہ کا وقت نہیں ہوتا بلکہ وہ ہلاکت کا فیصلہ ہوتا ہے جو اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمہاری بے حسی اور بے خبری نے تمہارے لیے مقدور کر دیا ہے کہ تم آگ میں جلو"۔ (مذہب اور جدید چیلنج)

یہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ بے خدا تہذیب، بے ربط معیشت، تمدن، بے بنیاد زندگی اور بے اصول معاشرے نے انسان کو ہر قسم کی بے سکونی، بے رہروی، بدکرداری اور بدنظمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ صنعتی ترقی، سائنسی اصلاحات، مال کی ہوس اور ترقی کی دوڑ نے انسانی معاشرے کو پوری طرح مادی اور انفرادی خوشیاں حاصل کرنے کے چنگل میں پھنسا دیا ہے۔ جو معاشرے میں بے انصافی، بددیانتی، چوری، قتل، فساد اور رشوت کا بول بالا کرتا ہے۔ اور یہی خودغرضانہ انفرادی خوشی حاصل کرنے کی جدوجہد انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی پہچان دی ہے۔ کہ وہ بہترین مخلوق ہے، عقل رکھتی ہے، علم اس کو دیا گیا ہے۔ جس میں سب سے پہلے اس کو اس کے خالق کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اکیلا ہے اسی نے اس کو بنایا ہے اور اس کے لیے پوری کائنات بنائی ہے جو یہ بتا رہی ہے کہ وہ بڑا بے نیاز ہے، اپنے بندوں پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ یہاں صرف ان تین صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو سورۃ التغابن کے آخر میں بیان کی گئی ہیں یعنی عالم الغیب والشہادۃ۔

(1) صرف اللہ کی ہی ذات بابرکت اور واحد ہے جو یہ طاقت رکھتا ہے کہ ظاہر باطن، ماضی، حال، مستقبل زمان و مکان کا اور انسان کا، سب کچھ اسی کے علم میں ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ نہ کبھی ہوا نہ ہو سکے

(2) العزیز ہے یعنی وہ اپنے علم و عرفان میں بے مثال اور وہ پوری طرح ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(3) الحکیم۔ حکمت والا ہے۔ اس کی حکمت ہی ہے جو اس نے انسانی جسم بنایا نظام کائنات کس حکمت اور اندازے سے بنایا کہ اس کو پوری طرح سمجھ لینا انسان کی عقل سے باہر ہے۔ ہے کوئی ایسا جوریت کا ایک ذرہ یا ایک تنکا بھی اپنی قدرت و

حکمت سے بنا سکے؟ ہرگز نہیں اور یہ عین حقیقت ہے۔ اس کے اسی طرح کے 99 صفاتی نام ہیں۔

اسی لیے سب سے پہلا حکم بندے کی بہتریوں کے لئے اس نے یہی دیا کہ سب سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ کی عبادت کرو یعنی اپنے دکھ سکھ اور ہر پریشانی میں اسی کا سہارا مضبوطی سے تھام لو۔ پھر جو رسول اس نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے اس کی فرمانبرداری کرو کیونکہ وہی تمہیں قرآن کے احکامات سے آگاہ کرے گا۔ قران کے احکامات جو تمہیں ایسی زندگی گزارنے کے آسان طریقے بتاتا ہے کہ تم دنیا کی تمام آسائشوں سے پاک صاف پرسکون زندگی گزار سکو گے جو تمہیں گناہوں سے بچا کر جنت میں جگہ دلانے کا ذمہ دار ہے۔ اس سورت کے آخر میں چند اصول اخلاق بتائے گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔

جیسے توحید پر ایمان، رسالت پر ایمان، آخرت پر ایمان، جنت اور دوزخ پر یقین، بیوی بچوں کے غلط مطالبات اور خواہشات سے خود کو بچانا، مال واولاد کی محبت میں اللہ کو اور اس کے احکامات کو نہ بھلانا، عام زندگی میں عفو در گزر سے کام لینا، تقوی اختیار کرنا۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے مال خرچ کرنا، بخل سے بچنا، اللہ کو قرض حسنہ دینا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا۔

اس سورت کے شروع میں بھی چند حقائق بتائے گئے ہیں مثلاً یہ کہ تمام انسانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بے سہارا نہیں ان کو ایک بڑا مضبوط، معقول اور ہمیشہ رہنے والے اللہ کا سہارا ملا ہوا ہے۔ اور یہ کہ انسان کی زندگی بے مقصد نہیں، کائنات صرف کھیل تماشہ نہیں۔ انسان کی زندگی اور کل کائنات بامقصد اور حکمت کے تحت ہے۔ انسان زندگی کے گزرانے میں آزاد اور خود مختار ہے مگر حیوانوں کی طرح آزاد نہیں اس کی جواب دہی ضرور ہوگی کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنی پوری زندگی کا حساب کتاب دے کر انعام یا سزا ضرور ملے گی۔

اس لیے اخلاقی، تمدنی، سماجی اور معاشرتی اصول جو بتائے گئے ہیں قران وسنت میں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس میں کسی ایسی بات کا حکم ہرگز نہیں دیا گیا جس پر عمل کرنا انسان کے لئے مشکل یا ناممکن ہو۔ بلکہ سب کچھ خود انسان کی زندگی میں بھلائی اور آخرت میں یقینی نجات کا ہی باعث ہوگا۔ یہ تمام احکامات ہر مرد، عورت، بچے، بوڑھے اور جوان کے لئے ہیں چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبہ یا رتبہ سے تعلق رکھتا ہو۔ امیر ہو غریب ہو یا درمیانے درجے کا ہو۔ کیونکہ امیری، غریبی، شہرت، صحت، سکون، پریشانی، رحمت یا زحمت۔ ہر صورت میں انسان کا امتحان ہے کہ وہ اپنے فرائض کو شکر، صبر، نیک نیتی، خلوص محبت اور قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے پورا کرتا ہے۔ یا کہ ان تمام مندرجہ بالا حدود سے علیحدہ ہو کر زندگی گزارتا ہے۔ جو بھی انسان کرتا ہے خود اپنے لیے کرتا ہے۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔

"اللہ کے دوستوں کو غم لاحق ہوگا اور نہ کوئی پریشانی"۔ (سورۃ یونس: 62)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو مسلمان ہے وہ نہ کبھی بیمار ہو سکتا ہے نہ غریب اور نہ ہی کمزور۔ یہ تمام حالات تو زندگی کا

لازمہ ہیں۔ کیونکہ صحت کی قدر بیماری سے اور مال و اولاد کی قدر غریب و بے اولادی سے ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کسی بھی حالت میں خود کو بے سہارا اور پریشان نہیں ہونے دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے اس کے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے کسی نہ کسی مصلحت کے تحت ہو رہا ہے۔ اس لیے اس کے صبر و سکون کا انعام اسے ضرور ملے گا۔ یہاں بھی اور وہاں بھی کہ جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔

حدیث میں آیا ہے "ہوشیار بنئے دور اندیش بنئے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بتلائیے کہ آدمیوں میں کون زیادہ ہوشیار اور دور اندیش ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاری کرتا ہے، جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں، انہوں نے دنیا کی عزت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی"۔ (معجم الصغیر، طبرانی)

یا اللہ مجھے اپنا شکر گزار بنا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنا فرمانبردار، اپنی طرف عاجزی کرنے والا، زاری کرنے والا، رجوع کرنے والا، یا اللہ میری توبہ قبول کرنا، میرے گناہوں کو دھو ڈال، میری زبان کو سچا بنا، میرے دل کو ہدایت دے اور میرے سینے سے ہر قسم کی برائی دور کر دے۔ آمین ثم آمین

خلاصہ سورۃ التغابن

اس سورۂ مبارکہ کے خاص مضامین یوں ہیں

1۔ یہ کائنات یونہی نہیں بن گئی بلکہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ جو الہ العلمین ہے قادر مطلق ہے۔
2۔ یہ کائنات اور انسان بے مقصد نہیں پیدا کیے گئے
3۔ انسان کو خلائق مجبور میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ عقل و ارادہ دے کر پیدا کیا گیا ہے۔
4۔ انسان نہ تو مجبور ہے اور نہ ہی مکمل طور پر آزاد بلکہ اس کو جواب دینا ہوگا اپنی پوری زندگی کے اعمال کا۔
5۔ اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اس لیے جوابدہی بڑی سخت ہوگی پورے انصاف کے ساتھ۔
6۔ قوموں کی تباہی دو وجہ سے ہوئی۔ ایک خود ساختہ اصول حیات بنا کر خوار ہونا اور دوسرا آخرت سے انکار۔
7۔ مومن کا بھروسہ پوری طرح اللہ پر ہونا چاہیے۔
8۔ مومن کا مرنا جینا، مال اولاد اور سب کچھ اللہ کے لیے ہونا چاہیے
9۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق احکامات الٰہی کی پوری پوری تعمیل کرے۔

اللہ ان پر کاربند رہنے کی توفیق دے آمین۔ الحمد للہ سورۂ تغابن مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الطلاق

یہ سورت نمبر کے حساب سے 65ویں ہے یہ مدینہ میں 6ھ میں نازل ہوئی اس میں 2رکوع اور 12 آیات ہیں اس میں معاشرتی اور تمدنی اصولوں میں سے ایک بہت اہم اصول کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ ازدواجی زندگی کا انتہائی اہم مسئلہ ہے کیونکہ یہ ایسا حل بتاتا ہے جو پورے معاشرے کی اصلاح کی بنیاد بنتا ہے۔ یہ ایک ایسا اصلاحی نظام پیش کرتا ہے جو کہ نہ صرف دو افراد سے ہی تعلق رکھتا ہے بلکہ پورے عالم انسانی اور اقوام عالم کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس جہانِ رنگ و بو کی ایک بنیاد میاں اور بیوی ہے۔ بعض اوقات اس مقدس رشتے میں دراڑ آجاتی ہے۔ جو کہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور پھر کوئی وقت ایسا آتا ہے کہ پورا خاندان ہی منتشر ہو جاتا ہے جو بڑا ہی خطرناک اور افسوس ناک مرحلہ ہوتا ہے۔ تو ایسے ہی حادثہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قانون وضع کر کے ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ کیونکہ صفاتِ انسانی کو اللہ نے دو ہستیوں کے درمیان بانٹ دیا ہے یعنی مرد و عورت۔ عورت کے اندر نرمی والی صفات رکھ دیں۔ تاکہ وہ مرد کے لیے سکون کا باعث ہو اس ازدواجی زنجیر میں مرد کو قوی صفات کا حامل بنا دیا تاکہ عورت اس سے اعتماد حاصل کر سکے۔ مگر بعض اوقات ماحول یا حالات کی وجہ سے دونوں میں شدید اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا حل رب العزت نے طلاق کی صورت میں بتایا ہے۔ یہ انتہائی نازک اور مشکل کام ہے اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ "تمام حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے"۔ (ابوداؤد)

یوں سمجھ لیں کہ یہ ایک بہت بڑا اور ضروری آپریشن ہے جس کے لیے اللہ نے بہترین ہدایات اور طریقے بتائے ہیں کہ جن سے مرد و عورت اور خاندان کی زیادہ سے زیادہ اصلاح ہو جائے اور کسی کو بھی غیر ضروری اور نامناسب نقصان نہ پہنچ جائے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ دستورِ حیات کی ایک ایسی شق ہے جو انسان میں عظمت، تحمل، احتیاط اور بلند کرداری پیدا کرتی ہے۔ تو آیئے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشکل اپریشن کے لئے کیا ہدایات دی ہیں۔

طلاق کی خاص حدود

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

اے پیغمبر ﷺ! (مسلمانوں سے فرمادیں کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے جو تمہارا رب ہے ڈرو۔ نہ تو تم ان کو (عدت کے دوران) گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے) اور یہ اللہ کی بتائی ہوئی حدود ہیں جو اللہ کی حدوں سے نکلے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد رجعت کی کوئی صورت پیدا کر دے۔(1) پھر جب وہ اپنی مدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو اچھی طرح زوجیت میں رہنے دو یا اچھی طرح سے علیحدہ کرو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو اور اللہ کے لیے درست گواہی دو۔ ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لیے (رنج و پریشانی سے) نجات کی صورت پیدا کر دے گا۔(2) اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہوگا، اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے"۔(3)

تشریح: حدیث میں آتا ہے "اللہ نے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جو طلاق سے بڑھ کر اسے ناپسند ہو"۔ (ابوداؤ)

اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اسی طرح طلاق کی اجازت اور پھر اس کے لیے حدود و قوانین ایسے بہترین اور انسانی سوسائٹی کی اصلاح کے عین مطابق ہیں کہ انسان فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ اس باہمی نظام کی کڑیوں کو درست کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو میاں بیوی کی مضبوط زنجیر سے بندھا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ زنجیر نظام کائنات کو درست رکھنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ پورے معاشرے کی اصلاح گھر سے ہی تو شروع ہوتی ہے۔ اس لیے گھر کا ماحول صحت مند، پرسکون اور منظم ہونا چاہیے۔ اگر اس کی ترتیب میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو اصلاح بے حد ضروری ہے تاکہ میاں بیوی کی یہ اہمیت مضبوط اور صحیح رہے اور یوں پورا معاشرہ صحت مند اور بہترین رہے۔ کتاب وسنت نے ہمارے ہر مسئلے کو بڑی حکمت سے حل کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر میاں بیوی میں اس حد تک اختلافات، بدمزگی اور بداعتمادی پیدا ہو جائے کہ ان کا ایک ساتھ رہنا دوبھر ہو جائے تو ہمارے مذہب نے اس کے لیے طلاق کا راستہ بتایا ہے اور وہ ان شرائط کے ساتھ کہ جن میں آخر وقت تک صلح صفائی اور بہتری کی گنجائش ہو۔

مثلاً اول تو غصہ کا تدارک کیا ہے کیونکہ طلاق عام طور پر غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے اور غصہ کے لیے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ "انسان کا سب سے بڑا بوجھ غصہ ہے"۔ شریعت میں طلاق دینے کے لیے ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا

ہے وہ یوں کہ اس وقت طلاق دو جب بیوی پاک ہو چکے اپنی ماہواری سے اور تم نے اس سے تعلق نہ کیا ہو اور پھر بڑی احتیاط سے عدت کا شمار کرو۔ کیونکہ طلاق کے لیے تین ماہ کا وقفہ معین کر دیا گیا ہے۔ پہلی طلاق رجعی دو۔ یعنی اس ماہ کے دوران اگر کوئی صورت صلح کی نکل آئے تو دوسری ماہواری سے پہلے صلح کر لو۔ پھر دوسری ماہواری سے پاک ہونے سے دوسرا مہینہ شروع ہوگا۔ اب دوسری طلاق دیدو یہ مہینہ گزرنے تک اگر کوئی سلسلہ ایسا ہو جائے کہ دونوں مل کر رہنا پسند کریں تو صلح کر لو لیکن اگر کوئی بات نہیں بنتی تو پھر تیسری ماہواری سے پاک ہونے پر تیسری طلاق دیدو اور اب تین طلاقیں تین مہینوں میں پوری ہو گئیں۔ اس دوران میاں بیوی بغیر تعلقات قائم کیے ہوئے ایک گھر میں رہیں۔ یہ اس لئے کہ شاید اس دوران بہتری کی کوئی صورت نکل آئے مگر تین طلاقیں ہو جانے کے بعد مرد عورت ایک دوسرے کے لیے غیر ہو جاتے ہیں۔

یہاں عورت مرد کے لیے سوچنے سمجھنے کی بڑی سہولت رکھی گئی ہے۔ مگر پھر بڑا سخت فیصلہ ہے۔ لہٰذا طلاق کا مسئلہ بڑا سنگین ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں یا کوئی گالی کا درجہ نہیں رکھتی کہ طلاق بول دیا۔ اس تمام سلسلے میں بدنیتی، بے ایمانی، بدکرداری، بدسلوکی اور احکامات الٰہی سے دوری ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ یہ تمام حدود اللہ و رسول کی دی گئی ہدایات کے مطابق پورے اعتماد اور نیک نیتی سے پوری کی جائیں۔ طلاق کی عدت میں خیال رکھا جائے کہ عورت گھر میں رہے ہاں اگر بدسلوکی، بدمزگی یا دنگے فساد کا ڈر ہو تو پھر بیشک گھر سے نکال دو یا وہ خود چلی جائے۔ اور پھر اس پورے معاملہ میں خاص طور سے حکم دیا گیا ہے کہ پرسکون طریقے سے دو معزز گواہوں کی موجودگی میں بغیر کسی بدکلامی، ظلم زیادتی یا غصہ کے مسئلہ حل کیا جائے۔ ساتھ رہنا ہو تو پورے خلوص سے صلح کر لو اور اگر طلاق دینی ہو تو بڑی عزت و احترام سے عدت پوری ہونے پر عورت کو رخصت کر دو۔ پھر یقین رکھو اور ہرگز مت گھبراؤ کہ اب کیا ہوگا۔ جب تم نے اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق سب کچھ نیک نیتی سے کیا ہے تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھو وہ ایسے ایسے اسباب سے روزی اور رزق کا بندوبست کرتا ہے کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اسلام سے پہلے عورت سوسائٹی کی مظلوم ترین مخلوق تھی اول تو اس کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا اور نہ مارتے تو عورت کو ویسے ہی ذلیل و خوار کرتے رہتے۔ نکاح شادی اور باہمی تعلقات میں کسی بھی حرمت کا لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ اللہ نے عورت کو عزت کا مقام دیا اور اسکو مرد کے ساتھ ایک عظیم پروقار رشتہ کی صورت میں منسلک کر دیا۔ اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقیناً اللہ کی بتائی گئی تمام حدود کا خوش دلی سے احترام و اکرام کرتے ہیں اور ان کو پورے خلوص سے دھیان میں رکھتے ہیں اور کوئی کام اس سے باہر نکل کر ہرگز نہیں کرتے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی الہ العٰلمین نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے وہ ہر صورت بہتری، سہولت اور سکون کے لیے ہی کیا ہے۔ اس لیے کسی چیز کا بھی خوف دل میں لائے بغیر ان تمام حدود کے اندر رہ کر سب کام کرنے چاہییں۔ یہی نشانی ہے متقین کی۔ اور اللہ ایسے ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ ان آیات میں بڑے سبق بھی ملتے ہیں۔ مثلاً مظلوم پر رحم کرو تہمت لگانے اور غصہ سے بچو۔ پاؤں پھسل جائے تو پھسل

جائے مگر زبان نہ پھسلنے دو۔ عظمت اس وقت جنم لیتی ہے جب دوسروں کی خوشیوں کی خاطر اپنی امنگوں اور آرزوؤں کا خون کرنا پڑے۔ بادل کی طرح رہو جو پھولوں پر ہی نہیں کانٹوں پر بھی برستا ہے۔ اور پھر یہ کہ غصہ بھڑکتی آگ ہے جو پی گیا اس نے آگ بجھائی اور جو ضبط نہ کر سکا وہ پہلے اس میں خود جلتا ہے۔ جلد بازی بیوقوفی اور کمزوری کی نشانی ہے۔ ثابت ہو گیا کہ قرآن انسان کے لیے رحمت ہے، روشنی ہے، برکت ہے اور بہترین نسخہ ہے ہر بیماری، پریشانی، دکھ اور درد کا۔

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم

حکمتِ اولا یزال است و قدیم

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

کچھ مزید حدود طلاق کے بارے میں

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَیْکُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝

اور تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کی عدت کے بارے میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا ان کی عدت بھی یہی ہے اور حمل والی عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔ (4) یہ اللہ کے حکم ہیں جو اس نے تم پر نازل کیے ہیں اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجرِ عظیم بخشے گا"۔ (5)

تشریح: اسلام کیونکہ عالمگیر مذہب ہے اس لیے اس کے احکامات بھی بڑی وسعت رکھتے ہیں۔ ان آیات میں بندے کی سہولت کے لیے ایسی عورتوں کی عدت کا تعین کیا گیا ہے جو یا تو اتنی بوڑھی ہوں کہ ماہواری کی عمر سے اوپر چلی گئی ہوں کیونکہ قدرت نے عورت کا جسمانی نظام ایسے بنایا ہے کہ ایک خاص عمر تک وہ ماہواری کے مراحل سے گزرتی ہے پھر عمر کا زیادہ ہو جانا ماہواری کے بند ہو جانے کا سبب بنتا ہے۔ تو ایسی عورتوں کے لیے بھی عدت کا وقت تین مہینے ہے اور کچھ ایسی عورتیں ہوتی ہیں جو کسی بیماری کی وجہ سے یا پھر لڑکی اتنی کم عمر ہو کہ ماہواری شروع ہی نہ ہوئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی عدت بڑی احتیاط سے تین مہینے گن لی جائے اور باقی احکامات ویسے ہی ہوں گے جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اب مسئلہ آتا ہے ایسی عورت کا کہ جو حمل سے ہو تو اس کے لیے حکم ہے کہ بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت مقرر کی گئی ہے۔ یہ بھی اس لئے کہ ہو سکتا ہے بچہ کی پیدائش صلح کا سبب بن جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ پھر تاکید فرماتے ہیں کہ: جو بھی کام کرو اللہ کے بتائے ہوئے

اصول وقوانین کے مطابق اللہ کا خوف دل میں رکھ کر کرو کیونکہ اس طرح ایک تو تمہاری نیت صاف رہے گی۔

دوسرا: تمہارے کام خوش اسلوبی سے ہو جائیں گے۔ تیسرا: اللہ کی فرمانبرداری کا بہت بڑا ثواب ملے گا۔

اللہ کے بنائے ہوئے اصول بڑے آسان فائدہ مند اور منظم ہیں اس لیے بے خوف وخطر نیک نیتی سے اُن پر عمل کرو۔ پھر اگر لاعلمی میں کچھ گناہ بھی ہو گیا تو یاد رکھو اللہ غفور رحیم ہے۔ معاف کر دے گا۔

غصے میں بھی حسن سلوک کا خیال رکھو

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ﴿۶﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾ ع

مطلقہ عورتوں کو عدت کے دوران اپنی حیثیت کے مطابق اپنے پاس ہی رکھو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو، اگر حمل سے ہوں تو بچہ پیدا کرنے تک ان کا خرچ دیتے رہو۔ پھر اگر وہ تمہارے کہنے سے بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کی اجرت دو اور بچے کے بارے میں آپس میں پسندیدہ طریقہ اختیار کرو اور اگر آپس میں ضد اور نااتفاقی کرو گے تو پھر بچے کو باپ کے کہنے پر کوئی دوسری عورت دودھ پلائے۔ (6) امیر کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جو غریب ہو وہ اپنی حیثیت کے مطابق۔ (خوش دلی سے) خرچ کرے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جتنی استطاعت اللہ نے اس کو دی ہو۔ اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔۔ (7)

تشریح: ان آیات میں اخلاق وکردار کی پاکیزگی، حسن سلوک عورت مرد اور بچے، یعنی خاندان کی بہتری اور سکون کے لیے بہترین حدود بتا دی گئی ہیں۔ جو بتا رہی ہیں کہ شریعت اسلامیہ انسان کی ہدایت ورہنمائی کا کیسا کامل ضابطہ حیات ہے۔ شریعتِ اسلامیہ۔ کتاب وسنت پر مبنی ہے جو ہر ہر لحاظ سے ہر بندے کے لیے تمام مشکلات کا بہترین اور آسان حل دیتا ہے۔ دنیا کے کسی مذہب میں عورت مرد بچے، یعنی خاندان کی حفاظت اور بہتری کے لیے اتنے آسان جامع اور خوبصورت اعتدال پر مبنی قانون وضع نہیں کیے جیسے قرآن پاک اور سنت رسول نے ہمیں دیے ہیں۔ عورت کو اس کا صحیح مقام دیا ہے تاکہ وہ پوری خوشی رواداری محبت اور محنت سے گھر خاندان اور معاشرے کی حفاظت کر سکے۔ پھر اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے سامنے انسان کے بنائے ہوئے قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جیسا کہ دنیا میں ہر مذہب کا حساب کتاب

ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہر جگہ عورت کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے جو کہ دنیا کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ اسلام نے عورت کو تحفظ دیا عزت واحترام اور مرد کے برابر حقوق دیے ہیں۔ ایسے برابر نہیں جیسے ترقی یافتہ ممالک میں دیے گئے ہیں بلکہ اس کو گھر کی ملکہ اور مرد کی مشیر اعلیٰ کا درجہ دیا ہے۔ بیشک عورت مرد کے لیے بہترین مشیر اور مددگار وغمگسار کا درجہ رکھتی ہے۔

جیسا کہ پہلی وحی کے آنے پر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور یہودی عالم کے پاس آپ ﷺ کو لے کر گئیں۔ شریعت اسلامیہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ جیسا کہ محمد بن علوی المالکی الحسینی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ "شریعت اسلامیہ کے افق کی وسعت کا اعتراف خود دشمنانِ اسلام بھی کر چکے ہیں، ملاحظہ ہو قانون کے موضوع پر 1937ء میں منعقدہ ایک کانفرنس میں طے شدہ نکات۔ واضح رہے کہ اس کانفرنس میں مختلف مغربی ممالک کے مفکرین ومحققین نے شرکت کی تھی۔ طے شدہ نکات۔

1 شریعتِ اسلامیہ، عوامی قوانین وضع کرنے کا منبع ہے۔

2 شریعتِ اسلامیہ ایک زندہ شریعت ہے۔

3 یہ شریعت اپنی ذات میں قائم ہے، کسی اور شریعت سے ماخوذ نہیں"۔

یہ جو طلاق کا انتہائی نازک معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے نمٹایا گیا ہے جو کہ ہر دو فریق کے لیے مزید کسی زحمت، پریشانی، دکھ، تکلیف اور انتشار کا باعث بنے بغیر حل کر دیا گیا ہے۔ جو ہمیں باہمی ہمدردی، رواداری، تکریم انسانیت اللہ کی وحدانیت اس پر بھروسہ، صبر ویقین اور تقویٰ کا سبق دیتا ہے۔ یہ صرف اللہ ورسول کا ہی کمال ہے جو انسان کو انسانیت کا سبق دیتا ہے اور اس کو واقعی اشرف المخلوقات کا درجہ دیتا ہے۔ پھر بھی لوگ اس پر عمل نہیں کرتے اور ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے فرمایا۔ "اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا، مگر اسی قدر جو اسے دیا اب اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی کر دے گا"۔ (آیت 7)

نافرمانوں کا علاج اور مومنوکو انعام

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا
نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا مع 4
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۗ يَتَنَزَّلُ

الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے رب اوراس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اوران پر ایسا عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا۔(8) سوانہوں نے اپنے کاموں کا مزہ چکھ لیا اوران کا انجام نقصان ہی تو تھا۔(9) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔تو اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو، اللہ نے تمہارے پاس نصیحت کی کتاب بھیجی ہے۔(10) اوراپنے پیغمبر بھی بھیجے ہیں جو تمہارے سامنے کھول کر سنانے والی اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔اور جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا ان کو بہشتوں کے باغوں میں داخل کرے گا۔جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے 11)۔(اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں۔ان میں اللہ کے حکم اترتے رہتے ہیں۔تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے"۔(12)

تشریح: محمد یوسف اصلاحی صاحب نے بڑی پیاری بات لکھی ہے "ظاہر ہے اللہ کا یہ فرمان صرف رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لیے ہے رہتی دنیا تک آدمی کے مومن ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ اسی پر ہے کہ رسول اللہ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سنت کو قرآن کے حکم کو ہر معاملے میں سند مانتا ہے یا نہیں۔اللہ کے نزدیک اپنے دعوئے ایمان میں صرف وہی لوگ سچے اور مخلص ہیں، جو دل و جان سے قرآن وسنت کے فیصلے کو تسلیم کریں اور دل کی پوری آمادگی سے اس کی اتباع کریں"۔(شعور حیات)

اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو رب ذوالجلال کی طرف سے جنت کی خوشخبری ہے۔ایسا رب جو رب العلمین ہے سورۂ فاتحہ میں ہم 40 مرتبہ دن میں پڑھتے ہیں۔کیا اس "العلمین" پر کبھی غور کیا ہے آیت 12 میں آیا ہے "سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں آخر تک"۔ یہ آیت دوسری دنیاؤں میں زندگی کی موجودگی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔از تفہیم القرآن۔مولانا لکھتے ہیں۔"امریکہ کے رانڈ کارپوریشن نے فلکی مشاہدات سے اندازہ لگایا ہے کہ زمین جس کہکشاں میں واقع ہے صرف اسی کے اندر تقریباً 60 کروڑ ایسے سیارے پائے جاتے ہیں جن کے طبعی حالات ہماری زمین سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں اور امکان ہے کہ ان کے اندر بھی جاندار مخلوق آباد ہے۔(اکانومسٹ،لندن مورخہ 26 جولائی 1969)

سلطان بشیر محمود صاحب لکھتے ہیں "جہاں تک ان دنیاؤں کی شکل وصورت کا تعلق ہے تو سورۂ طلاق کی آیت مبارکہ 12 سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں اور ہماری دنیا میں مشابہت ہے۔پھر مِثْلُهُنَّ کے کلمہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ کائنات میں جہاں کئی آسمان ہیں تو اسی طرح کئی زمینیں بھی ہیں اللہ تعالیٰ کا امران سب میں اپنے اپنے حساب کے مطابق

نازل ہوتا رہتا ہے۔لیکن ہر کام ایک پروگرام کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ سبھی آباد ہیں، بلکہ اللہ کا امر ہر جگہ اس کی حکمت کے مطابق اترتا ہے۔اور اترتا رہے گا۔دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی کے اسلام کے عظیم فرزند امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق "آسمانوں میں موجود دنیاؤں کے لوگ اس قدر ترقی یافتہ ہو سکتے ہیں کہ ان کا آپس میں میل جول ہو اور وہ ایک دنیا سے دوسری دنیا تک سفر کرتے ہوں اور آپس میں رابطہ کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں"۔(رسائل امام غزالی)۔

موصوف لکھتے ہیں کہ "اس کی صداقت میں سورہ فاتحہ نے انسان کی سوچ کو ایک ہی جست میں زمین سے آفاق تک پہنچا دیا۔ دراصل یہ سمجھنا کہ اتنی بڑی وسیع کائنات میں زندگی صرف اسی زمین پر ہے اللہ تعالیٰ کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔اس لیے اس بات کو بار بار قرآن حکیم میں رد کیا گیا ہے۔اس کی مطابقت میں سورہ جاثیہ آیت 36۔الشوریٰ آیت 22۔سورۃ رحمن 29 وضاحت کرتی ہیں"۔(قیامت اور حیات بعد الموت)

جدید سائنس دان اس مسئلہ کی تحقیق میں دن رات تجربات اور تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔جبکہ قرآن نے تو اس حقیقت کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔دیکھیں اس سورت کی آیت 12 جس میں دوسری دنیاؤں میں زندگی کی موجودگی کا ذکر ہے۔بہت جلد سائنس دان اس حقیقت کو پالیں گے کیونکہ یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ قرآن سائنس کی مطابقت نہیں کرتا بلکہ سائنس قرآن کی مطابقت کرتی ہے۔بیکن نے کہا تھا "فلسفہ کا تھوڑا سا علم انسان کو دہریہ بنا دیتا ہے لیکن اس کی گہرائیوں میں اتر کر انسان یکسر خدا پرست بن کر نکلتا ہے۔

خلاصہ سورۃ الطلاق

اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔اس نے عورتوں کے حقوق اور پرانی غلط رسموں کو توڑتے ہوئے مسلمانوں کو اس سورت میں طلاق کے ذریعے بہت سے مسائل سمجھا دیے ہیں تاکہ زندگی میں پیدا ہونے والی الجھنوں کو احسن طریقہ سے حل کر لیا جائے۔اس سورت میں بہت بڑا مسئلہ طلاق کا حل کیا گیا ہے۔اور حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر یقین رکھتے ہو تو ان تمام حدود پر خلوص نیت اور اللہ سے خوف کو دل میں رکھ کر سچائی اور انصاف کے ساتھ عمل کرو تو زندگی کی گاڑی اور اچھی چلے گی۔اول تو طلاق بڑی بری چیز ہے مگر زیادہ برائی سے بچنے کے لیے اللہ نے اس کو حلال کیا ہے۔اور اس بات پر زور دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بہت نرمی کا سلوک کرو۔طلاق دینے کے بعد بھی ان کو عدت ختم ہونے تک اپنے گھر میں پناہ دیں خرچہ پورا کریں اور ہرگز ان پر سخت کلامی تہمت یا ظلم و زیادتی نہ کریں۔رواداری اور مہربانی سے پیش آئیں۔

حدود یہ مقرر کی گئی ہیں

1 عورت کو پاک ہونے کے بعد بغیر اس سے تعلقات قائم کیے پہلی طلاق دو۔اس وقت کے ختم ہونے سے پہلے

مراجعت کر سکتے ہو۔

2 دوسرے ماہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد بغیر تعلقات قائم کیے ہوئے دوسری طلاق دو۔ اس کی مدت پوری ہونے سے پہلے اگر صلح کرنی چاہو تو کر سکتے ہو۔

3 تیسرے ماہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد بغیر تعلقات قائم کیے ہوئے تیسری طلاق دو اس کی عدت پوری ہونے تک طلاق مکمل ہوگئی۔ عدت پوری ہونے تک گھر میں ہی رکھو اور عورت بھی رہے۔ اگر ناممکن ہو بدامنی کی وجہ سے تو پھر نکال دو۔

4 عدت کا وقت بڑی احتیاط سے شمار کرو۔

5 ہر موقع پر دو گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

6 اگر عورت بوڑھی ہے یا نابالغ ہے یا بیمار ہے تو پھر طلاق کی عدت شمار کرنے کے لیے تین مہینے اپنے حساب سے شمار کرلو۔

7 اگر عورت حاملہ ہے تو پھر بچہ کی پیدائش تک اس کی رہائش کھانا پینا خاوند کے ذمہ ہوگا۔ اس کی عدت بچہ پیدا ہوتے ہی ختم ہو جائے گی۔ پھر بچہ کو دودھ پلانے کا مسئلہ ہے۔ اگر عورت بچہ کو دودھ پلانے پر راضی ہو تو اس کو اپنی حیثیت کے مطابق اجرت دی جائے اگر اس بات پر مصالحت مناسب طور پر نہ ہو سکے تو پھر مرد دودھ پلانے کے لیے کسی دوسری عورت کا بندوبست کرے تاکہ بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ طلاق کے بارے میں تفصیلاً سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکا ہے۔

بہر حال ٹھہر ٹھہر کر تین دفعہ طلاق دینا یہ مسنون طریقہ ہے۔ اور اس میں بہتری کی صورت نکلنے کا بھی احتمال ہے۔ لیکن یہ بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اس پورے معاملہ میں ہرگز کہیں بھی چالاکی، بدنیتی، ہوشیاری اور ظلم و زیادتی کو شامل نہ کیا جائے کیونکہ یہ پھر اللہ کے احکامات سے نافرمانی کے دائرے میں آ جائے گا جو قابل سزا ہے اور یہ ہرگز مت سوچو کہ تمہاری نیت، عمل یا سوچ اللہ سے پوشیدہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس اللہ نے اتنی بڑی کائنات بنائی۔ جس میں سات آسمان اور کئی زمین ہیں اور وہ ان سب کا بنانے والا چلانے والا علیم و خبیر اور عزیز و حکیم ہے بھلا تم اور تمہارے اعمال اس سے کیونکر چھپ سکتے ہیں۔ اگر کوئی کام بھی حدود سے نکل کر کرو گے تو سزا ضرور پاؤ گے ورنہ اللہ کے پیارے متقی پرہیزگار اور نیک لوگوں کے لیے آخرت میں بہترین ٹھکانے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے جو بالکل سچا اور پکا ہے۔ قرآن میں ہے "جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور ان کا ایمان گناہ سے آلودہ نہیں ہوا انہیں امن و سکون کی نعمت ملے گی"۔ (انعام:83)

(الحمد للہ سورۃ الطلاق مکمل ہوگئی)

تعارف سورۃ التحریم

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور بارہ آیات ہیں یہ سورتوں میں 66 نمبر پر آتی ہے۔ پچھلی سورت میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید کی گئی تھی تو اس سورت میں عورتوں کو اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ نہ ہو کہ عورتیں مردوں کے حسن سلوک سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کو دبانے یا پریشان کرنے کی کوشش کریں۔ واقعی قرآن بڑی نعمت اور برکت والی بہترین کتاب ہے۔ اس میں زندگی کے ہر پہلو کو نظر میں رکھ کر ہدایات دی گئی ہیں تاکہ بندوں کو خود نئے نئے تجربات کرتے ہوئے اصولِ زندگانی نہ بنانے پڑیں جیسا کہ دنیا میں خاص طور سے ترقی یافتہ ممالک میں ہو رہا ہے اور پھر نتیجہ ہمارے سامنے ہے وہاں زنا جیسا بھیانک فعل بھی جرم نہیں کہلاتا کیونکہ ان کے خیال میں باہمی رضامندی سے یہ فعل بھی جائز ہے گویا قانون زنا کا حامی بن گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں معاشرہ جن گھناؤنی مصیبتوں کا شکار ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہیں۔ مختصراً یہ ہے کہ سوسائٹی اس ایک گناہ زنا بالرضا کو جرم نہیں سمجھتی جس کی وجہ سے چوری، خیانت، قتل اغوا اور نہ جانے کیا کچھ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مگر کوئی قانون نہیں جو اس کو روک سکے۔ اس طرح شراب نوشی ہزار برائیوں کو جنم دیتی ہے مگر قانوناً جائز ہے۔ الحمد للہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا قانونِ حیات قرآن کی شکل میں دے دیا ہے جو کہ کبھی بدل نہیں سکتا اور جو کہ زندگی کے ہر پہلو سے بڑا ہو کہ چھوٹا قانونِ الٰہی کی حدود میں موجود نظر آتا ہے۔ سچ ہے اس کا بدل مہیا کرنا انسانی طاقت سے بالکل باہر ہے۔ تو اس سورت میں نبی اکرمؐ کی ذاتی زندگی کی دلیلوں کو بنیاد بنا کر بہت سے ازدواجی مسائل حل کر دیے گئے ہیں اور پکے اصول واضح کر دیے گئے ہیں جن سے گھریلو زندگی میں استحکام، سکون اور محبت بڑھتی ہے اور یوں مسلم معاشرہ دنیا میں بہترین معاشرہ گنا جاتا ہے۔ تو اب ہم سورت مذکورہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

رسول معظم ﷺ اور ازواج مطہرات کے لیے احکامات

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ
فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى
بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ
بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى
اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا

مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا
الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ع
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ
لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۸

اے پیغمبر ﷺ! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے آپ اسے حرام کیوں کرتے ہو؟ کیا اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(1) اللہ نے تم لوگوں کے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔(2) اور یاد کرو جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہہ دی تو اس نے دوسری کو بتادی جب اس نے اس کو افشا کیا اور اللہ نے پیغمبر ﷺ کو اس بات سے آگاہ کیا تو پیغمبر ﷺ نے ان بیوی کو وہ بات کچھ تو جتائی اور کچھ نہ بتائی۔ تو جب وہ ان کو جتائی تو پوچھنے لگیں کہ ''آپ کو کس نے بتایا''؟ انہوں نے کہا کہ ''مجھے اس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے۔(3) اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دلوں میں کجی آ گئی ہے اور اگر پیغمبر کی ایذا پر دونوں چڑھائی کرو گی تو اللہ، جبرائیل، اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی و مددگار ہیں اور ان کے علاوہ اور فرشتے بھی مددگار ہیں۔(4) اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا رب تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دیدے، مسلمان ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے رکھنے والیاں، بن شوہر اور کنواریاں۔(5) مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے پورا کرتے ہیں۔(6) کافرو! آج بہانے مت بناؤ جو عمل تم کیا کرتے ہو انہی کا تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔(7) مومنو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو، اُمید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو جنت کے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی داخل کرے گا۔ اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہا ہوگا اور وہ اللہ سے التجا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔(8)

تشریح: ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان غلطیوں کا پتلا ہے اگر معافی مانگ لے سچے دل سے تو رب العزت بڑا غفور رحیم ہے معاف کر دیتا ہے۔ اور رسول بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ ان سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ہوا یوں کہ "ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے ہاں خلاف معمول زیادہ دیر ٹھہرنے لگے اور وہ آپ ﷺ کو شہد کا شربت پلایا کرتیں۔ انسانی فطرت سے مجبور ہوتے ہوئے آپ ﷺ کی دوسری بیویوں ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ پلان بنایا کہ آپ ﷺ کو آنے پر کہیں گے کہ آپ ﷺ کے منہ سے بو آ رہی ہے۔ کیونکہ جانتی تھیں کہ آپ ﷺ کو ہر قسم کی بو سے نفرت ہے مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ شہد کی وجہ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر قیام نہ کریں۔ تو آپ ﷺ نے بیویوں کی محبت میں کہہ دیا کہ "اللہ کی قسم میں اسے نہ پیوں گا۔ یہ واقعہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے۔ دوسرا واقعہ بھی احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ یوں کہ سیدہ ماریہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں ہے آپ بے حد خوبصورت تھیں اور کسی وجہ سے آپ ﷺ نے دوسری بیوی کی خوش نودی کے لیے سیدہ ماریہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ واللہ اعلم یہاں یہی بات خاص طور پر زور دے کر کہی گئی ہے کہ

1 بیشک نبی کا درجہ بہت بلند ہے مگر حلال حرام کا حکم نبی کے اختیار میں ہرگز نہیں یہ اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسی کو یہ حکمت اور اختیار حاصل ہے کوئی بندہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ پھر آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ

2 بیویوں کی محبت میں اس قدر نہ کھو جاؤ کہ بے خیالی میں اللہ کے احکامات کو بھول جاؤ اور اگر

3 بھول جاؤ تو اللہ نیت کو جانتا ہے اس لیے اس سے معافی مانگ لو کفارہ دے دو وہ ضرور معاف کر دے گا یہ اس کی صفت ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ کفارہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

4 نبی ﷺ کی بیویاں بیشک قابل احترام ہیں مگر ہیں تو انسان ہی بھول چوک ہو سکتی ہے۔

معافی مانگ لینا فرمانبرداری کی نشانی ہے اور معاف کر دینا اللہ کی صفات میں سے ہے۔ قسم اٹھانا اچھی بات نہیں مگر اس کے لیے کفارہ ادا کر دینا ضروری ہے۔

پھر اس راز کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ ﷺ نے اپنی بیوی سے بات کی تو وہ اس کی حفاظت نہ کر سکیں اور دوسری بیوی کو بتا دی۔ راز کیا تھا اس کے بارے میں مختلف اور بے شمار روایات ہیں۔ میرا خیال ہے اس تحقیق میں پڑنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ راز ایک امانت ہوتی ہے اس کی حفاظت کرنا بے حد ضروری ہے بلکہ حکمِ الٰہی ہے۔ یہاں بھی چند ہدایات ملتی ہیں۔

1 یہ کہ بیویوں میں اللہ نے اتنی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ خاوند کو کسی بھی راہ پر لگا سکتی ہیں۔ ان کو چاہیے خاوندوں سے

غلط مطالبات کر کے غلط کام ہر گز نہ کروائیں۔

2 خاوندوں کو چاہیے کہ بیوی کی ہر جائز ناجائز بات مان کر اپنا ایمان اور اپنی عاقبت ہر گز خراب نہ کریں۔ جائز حد تک ان کی خواہشات کا احترام کرنا چاہیے۔

3 ہر بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ، وحی یا القاء کی صورت میں بتادیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ علیم وخبیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے راز فاش کر دینے کا بتادیا تھا۔

4 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہونا بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ مگر ان کی ذمہ داری اور سزا بھی اتنی ہی سخت ہے۔ یعنی جتنا بڑا عہدہ ہوگا، اتنی ہی بڑی ذمہ داری ہوگی اور پھر اتنا ہی بڑا نقصان ہوگا۔

5 اللہ کی طرف سے ازواج مطہرات کے لیے بڑا سخت حکم یا ڈراوا دیا گیا ہے۔ کہ اگر تم سب مل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا چاہو تو یاد رکھو تم ہر گز کامیاب نہیں ہو سکتیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بڑا عظیم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے جبریئل امین اور تمام متقی، نیک کردار مسلمان ان کے مددگار ہیں۔ آیت 5 میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ "اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں ان کا رب ان کو تم سے بہتر بیویاں دیدے"۔ (آیت 5)

6 پھر نیک شریف النفس بیوی کی تعریف کی گئی ہے۔ فرمایا "مسلمان، ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ رکھنے والی، عصمت ور" (آیت 5)

7 ہر بیوی کو ان تمام صفات کا اپنے اندر پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے۔

8 مردوں اور عورتوں کو بڑا سخت حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم نے احکاماتِ الٰہی سے نافرمانی کی تو یہ بڑے پیمانے پر گناہ شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ معاشرے کی تشکیل فرد، گھر، محلے شہر اور ملک کی زیادہ تر ذمہ داری میاں اور بیوی پر ہی ہوتی ہے۔ اگر انہوں نے اس کو پوری رواداری اور خلوص سے پورا نہ کیا تو جہنم کی سزا سے ان کو کوئی بچانہ سکے گا۔ مومن مرد وعورت کے لیے اللہ نے یہ رعایت رکھی ہے کہ نیک نیتی سے اگر کسی گناہ کی معافی مانگ لی جائے تو یقیناً اس کی نیک عملی، خلوص نیت اور پرہیز گاری کی وجہ سے اللہ اس کی توبہ ضرور قبول کرے گا اور اس کے چھوٹے موٹے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کو ایمان وتقویٰ کے بدلے اس جنت میں جگہ دے گا جس کا ذکر بہت دفعہ ہو چکا ہے۔ اور ایسے لوگ خوش وخرم اپنے ایمان کی روشنی میں مست یہ کہتے ہوئے جنت کی طرف رواں دواں ہونگے۔ "اے رب ہمارے ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ (آیت 8)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مردوں عورتوں کو اپنے ان تمام احکامات پر پوری طرح کاربند ہو کر جنت میں جانے کے قابل بنائے اور دوزخ کے دردناک عذاب سے ہمیں بچائے۔ آمین ثم آمین۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا

کوئی حکم انسانی معاشرے کی خرابی کی حمایت نہیں کرتا بلکہ ہر حکم انتہائی آسان ہے کیونکہ وہ ہماری فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لئے جو جو کام ہماری زندگی میں یا ہماری عادت میں شامل ہیں جو ان احکامات کے خلاف ہوں ان کو اللہ ورسول کی رضا کے لیے چھوڑ دینا چاہیے اور جب ہم اس کے بدلے میں جنت کی ہمیشہ کی زندگی کا انعام ملنے کا وعدہ پاتے ہیں اور دنیا میں بھی عزت وکامیابی ملنے کے امکانات صاف طور پر دیکھتے ہیں تو پھر ایسے میں شیطان کو خود سے دور کرنے اور اللہ کی قربت حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہیے۔ جب انسان نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ رسول اور فرشتے اس کی ہر صورت مدد کرتے ہیں۔ ہمت مردان، مدد خدا۔

انبیاء کرام کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سیدنا محمد ﷺ غار حرا میں بیٹھے رہتے اور نیکی کی جستجو میں دن رات گزار دیتے۔ تو اس جستجو کے بدلے میں کیا کچھ آپ ﷺ کو نہ مل گیا اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا۔ "اور اللہ نے تم پر کتاب اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔ (النساء:113)

لہٰذا آپ ﷺ پوری مخلوق خدا میں سب سے بڑے عالم اور عارفِ الٰہی اور مقبول خداوند کریم ہیں۔ علامہ اصیلی کی روایت میں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں اور اس کی معرفت والا ہوں"۔ سچ ہے نیک نیتی سے ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ لیکن جو شیطان کی راہ پر چلنا چاہے تو اللہ اس کی راہ میں بھی اس کی مطلوبہ راہیں آسان کر دیتا ہے جیسے نمرود اور فرعون وغیرہ۔ انہوں نے اپنی غلط راہوں پر چل کر اپنا عبرتناک انجام دنیا میں پالیا اور جو آخرت میں ہوگا! وہ تو بس استغفار۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ دعا ہے۔ "اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالتِ اسلام پر نکالیئے۔ اور اے اللہ ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے"۔ آمین

چار عورتوں کا تذکرہ (دو کافرہ اور دو مومنہ)

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۞ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۞

وقف لازم

ع 2 / 20

اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔(9) اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں۔ اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان دونوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔(10) اور مومنوں کے لیے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے میرے رب! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے بچا نکال اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے۔(11) اور دوسری عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور وہ اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں''۔(12)

تشریح: ان آیات میں بڑے ہی صاف الفاظ میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں اور منافقوں کو ہر طرح سے ختم کرتے جاؤ تاکہ دنیا شر وفساد اور بے سکونی سے پاک ہو جائے۔ دنیا میں انسان کو آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس میں پیغمبران کی بیویاں اور عام انسان مرد ہوں یا عورتیں سب کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈالتا ہے۔ سیدنا آدم سے لے کر سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ تک سب آزمائش سے گزرے ہیں اسی لیے سب کو نصیحت کی گئی کہ اپنی اپنی ذمہ داریاں خلوص، نیک نیتی، صبر اور اللہ سے دعا کرتے ہوئے پوری کرو۔ آدمیوں کا فرض ہے مقررہ حدود میں رہ کر بیویوں کی دلجوئی اور سکون و آسائش کا خیال رکھیں مگر مضبوط اور پر وقار طریقہ سے رہیں یہ نہیں کہ بیویوں کو اس حد تک اہم کرلیں کہ حقوق اللہ یا حقوق العباد سے ہی غافل ہو جائیں جیسا کہ سیدنا نوح اور سیدنا لوط علیہ السلام کہ ان کی بیویاں باوجود اتنے بڑے پیغمبروں کے ساتھ رہنے کے اپنے آپ کو ان کے رنگ میں نہ رنگ سکیں اور نہ خود کو سچی اور پکی مسلمان بنا سکیں تو پیغمبروں کو ان کے اعمال کے بدلے جنت ملے گی جبکہ منافقت کی وجہ سے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں کی بیویاں جہنم میں جائیں گی ان کے نیک پاک بزرگ خاوندان کو اس دردناک عذاب سے بچا سکے اور نہ ہی آخرت میں بچا سکیں گے۔ اس طرح سیدہ آسیہ علیہا السلام فرعون کی بیوی اور سیدہ مریم علیہا السلام بنت عمران دونوں بڑی زبردست آزمائش سے گزریں مگر ایمان میں ثابت قدم رہیں کوئی دکھ کوئی تکلیف ان کو ایمان سے ہٹا نہ سکا۔ اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھا اور انعام میں عظیم درجات حاصل کئے۔ تمام دنیا کی عورتوں کو ان سے سبق سیکھنا چاہیے کہ دنیا کی کوئی آسائش کوئی مال و دولت، سکھ چین آل اولاد اور خاوند کی سختی نرمی، ظلم و زیادتی ان کو اپنے فرض منصبی سے ایمان سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے سے ہرگز غافل نہ کر سکے۔ ایمان اور توکل علی اللہ سے ان کو بال برابر بھی ہلا نہ سکے۔ کیونکہ مرد و عورت دونوں ہی نسل انسانی کو ہدایت کی راہ دکھانے کے امین ہیں۔ اور یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انسان ہوتے ہوئے اگر کوئی غلطی ہو جائے جو کہ ازواجِ مطہرات سے بھی ہو سکتی ہے تو اس کے لیے بہترین

راستہ ہے توبہ کا۔ علماء سلف فرماتے ہیں "خالص توبہ یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے، اس پر نادم ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم ہو، اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے (حق تلفی) تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے۔ (از تفسیر ابن کثیر)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ اللہ تمہیں جہنم سے بچائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اپنے اپنے فرائض بہترین طریقہ سے ادا کرنے اور ہر صورت میں صبر و شکر ہمت و جرات سے اپنے تمام کام اللہ کی مدد کے ساتھ بہترین طریقہ سے مکمل کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں بھی مثالی انسان ہونے کی عزت عطا کرے آمین ثم آمین۔

تری رہ میں ڈار کو موت آئے
کوئی آرزو اس سے بہتر نہیں ہے

محمد منظور الحق ڈار

خلاصہ سورۃ التحریم

بڑی ہی خوبصورت سورت ہے۔ انسانی فطرت کو بڑے اچھے انداز سے بیان کیا گیا ہے اور مرد و زن کو اپنے اپنے فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے۔ جس میں سب سے اول اللہ کی اطاعت اور حدود اللہ کی حفاظت بتائی گئی ہے اور پھر بہترین مثالوں سے ان کو واضح کیا گیا ہے تاکہ انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ نہ تو بے مقصد پیدا کیا گیا ہے اور نہ بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کی پوری زندگی امتحان ہے اور اس کا نتیجہ آخرت میں ملے گا۔ کوئی بندہ بشر اس سے آزاد نہیں۔ صرف اپنا کیا دھرا ہی کام آئے گا۔ سچ ہے اس منزل کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا جو زندگی کے لیے بہتر اور آسانیاں پیدا کرے کسی جہاد سے کم حیثیت کی مالک نہیں۔ قوتِ ارادی مضبوط ہو تو کائنات انسان کے سامنے جھک جاتی ہے اور خوفِ خدا کامیابی کا بہترین ہتھیار ہے۔

القرآن "اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو"۔ (التوبہ 83)

یاد رہے کہ پیغمبر ﷺ کے بعد یہ حکم ہر مرد عورت بوڑھے جوان مسلمان کے لیے ہے۔ زندگی کے ہر مرحلہ میں برائی کے خلاف جہاد کے لیے تیار رہو۔ دوسری بات جو غلط فہمی دور کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس ضمن میں محمد بن علوی المالکی الحسینی کی کتاب سے نقل کیا جا رہا ہے لکھتے ہیں "مومن کو یہ نہیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی قول میں، استغفار، توبہ، خوفِ خدا اور رجوع کے الفاظ دیکھ کر فوراً سوچے سمجھے بغیر آپ ﷺ کی ذات سے گناہ کو منسوب کر دے کیونکہ ایسی سوچ بلاشبہ فساد

عقیدہ اور خسرانِ مبین ہے۔ اللہ ہمیں ایسی بدعقیدگی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اگر ان سے کسی امر میں سہو بھی ہو جائے یا مباح دینوی امور میں کچھ زیادتی ہو جائے تو بھی ان پر خوفِ خدا طاری رہتا ہے جن باتوں پر ان کا مواخذہ ہوتا ہے وہ اگرچہ گناہ نہیں تاہم انبیاء علیہم السلام کے منصب کے لحاظ سے گناہ ہوتے ہیں، اور ان کے کمالِ طاعت کی نسبت معاصی کہلاتے ہیں، جو ان کے گناہ ہوتے ہیں وہ دوسروں کے گناہوں کی طرح نہیں ہوتے کیونکہ ذنب یعنی گناہ گھٹیا اور ارذل شے کو کہتے ہیں اور اسی ذنب سے ذنب یعنی ہر شے کا آخری حصہ لیا گیا ہے الغرض لوگوں کے گناہ ان کے ارذل اور گھٹیا افعال ہیں"۔ (انسان کامل)

یہ گناہ کا لفظ عام انسانوں کے لیے تو ٹھیک ہے مگر انبیاء کے لئے مناسب نہیں۔ سورۃ الطلاق اور التحریم میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ سب اللہ کی حکمتوں کا اظہار ہے۔ اور پھر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ بیشک آپ ﷺ بشر ہی تھے مگر تھے رحمت للعٰلمین، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے "اور ہم نے آپ ﷺ نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے"۔ (الانبیاء:107)

اور پھر آپ ﷺ کے بلند درجہ کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے کہ "اگر پیغمبر کی ایذاء پر دونوں چڑھائی کرو گی تو اللہ، جبرائیل اور نیک کردار مسلمان اور فرشتے ان کے حامی و مددگار ہیں"۔ (آیت 4 التحریم)

اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "تم میں سے ہر ایک پر ایک جن اور ایک فرشتہ مقرر ہے"۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "آپ ﷺ پر بھی"؟ فرمایا ہاں مجھ پر بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطاء فرمایا ہے اور مجھے اس کے شر سے بچا لیا"۔ (الجامع الصحیح)

اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ ہمیں بھی استغفار کو اپنا وظیفہ بنانا چاہیے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی حدود پر قائم رہنا ضروری ہے ایک حد سے بھی ہٹ گئے تو ایمان کی عمارت گر سکتی ہے۔

الحمدللہ سورۃ التحریم مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الملک

یہ سورت 67ویں نمبر پر ہے۔ یہ مکی سورت ہے اس میں دو رکوع اور تیس آیات ہیں۔ اس میں زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ عقل و ہوش سے کام لے کر راہ راست اختیار کرو۔ کیونکہ جب یہ نازل ہوئی اس وقت اسلام کا کفر کے ساتھ بڑا سخت تصادم ہو رہا تھا۔ لوگوں میں صدیوں سے کافرانہ عقائد سمائے ہوئے تھے جن کو جڑوں سے نکالنا تھا جو کہ آسان کام نہ تھا۔ بہر حال اس سورت کو ہم سات حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں تا کہ آسان طریقہ سے سمجھ میں آ جائے۔ ویسے اس کی آیات مضمون کے لحاظ سے بے حد آسان اور عام فہم ہیں۔

1 سب سے پہلے تو اس کائنات کی بے حد منظم ترتیب کا ذکر ہے۔ اور اس منظم کائنات کے خالق کی پہچان کروائی گئی ہے۔

2 ایک غیب کی خبر دی گئی ہے کہ کفر کا انجام اور سزا بے حد ہولناک ہے۔ تا کہ لوگ خبردار ہو کر کفر سے توبہ کر لیں۔

3 پھر یقین دلایا گیا ہے کہ یہ خبر جھوٹی نہیں کیونکہ خالق کائنات نا قابل یقین حد تک ہر چیز اور تمام مخلوقات کی پوری پوری خبر رکھتا ہے۔

4 چاروں طرف پھیلی ہوئی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس خوبصورتی اور تفصیل سے کہ ہر شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہو وہ ان چاروں طرف پھیلے ہوئے عجائبات سے اللہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

5 قیامت کی خبر پیغمبر ﷺ نے تمہیں دیدی ہے۔ سمجھ لو کہ وہ بڑا ہی خوفناک دل دہلا دینے والا دن ہو گا۔ بہتر ہے کہ اس خبر پر یقین کر لو اور اس دن تیاری شروع کر دو۔

6 کفار کی ان بد دعاؤں کا جواب دیا گیا ہے جو وہ پیغمبر اور ان کے فرمانبرداروں کو دیا کرتے تھے۔ اور سمجھایا گیا ہے کہ بہتر ہو گا اگر وہ اپنی فکر کریں جو ان کی گمراہی پر ان کے ساتھ ہونے والا ہے۔

7 آخر میں اس عظیم الشان نعمت کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہر جاندار کے لیے حیات کا ذریعہ ہے۔ یعنی، پانی بہر حال یہ سورت کچھ اپنا ہی انداز لیے ہوئے ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورہ الم تنزیل، سورۃ السجدہ اور سورۃ تبارک (ملک) ہر رات پڑھتے اور سفر و حضر میں کبھی ترک نہ فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سوچ سمجھ کر اور غور و فکر سے پڑھی جائے تو تیس دن تک اس کا اثر دل و دماغ پر رہتا ہے جو بندے کو راہ راست پر چلنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ اور یوں انسان شیطان کے غلبہ اور ٹیڑھی راہوں سے بچتے رہنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح خود کو دنیاوی اور اخروی سختیوں سے بچا لیتا ہے۔ اسی لیے مختلف روایات میں اس کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿٢﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿٣﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿٥﴾

وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے "بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(1) اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے وہ زبردست اور بخشنے والا ہے۔(2) اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے اے دیکھنے والے! کیا تو اللہ رحمٰن کی تخلیقات میں کوئی فرق دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھے آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟۔(3) پھر دوبارہ سہ بارہ نظر کر تو نظر ہر بار تمہارے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔(4) اور ہم نے قریب کے آسمان کو ستاروں کے چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(5)

تشریح: جیسا کہ سورت کے نام سے ظاہر ہے "ملک" مطلب ہے بادشاہی۔ دنیا کا نظام بناتے ہوئے جس حکمت کا اندازہ ہوتا ہے وہ کسی بندے بشر کے بس کی بات نہیں۔ جب ہم اس کی تخلیقات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رحمت اور برکت کا بھی کوئی شمار نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخلیقات سے نہ تو غافل ہے اور نہ ہی لاعلم "اس کو ہر چیز کا علم ہے اور وہ مہربانیوں کا رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ موت اور زندگی کسی کے اختیار میں ہرگز کسی صورت بھی نہیں یہ مرحلہ بھی بڑا غور طلب ہے۔ موت ختم ہو جانے کا نام نہیں بلکہ یہ دوسری دنیا میں داخل ہونے کا ایک ذریعہ ہے جیسے زندگی اس دنیا میں داخل ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

اس حقیقت کو ہم فرمانِ الٰہی کی روشنی میں یوں واضح کر سکتے ہیں۔ فرمایا: (قیامت کے دن) لوگ کہیں گے اے رب ہمارے مارا تو نے ہم کو، دوبارہ اور تو نے ہم کو دوبار زندہ کیا۔ (سورۃ مؤمن: 11)

دوسری جگہ فرمایا اور تھے تم مردہ پھر زندہ کیا تم کو پھر کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو؟ پھر موت دے گا تم کو "پھر زندہ کرے گا تم کو اور آخر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (بقرہ 28)

موت و زندگی کا سلسلہ بڑی وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ سلسلہ کس لیے بنایا گیا؟ جو جہ

قرآن پاک میں ہمیں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ زندگی اس دنیا کی زندگی کا مقصد انسانوں کو آزمانا ہے۔ ہمارے سامنے اللہ کی تمام نعمتیں موجود ہیں اور ہمیں اس نے ان تمام نعمتوں سے آگاہ بھی کر دیا ہے کہ کیسے کس نعمت کو استعمال کرنا ہے۔ اور قرآن وسنت کی سب سے بڑی نعمت دی جو ہمیں ہر قدم پر نیکی و بدی کی تمیز کرواتا ہے۔ اس کے بعد کیونکہ ہم اشرف المخلوقات ہیں اس لیے ہمیں علم کے ساتھ ارادہ بھی دے دیا عقل بھی دے دی اب ہمیں خود یہ تعین کرنا ہے کہ شیطان سے دوستی کریں یا اللہ سے۔ پھر ہمیں یہ بھی خبر دے دی کہ تم بالکل آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑ دیئے گئے بلکہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تمہارے ہر عمل نیت اور ارادے سے پوری طرح واقف ہے۔ لہٰذا نیک راہ اختیار کرو کیونکہ آدم کی اولاد ہو غلطی کا امکان تمہیں وراثت میں ملا ہے تو اس کے لیے بتادیا ہے۔

حالانکہ قرآن کتاب ہدایت ہے مگر اللہ کی کبریائی وحدانیت اور وجود کی دلیل میں بے شمار ایسی آیات قرآن میں ملتی ہیں جو طبیعیات فزکس بیالوجی فلکیات ریاضی وغیرہ وغیرہ غرض تمام علوم کی طرف واضح اشارات مہیا کرتی ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ مظاہرِ قدرت پر غور وفکر کرو کیونکہ ایک تو اس طرح نئی نئی معلومات اور انکشافات ہوتے ہیں دوسرا اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے ایمان ویقین میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور روحانی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ سائنس کی اگلی جست روحانیت ہے۔

یہاں آیت 3 اور چار انسان کو کائنات کی وسعت کا شعور دلا رہی ہیں کیونکہ ان آیات میں بڑے ہی جامع اور مختصر انداز میں کائناتی وفلکیاتی نکات کا اظہار کیا گیا ہے۔ مثلاً سات آسمانوں کی موجودگی پہلے آسمان دنیا میں ستاروں کا جھلمل کرنا اور پوری کائنات کا یوں منظم بغیر کسی خرابی کے مسلسل چلتے چلے جانا کہ ماہر ترین حضرات بھی اگر اس پر پورا غور وفکر کریں تو اس نظام میں ہرگز کوئی کمی بیشی کوئی نقص کوئی خرابی بتا نہ سکیں۔ اور ساتھ ہی تحقیق وجستجو کی ترغیب بھی دی جارہی ہے۔ تاکہ آسمانی فضا کے راز ''فضائی درجہ حرارت'' ''زمین کی متوازن کشش ثقل'' فضاء کی اشعاعی توانائی اور کرہ باد کا فضائے بسیط میں استحکام'' اوزون کی تہہ وغیرہ وغیرہ ان سب پر انسان غور کرے اور اللہ کی حمد وثناء کرے اس کی عظمت کا یقین زیادہ اچھی طرح کرلے۔

یہ سب کچھ تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے ایمان کمزور ہوتے ہیں ورنہ لا الہ الا اللہ تو سب سے پہلے ان لوگوں نے کہا جو اس وقت علم وعرفان سے بہت دور تھے اور کفر وشرک کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے۔ اصل ایمان تو ان لوگوں کا ہی ہے جنہوں نے نبی کے کہنے پر اسلام قبول کرلیا اور ایمان کے ایسے پکے نکلے کہ جان دیدی مگر ایمان سے منکر نہ ہوئے۔ آسمانوں اور ستاروں کا ذکر تفصیلاً ہو چکا ہے۔ یہاں ایک بار پھر اعلان عام کیا جارہا ہے کہ منکرین'' مشرکین اور شیطان کے دوست آخرت میں جہنم کی آگ میں ضرور ڈالے جائیں گے۔ یہ قرآن کی دی ہوئی خبر ہے اس قرآن کی جس میں ہرگز کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

کفار کے لیے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا
وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ
ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ
فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱

اور جن لوگوں نے اپنے رب سے انکار کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔(6) جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا دہاڑنا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔(7) گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی'' جب اس میں ان کی کوئی جماعت۔(گروہ) ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟۔(8) وہ کہیں گے کیوں نہیں ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی تم تو بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہو۔(9) اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔(10) پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔سو دوزخیوں کے لیے رحمت خدا سے دوری ہے۔(11)

تشریح: یہ آیات خوف و دہشت دلانے والی ہیں اور دوزخ کا نقشہ اور اس میں ڈالے جانے والوں کی بے بسی بڑے ہی صاف الفاظ میں اور آسان زبان میں بیان کئے گئے ہیں استغفر اللہ۔خدایا! جب دوبارہ اٹھا کر میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو ہماری حفاظت فرمانا اپنے عذاب اور غصہ سے بچانا'' جہنم سے اپنی پناہ میں رکھنا اور نیکوں کے ساتھ بہشت میں داخل فرما دینا۔آمین

اللہ کا ڈر، مغفرت کا سبب اور عذاب کی مختلف صورتیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا
بِهٖ ۖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ هُوَ الَّذِيْ ع
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۖ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵ ءَاَمِنْتُمْ
مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝۱۶ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ
يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝۱۷ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا
الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ
الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ
لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٢﴾

اور جولوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔(12)اور تم لوگ بات چھپا کر کہو یا اعلانیہ کہو وہ دل کے بھید تک سے واقف ہے۔(13) بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔(14) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کیا تم اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور تم کو قبروں سے نکل کر اسی کے پاس جانا ہے۔(15) کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو؟ کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے۔(16) کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے ڈرتے نہیں؟ کہ تم پر پتھروں کی (بارش) ہوا چلا دے "سو تم عنقریب جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔(17) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا ہوا۔(18) کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلاتے ہیں کبھی سیکڑ بھی لیتے ہیں اللہ کے سوا ان کو کوئی تھام نہیں سکتا بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔(19) بھلا ایسا کون ہے جو تمہاری فوج ہو کر اللہ کے سوا تمہاری مدد کر سکے کافر تو دھوکے میں ہیں۔(20) بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کر لے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟ لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں 21 بھلا وہ شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر پڑتا ہے وہ سیدھے رستے پر ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر برابر چل رہا ہو۔(22)

تشریح: اصل میں نیکی بدی میں فرق کرنا اور سیدھا راستہ اختیار کرنا انسان کی عظمت ہے اور ایسے لوگ کسی سے نہیں ڈرتے سوائے اللہ تعالیٰ کے انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رب سے زیادہ خبر رکھنے والا رزق دینے والا حفاظت کرنے والا رحمت کرنے والا اور بخشش کرنے والا اور کوئی نہیں وہ اکیلا ہے جس میں یہ تمام اور بے شمار صفات اور قدرتیں موجود ہیں۔ اسی نے پیدا کیا ہے وہی مار دے گا اور پھر اسی کے پاس چلے جانا ہے۔ اگر اسی کو اپنا سب کچھ سمجھ لیں تو یہی فائدے کا سودا ہے" اس لیے جس کے دل میں اس کا خوف ہوگا وہی جیت گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ مومن اپنے گناہوں کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑی کے نیچے بیٹھا ہے اور برابر ڈر رہا ہے کہ کہیں یہ پہاڑی اس پر گر نہ جائے اس کے برخلاف بدکار اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے گویا اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ اڑ گئی۔ سبحان اللہ کیسی پتے کی بات بتائی ہے رسول پاک ﷺ نے اللہ نہ کرے کہ کوئی غافل ہو جائے اپنے رب سے اپنے آپ سے اور اپنی موت

سے اور اس رب کریم سے جس نے اس کو زمین دی آسمان دیا روزی رزق اور سب سے بڑی نعمت پانی کی دی۔ اگر ان تمام نعمتوں میں سے کوئی نعمت یا کوئی ایک نعمت بھی کم ہو جائے یا بند ہو جائے تو ہر کم عقل سے کم عقل بھی اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ بارش کی کمی ''خشک سالی اور کنوؤں'' ندی نالوں اور دریاؤں چشموں میں پانی کی کمی تمام مخلوق خدا کے لیے کس قدر پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ کوئی ہے جو اللہ کے سوا ہمیں ان تمام چیزوں کے متبادل کوئی چیز دے سکے یا ان کی کمی کو پورا کر سکے؟ ہرگز نہیں یہ سب کچھ ہمیشہ سے اللہ کی قدرت میں ہے اسی کے قبضہ میں ہے اور رہے گا۔ اتنی چھوٹی سی بات بندے کو اگر سمجھ میں نہ آئے تو پھر سوائے افسوس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہوگئی عام سی بات اب ذرا اللہ کی اس وسیع و عریض کائنات کی بات ایک سائنسدان کی زبان میں ہو جائے جو آئے دن تحقیق و جستجو میں لگا رہتا ہے کہ آخر یہ نظام دنیا کل کائنات، صبح، شام، رات، دن گرمی، سردی، بہار، برسات یہ زمین آسمان اور اس میں پیدا کی گئی کروڑوں قسم کی مخلوقات سمندر پہاڑ اور نہ جانے کیا کچھ۔ یہ اتنی بڑی دنیا کیا ایک ہی پیدا کی گئی ہے یا کہ اس جیسی کوئی اور دنیائیں بھی موجود ہیں؟ تحقیق کے بعد وہ اپنے تجربات سے قرآن پاک کے اس لفظ کی تفسیر سائنس کی زبان میں یوں کرتا ہے۔ یعنی عالمین بہت سے عالم۔

سلطان بشیر محمود صاحب اس کی تفصیلات یوں لکھتے ہیں: سائنسی مشاہدہ ہے کہ صرف ہماری ایک کہکشاں میں سورج کی طرح کے بلین (اربوں) شمسی نظام ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے کروڑوں نظاموں میں ہماری دنیا کی طرح زندگی کے آثار موجود ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنی باری پر قیامت کا انتظار ہے۔ یوں کائنات میں ہر سو زندگی اور موت ''تخلیق در تخلیق کا شاندار منظر جاری و ساری ہے۔ آج کے خلائی سائنس دان اپنی دور بینوں سے کائنات میں نت نئے مناظر کے شاہد ہیں ہر گھڑی ایک نئی شان نظر آتی ہے۔ یہ بانکپن ''سرعت'' وسعت اور ستاروں کی حیات و ممات کا سلسلہ اور تخلیق در تخلیق کا مسلسل عمل کائنات کا حسن ہے۔ اور اس کے ارتقاء کا مقدر ہے۔

سورۃ الرحمن کی آیت 29 انہی عظیم حقائق کی منظر کشی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ خالق کائنات ایک دفعہ دنیا بنا کر فارغ نہیں بیٹھ گیا بلکہ اس کا تخلیقی امر ہر آن پوری آب و تاب سے آسمانوں کی وسعتوں پر حکومت کرتا ہے۔ فرمایا۔ ہر روز وہ ایک نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے۔ (رحمن: 29) آج کا سائنسدان جدھر بھی نگاہ اٹھاتا ہے وہ قرآن حکم کی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر پاتا ہے کہ کائنات میں ستارے ایسے ہی مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں جیسے زمین پر حیاتیاتی نظام چل رہا ہے۔ کہ کسی کی موت واقع ہو رہی ہے اور کوئی اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھ رہا ہے۔ (قیامت از حیات بعد الموت)

کیا یہ کافی نہیں اس بات پر یقین کرنے کے لیے کہ اللہ عظیم ہے خبیر ہے حفیظ ہے خالق اعلیٰ اور مالک الملک ہے ہمیں اس نے پیدا کیا ہے نعمتیں دی ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا ہم اس کو مالک واحد مانتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور پھر یہ جان کر کہ ضرور ہی اس کے سامنے حاضر ہو کر اپنے کیئے گئے اعمال کا بدلہ پانا ہے۔ جو کہ اگر اچھا ملا تو وہ اس دنیا

کی تمام نعمتوں سے کئی گناہ زیادہ بہترین ہوگا اور اگر برا ہوا تو وہ بھی اس دنیا کی تمام سزاؤں سے کئی گنا زیادہ ہیبت ناک ہوگا۔ اور پھر یہ بھی بتا دیا گیا ہے اور عبرت کے لیے دکھا دیا گیا ہے کہ برے اعمال کی سزا اس دنیا میں تباہی و بربادی کی صورت میں مل جاتی ہے۔ اللہ کو غصہ آ جائے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ پتھروں کی بارش ''زلزلے'' زور کی چنگھاڑ غرض کچھ بھی کر سکتا ہے نافرمانوں کو سزا دینے کے لیے جیسا کہ یہ سب کچھ نافرمان قوموں پر ہو بھی چکا ہے۔

اس لیے اب بھی وقت ہے توبہ کرنے کا اور اللہ کے فرمانبردار بن جانے کا۔ اس لیے ہوش کرو اور سیدھے چلو تاکہ سرخرو ہو سکو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان اور حد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے وہ اپنے بندوں کو سمجھانے کے لیے پھر ایک اور آسان سی نشانی بتاتا ہے جو اس کی قدرت خلاقی اور عظمت کا پتہ دیتی ہے۔ آیت 19۔

اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے رحمن کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو۔ لفظ امسک اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ اللہ نے پرندوں کو اپنی کس حکمت عملی سے قبضہ میں کر رکھا ہے ''پکڑنا'' تھامنا یا روکنا۔ یہ چھوٹی سی آیت بہت بڑے مفہوم کو سمیٹے ہوئے ہے۔ موریس بوکائلے کی تحریر سے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

جدید ترین تحقیقات پر سائنس نے دریافت کیا ہے کہ تمام جانداروں کے ہر خلیہ میں ایک کیمیاوی مرکب ڈی این اے ہوتا ہے۔ یہ بہت معمولی قسم کا کیمیاوی مرکب ہے۔ اس کی شکل ایک گول زینہ کی طرح ہوتی ہے اور یہ خردبینی کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ جس میں احکام کے یاد کرائے ہوئے حافظہ کی لاتعداد نقلیں ہوتی ہیں جن کو کوڈ (رمز) کہتے ہیں جب یہ خلیہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے تو ہر حصہ کو اپنے اپنے کام کے لحاظ سے یہ نقلیں بھی مل جاتی ہیں۔ احکام کا یہ ٹیپ ریکارڈ ہر خلیہ میں صحیح وقت اور موقعہ پر احکام جاری کرتا رہتا ہے کہ خلیہ کو اب کیا کام کرنا ہے۔ یہ کوڈ اسی حساب سے احکام جاری کرتے رہیں گے جو اس کو خلیہ کی تقسیم کے وقت اس نقل میں ملے تھے ان احکام کی تلاش میں ڈی این اے اور یہ کوڈ (رمز) دریافت ہوئے ان رموز کو کون واضح کرتا ہے اور کیوں؟ ابھی تک سائنس اس کو سمجھنے سے قاصر ہے بنانا تو درکنار (از بائبل قرآن اور سائنس) مگر سائنسدان اس شعبہ میں بھی بڑی محنت سے لگے ہوئے ہیں۔ مذکورہ کتاب میں ہی درج ذیل اشعار از ڈاکٹر قیوم پاشا زبیری ملاحظہ ہوں۔

ڈی این اے کے یہ کوڈ خلیات میں تحریر
ہے ایک نوشتہ جو ہے احکام کی تعمیر
ڈی کوڈ یہ جب ہوتی ہے لکھی ہوئی تقدیر
آتی ہے نظر فعل کی صورت میں۔ یہ تفسیر
یہ دیکھ کے سمجھو کہ ضرورت ہے خدا کی

ماخوذ از بصیرت

موریس مزید حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پروفیسر ہمبرگ اپنی کتاب طاقت اور کمزوری میں مٹن برڈ کے جو بحر الکاہل کے علاقہ میں رہتی ہے" مشہور واقعہ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ وہ پندرہ ہزار پانچ سو میل کا سفر انگریزی کے ہندسہ 8 کی شکل میں ترتیب پا کر طے کرتی ہے۔ یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ اس قسم کے سفر کے لیے یہ انتہائی پیچیدہ ہدایات اس پرندے کے محض اعصابی خلیات میں ہی شامل ہو سکتی ہے۔ وہ بے انتہا واضح طور پر منضبط ہوتے ہیں لیکن اس انضباط کو وجود میں لانے والا کون ہے؟ مزید لکھتے ہیں۔ یہ اس سفر کو چھ ماہ میں طے کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کی تاخیر سے پھر اسی جگہ واپس آ جاتی ہے جہاں سے روانہ ہوئی تھی۔

یہ معمولی مثال ہے مگر یہ اور اس طرح کی بے شمار نشانیاں ہمارے چاروں طرف بکھری پڑی ہیں ہم خود" ہمارا جسمانی و روحانی نظام ہمیں اللہ کے وجود اور وحدانیت کا سبق دیتے ہیں۔ مگر اس سبق کو حاصل کرنے کے لیے ایمان قرآن اور سنت رسولؐ میں بصیرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ عقل اللہ نے اسی لیے دی ہے کہ اس ذات کی عبادت کرو۔ اس ذات پر بھروسہ کرو جس نے تمہیں بنایا تمہارے لیے کائنات کو بنایا اور پھر تم لوٹ کر اسی کی پناہ میں جاؤ گے تو ظاہر ہے وہ خالق و مالک اپنے پسندیدہ بندوں کو پسندیدہ پناہ دے گا اور ناپسندیدہ بندوں کو ناپسندیدہ جگہ میں پناہ دے گا۔ اب فیصلہ خود آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ بھلا جو شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر پڑتا ہے وہ سیدھے رستہ پر ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر برابر چل رہا ہو۔ (22) اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ سیدھے رستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

اللہ کی مہربانیاں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٢٣
قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٢٤ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝٢٥ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢٦ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـــــَٔتْ
وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝٢٧ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ
وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢٨ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ
تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ
يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ۝٣٠ ع

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے مگر تم کم احسان مانتے ہو۔ (23) فرما دیں کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اسی کے سامنے تم جمع کیے جاؤ گے۔ (24) اور کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعید

کب پوری ہوگی؟۔(25)فرمادیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو کھول کھول کر ڈر سنا دینے والا ہوں۔(26) سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ وہ وعدہ قریب آ گیا تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسے تم مانگ رہے تھے۔(27) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے۔ تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟۔(28) فرمادیں کہ جو رب رحمن ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون پڑ رہا تھا۔(29) فرمادیں کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو اور استعمال کرتے ہو) اگر خشک ہو جائے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے لیے میٹھے پانی کا چشمہ بہا لائے؟۔(30)

تشریح: ان آیات میں صرف کان آنکھیں اور دل بنانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہاں انسان کے جسم کے مواصلاتی نظام کی وضاحت کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں بھی اس نظام کا ذکر ہو چکا ہے دونوں جگہ دل کے ساتھ دو بنیادی اعضاء یعنی آنکھ اور کان کا تعلق خاص طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات ہم ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کی تحریر سے بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں۔ جیسے اب حیاتیات کے علم الابدان نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہمارے جسم میں مرکزی نروس سسٹم اور دماغ کے علاوہ ایک تیسرا نظام جو اہم پیمائشوں کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ دل ہے جو ہمارے پورے مادی اور روحانی وجود کو ایک اکائی میں پرو کر برق مقناطیسی بندھنوں یعنی Electromagnetic Links کے ذریعے دماغ اور دوسرے ٹشوؤں سے جوڑتا ہے۔ دل اور دماغ انتہائی اہم اوزار ہیں۔ دماغ جہاں ریکارڈ رکھے جاتے ہیں۔ مگر دل کے ذریعے ہم علم کو پیدا بھی کر سکتے ہیں اور اس کا مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس عجوبے کا نام وجدان ہے۔ یہ اس خدائی راز کے ذریعے علم کا حصول ہوتا ہے جسے ہم شعور یا ادراک کہتے ہیں۔

ہمارے رسول پاک ﷺ کا ئنات کی عظیم ترین ہستی کا اُمی ہونے کا راز بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے دینوی احساس سے ماورا عظیم سچائیوں کو اپنے پاک دل کے شعور کے ذریعے ہی بیان کیا جو کہ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو دیا گیا ایک بے حد اہم حقیقت ایک اور چیز کو کھلے طور پر ثابت کرتی ہے اور وہ ہے الہام یا پہلے سے آگاہی۔ یہ آرٹ دماغ کے کمپیوٹر کی سکرین پر ظاہر نہیں ہوتا۔ بے چینی یا مسرت کا احساس دل ہی کی حیران کن اور خوبصورت صلاحیتیں ہیں۔ دل ایک ایسا آلہ ہے یا مانیٹر ہے جو وقت کے محور میں کائنات کی تمام سچائیوں سے متعلق کسی واقعہ کے ہونے سے پہلے ہی اس کا ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے الہام اس قدر زیادہ صراحت سے دل پر آتے ہیں کہ سائنس کے لیے یہ انتہائی حیرت" تجسس اور مدح وثناء کے مقام ہیں۔ محبت اور نفرت کا اثر دل کی کارکردگی پر ضرور پڑتا ہے۔ کیونکہ محبت کے احساس سے نسیں زیادہ کشادہ اور پرسکون ہوتی ہیں اور خون کی ترسیل بہتر طریقے سے ہوتی ہے جب کہ نفرت بھرا دل نسوں کے تنگ یعنی سکڑ جانے کی وجہ

سے بہتر ترسیل خون نہیں کر سکتا اور یوں صحت بھی خراب ہو سکتی ہے۔ اسی طرح فاسد دل پر مہر لگ جاتی ہے اور یوں نہ وہ دل اللہ کی محبت محسوس کر سکتا ہے نہ اس کے کان اللہ کی محبت کا پیغام سن سکتے ہیں نہ اس کی آنکھیں اللہ کی نشانیاں دیکھ سکتی ہیں۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

موجودہ دور کے روسی سائنس دان جو قرآن کو نہیں جانتے انہوں نے بھی ثمر بخش نروس سسٹم کے علاوہ اس تیسرے نروس سسٹم کی موجودگی کا خیال پیش کیا ہے۔ اور یہ قرآن کے بیان کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے مگر تم کم احسان مانتے ہو۔(23)

کیونکہ یہی لوگ ہیں جو نبی پاک ﷺ کی باتوں پر یقین کرنے کی بجائے قیامت کے آنے کا پوچھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو قیامت کا یقین ہی نہیں۔ تو فکر کی بات نہیں عنقریب وہ اس خوفناک دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ پھر اللہ رب العزت اپنے پیارے رسول ﷺ کو فرماتے ہیں کہ ذرا ان سے پوچھو بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی جو تم پیتے ہو اور استعمال کرتے ہو اگر خشک ہو جائے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے لیے میٹھے پانی کا چشمہ بہا لائے۔(آیت 30)

اس آیت میں پانی کی فراہمی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بندوبست ہر لحاظ سے صرف اللہ ہی کے کنٹرول میں ہے۔ جیسا کہ تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں اور یہ بڑی عام سی بات ہے جو ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ بارش کا برسنا ایک معجزہ سے کم نہیں یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ کیسے سمندر سے پانی بادل بنتے ہیں ہوائیں ان کو دور دراز علاقوں میں لے جاتی ہیں۔ جہاں وہ بارش کی صورت میں پانی پہنچاتے ہیں کچھ سے نباتات اگتی ہیں، کچھ ندی نالوں اور دریاؤں میں بھر جاتا ہے اور کچھ زمین کے اندر جذب ہو جاتا ہے جو چشموں اور کنوؤں کی صورت میں صاف شفاف میٹھا پانی انسان کو ملتا رہتا ہے۔ پھر یہ پانی بہتے بہتے دوبارہ سمندر میں جا ملتا ہے۔ سطح زمین کا 70 فیصد حصہ سمندروں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اور یہ قدرت کا ساختہ پلانٹ دھوپ ہوا کی مدد سے دنیا کے لیے باقاعدہ چلتا رہتا ہے۔ اگر کبھی بارش کی کمی ہو جائے تو انسان بے بس ہو کر اللہ سے بارش کی دعائیں کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اتنا بڑا پلانٹ صرف اللہ کے حکم سے ہی چلتا ہے کسی بندے بشر میں نہ طاقت ہے نہ ہمت نہ قدرت اور نہ صلاحیت کہ وہ اس پانی کی باہم رسانی کے پلانٹ کو چلا سکے اور یوں انسان بے بس ہو کر اللہ کے سامنے گڑگڑانے لگتا ہے کہ اللہ پانی دے دے۔ ظاہر ہے پانی کی جو اہمیت اس زمین کی مخلوقات نباتات اور جمادات کے لیے ہے وہ کسی بھی اور چیز سے ہرگز پوری نہیں کی جا سکتی تو پھر ہر مذہب ہر عقیدے کا ہر بندہ اپنے طریقے سے اللہ ہی سے پانی کی درخواست کرتا ہے۔ اور اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سب سے بہترین عقیدہ ''طریقہ اور دعا مسلمان کی ہی ہے کہ وہ ڈائریکٹ اس کو مخاطب کر کے مانگتا ہے کہ جو اصل میں کارمختار اور مالک الملک ہے۔

تجھے چھوڑ کر غیر کو جو پکارے
وہ بندہ صحیح راستے پر نہیں ہے
تیری یاد سے دل ہے آباد میرا
کوئی دل میرے دل سے خوش تر نہیں ہے

محمد منظور الحق

ایک چھوٹی سی کہانی میری نظر سے گزری آپ بھی سنیے۔ پرانے زمانے کی بات ہے شاہ جہاں بادشاہ جنگل میں شکار کے دوران پیاس سے بے تاب ہوا تو چرواہے نے پانی پلایا اس پر شاہ جہان نے اسے دہلی میں لال قلعہ میں آنے کی دعوت دی تاکہ انعام واکرام دے۔ چرواہا وہاں گیا تو سپاہی بڑے احترام سے اس کو جامع مسجد لے گئے وہاں چرواہے نے دیکھا کہ بادشاہ مسجد میں بیٹھا ہاتھ اٹھائے عاجزی سے دعا مانگ رہا ہے۔ چرواہا بڑا پریشان ہوا سپاہیوں سے پوچھنے لگا بادشاہ کیا مانگ رہے ہیں کس سے مانگ رہے ہیں؟ یہ تو بادشاہ ہیں لال قلعہ والے بادشاہ۔ جواب ملا کہ ہاں یہ خدا سے مانگ رہے ہیں۔ خدا سے ہر ایک مانگتا ہے چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر چرواہا خاموش ہو گیا اور واپس بھاگ گیا۔ بادشاہ فارغ ہوا تو چرواہے کا اسے بتایا گیا کہ وہ واپس چلا گیا ہے تو اس نے فوراً گھوڑ سوار بھیج کر اسے واپس بلوایا۔ خوب خاطر مدارت کی اور ملے بغیر واپس لوٹنے کی وجہ پوچھی تو چرواہ سادگی سے بولا۔ میں آپ سے انعام لینے آیا تھا مگر میں نے دیکھا کہ آپ تو خود ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگ رہے تھے۔ جب آپ خود مانگ رہے تھے تو بھلا مجھے کیا دیتے میں نے سوچا کہ میں بھی اسی سے مانگوں جس سے آپ مانگ رہے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کیا ہم بے علم چرواہے سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ ہمارا بادشاہ اوپر ہے مالک الملک اسی سے مانگنے کا حکم ہے۔ جو قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

خلاصہ سورۃ الملک

آج ترقی کے اس دور میں جدید سائنس نے اسلام کے عقائد اور قوانین کو اس قدر واضح کر دیا ہے کہ اب ایک عام انسان بھی توحید کی اصلیت اور برکت کو سمجھنے اور ماننے لگا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ ضد یا ہٹ دھرمی میں ادھر کا رخ نہ کرے۔ قرآن میں دی گئی پیش گوئیاں آئے دن پوری ہو رہی ہیں مثلاً سورۃ یونس کی آیت 92 میں جو کہا گیا سچ ثابت ہوا۔ اللہ نے فرمایا تو آج ہم تیرے بدن کو دریا سے نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ حرف بحرف ثابت ہو گیا کہ مصر کے فرعون کی نعش قاہرہ کے عجائب گھر میں انتہائی عبرت ناک حالت میں محفوظ پڑی ہوئی ہے۔ وہ فرعون جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں غرق کر دیا گیا تھا۔ اسی کا ذکر سورۃ یونس میں کیا گیا ہے۔ غرض قرآن و

حدیث ہمیں یہی خبر دے رہے ہیں کہ صرف اسی کے سامنے جھکو جو سب سے بڑا ہے صرف اس سے مانگو جو اپنی ذات وصفات میں واحد ہے۔ بلکہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ یہ عقیدہ انسان میں خود اعتمادی تواضع وانکساری بلند نظری فراخدلی جسم وروح کی پاکیزگی' مایوسی سے نجات عزم وحوصلہ صبر وتوکل قناعت وبے نیازی اور بے مثال جرات وجوانمردی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ صرف کہنے سننے کی بات نہیں بلکہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جو سچے مسلمان میں پائی جاتی ہے۔

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ﷺ ہاشمی۔ (الحمدللہ سورۃ الملک مکمل ہوگئی۔)

تعارف سورۃ القلم

یہ مکی سورت ہے اور اس کا نمبر 68 ہے اس میں 2 رکوع اور 52 آیات ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت وکردار اور اس کتاب کی تعریف کی گئی ہے۔ جو ان پر رب العلمین نے نازل فرمائی اور ان باتوں میں زور پیدا کرنے کے لیے قلم اور لکھی گئی تحریر کی قسم کھائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ابتدائی زمانہ تھا اور قریش مکہ کے لیے اپنے بتوں کو چھوڑ کر اسلام کی تعلیمات کو قبول کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ وہ جب رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بجائے بتوں کے، اللہ کی تعریف سنتے تو حیران ہوتے اور فوراً کہہ دیتے کہ بھئی آپ تو دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ حالانکہ اگر وہ لوگ آپ ﷺ کے کردار پر غور کرتے جو کہ مدتوں سے انکے درمیان رہ رہے تھے اور اس کتاب کو غور سے سنتے تو ان کا یہ شبہ خود بخود دور ہو جاتا کہ دیوانے وہ خود ہیں یا کہ محمد ﷺ۔ اہلِ مکہ بچپن سے آپ ﷺ کو جانتے تھے۔ آپ اس قدر نیک اور شریف انسان تھے کہ خود کفار مکہ نے آپ ﷺ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا۔ مگر بعد میں اس قدر مخالف ہوئے کہ آپ ﷺ کی جان کے ہی دشمن ہو گئے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ان کی مخالفت سے ہرگز نہ گھبرائیں بلکہ پوری محنت اور توجہ سے تبلیغ کے کام میں لگے رہیں اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ یہ خود ہی دیکھ لیں گے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اسکے بعد مثال دی گئی ہے کہ کچھ غلط لوگوں کی اور انکے برے انجام کی۔ اور انکی سزا کی تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو بھی مثال دے کر بتایا گیا ہے کہ سیدنا یونس علیہ السلام کی طرح غصہ اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ اللہ کے فیصلہ تک بڑے صبر وسکون سے تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔

رسول کریم ﷺ کا خلق عظیم اور کفار کی اطاعت سے بچنے کا حکم

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝١ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝٣
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝٤ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝٥ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝٦ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝٧ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٨ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ

فَيُدْهِنُوْنَ ۝٩ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢
عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٤ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝١٦

ن۔(حروف مقطعات میں سے ہے)قسم ہے قلم کی اور جو لکھتے ہیں اس کی قسم۔(1) کہ(اے نبی ﷺ!)تم اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔(2)اور آپ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔(3)اور آپ کے اخلاق بڑے بلند ہیں۔(4)سو عنقریب آپ بھی دیکھ لوگے اور یہ کافر بھی دیکھ لیں گے۔(5) کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔(6)تمہارا رب اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔(7)تو آپ جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔(8)یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔(9)اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے۔(10)طعنہ دینے اور چغلی کھانے والا۔(11)مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار۔(12)سخت خو اور بدنام بھی۔(13)اس واسطے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔(14)جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔(15)ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے''۔(16)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی سورتوں میں مختلف چیزوں کی قسم مختلف چیزوں کے صحیح ثابت کرنے کے لیے کھائی گئی ہے تو یہاں نبی پاک ﷺ کے حسن کردار اور صفات کے بلند پایہ ہونے کے لیے قلم وقرآن کی قسم کھائی گئی ہے۔

آپ ﷺ تو مجسم صفات ہیں قرآن واحادیث میں جگہ جگہ آپ ﷺ کی جملہ صفات کا ذکر بڑے مستند حوالوں سے کیا گیا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ ﷺ دنیا کے بہترین انسان اور پیغمبر ہیں آپ ﷺ رحمت حیا، جود وسخا، وفا، صبر، زہد وتقویٰ حسن سلوک اور حسن تادیب کے لحاظ سے بلکہ ہر لحاظ سے بے مثال ہیں آپ ﷺ کو انسان کامل ہونے کا رتبہ حاصل ہے۔

آپ ﷺ محسن انسانیت اور رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ آپ ﷺ کا دیوانہ ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ کفار کا آپ ﷺ کے اوپر ہر طرح سے بہت زیادہ پریشر تھا اور خاص طور سے جس کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں تفاسیر میں اس شخص کا نام ولید بن مغیرہ لکھا گیا ہے۔ اس کی بدخصلت کا ذکر آیت 10 تا 16 تک میں کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی جو ایسی بدخصلت کا مالک ہو یا بہت سے لوگ ہوں تو آپ ﷺ کو اور تمام مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنے مقدس کام تبلیغ کو کبھی بھی روکنا نہیں چاہیے بلکہ ایسے لوگوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں زور شور سے لگے رہنا چاہیے۔ جبکہ فی زمانہ بھی یہی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ کچھ چند مولانا صاحبان اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ بظاہر سیدنا محمد ﷺ کی بڑی تعریف وتوصیف کرتے ہیں مگر جہاں تک اتباع رسول اللہ ﷺ کا معاملہ آتا ہے۔ وہاں کام تسلی بخش دکھائی نہیں دیتا اور یہ فرمان الٰہی سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ قرآن میں آیا ہے۔ اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا تو اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے

اس کی اطاعت کی جائے۔ (النساء ۶۷) ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ (التغابن: 8)

باغ والوں کے بخل کا واقعہ

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾
فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ
لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا
لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا
كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ وقف لازم ع
النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

ہم نے ان لوگوں کی اس طرح آزمائش کی ہے جس طرح باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ لیں گے۔ (17) اور ان شاء اللہ نہ کہا۔ (18) سو ابھی سو ہی رہے تھے کہ تمہارے رب کی طرف سے راتوں رات اس پر ایک آفت پھر گئی۔ (19) تو وہ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ (20) صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔ (21) اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو۔ (22) تو وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے۔ (23) کہ آج یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔ (24) اور کوشش کر کے سویرے ہی جا پہنچے گویا کھیتی پر قدرت رکھتے ہیں۔ (25) جب باغ کو دیکھا تو ویران کہنے لگے کہ ہم رستہ بھول گئے ہیں۔ (26) نہیں ہماری تو قسمت پھوٹ گئی ہے۔ (27) ایک جوان میں درمیانہ تھا بولا کیا میں نے تم سے نہیں بولا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ (28) تب وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ہی قصوروار تھے۔ (29) پھر ایک دوسرے کی طرف الزام دھرنے لگے۔ (30) کہنے لگے ہائے شامت ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔ (31) امید ہے کہ ہمارا رب اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر باغ عنایت کرے گا ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (32) دیکھو عذاب یوں ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔ (33) پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے

پاس نعمت کے باغ ہیں۔(34) کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح نعمتوں سے محروم کر دیں گے(35)

تشریح:- اس قصے سے سبق ملتا ہے کہ صرف دنیا میں کھو جانا اور اللہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا سراسر غلط راستہ ہے رب العزت کا یہی طریقہ ہے کہ وہ بندوں کو ایسی ہی سزاؤں سے جھنجوڑتا ہے کہ انسان غفلت سے باز آ جائے یہ دنیاوی نقصانات تو صرف آنکھیں کھولنے کے لیے کرائے جاتے ہیں نافرمان اور غفلت سے بیدار نہ ہونے والے لوگوں کو آخرت میں بڑا سخت عذاب دیا جائے گا۔ جب کہ فرمانبرداروں کے لیے آرام و آسائش کے بہترین باغات ہیں اور یہی فرق ہے نافرمانوں اور فرمانبرداروں میں کیونکہ اللہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ اچھے اور برے لوگوں کا حساب ایک جیسا نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ بیشک یہ دنیا بڑی شیریں شاداب اور دلکش ہے اللہ نے تمہیں اس میں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ وہ تمہیں جانچے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو' پس دنیا سے بچ کر رہو۔(مسلم)

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ تو دنیا میں رہنے کے سامان میں لگا ہے اور دنیا تجھ کو اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

کفار کی خوش فہمیاں، نبی ﷺ کو صبر کی تلقین

مَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝٣٦ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝٣٧ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝٣٨
اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝٣٩ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ
زَعِيْمٌ ۝٤٠ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝٤١ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ معہ 15
وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝٤٢ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا
يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝٤٣ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٤٤ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝٤٥ اَمْ تَسْـَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ
وقف لازم مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝٤٦ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝٤٧ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ
كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝٤٨ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ
وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝٤٩ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٥٠ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ
ع بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝٥١ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٥٢

تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسی تجویزیں کرتے ہو؟۔(36) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں یہ پڑھتے ہو؟۔(37) کہ جو چیز تم پسند کرو گے وہ تم کو ضرور ملے گی۔(38) یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے وہ تمہارے لیے حاضر ہوگی۔(39) ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کون ذمہ لیتا ہے۔(40) کیا

اس قول میں ان کے اور بھی شریک ہیں؟ اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو لا سامنے کریں۔(41) جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا اور کفار سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔(42) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی حالانکہ پہلے سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔(43) تو مجھ کو اس کلام کے جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو۔ ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔(44) اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر قوی ہے۔(45) کیا تم ان سے کچھ اجر مانگتے ہو کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔(46) یا ان کے پاس غیب کی خبر ہے کہ اسے لکھتے جاتے ہیں۔(47) تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہو اور مچھلی کا لقمہ ہونے والے یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہونا کہ انہوں نے اللہ کو پکارا اور وہ غم و غصے میں بھرے ہوئے تھے۔(48) اگر تمہارے رب کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال ابتر ہو جاتا۔(49) پھر رب العزت نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکوکاروں میں کر لیا۔(50) اور کفار جب یہ نصیحت کی کتاب سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔(51) اور لوگو! یہ قرآن تو اہل عالم کے لیے نصیحت ہے۔(52)

تشریح: پچھلی آیات میں مسلمان اور کافر کی سزا و جزا کو علیحدہ علیحدہ کر کے بتا دیا گیا ہے کہ یہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ کیونکہ ہم یعنی کفار مکہ کے سردار دنیا میں امیر کبیر ہیں تو اس لیے ہیں کہ ہم سے اللہ خوش ہے تو اس نے ہمیں یہ تمام نعمتیں دے رکھی ہیں اس لیے آخرت اگر آئی تو وہاں بھی ہمیں کسی تحریر میں رب العزت نے ان سے اس بات کا وعدہ کر رکھا ہے کہ ان کو تو انعام و اکرام دیئے جائیں گے اور مسلمان کیونکہ یہاں اس دنیا میں کچھ کم حیثیت ہیں اس لیے آخرت میں بھی ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ کچھ ہی دیر کی بات ہے بہت جلد سب کچھ سامنے آنے والا ہے (جب ساق کھول دی جائے گی) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ الفاظ محاورے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں عربی محاورے کے مطابق سخت وقت آ پڑنے کو کشف ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق کشف ساق سے مراد حقائق سے پردہ اٹھا لیا گیا ہے یعنی جس روز تمام حقائق بے نقاب ہو جائیں گے اور لوگوں کے اعمال کھل کر سامنے آ جائیں گے۔ میدان حشر میں اللہ رب العزت ایسے ظاہر ہوں گے کہ سب لوگ سجدہ میں گر پڑیں گے سوائے ان لوگوں کے جو دنیا میں سجدہ نہ کرتے تھے۔ سزا کے طور پر ان کا جسم تختے یا لوہے کا بن جائے گا کہ وہ سجدہ کرنا بھی چاہیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے اور ان کا شرمندگی اور ذلت سے برا حال ہو رہا ہوگا یہ سب کچھ ان کو بتا دیا گیا ہے مگر نہ مانیں تو پھر اس عذاب کے لیے تیار ہو جائیں جو آہستہ آہستہ ان کو میری طرف سے دیا جائے گا۔ جو میری تدبیر کے مطابق ان کو مہلت دی جاتی ہے یہ لوگ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ خواہ مخواہ ہٹ دھرمی کر رہے ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ میں خود عنقریب

ان سے نمٹ لوں گا اس لیے اے نبی ﷺ آپ بالکل پریشان نہ ہوں اور گھبرا کر کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جیسی غلطی سیدنا یونس علیہ السلام سے ہوگئی تھی۔ کہ وہ غصہ میں قوم سے کہہ بیٹھے کہ تم پر عذاب آنے والا ہے اور خود اللہ کی اجازت کے بغیر وہاں سے چل دیئے کشتی میں سے دریا میں پھینک دیئے گئے اور مچھلی کے پیٹ میں جا پہنچے وہاں سخت تنگ ہوئے تو اللہ سے دعا کی اور اللہ نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے آپ کو میدان میں اگل دیا پھر اللہ نے آپ علیہ السلام پر فضل کیا تو کدو کی بیل نے آپ کو سایہ دیا اور کھانے کا بھی بندوبست کیا گیا۔ اور پھر آپ علیہ السلام کو برگزیدہ بندوں میں شامل کیا۔ یہ قصہ تفصیلاً کئی سورتوں میں گزر چکا ہے۔ پھر رسول ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان کفار کی طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں بلکہ اپنا کام تندہی سے کرتے جائیں قرآن پاک تو بہترین مضامین سے بھرا پڑا ہے اور اس میں وعظ ونصیحت کی اتنی خوبصورت آیات ہیں کہ جو ہر قوم ہر ملک وملت کے ہر فرد کے لیے باعث نصیحت ہیں ہر زمانے کے لوگ ان سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں اگر غور وفکر کریں تو۔ قرآن کی روشنی اور خوشبو دنیا کے ہر باشندے کے لیے یکساں ہے۔ چاہے وہ کالا ہو گورا ہو یا درمیانہ ہو عورت ہو مرد ہو بوڑھا ہو یا جوان۔

ایماں کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان

خلاصہ سورۃ القلم

اس سورت میں قلم کی اور قلم سے لکھے گئے قرآن کی قسم کھا کر رسول کریم ﷺ کے انسانِ کامل ہونے اور سچے اور آخری نبی ہونے کی تصدیق کی گئی ہے۔ قلم کی افادیت سے کون واقف نہیں اور اس سے جو سب سے بڑا مفید اور بہترین کام لیا گیا ہے وہ ہے قرآن پاک کی تحریر ایک ایسی تحریر جو بندے کو شروع سے لیکر آخر لمحہ تک کی ہدایات سے آگاہ کرتی ہے۔ زمان ومکان کی تمام مخلوقات سے واقفیت دلاتی ہے۔ یہ کتاب اس قدر کامل بہترین اور جامع ہے کہ دنیا کے ہر ملک علاقے اور ہر خطے کے ہر انسان کے لیے مفید ہدایت کا سرچشمہ اور روشنی کا ذریعہ ہے۔ زندگی کے ہر پہلو کو بہترین طریقہ سے انسان کے سامنے واضح کر دینا تاکہ زندگی کامیاب اور آخرت میں بھی نجات حاصل ہو سکے قرآن کی فضیلت ہے۔ لہٰذا یہ انسانیت کے لیے رحمت نور اور فضل وکرم کا درجہ رکھتا ہے۔ تو جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں اپنا بہت بڑا نقصان کرتے ہیں۔ یہاں دنیا میں بھی اپنی تباہی کا سامان کرتے ہیں اور آخرت میں تو ان کے لیے ایسا عذاب تیار کیا گیا ہے کہ جس کو بیان کرنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اس عذاب کو دیکھیں گے تو سوائے حسرت کے اور کچھ بھی نہ کر سکیں گے کیونکہ عمل کا اور توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اور وہ دردناک عذاب میں ضرور ڈال دیئے جائیں گے۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن دنیا وآخرت کی ہر قسم کی خبروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس کی سچائی مسلّم ہے۔ الحمد للہ کہ سورۃ القلم مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الحاقہ

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت 69 نمبر پر ہے۔ یہ مکی سورت ہے اس کے دو رکوع اور 52 آیات ہیں۔ یہ سورت آخرت اور قرآن کی سچائی بیان کرتی ہے۔ آخرت کا نقشہ بڑے ہیبت ناک انداز میں کھینچا گیا ہے اور پچھلی قوموں کا کردار اور انجام مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر کفار مکہ کو پورا یقین دلایا گیا ہے کہ قرآن پاک سچی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ جو لوگ اس پر یقین نہیں کرتے وہ آخر کار ضرور پچھتائیں گے۔ تفصیلات سورت کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

قیامت کی خوفناک خبر کے منکرین کا انجام

اَلْحَاۗقَّةُ ۝ۙ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ۭ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَاۗءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۗءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ۙ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

وہ سچ مچ ہونے والی۔(1) وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟۔(2) اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟۔(3) وہی کھڑکھڑانے والی جس کو ثمود اور عاد دونوں نے جھٹلایا۔(4) سو ثمود تو کڑک سے ہلاک کر دیئے گئے۔(5) تو عاد کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔(6) اللہ نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلائے رکھا تو اے مخاطب تو ان کو اس میں اس طرح ڈھیے اور مرے پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔(7) بھلا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے۔(8) فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی بستیوں میں رہتے تھے سب گناہ کے کام کرتے تھے۔(9) انہوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا۔(10) جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تم لوگوں کو کشتی پر سوار کر لیا۔(11) تا کہ اس کو تمہارے لیے یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔(12)

تشریح:- جیسا کہ ترجمہ سے مطلب واضح ہو رہا ہے کہ قیامت کا آنا بالکل ضروری لازم ہے اور وہ بڑا ہی سخت پریشان کن اور تباہ کن واقعہ ہوگا۔ تو اس بات پر ثمود عاد قوم نوح علیہ السلام قوم لوط اور قوم فرعون نے یقین نہ کیا اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا

اور برے کاموں میں غرق ہو کر موت اور آخرت کو قیامت کو بالکل بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے شدید عذاب بھیجے کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو گئے تو ان کی تباہی کو دیکھو' پڑھو اور سنو تو تمہیں یقین آ جائے گا کہ قیامت کیسی ہو گی اور قیامت کے منکرین کا کیا حال دنیا میں ہوا اور کیا حال آخرت میں ہو گا۔

اصل میں مسلمان کے یہ بنیادی عقائد ہیں یعنی اللہ ایک ہے محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں اور قیامت برحق ہے۔ تو اُس وقت کے مسلمانوں کو یقین دلانے کے لیے کہ قیامت یقینی ہے اور قیامت کیسی ہولناک ہو گی ان پچھلی قوموں پر گزری ہوئی چھوٹی قیامتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تا کہ عقل سمجھ رکھنے والے لوگ ان تمام واقعات سے عبرت حاصل کریں کہ قیامت ضرور بضرور آئے گی اور یہ بھی یقین کر لیں کہ نافرمان لوگ اللہ کے عذاب سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔ طوفان نوح عالمگیر طوفان تھا اس میں صرف وہ نیک لوگ بچ گئے تھے جن کو اللہ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار کرا دیا تھا اور پھر ان بچے ہوئے لوگوں سے ہی دوبارہ دنیا آباد ہو گئی اور تم بھی انہی میں سے ہو اور اسی لئے سیدنا نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اب آگے یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو چھوٹی قیامتیں تھیں بڑی قیامت کا نقشہ کیا ہو گا؟

قیامت کا نقشہ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

تو جب صور میں ایک بار پھونک ماری جائے گی۔(13) زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا لیے جائیں گے پھر انہیں ایک ہی دفعہ (یکدم) کوٹ دیا جائے گا۔(14) تو اس روز ہو جانے والی، یعنی قیامت (بپا) ہو جائے گی۔(15) اور آسمان پھٹ جائے گا پھر وہ اس دن کمزور ہو جائے (بکھر جائے) گا۔(16) اور فرشتے اس کے کناروں پر اتر آئیں گے اور تمہارے رب کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔(17) اس روز تم سب لوگوں کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔(18)

تشریح:- جدید Cosmology کا اہم موضوع آج کل یہی ہے کہ کائنات کا انجام کیا ہو گا؟ سائنس کے تجربات اس بارے میں ہمیشہ بدلتے رہیں گے کیونکہ وہ اس کے خالق نہیں ہیں۔ اس کے خالق نے قرآن پاک میں جو حقیقت اور جو اصل نقشہ بتا دیا ہے وہی سو فیصد سچ اور حقیقت بھی ہے۔ یہاں جو نقشہ پیش کیا گیا ہے وہ بڑا ہی ہولناک ہے۔ یعنی صور پھونکا جائے گا جس کی آواز ناقابل برداشت ہو گی۔ اس آواز کی وضاحت سلطان بشیر صاحب نے یوں کی ہے۔

زمین اپنے اندر بھی اپنی تباہی کے سامان چھپائے ہوئے ہے اس کے پیٹ میں ہزاروں درجہ حرارت پر سخت دباؤ میں پگھلا ہوا مادہ ہے'' اگر کہیں یہ پھٹ جائے تو فوری قیامت آ سکتی ہے اور یہ سب کچھ اس سرعت کے ساتھ ہوگا کہ کسی کو ہوش بھی نہ ہوگی کہ کچھ کر سکے۔ جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ واقعہ ہوگا تو انسان کے ہاتھ میں کھانے کا جو لقمہ ہے اس کو منہ میں ڈالنے کا موقع بھی نہ مل سکے گا۔ (صحیح بخاری)

مزید لکھتے ہیں۔ بیرونی اسباب کی بنا پر بھی زمینی قیامت ایک حقیقت ہے۔ فرض کرو ایک بڑا شہاب ثاقب بہت بڑا بھی نہیں بلکہ کوئی دس مربع میل کیوب کا پتھر گر کر زمین سے ٹکراتا ہے تو اس تصادم سے تمام ذی روح ختم ہو سکتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں زبردست دھماکہ جس کو صور پھونکنا کہا جا سکتا ہے اور کشش ثقل کا ختم ہونا بھی ممکن ہے جس کی وجہ سے ہر چیز زمین کو چھوڑ کر اڑنے لگے گی اور یکدم ریزہ ریزہ بھی ہو جائے گی اس طرح کی قیامت کا یقین تو سائنسدان بھی کر چکے ہیں کیونکہ چھوٹی قیامتیں تو بے شمار آ چکی ہیں جن کی وضاحت مصنف موصوف یوں کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ آج سے 20 کروڑ سال پہلے سائبیریا کے علاقے میں ہزاروں کی تعداد میں آتش فشاں پھٹ پڑے اور لاکھوں سالوں تک وہ لاوا دھواں اور تیزابی گیس فضاء میں بکھیرتے رہے نتیجتاً اس وقت جو بھی زمین پر رہتا تھا معدوم ہو گیا اسی طرح ایک اور قیامت چھ کروڑ سال پہلے بھی آئی تھی جو دس مربع میل شہاب گرنے سے آئی تھی۔ لیکن اس کی تباہی لاکھوں ایٹم بموں سے بھی زیادہ تھی فضا گرد و غبار سے بھر گئی سورج کی روشنی زمین پر پہنچنا بند ہو گئی اور درجہ حرارت گر گیا اور یوں چند صدیوں میں اس ٹھنڈی قیامت نے سب کچھ ختم کر دیا ایسی ہی ایک ٹھنڈی قیامت پچاس ہزار سال پہلے بھی آئی تھی۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

ایسی قیامتوں کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہو چکا ہے۔ مگر یہاں اس ارضی قیامت کا ذکر ہے جو پوری کائنات کی مکمل اور بڑی قیامت کا خاکہ بیان کیا گیا ہے اور پھر اس اجتماع کا ذکر ہے جو میدان حشر میں ہونے والا ہے۔ جب ہم تفہیم القرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو مولانا مودودی صاحب نے کچھ یوں لکھا ہے۔ قرآن مجید میں کہیں تو قیامت کے تین مراحل علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں اور کہیں تمام مراحل کو سمیٹ کر ایک جگہ بیان کر دیا گیا ہے جیسا کہ یہاں اور کئی دوسرے مقامات پر بھی پہلے نفخ صور سے لے کر جنت اور جہنم میں لوگوں کے داخل ہونے تک قیامت کے تمام واقعات کو ایک ہی سلسلے میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ)

تفسیر ابن کثیر میں حدیث بیان کی گئی ہے جو عرش اور فرشتوں کی وضاحت کرتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غار پڑ جائیں گے'' عرش اس کے سامنے ہوگا'' فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی پر پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے'' پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا

اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کے لیے ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
میرے خیال میں اس کی مزید وضاحت سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اس روز تم سب لوگوں کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔ (آیت 18) اگلی کاروائی ملاحظہ ہو۔

برُے اور اچھے لوگوں کا حال

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ
حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا
هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ
أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾
هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿٣٢﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣٤﴾
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ﴿٣٥﴾ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾

تو جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ دوسروں سے کہے گا کہ لیجیے میرا اعمال نامہ پڑھیں۔ (19) مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب کتاب ضرور ملے گا۔ (20) پس وہ شخص من مانے عیش میں ہوگا۔ (21) یعنی اونچے اونچے محلوں کے باغ میں۔ (22) جن کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔ (23) جو تم گزرے ہوئے دنوں کے بھیج چکے اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو 24 اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا اے کاش مجھ کو میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ (25) اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ (26) اے کاش موت ہمیشہ کے لیے میرا کام تمام کر چکی ہوتی۔ (27) آج میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔ (28) ہائے میری سلطنت خاک میں مل گئی۔ (29) کم ہوگا کہ اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ (30) پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔ (31) پھر زنجیر سے جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو۔ (32) یہ نہ تو اللہ جل شانہ پر ایمان لاتا تھا۔ (33) اور نہ فقیر کے کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا تھا۔ (34) سو آج اس کا بھی یہاں کوئی دوست دار نہیں۔ (35) اور نہ پیپ کے سوا اس کے لیے کھانا ہے۔ (36) جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔ (37)

تشریح: یہ سب غیب کی خبریں ہیں۔ جن کی وضاحت کوئی حکیم "سائنسدان" "مفکر" "منجم اور عالم دین اس سے زیادہ نہیں کرسکتا جو وضاحت قرآن پاک میں یہاں بڑی آسان اور واضح آیات کی صورت میں کردی گئی ہے۔ ان پر پوری طرح سے ایمان و یقین لانا اس لیے ضروری ہے کہ یہ اللہ کا پیغام نبی ﷺ کے ذریعہ دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت اور سچ کو یوں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ
شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ
الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ
مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾ ع

تو ہم کو ان چیزوں کی قسم جو تم کو نظر آتی ہیں۔(38) اور ان کی جو نظر نہیں آتیں۔(39) کہ یہ قرآن فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔(40) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم لوگ بہت کم ہی ایمان لائے ہو۔(41) اور نہ کسی کاہن کے اقوال ہیں۔ لیکن تم لوگ بہت ہی کم فکر کرتے ہو۔(42) یہ تو رب العلمین کا اُتارا ہوا ہے۔(43) اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے۔(44) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔(45) پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔(46) پھر تم میں سے کوئی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔(47) اور یہ کتاب تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔(48) اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلانے والے ہیں۔(49) نیز یہ کافروں کے لیے موجب حسرت ہے۔(50) اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق قابل یقین ہے۔(51) سو تم اپنے رب عزوجل کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔(52)

تشریح:- یہاں اللہ تعالیٰ قرآن کی سچائی معقولیت اور لاجواب کتاب ہونے پر قسم اٹھاتا ہے یہ قسم بات میں زور پیدا کرنے کے لیے اٹھائی جا رہی ہے۔ یہاں کائنات میں موجود ہر اس چیز کی قسم کھائی گئی ہے جو ہماری نظروں کے سامنے واضح صورت میں موجود ہیں اور ان چیزوں کی بھی جو بے شمار مختلف صورتوں میں کائنات میں ہر طرف موجود ہیں اور ابھی تک کوئی محقق ان کو نہ دیکھ سکا ہے نہ ان کی وضاحت ہی کر سکا ہے۔ کہ قرآن پاک الہ العلمین کا کلام ہے معزز ترین فرشتے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے رسول کریم ﷺ تک پہنچایا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ یا تحریف وترمیم ہرگز نہیں کی گئی اور نہ ہی کبھی کی جا سکے گی۔ یہ کلام نہ کسی شاعر کا ہے اور نہ کاہن کا بلکہ یہ تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے اپنے بندوں کی ہدایت راہنمائی اور سہولت کیلئے۔ قرآن پاک کا کلام مسلم غیر مسلم اور محقق ودانش ور کے لیے ایک حیرت انگیز بات سے کم نہیں۔ کیونکہ تمام تہذیبوں سے دور رہنے والا ایک عرب صحراؤں میں رہنے والا اُمی کائنات کے بارے میں ایسی ایسی رازکی باتیں بتا رہا ہے جو صدیوں بعد بے حد تحقیق وجستجو سے کچھ کچھ معلوم کی جا سکی ہیں اور یہ حقیقت قرآن کی کتاب الٰہی ہونے کی

بہت بڑی دلیل ہے۔تو یہ کتاب ایسے رسول پاک ﷺ پر نازل ہوئی ہے جو خود بھی رحمت للعٰلمین ہیں اور اس کتاب کا کلام تو ہے ہی رحمت و برکت والا۔ جن لوگوں نے اس کو پڑھا سنا سمجھا اور عمل کیا بس وہی لوگ دنیا و آخرت میں فلاح پانے والے ہیں اور جو اس پر یقین نہیں رکھتے وہ اس وقت سوائے اس کے کہ حسرت سے رہ جائیں گے اور کچھ نہ کر سکیں گے جب ان سے پوچھ گچھ ہوگی۔ قیامت کے دن۔ رب العزت فرماتے ہیں پاکی بیان کر اپنے رب کی جو سب سے بڑا ہے(52) اسی میں نجات ہے اسی میں سکون اور کامیابی ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

علامہ اقبال رحمہ اللہ

دعا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھے پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے۔ (سورۃ یوسف:101) آمین۔

خلاصہ سورۃ الحاقہ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سچ مچ ہونے والی یعنی جس کے ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو۔ اور وہ کیا ہے؟ یہ قیامت کبریٰ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کفار مکہ اس بات کو یعنی قیامت کے آنے سے انکار کر رہے تھے تو ان کو اللہ جل جلالہ کی بھیجی ہوئی کتاب کے ذریعے خوب اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے بلکہ اس کا خوفناک منظر بھی کھینچ دیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر جو لوگ اس کا یقین نہیں کرتے تو وہ سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ کر سکیں گے اور جو اس پر یقین کرتے ہیں ظاہر ہے وہ خوف خدا دل میں رکھ کر زندگی گزارتے ہیں تو اچھی زندگی گزارتے ہیں اور اس لیے آخرت میں بھی یہ لوگ فلاح پائیں گے اور جنت کا انعام پائیں گے جب کہ منکرین کو سوائے دوزخ کے اور کچھ نہ ملے گا جو کہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اور یہ تمام خبریں قرآن پاک میں بتائی گئی ہیں اس قرآن میں جو اللہ کی طرف سے لفظ بلفظ یقینی اور سچا ہے۔ اسی طرح اس میں دی گئی قیامت کی خبر بھی بالکل سچ اور یقینی ہے اور جیسے آئے دن انسان مرتے رہتے ہیں اور کہیں قدرتی آفات اور کہیں اللہ کے غضب سے بڑے بڑے طبیعیاتی انقلابات آتے رہتے ہیں جو کہ ثبوت ہیں اس بڑی قیامت کے جس کا ذکر اس سورت میں پرزور طریقہ سے کیا گیا ہے۔ اللہ اس کی سختی ''گھبراہٹ اور پریشانی سے بچائے آمین۔

مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں۔ اس طرح موت کو غیر یقینی بنانے کے لیے اس کے اسباب کی جتنی چھان بین کی گئی ہے وہ سب ناکامی پر ختم ہوئی ہے۔

ڈاکٹر الکس کیرل اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔ انسان بقا کی تلاش اور جستجو سے کبھی نہیں اکتائے گا مگر اس کو کبھی یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جسمانی ساخت کے چند قوانین کا پابند ہے وہ عضویاتی زمان کو روکنے اور غالباً ایک حد تک اس کو پیچھے ہٹانے میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن وہ موت پر کبھی فتح نہیں پاسکتا (Man the Unknown) اس طرح نظام کائنات کی موجودہ شکل کا درہم برہم ہونا بھی ایک ایسی چیز ہے جو بالکل واقعاتی طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ کائنات میں ہم جن چھوٹی چھوٹی قیامتوں سے واقف ہیں وہی آئندہ کسی وقت زیادہ بڑے پیمانے پر واقع ہونے کی پیش گوئی ہے۔ ایک جغرافیہ دان کے الفاظ میں ہمارے آباد شہروں اور نیلے سمندروں کے نیچے ایک قدرتی جہنم دہک رہا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ ہم ایک عظیم ڈائنامیٹ کے اوپر کھڑے ہیں" جو کسی بھی وقت پھٹ کر سارے نظام ارضی کو درہم برہم کرسکتا ہے۔ (Geography Games, Biography of the Earth P82). یہی حال بیرونی کائنات کا ہے" ایک ایسے لامحدود خلا کا جس میں بے انتہاء بڑے بڑے آگ کے الاؤ (ستارے) بے شمار تعداد میں اندھا دھند گردش کررہے ہیں" جیسے بے شمار لٹو کسی فرش پر ہماری سواریوں سے زیادہ تیزی کے ساتھ مسلسل ناچ رہے ہوں۔ یہ گردش کسی بھی وقت زبردست ٹکراؤ کی صورت اختیار کرسکتی ہے" اس وقت کائنات کی حالت بہت بڑے پیمانے پر ایسی ہی ہوگی۔ (مذہب اور جدید چیلنج)

جیسی کہ قرآن پاک میں بتائی گئی ہے۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں پھر انہیں ایک ہی دفعہ کوٹ دیا جائے۔ پھر اس دن ہو پڑے ہونے والی۔ اور آسمان پھٹ جائے پھر وہ اس دن بکھر جائے۔ (14-15-16 سورۃ الحاقہ) تو اس اچانک آنے والی قیامت کے لیے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اور پھر حاضر ہو کر حساب کتاب دیکر بدلہ پانے کے لیے بھی تیاری رکھنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک یہ دنیا بڑی شیریں شاداب اور دل کش ہے اللہ نے اس میں تمہیں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ وہ تمہیں جانچے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو" پس دنیا سے بچ بچ کر رہو۔ (مسلم)

تعارف سورۃ المعارج

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 70 نمبر پر آتی ہے یہ بھی مکی سورت ہے اور مضمون اور وقت کے لحاظ سے الحاقہ سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس میں دو رکوع اور چوالیس آیات ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں جب آپ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے اور ان کو آنے والے واقعات یعنی قیامت، آخرت، جنت اور دوزخ کے بارے میں بتاتے جو کہ ایمان کے بنیادی عقائد ہیں تو وہ لوگ بجائے ڈرنے اور ایمان لے آنے کے الٹا مذاق اُڑاتے اور ہنسی کرتے اور کہتے دیکھا جائے گا۔ لے آؤ عذاب وغیرہ وغیرہ تو یہ پوری سورت اُن لوگوں کے سوالوں اور غلط رویہ، کے جواب میں اتری ہے۔

بلکہ تمام منکرین کے لئے اتری ہے، کیونکہ منکرین صرف اس زمانے میں ہی نہ تھے بلکہ ہر دور میں منکرین پائے

گئے ہیں اور پائے جاتے رہیں گے۔ تو ان کو صاف الفاظ میں وضاحت سے قیامت کا نقشہ، منکرین کی حالت مومنین کی صفات اور بہترین انعامات بتادیئے گئے ہیں۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کی باتوں اور رویہ سے ہرگز نہ گھبرائیں بلکہ پوری توجہ سے اپنا کام کیے جائیں ان لوگوں کو خواری میں پڑا رہنے دیں، میں ان سے خودنمٹ لوں گا۔ یہ پیغام صرف رسولِ خدا ﷺ کے لئے ہی نہیں بلکہ تا قیامت ہر مسلمان متقی اور مبلغِ دین کے لئے ہے۔

منکرین کے لئے قیامت کی وضاحت

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴

ایک مانگنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہو کر رہے گا۔ (1) یعنی کافروں پر اور کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا۔ (2) اور اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا)۔ (3) جس کی طرف روح الامین اور فرشتے چڑھتے ہیں اور اس روز (نازل ہو گا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ (4)

تشریح: اہلِ مکہ منکرینِ قیامت ہنسی مذاق میں عذاب مانگتے ہیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ بات بس یونہی کہہ دی گئی ہے جب کہ اس کی تصدیق پکی طرح ہو چکی ہے کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کیا جائے گا جس کی طرف روح الامین اور فرشتے چڑھتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کا اندازہ یہ ہے کہ وہ ہمارے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے۔ کافر ایسا عذاب مانگ رہے تھے یعنی اپنے لیے عذاب کی بددعا کرتے تھے۔

اس سے مراد ابوجہل بن ہشام اور دوسرا نضر بن حارث ہے اس بددعا سے معلوم ہوا کہ وہ قرآن کریم کو اللہ کی طرف سے نازل تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے اور نہ ہی انہیں قرآن کی وعید کا کچھ اعتبار تھا اس لیے وہ آپ ﷺ کو مذاق کے طور پر کہا کرتے تھے کہ جس عذاب سے دھمکاتے ہو وہ لے کیوں نہیں آتے۔

(ذی المعارج) کا معنی وہ بلند و بالا ذات جس کے سامنے سب بلندیاں ہیچ ہوں بلند سے بلند مقامات کا مالک گویا یہ کافروں سے نہ ٹلنے والا عذاب ایسی بلند ذات کی طرف سے آئے گا۔ یہاں لفظ (یوم) جو استعمال ہوا ہے اس کی مقدار پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے کہ جس میں جبریل اور دوسرے فرشتے یا لوگوں کی روحیں آسمان تک چڑھتے ہیں تو یہ اندازہ اللہ ہی خوب جانتا ہے ان آیات میں خاص طور سے نمبر 4 میں وقت کا سائنسی پہلو بتایا گیا ہے۔

ہم اس کی وضاحت کے لئے ڈاکٹر ہلوک نورباقی صاحب کی کتاب سے مدد لیتے ہیں، لکھتے ہیں۔ آیت نمبر چار

میں یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ روحین اور فرشتے اتنا سفر اس ایک دن میں کرتے ہیں جس کا شمار دنیا کے پیمانے سے پچاس ہزار سالوں پر محیط ہے۔ اور پھر زور دے کر انسانوں کو بتایا گیا ہے کہ کرۂ ارض پر وقت کی موجودگی (رفتار) بے حد ست ہے۔ یہ وضاحت یہاں میں کروں گا کہ کس طرح یہ بصیرت علم فزکس کے ایک نئے قانون کو ظاہر کرتی ہے۔

1۔ روحیں اور فرشتے نہ نظر آنے والی مخلوق ہیں اس لئے کہ ان کی رفتار ان تمام مادی اشیاء کی رفتار سے زیادہ ہوتی ہے جنہیں ہم دیکھ سکتے ہے۔

2۔ کائنات کے مختلف مقامات پر وقت کے گزرنے کی رفتار بھی مختلف ہوتی ہے۔

3۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے وہ چیز منعکس ہو کر اسی کی طرف پہنچتی ہے۔

4۔ چیزوں اور مخلوقات کا نظر آنا در اصل رفتار سے متعلق ہے زمین پر جہاں وقت کی ست روی دیکھی جاتی ہے، کسی چیز کے نظر آنے کی حد روشنی کی رفتار پر منحصر ہے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

عام الفاظ میں ہم اس کی وضاحت یوں کر سکتے ہیں کہ جو چیز جس قدر تیز رفتاری سے گزرے گی اتنی ہی نظروں میں کم آسکے گی اور جتنی ست رفتاری سے گزرے گی انسانی نگاہ میں آسکے گی۔ کیونکہ اس زمین پر رفتار ست ہے تو ہر چیز دکھائی دیتی ہے کیونکہ فرشتے اور روحین ایک تو فضائی حد بندی سے بالاتر ہیں اور دوسرے انتہائی تیز رفتاری سے گزرتی ہیں کہ جو ہماری نظر سے باہر ہو جاتی ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ فزکس کی جدید ترین دریافتیں ہیں جو حال ہی میں ہوئی ہیں مگر قرآن میں ان کے بارے چودہ سو سال قبل بتا دیا گیا تھا۔

صبر کی تلقین، قیامت کی سختی اور سزائیں

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي
مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝١٣ وَمَنْ فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝١٤ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝١٥ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ۝١٦ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝١٧
وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝١٨ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝٢٠ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ
مَنُوعًا ۝٢١

تو تم کفار کی باتوں کو حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے رہو۔ (5) وہ ان لوگوں کی نگاہوں میں دور ہے۔ (6) اور ہماری نظر میں قریب۔ (7) جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ (8) اور پہاڑ ایسے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون۔ (9) اور

کوئی دوست کسی کا پرسان نہ ہوگا۔(10) حالانکہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے اس روز گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں سب کچھ دیدے یعنی، اپنے بیٹے۔(11) اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی۔(12) اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا۔(13) اور جتنے آدمی زمین پر ہیں غرض سب کچھ دیدے اور خود کو عذاب سے چھڑا لے۔(14)، لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔(15) کھال ادھیڑ ڈالنے والی۔(16) ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دینِ حق سے اعراض کیا اور منہ پھیر لیا۔(17) مال جمع کیا اور بند کر رکھا۔(18) کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔(19) جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔(20) اور جب آسائش ملتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔(21)

تشریح: حدیث پاک میں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت کے بعد قیامت اب اتنی نزدیک ہے جتنی میری یہ دو انگلیاں ایک دوسری کے نزدیک ہیں (قیامت نزدیک آ پہنچی ہے)۔(بخاری)

قیامت کے ممکنہ حالات اور زمین کی ہر طرح سے تباہی کے واقعات اور اسباب بڑی وضاحت سے بیان کئے جا چکے ہیں۔ انسانوں کے لئے تو قیامت اس وقت ہی آ جاتی ہے جب وہ مرتے ہیں۔ میدانِ حشر میں اس قدر دہشت اور افراتفری پھیلی ہوئی ہوگی کہ کوئی کسی کو پہنچانے گا بھی نہیں بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اور بے بسی کا یہ عالم ہوگا کہ گناہوں کے بدلے جو سزاء ملے گی اس کو کوئی شخص مال و دولت عزیز و دوست، عہدہ اور سفارش سے کم نہ کروا سکے گا۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب اس لئے دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے حق سے انکار کیا، مال میں بخل کیا اور نعمتوں پر ناشکری کی اور تکلیف پر گلے شکوے کرنے لگے۔ صدقہ خیرات اور دوسروں کی مالی مدد سے دور رہتے۔ غرض ہر قسم کی اخلاقی برائیوں میں پڑے رہتے اور اللہ رسول اور قرآن کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصے لیتے۔ تو ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑ ڈالنے والی ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دینِ حق سے اعراض یا منہ پھیر لیا۔ (آیات 15-16-17) اور جو لوگ نیک راہ اختیار کریں گے ان کے لئے اللہ کیا فرماتا ہے اگلی آیات میں ملاحظہ ہو۔

نیک لوگوں کی صفات

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ

هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۳۱ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ
قَآئِمُوْنَ ۝۳۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۳۴ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝۳۵ فَمَالِ ع
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ
وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱ فَذَرْهُمْ
يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۴۲ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ
سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝۴۳ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ
الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۴۴ ع

مگر نماز گزار۔(22) جو باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں۔(23) اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔(24) یعنی مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا۔(25) اور جو روز جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔(26) اور جو اپنے رب کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔(27) بے شک ان کے رب کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔(28) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(29) مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ ان کے پاس جانے پر انہیں کچھ ملامت نہیں۔(30) اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔(31) اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس رکھتے ہیں۔(32) اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔(33) اور جو اپنی نماز کو ہمیشہ پڑھتے ہیں۔(34) یہی لوگ بہشت کے باغوں میں عزت و اکرام سے ہوں گے۔(35) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔(36) اور دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر جمع ہوتے جاتے ہیں۔(37) کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا؟۔(38) ہرگز نہیں ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔۔(39) ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں۔(40) اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل لائیں اور ہم عاجز نہیں ہیں۔(41) تو (اے پیغمبر!) ان کو باطل میں پڑے رہنے دو اور کھیل لینے دو یہاں تک کہ جس دن کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے وہ ان کے سامنے آموجود ہو۔(42) اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے۔(شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔(43) ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔(44)

تشریح: ایک اچھے پکے اور صالح جنت کے حقدار کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں جو کہ کافی دفعہ وضاحت سے پچھلی سورتوں میں گزر چکی ہیں یہاں پھر مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان فطرتاً کمزور طبیعت یعنی

غلطیوں کا پتلا سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ہے ہی۔ مگر اس کی اصلاح کے لئے ہی تو قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس پر پورا اختیار رکھتا ہے تو وہی بہادر انسان ہے وہ خود کو شیطان کے چُنگل سے نکال کر بندگانِ الٰہی میں شامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عمل بہت ضروری ہے۔ اگر زبانی ایمان لے آنا کافی ہوتا تو پھر منافق دوزخ کے نچلے درجے میں کیوں ڈالے جاتے۔ خواہشات سے مرعوب ہو جانا یعنی شکست کھا جانا ہی خرابی کی جڑ ہے لہٰذا اس جڑ کو تناور درخت بننے سے پہلے ہی کاٹ دینا چاہیئے، یہی عقل مندی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا طابع بنا لے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جس کا نفس اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔ انسان کو موت اور آخرت کا خیال ہی اللہ کا خوف دلا سکتا ہے اور جس میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے وہ سب سے پہلے اللہ کی بندگی اختیار کرتا ہے جس میں اول نمبر پر۔

1۔ ایمان باللہ اور نماز آتی ہے۔ نماز بھی ایسی کہ جو پورے ذوق وشوق، پابندی اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے۔

2۔ سورۂ زاریٰت میں گزر چکا ہے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ (19) اپنے مال جو اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں ان میں بخیلی نہ کریں بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ سفید پوش، خوددار اور محروم یعنی جو کسی حادثہ یا مجبوری کی وجہ سے تنگ دست ہو گیا ہو۔ ایسے لوگوں کی اور ہر حقدار عزیز دوست کی مدد خوشدلی سے کرے بغیر احسان جتائے ہوئے۔

3۔ آخرت پر یقین کامل رکھنا۔ قرآن وحدیث میں یہ بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت صرف بدترین آدمیوں پر بپا ہوگی۔ (بخاری)

4۔ اللہ کا خوف۔ سورۃ مومنون میں تفصیل گزر چکی ہے۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا اور ہم کو امید اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔ (آیت 90 الانبیاء) جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کے اندر بے پناہ جرات اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہی پُر اعتماد بندہ اللہ کا مقبول ترین بندہ ہوتا ہے۔

5۔ عریانی یا زناء سے بچنا۔ سورۂ مومنون، نور اور احزاب میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ بہر حال دنیا میں خواری اور آخرت میں ناکامی کا ایک بہت بڑا سبب ہے بے پردگی۔

مختصراً یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لئے اسلام کا یہ قانون کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور جانوروں کی طرح جگہ جگہ منہ ماری نہ کرو بلکہ اپنی جنسی خواہشات کو صرف اپنی جائز عورتوں تک ہی محدود رکھو۔ طبی لحاظ سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خود کو جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے حدود میں رکھو۔ پردہ عورت کی عصمت، عفت اور پارسائی کا بہترین محافظ ثابت ہو چکا ہے۔

6۔ عہد و پیمان کی حفاظت چاہے وہ اللہ سے ہو یا بندوں سے اور امانت داری۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار رہو، جس میں

امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں، اور جو عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (از بیہقی فی شُعب الایمان)
خاندان، معاشرہ اور ملک کی طرف سے ہر شخص پر خود بخود کچھ ذمہ داریاں اور عہد قائم ہو جاتے ہیں ان کو پورا کرنا ہر شخص کا فطری اور شرعی فرض ہے۔ کیونکہ یہ خود انسان اور اس کے اردگرد کی بہتری کا ضامن بن جاتا ہے۔

7۔ سچی گواہی دینا۔ اصل میں گواہی دینا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس کے بارے میں حدیث ہے۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈر اور بات سچی کیا کر۔ (ابی نعیم)

گواہی دیتے ہوئے کسی رشتہ داری اور دوستی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے غلط گواہی ہرگز نہ دو یہ بڑا سخت گناہ ہے اللہ نے فرمایا ہے۔ جب بات کہو تو انصاف کا ساتھ دو خواہ فریق مقدمہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (انعام)

8۔ نماز ہی ایمان کی نشانی ہے۔ تفہیم القرآن میں بڑی خوبصورت وضاحت ہے۔ نمازی ہونا پہلی صفت ہے، نماز کا پابند رہنا دوسری صفت اور نماز سنت کے مطابق پڑھنا۔ تیسری صفت اور نماز کی حفاظت کرنا آخری صفت ہے۔ نماز انسان کی اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور جسمانی اصلاح کی جڑ بنیاد ہے۔ اسی لئے غارِ حرا میں سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کا جو طریقہ سکھایا وہ نماز ہی ہے اسی لئے اصطلاحی معنوں میں نماز، اللہ کی عبادت کا مقررہ اسلامی طریقہ ہے۔

نماز کی ایک اہمیت یوں بھی ثابت ہوتی ہے کہ مکی زندگی کے 13 برس میں صرف نماز ہی فرض تھی باقی عبادات بعد میں مدنی زمانہ میں ہوئیں۔ اسی طرح تمام عبادات بہترین ہیں۔ متقی کی تمام صفات اس کو جنت کا وارث بناتی ہیں۔ کیونکہ اسلام احترامِ انسانیت سکھاتا ہے۔ کیونکہ آدابِ زندگی میں پہلے نمبر پر یہ حکم آتا ہے جب ایک دوسرے سے ملو تو اسلامُ علیکم کہو اور جواب میں وعلیکم السلام کہو۔ یعنی ایک دوسرے کے لئے سوائے دُعا اور جذبہ خیر سگالی کے اور کچھ نہ ہو۔ لہٰذا ایسے اچھے اور مقبول لوگوں کے لئے ہی اللہ نے فرمایا ہے۔ یہی لوگ بہشت کے باغوں میں عزت و اکرام سے ہوں گے۔ (آیت 35)

آیت 36 سے 44 تک کی تشریح میں ہم درسِ قرآن کی تفسیر سے مدد لینا چاہیں گے۔ لکھتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ انسان کی نجات کی صورت تو ہم بتا چکے ہیں، اب ان کافروں کا یہ حال کیا ہے کہ تیری طرف ہر طرف سے جتھے کے جتھے دوڑے چلے آتے ہیں تاکہ تیری مخالفت کریں اور ہنسی اڑائیں کیا انہیں یہ اُمید ہے کہ بغیر ایمان اور عملِ صالح کے انہیں جنت میں آرام و آسائش والے باغ مِل جائیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہم نے انسان کو جیسا اور جس سے بنایا ہے، یہ بھی جانتے ہیں۔ پھر بے قاعدہ کام کیوں ہونے لگا۔ اس کی بناوٹ میں کم ہمتی اور بُزدلی داخل ہے اس میں اصل ہمت انہی باتوں سے پیدا ہوگی جن کا اوپر بیان ہوا۔ اس کے سوا کوئی بات نہیں۔ میں (اللہ تعالیٰ) مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں کہ ان کو یہاں سے چلتا کر دیں، اور ان کے بدلے ان سے بہتر لوگ لا بسائیں ہمیں کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا کہ یہ ہمارے قابو سے نکل جائیں اور ہم عاجز ہو کر رہ جائیں۔

ارشاد ہے کہ جب ہم انہیں سب کچھ بتا چکے اور انہوں نے نہ مانا تو اب ان سے کچھ نہ کہو انہیں اپنی ہنسی، دل لگی، کھیل کود میں مصروف رہنے دو۔ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب آجائے گا سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی بھاگیں گے گویا ایک نشان مقرر کر دیا گیا ہے اور سب اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ڈر کے مارے آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت نے ہر طرف سے ڈھانک رکھا ہوگا۔ لو یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (از مولانا خواجہ عبدالحیی، مولانا حافظ مرغوب احمد، الحاج عبدالواحد)

خلاصہ سورۃ المعارج

اس سورت میں انسان کو اس کی پیدائش سے لے کر مرنے تک کے تمام احوال بڑی تفصیل سے بتا دیئے گئے ہیں پھر ان فطری کمزوریوں سے آگاہ کرتے ہوئے وہ راستے اور وہ طریقے بھی اچھی طرح سمجھا دیئے گئے ہیں جن کی بدولت وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ دنیا بڑی شیریں، شاداب اور دل کش ہے، اللہ نے اس میں تمہیں جانشین مقرر کیا ہے، تاکہ وہ تمہیں جانچے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچ بچ کر رہو۔ (مسلم)

آخرت تو یقینی ہے اور میدانِ حشر میں ہم سب کی حاضری بھی یقینی ہے کیونکہ اس دن ہر طرف سے لوگ قبروں سے نِکل کر اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لئے دوڑے چلے جائیں گے اور عجیب سماں ہوگا۔ کسی کو کسی کی ہوش نہ ہوگی، اس کا اندازہ آپ اپنی زندگی میں پیش آنے والے کسی شدید حادثہ سے کر سکتے ہیں۔ مثلاً 1988ء میں راولپنڈی پاکستان میں اچانک اسلحہ کے ڈپو میں حادثہ پیش آ گیا، جسکے نتیجہ میں میزائل خود بخود چلنے شروع ہو گئے جنہوں نے راولپنڈی اور اسلام آباد (پاکستان) کے شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دھماکے شروع ہو گئے اور میزائلوں کی بارش ہونے لگی۔ واقعی لوگ اس قدر بدحواس ہو گئے کہ گھروں سے نِکل کر بے تحاشہ بھاگنے لگے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دوران کئی عورتوں کے حمل گر گئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کئی مائیں بدحواسی میں بچوں سے علیحدہ ہو گئیں۔ وہ سماں واقعی قیامت کا سماں تھا۔ لیکن نہیں، قیامت کا سماں اس سے کئی درجہ زیادہ خوفناک ہوگا۔ کیونکہ اس میں زندگی کے اس نتیجہ ملنے کا خوف بھی شامل ہوگا جو زندگی بھر کیا جا چکا ہوگا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حشر کے میدان میں ہر شخص سے پانچ سوال کئے جائیں گے اور جب تک وہ ان پانچ سوالوں کے جواب نہ دے لے گا مجال نہیں کہ وہ اللہ کے حضور سے قدم ہٹا سکے۔

1۔ اس نے اپنی زندگی کن کاموں میں لگائی۔

2۔ اپنی جوانی کو کن کاموں میں کھپایا۔

3۔ مال ودولت کن ذرائع سے حاصل کیا۔

4۔ مال ودولت کن کاموں میں خرچ کیا۔

5۔ اور جو علم حاصل تھا اس پر کہاں تک عمل کیا (جامع ترمذی)

یقین کر لیجئے کہ وہ دن بالکل قریب ہے۔ دنیا کی زندگی بہت مختصر اور فانی ہے اور آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔تعلیماتِ اسلامی یہی سکھاتی ہیں کہ جینے کے لئے نام پیدا کرو اور مرنے کے لئے مقام پیدا کرو۔

موت کو ہمیشہ یاد رکھو مگر موت کی آرزو نہ کرو۔ دُعا ہے۔اے ہمارے رب! جب تو ہمیں ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔(آل عمران 8)

بفضلِ اللہ سورۃ المعارج مکمل ہوگئی۔ الحمدللہ۔

تعارف سورۃ النوح

اس سورۃ کا نمبر 71 ہے یہ قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ کی سورت ہے اس میں دو رکوع اٹھائیس آیات ہیں قوم نوح علیہ السلام کا طوفان دنیا کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کا ذکر قرآن پاک کے علاوہ کلدانیہ اور اشوریہ، توریت، اہل ہند کی ادبیات پران راگنی، بھاگوت پران، مہا بھارت، بائبل میں بھی بڑی وضاحت سے ملتا ہے۔ہم مسلمانوں کے لئے تو قرآن پاک کا حوالہ ہی کافی ہے۔ دوسرے حوالوں سے غیر مسلموں کی تسلی کرنا مقصود ہے اور پھر یہ قرآن کی سچائی کا بھی ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو اس تاریخی واقعہ کے وقت موجود تھے اور نہ ہی ان میں خود اپنے طور پر یہ سب ماضی کے بارے میں جان لینا ممکن تھا۔قرآن پاک میں اس بہت بڑی عبرت ناک سزاء کا ذکر مختلف سورتوں میں بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ مثلاً اعراف:59۔قمر:11-12۔ ہود 26 تا 48۔ مومنوں:23 تا 30 اور اب سورۃ النوح بھی اس وضاحت میں دی گئی ہے۔ متذکرہ سورتوں کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سیدنا نوح کی قوم موجودہ عراق کی سرزمین میں رہتی تھی۔قرآن میں اس بڑے طوفان کی جائے وقوع موصل کے نواح میں بتائی گئی ہے۔اور یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب دنیا کی آبادی مختصر تھی اور ایک ہی خطہ زمین میں رہتی تھی۔ یہ لوگ اللہ کے منکر تو نہ تھے مگر انہوں نے اللہ کے وجود کے ساتھ کئی خدا بنا لیے تھے یعنی مشرک لوگ تھے۔اور شرک کیونکہ بے شمار خرابیوں کی جڑ ہے اس لئے ان لوگوں میں ظلم، فساد، فسق و فجور اور انسانیت سوز عادات عام ہوگئی تھیں۔مشرک کسی صورت بھی بخشش کے مستحق نہ ہوں گے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے توحید کی تعلیم پر بڑی کوشش کی کیونکہ آپ توحید کی بنیاد پر اللہ کی وحدانیت کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ایک مدت دراز تک جناب نوح علیہ السلام نے قوم کو سدھارنے کی کوشش کی مگر ان کو اندازہ ہو گیا کہ قوم پوری طرح فنا کر کے دوبارہ آباد ہو تو کوئی خاطر خواہ نتیجہ

نکل سکتا ہے۔اس سے متعلق حالات سورت میں ملاحظہ کیجئے۔ یہ ایک طوفانِ باراں کا ذکر ہے جو تقریباً پانچ ہزار سال قبل مسیح قومِ نوح کی بداعمالیوں پر سزا کے طور پر آیا۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا مقصد

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ
يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ
وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ
إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ
لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا۟ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟
ٱسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّىٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ
ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم
بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾
وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ بیشتر اس کے کہ ان پر درد دینے والا عذاب نازل ہو اپنی قوم کو ہدایت کر دو۔(1) انہوں نے کہا کہ بھائیو! میں تمہیں کھلے طور پر نصیحت کرتا ہوں۔(2) کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔(3) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور موت کے مقررہ وقت تک تم کو مہلت دے گا جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی کاش تم جانتے ہوتے۔(4) جب لوگوں نے نہ مانا تو نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے رب میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔(5) لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔(6) جب میں نے ان کو بلایا کہ توبہ کرو اور تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اڑ گئے اور بڑا غرور کیا۔(7) پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا۔(8) ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔(9) اور کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔(10) وہ تم پر آسمان سے مینہ برسائے گا۔(11) مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔(12) تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔(13) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کی حالتوں میں پیدا کیا ہے۔(14)

تشریح:- جیسا کہ کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی نبی انسانوں کی ہدایت

کے لیے بھیجے گئے سب نے توحید ہی کی تعلیم دی کیونکہ توحید ہی ایسا عقیدہ ہے جو انسان کو ہر قسم کے شر و فساد اور شیطان کے قبضہ سے نکال کر امن و سکون اور اللہ کی راہ دکھاتا ہے۔ معمول کے مطابق توحید کی تعلیمات آہستہ آہستہ مٹتی گئیں اور بت پرستی بڑھتی گئی تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ہدایت دینے کے لیے نبی بنا کر انکی قوم کی طرف بھیجا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تین باتوں کی تعلیم دی۔ پہلی اللہ کی بندگی دوسری تقویٰ اور تیسری رسول کی اطاعت۔ اور پھر خوب اچھی طرح بتا دیا کہ جو ہو چکا اس کے لیے اس زندگی میں معافی مانگ لو کیونکہ مرنے کے بعد یا قیامت کے وقت توبہ اور معافی کی گنجائش ختم ہو جائے گی۔ مگر وہ قوم جو مدتوں سے کفر و شکر میں ڈوب کر غیر انسانی زندگیاں گزار رہی تھی وہ بھلا نبی کی بات کو کیا اہمیت دیتی۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے ان کو ظاہر، پوشیدہ اور ہر قسم کے دلائل دے کر ہدایت پر چلنے کی تلقین کی پورے خلوص، محبت محنت اور جانفشانی سے دن رات ایک طویل عرصہ تک ان کو ایمان اور توحید کی طرف موڑنے کی کوشش کی مگر ان لوگوں پر ایک ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا اور نہ ہی وہ اپنی حرکتوں سے باز آئے۔ پھر انکو اللہ کی بے شمار نعمتوں کا لالچ دیا اور ان کی حیات کے معجزانہ انداز کے بارے میں بتایا کہ کس طرح تمہارا وجود اس دنیا میں آنے کے لیے تیار کیا گیا اور پھر کس خوش اسلوبی سے تم دنیا میں آتے ہو اور عمر کے مختلف مراحل طے کرتے ہو تو اس تمام کاریگری سے تم کو اپنے کاریگر کو پہچان لینا چاہیے اور پھر تمہیں یہ یقین کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہوگی کہ یہ کمال تو صرف خدائے واحد کا ہی ہو سکتا ہے اور کوئی یہ کمال نہیں دکھا سکتا۔ مگر قوم نوح نے تو گویا قسم کھا رکھی تھی ایمان نہ لانے کی، پھر ان کو کائناتی کمالات کی طرف توجہ دلائی۔

اللہ کی نعمتیں

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ
سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ ع
وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا
تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا
كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ
وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔ (15) اور چاند کو ان میں زمین کا نور بنایا ہے اور

سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔(16) اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے۔(17) پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور اسی سے تم کو نکال کھڑا کرے گا۔(18) اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا۔(19) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں پر چلو پھرو۔(20) (اس کے بعد) نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ میرے رب! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کے تابع ہوئے جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔(21) اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔(22) اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔(23) پروردگار انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا تو تو ان کو اور گمراہ کر دے۔(24) آخر وہ اپنے گناہوں کے سبب پہلے غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے گئے تو انہوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔(25) اور پھر نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ میرے رب کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔(26) اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔(27) اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔ اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔(28)

تشریح: کائنات کی ترتیب اس کا نظام سب کا سب حیرت انگیز پُر آسائش اور نا قابل فہم ہے۔ گو کہ سائنس دان تحقیق وجستجو میں لگے رہتے ہیں اور جو قرآنی آیات کی روشنی میں تحقیق کرتے ہیں وہی مسلم سائنس دان زیادہ کامیاب رہے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علم الافلاک فزکس، حیاتیات، بیالوجی وغیرہ وغیرہ تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام علوم کی جڑیں مکمل طور پر مسلم سائنس دانوں کے کئے ہوئے کاموں ہی سے نکلتی ہیں۔ مثلاً ابن عربی، جابر خراسانی، ابن سینا وغیرہ ایک عام انسان کے لئے اور ایک خاص انسان کے لیے آسمانوں کا ذکر چاند، سورج اور زمین کا ذکر انسان کی پیدائش، مرجانا زمین میں دفن ہو جانا پھر دوبارہ جی اٹھنا، زمین کو فرش کی طرح استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ اللہ کے وجود اس کی حاکمیت، خلاقیت، عظمت اور قدرت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔

عام آدمی ان سب کچھ سے فائدے اٹھاتا ہے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اسی کو اپنا مالک وخالق سمجھ کر اس کا حکم مانتا ہے اور یوں سرخ رو ہو جاتا ہے۔ خاص بندے بھی یہی سب کچھ کرتے ہیں مگر وہ ان اشارات کو جو قرآن پاک میں اکثر دیئے گئے ہیں ان پر تفکر وتدبر، تحقیق وجستجو کرتا ہے نئی نئی علم کی راہیں نکالتا ہے اور ایمان کی دولت سے اور بھی زیادہ مالا مال ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو بھی اپنے علم کے فائدے پہنچاتا ہے اور خود اس طرح اللہ کا مقبول بندہ بن جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو دیکھتے ہیں جانتے ہیں مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں ان کو نہ مظاہر قدرت جگا سکتے ہیں نہ رسول نہ کتاب بلکہ وہ کفر وشرک کے اندھیروں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا کی ابتدا سے موجود رہے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود

رہیں گے کبھی تعداد کم ہوگئی کبھی درمیانی اور کبھی بہت زیادہ یہ کمی زیادتی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔

ایسے ہی نافرمان، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے پلے پڑے کہ جو صدیوں کی تعلیم وتربیت کے بعد بھی راہ خدا پر چلنے کو تیار نہ ہوئے یہاں تک کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے عاجز آ کر اللہ سے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کے تابع ہوئے جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔ اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر (یہ سب کفار کے بنائے ہوئے مشہور بتوں کے نام ہیں) کو کبھی ترک نہ کرنا۔ پروردگار! انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ (آیات 24,23,22,21)

اس دعا کے جواب میں رب العزت نے ان کو پانی کے طوفان کا عذاب دیا جو مسلسل کئی دن رات آسمان سے برستا رہا اور زمین میں سے پھوٹتا رہا۔ اس عذاب کے آنے سے پہلے خالق العلمین نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ کشتی بناؤ اور اس میں نیک مردوں، عورتوں اور جانوروں پرندوں کے ایک ایک جوڑے کو سوار کرلو۔ سو ایسا ہی کیا۔ صرف یہی لوگ اور جانور بچے باقی سب دنیا کے لوگ ڈوب کر فنا ہوگئے۔ اور یوں دنیا خبیث فطرت شیطان کے دوستوں سے پاک صاف ہوگئی اور سیدنا نوح علیہ السلام پھر سے افزائش نسل اور پیداوار بڑھانے میں مصروف ہوگئے۔ اور اپنا مقرر کردہ کردار اور عمر ختم ہونے پر دنیا سے رخصت ہوگئے آپ کے بعد پھر جس قوم نے عروج حاصل کیا وہ قوم عاد ہے۔ پھر قوم ثمود۔ یہ زبردست قومیں تھیں مگر بد اعمالیوں کی وجہ سے نیست ونابود ہوگئیں۔ یہ فطرت کا دستور ہے قوموں کا عروج وزوال ہوتا چلا آیا ہے۔ پھر کئی پیغمبر آئے اور قومیں برباد ہوگئیں۔ آخر میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری دین اور آخری کتاب لے کر دنیا میں آئے۔ جنہوں نے ایک ایسا دستورِ حیات دنیا کو دیا جو کسی خاص قوم، عہد یا ملک کے لیے نہیں بلکہ یہ عالمگیر دستور حیات ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل قوانین کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔

عالمگیر معاشرہ مساوات۔ انسانی حقوق کی حفاظت، عدل وانصاف، تمام دنیا کے تنازعات کا پُرسکون حل، معاشی ومعاشرتی اصلاح، پوری دنیا کے امن کا لحاظ، معاہدات کی پابندی، سفیروں سے بہترین معاملات کی راہیں صلح اور جنگ کے بین الاقوامی اصول اور اقتصادی امداد، خوفِ خدا کی تشہیر اور انسانیت کا احترام۔ جو قوم ان تمام بہترین اصول وضوابط کی پابند ہو گی۔ دنیا میں سرفہرست رہے گی۔ جیسا کہ اسلام کے عالمی سفر کی ابتدا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی باوجود مالی کمی اور مضبوط مخالفت اور افرادی کمی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت قلیل عرصہ میں بہت عظیم کامیابی ہوئی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ہم پچھلی قوموں کے عروج وزوال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو دوبارہ بچالیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ بس صرف ہر شخص مسلم بن جائے اور قرآن وسنت کی طرف پوری توجہ، یقین اور محنت سے قدم بڑھائے ایسے ہی پر اعتماد بندوں کی اللہ مدد فرماتا ہے۔ یہ

اس کا وعدہ ہے۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ بقرہ)

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تا کہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تم کو سیدھے رستے پر چلائے اور اللہ تمہاری زبردست مدد کرے۔ وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تا کہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔ آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ الفتح آیات 1 تا 4)

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے چھٹے سال حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ تشریف لائے تو اللہ نے آپ ﷺ کو فتح خیبر کا وعدہ دیا۔ اسی طرح کئی واقعات اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ جو لوگ مومن ہیں اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے لیے رکوع وسجود کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد ضرور کرتا ہے اور ان کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ مگر گناہگار نافرمان کفار اور مشرکین اس کے عذاب سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔ ان کو اپنی مشرکانہ حرکات کی سزا اس دنیا میں بھی ضرور ملتی ہے اور آخرت میں بھی وہ کبھی بھی عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔ جیسا حال قومِ نوح علیہ السلام کا ہوا۔ قرآن میں آیا ہے۔ آخر وہ اپنے گناہوں کے سبب پہلے غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے گئے۔ (سورۃ النوح)

خلاصہ سورۃ النوح

سورۃ النوح بڑی سبق آموز ہے۔ صرف ان لوگوں کے لیے جو عقل سمجھ رکھتے ہیں اور اپنے نفس پر پوری طرح قابو رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ دنیا انسان کو چاروں طرف سے دنیاوی لذات، خواہشات اور مکروہات سے گھیرے ہوئے ہے۔ ان تمام کو مناسب طریقہ سے اور اللہ کی بتائی ہوئی حدود میں رہ کر استفادہ حاصل کرنا ہی انسانِ کامل ہونے کا ثبوت ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم ان تمام حدود سے نکل چکی تھی اور اس قدر بگڑ چکی تھی کہ کسی طرح بھی سدھرنے کا ارادہ نہ رکھتی تھی تو ان کے نبی بھی عاجز آ گئے تو ان کی تباہی کی دعا انہوں نے اللہ سے کی اور وہ قبول ہوگئی۔ اللہ بے حد رحیم وکریم، غفور رحیم اور الحق الوکیل (سچا کارساز) ہے اس کو اپنے بندوں سے بے حد پیار ہے۔ لیکن جب اس کے بندے اس کے پیار اور مہربانی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اس کو بھول جائیں اس سے دوری اختیار کریں اور کسی راہبر کی آواز کو بھی نہ سنیں بلکہ الٹا اسی کا مذاق اڑائیں تو پھر وہ بری طرح ناراض ہو جاتا ہے اور یاد رکھنا چاہیے اس کا غصہ بڑا سخت اور اس کی سزا بڑی دردناک ہے۔ اس کی سزا نہ صرف آخرت میں ہی ملے گی بلکہ دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے مطابق قوم نوح علیہ السلام، عاد، ثمود اور بے شمار قوموں کی تباہی عذاب کی صورت میں ہوئی۔ جبکہ ماضی قریب میں بے شمار ایسے تاریخی واقعات ہمیں سمجھانے کے لیے ملتے ہیں مثلاً مولانا وحیدالدین خان صاحب لکھتے ہیں چین کے صوبہ شنسی کا زلزلہ جو 1556ء میں آیا اس میں آٹھ لاکھ سے زیادہ لوگ ہلاک ہو

گئے۔اسی طرح یکم نومبر 1755ء کو پرتگال میں زلزلہ آیا جس نے لزبن کا پورا شہر تباہ کر دیا،اس زلزلہ میں چھ منٹ کے اندر تیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے،تمام عمارتیں مسمار ہو گئیں۔اسی نوعیت کا ایک شدید زلزلہ 1897ء میں آسام میں آیا تھا جو دنیا کے پانچ بڑے زلزلوں میں شمار ہوتا ہے۔اس سے شمالی آسام میں ہولناک تباہی آئی،اس زلزے نے دریائے برہم پتر کا رخ بدل دیا اور ایورسٹ کی چوٹی ابھر کر سوفٹ اوپر چلی گئی۔وہ دہشت ناک منظر جو زلزلہ کی تباہی کے بعد منظر عام پر آتا ہے وہ اس بات کا زندہ ثبوت ہے۔کہ قیامت کیسے آئے گی اور انسان کس قدر بے بس ہے اور زمین کا مالک کس طرح زمین کے موجودہ نظام کو توڑنے پر پوری طرح قادر ہے۔(از مذہب اور جدید چیلنج)

یہ سب تو ہمیں جگانے کے لیے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے اور بندہ عاجز و بے بس ہے،کافی ہے۔ان لوگوں کے بارے میں مذہبی اور اخلاقی کردار کا علم تو نہیں بہرحال یہ اللہ کے غضب کا شکار ضرور ہوئے ہمیں بھی محتاط رہنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔خود بھی نیکی کریں اور دوسروں کو بھی نیکی کی ہدایت کریں تاکہ اللہ کی رحمت، بخشش اور انعام کے حقدار بنیں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔نہیں پہنچتی کوئی تکلیف سوائے اللہ کے حکم کے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر تو اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔(تغابن:11)

غرض بندے کا اللہ سے غافل ہونا کسی صورت بھی اس کے لیے فائدہ مند نہیں نہ اس دنیا میں نہ آخرت کی دنیا میں۔یا اللہ ہمیں گناہوں سے بچا اور ہم سے درگزر کر۔(آمین)۔(الحمدللہ سورۃ نوح علیہ السلام مکمل ہوئی)

تعارف سورۃ الجن

ترتیب کے لحاظ سے یہ 72 نمبر پر آتی ہے یہ بھی قیام مکہ کے آخری دنوں میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ اللہ کی مخلوق جنات کے بارے میں ہے۔انسان کو اللہ نے مٹی سے بنایا،فرشتوں کو نور سے اور جنات کو آگ سے بنایا۔اس بات کو خوب کھول کر بتایا گیا ہے کیونکہ مختلف سورتوں میں اس کا ذکر بڑے آسان الفاظ اور انداز میں کیا گیا ہے۔جن بھی انسانوں کی طرح نیک،بد،مسلمان اور مشرک ہوتے ہیں۔جن اور فرشتے اپنی خاص بناوٹ کی وجہ سے انسانی نظر میں نہیں آتے۔اس سورت میں جنوں کے ایک ایسے گروہ کا ذکر ہے۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کلام پاک سن کر مسلمان ہو گئے اور جا کر دوسرے جنوں کو بھی تبلیغ کی۔جنوں میں پیغمبر پیدا نہیں کیے گئے بلکہ جنوں میں بدفطرت زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت نیک فطرت کے۔انسانوں کو بھی یہاں نیکی پر چلنے کی ہدایات دی گئی ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ تو اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔اور ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے جو ان کی مخالفت میں سرتوڑ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ان کو اس دن کی اطلاع دی جارہی ہے جو آنے والا ہے۔اور اس کے آنے کا

علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور کسی کو اس دن کی بابت کچھ معلوم نہیں کہ کب آئے گا صرف اتنا ہی اللہ نے بتا رکھا ہے کہ ضرور آئے گا اور عنقریب آئے گا۔ جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کی بعثت کا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت کو دیر نہیں میری بعثت آخری گھڑی کی آمد کی ایک طرح پیشگی اطلاع ہے۔ (ترمذی)

اور اچانک اتنی ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا آخر کار وہ گھڑی (قیامت) اچانک ظاہر ہوگی اور اتنی اچانک کہ دو آدمی خرید و فروخت کے لئے کپڑے کا تھان پھیلائیں گے تو نہ قیمت کا فیصلہ ہو سکے گا نہ تھان کو واپس لپیٹنے کا وقت ملے گا۔ (صحیح بخاری)

جنوں پر تلاوتِ قرآن کا اثر

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾
وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ
حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ
شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا
مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي
الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ
بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا
رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے اس کتاب کو سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ (1) جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ (2) اور یہ کہ ہمارے رب کی عظمت، شان بہت بڑی ہے وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد۔ (3) اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف اللہ کے بارے میں جھوٹ افترا کرتے ہیں۔ (4) اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے۔ (5) اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔ (6) اور یہ کہ ان کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمہارا تھا کہ اللہ کسی کو نہیں جلائے گا۔ (7) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو

ہم نے اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔(8) اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات پر خبریں سننے بیٹھا کرتے تھے اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارا تیار پائے۔(9) اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کے لئے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔(10) اور یہ کہ ہم میں کوئی نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔(11) اور یہ کہ ہم نے یقین کرلیا ہے کہ ہم زمین میں خواہ کہیں ہوں اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔(12) اور جب ہم نے ہدایت کی کتاب سنی اس پر ایمان لے آئے تو جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے اس کو نہ نقصان کا خوف ہے، نہ ظلم کا۔(13) اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان گناہ گار ہیں تو جو فرمانبردار ہوئے وہ سیدھے رستے پر چلے۔(14) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔(15)

تشریح: جیسا کہ قرآن پاک کی عظمت کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ قرآن پاک میں کوئی زیر زبر پیش، حرف، لفظ آیت اور سورت ایسی نہیں کہ جو کسی خاص مقصد خاص پیغام یا موضوع سے خالی ہو۔ اس کا ہر ہر حرف حکمت و ہدایت کا منبع ہے۔ اسی طرح سورت جن کا سب سے بڑا مقصد بھی اس بہترین کتابِ ہدایت، بہترین ادبی کتاب ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ کیونکہ جنوں کے جس گروہ نے قرآن نبی پاک ﷺ کی زبان سے سنا وہ اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً ایمان لے آیا اور پھر اپنی جنوں کی جماعت میں جا کر اس کی تبلیغ بھی کی۔ اور انہوں نے بہترین الفاظ میں اسلام اور کتاب آخر کی تعریف کی۔ جس کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔

یہ کتابِ مقدس ایک بہترین آئینِ زندگی اور دستورِ حیات ہے یہ ایک نور ہے جس کی روشنی میں ارض وسموات کے تمام ظاہر اور پوشیدہ راز کھل کر سامنے آجاتے ہیں اور قرآن پاک کا اندازِ بیان اتنا خوبصورت اور پُر اثر ہے کہ گویا غور سے سنو تو کفر و شرک کی ظلمت خود بخود دور ہو جائے نیکی اور ہدایت کا راستہ واضح ہو جائے۔ حق و باطل کا فرق عیاں ہو جائے اور معبودِ حقیقی اپنی پوری عظمت و کبریائی کے ساتھ انسان کے سامنے آموجود ہو۔ کونسا ایسا علم ہے جو اس میں بیان نہیں کیا گیا اور کون سی ایسی چیز ہے، حکمت ہے جو اس میں موجود نہیں۔

سیدنا سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا لفظ یا تو تلاوت سے یا جمعیت سے مشتق (نکلا) ہے۔

اسی طرح مشہور لغوی ابوالحسن علی بن حازم الحیانی کا قول ہے۔ کہ قرآن قراء سے مشتق ہے، اس کے معنی پڑھنے اور تلاوت کرنے کے ہیں۔ یہ کتاب ہر وقت پڑھنی چاہیے تا کہ دل کو سکون اور آنکھوں کو علم وعرفان کی روشنی ملتی رہے۔ قرآن پاک نے انسان کو اس کی حقیقت اور زندگی کا مقصد سمجھایا ہے۔ اس کو حق و ناحق دکھا کر ارادہ کی اجازت اور قدرت عطا کر دی تا کہ آخرت کے لیے سامان کر سکے یہ کتاب حکمت اللہ ذوالجلال علیم و حکیم، رب العلمین، سمیع و بصیر کی طرف سے وحی کے ذریعہ انسانِ کامل جناب رسول اللہ ﷺ پر لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی گئی۔ یہ اتنی بہترین کتاب ہے کہ جب ایک

گروہ جنات نے جو کہ غیر مسلم تھے سنی تو فوراً ایمان لے آئے۔

اب ذرا جنات کی بات ہو جائے یہ انسان کی طرح مخلوقِ خدا ہے۔ کیونکہ یہ بھی اختیار و ارادہ کی آزادی رکھتے ہیں۔ یہ بھی مختلف عقائد اور مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان میں نہ رسول آئے نہ کتاب دی گئی۔ بلکہ وہ انسانی مذاہب کو مان لیتے ہیں۔ فرشتے عالمِ باطن کی مخلوق ہیں جب کہ جن اور انسان عالمِ ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنات عالم باطن میں رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں کیونکہ ان کی قوتِ پرواز اور قوتِ بصیرت انسان سے کئی درجے زیادہ ہے۔ اچھے اور نیک لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کرتا ہے اور بدفطرت انسان کیونکہ شیطان سے دوستی رکھتے ہیں تو شیطان ان کو پوشیدہ رازوں سے باخبر کرتا ہے تاکہ وہ بڑی کامیابی سے برے اور غلط کام انجام دے کر بدامنی اور ظلم و فساد پھیلائیں یہ جن شیاطین اپنے بدکردار انسانوں کو طرح طرح سے سبق سکھاتے رہتے ہیں کبھی ظاہر ہو کر اور کبھی غیبی شکل میں اور وہ ان کی مدد سے بھولے بھالے لوگوں کو الٹے سیدھے کرتب دکھا کر گمراہیوں کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لیے قرآن پاک میں آیا ہے کہ اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ لیتے تھے، جس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی (سورہ جن 6:)

انسان کی فضیلت جنوں پر پکی اور سچی بات ہے۔ کیونکہ شیطان جن صرف ان انسانوں پر ہی غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جو کمزور علم و ارادے کے مالک ہوتے ہیں۔ نیک، متقی اور مضبوط علم و ارادہ اور یقین رکھنے والے انسانوں سے تو جن خود بھی ڈرتے ہیں۔ مسلم جن مسلم انسان کی مدد بھی کرتے ہیں آیات 8 تا 10 کی وضاحت ہم اس حدیث شریف سے کرتے ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں "اللہ کی جانب سے جو حکم ہوتا ہے ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو وہ حکم بتا دیتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس خبر کو خفیہ طور پر سن کر لے بھاگتے ہیں اور اپنے دوست کاہنوں سے جا کر کہہ دیتے ہیں اور اس میں سو جھوٹ اور ملا دیتے ہیں۔ (بخاری)

بہرحال قرآن پاک کے ذریعہ جنوں کی یہ بات بتائی گئی ہے کہ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ انسانوں کی طرح وہ بھی نیک اور بدفطرت رکھتے ہیں مگر قرآن پاک کا سن لینا ان کے لیے واقعی ہدایت کا باعث بنا اور انہوں نے اللہ کی عظمت و قدرت کا اعتراف کرتے ہوئے یوں کہا جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آتا ہے اس کو نہ نقصان کا خوف ہے نہ ظلم کا۔ تو جو فرمانبردار بنے وہ سیدھے رستے پر چلے اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ (آیات 13-14-15)

تو ظاہر ہوا کہ مشرک انسان اور مشرک جن سب ہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جو نیک انسان اور جن ہوں گے ان کو انعامات ملیں گے۔ تو شیطان سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو، بلاشبہ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے (حٰم السجدہ 36:) اس طرح حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ (بخاری، مسلم)

اسلام، قرآن، خالق کائنات اور سیدنا محمد ﷺ یہ سب اپنی اپنی جگہ بہترین صدق و سچائی کا نمونہ ہیں۔ مولانا وحید الدین صاحب بڑے خوبصورت انداز میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔ انگریز مصنف ٹامس کارلائل پہلا قابل ذکر مذہبی شخص تھا جس نے 1840ء میں بتاکید عوامی طور پر کہا کہ محمد ﷺ یقیناً سنجیدہ تھے کیونکہ یہ فرض کرنا بالکل مضحکہ خیز ہے کہ ایک فریبی (نعوذ باللہ) آدمی ایک عظیم مذہب کا بانی ہوسکتا ہے۔ اس نے مغربی پروپیگنڈے کی تردید میں مثال دی۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح انسان اپنے کردار سے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص پیغمبر اسلام ﷺ کا کلام پڑھے جو دیکھے کہ روز شب آپ ﷺ کن سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے اور یہ کہ آپ ﷺ کے اثر سے کس قسم کی تحریک برپا ہوئی، وہ ہرگز یقین نہیں کرسکتا کہ یہ سب نعوذ باللہ ایک فریبی انسان کا کارنامہ ہے۔ ایک شخص جس کے کلام میں تعمیر انسانیت کی باتیں ہوں، جس کا لہجہ درد و سوز سے بھرا ہوا ہو، جس کے مشن سے لوگوں کی زندگیوں میں صالح انقلاب آرہا ہو، وہ کبھی فریبی انسان نہیں ہوسکتا، فریبی انسان ایک فریبی تحریک اٹھا سکتا ہے نہ کہ ایک صالح ربانی تحریک۔ (دین انسانیت:312)

یہاں جو بیان کیا گیا ہے وہ تو جنوں کے بارے میں بیان ہوا کہ وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ایمان لے آئے صرف رسول اللہ ﷺ کی زبانی تلاوت کلام سن کر۔ تو اس کی تاثیر انسان تو انسان جن بھی لیے بغیر نہ رہ سکے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے صالح متقی لوگوں میں شامل کرلے تاکہ بخش دیئے جائیں۔ آمین

نبی کے لیے اللہ کا حکم

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ
عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ
لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ
اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ
اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا
وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ
فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ
عَدَدًا ﴿٢٨﴾

(اور اے پیغمبر ﷺ! یہ بھی ان سے کہہ دو) کہ اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے۔(16) تا کہ اس سے ان کی آزمائش کریں اور جو شخص اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔(17) اور یہ کہ مسجدیں خاص اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔(18) اور جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے تو کافر ان کے گرد ہجوم کر لینے کو تھے۔(19) کہہ دو کہ میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔(20) یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔(21) یہ بھی کہہ دو کہ اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی بچا نہیں سکتا اور میں اس کے سوا کہیں پناہ کی جگہ نہیں دیکھتا۔(22) ہاں اللہ کی طرف سے احکام کا اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا ہی میرے ذمہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرے گا تو ایسوں کے لیے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔(23) یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ دن دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ مددگار کس کے کمزور اور شمار کن کا تھوڑا ہے۔(24) کہہ دو کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ عنقریب آنے والا ہے یا میرے رب نے اس کی مدت دراز کر دی ہے۔(25) وہی غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔(26) ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اس کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔(27) تا کہ معلوم کرے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے ہیں۔ اور یوں تو اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔(28)

تشریح: پچھلی آیات میں جنوں کے بارے میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے اب ان آیات میں انسان اور جن سب کو ایک نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ایک مکمل دستورِ حیات دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی پیغمبر کی حیثیت اور فرائض بھی واضح کر دیئے گئے ہیں کیونکہ پچھلی قوموں نے پیغمبروں کو یا تو قتل کر دیا اور یا پھر ان کو اسقدر زیادہ اہمیت دے دی کہ کسی نے ان کو پوجنا شروع کر دیا کسی نے اس کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ غرض رسول کی حیثیت صرف یہ ہے کہ بہترین اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی بیان کردہ وضع کردہ اس اصولِ حیات کو لوگوں کے سامنے پیش کر دے جو اللہ نے اس کو بتائے ہیں اور بس۔ اس کے علاوہ نہ تو رسول ﷺ غیب کا علم رکھتا ہے نہ کسی کو سزا یا جزا دینے پر قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی موت و حیات پر اختیار رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو صاف صاف بتا دیا ہے کہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دو اللہ نے جو تمہیں پیدا کیا ہے زندگی دی ہے زندگی کی تمام نعمتیں دی ہیں یہ سب کھیل تماشہ نہیں بلکہ یہ امتحان کا ایک پرچہ ہے جو تم لکھ کر حل کر رہے ہو تو اس پرچہ کو حل کرتے ہوئے اگر ان ہدایات کو یاد رکھو گے تو ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ ہدایات یہ ہیں۔

1۔ اللہ کو ایک مانو۔

2۔مسجدوں میں صرف رکوع وسجود اور تسبیح وتقدیس کرو یعنی آدابِ مسجد ملحوظ رکھیں اور وہاں غیر اللہ کی پکار نہ لگاؤ۔

3۔رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

4۔صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو۔

5۔اپنی زندگی میں ظلم وناانصافی کرنے سے بچو۔

6۔تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔

7۔کسی بھی مشکل میں اللہ کی مدد طلب کرو۔

8۔ہر آسائش اور راحت میں اللہ سے غافل نہ ہو بلکہ اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

9۔آخرت پر یقین رکھے اور یہ بھی کہ اس دن کا علم سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں۔

10۔صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے۔

11۔اس کے علم سے کوئی چیز کوئی مخلوق پوشیدہ نہیں وہ ہر چیز کا مکمل حساب کتاب رکھے ہوئے ہے۔

جب ہم ان تمام قوانین کو غور سے دیکھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں تو یقینا ہم بے شمار تکلیفوں زحمتوں خباثتوں ناکامیوں اور پریشانیوں سے بالکل محفوظ ہو جاتے ہیں۔ وہ یوں کہ ہم صرف سیدھی راہ نیک راہ پر کوشش اور محنت کرتے ہیں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے جو بھی کرے گا ہمارے حق میں بہترین ہوگا آزمائش میں اور راحت ہر دونوں صورتوں میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہی ہمارے سکون کا باعث ہو سکتا ہے۔ اپنے اوپر اعتماد پیدا ہو جاتا ہے اور یہ یقین ہے کہ اس راہ پر چلیں گے تو سیدھے جنت میں پہنچیں گے کیونکہ اس کا وعدہ اس عظیم وکبیر نے کیا ہے جو الہ العٰلمین ہے اور ہمارا خالق و مددگار ہے۔ اور اگر یہ سب نہ مانیں گے تو ہر وقت مال و دولت کی حفاظت ان دیکھے خدشات اور موت کی پریشانی ہماری زندگی کو ایک مستقل جہنم بنا دے گی اور پھر آخر میں جو جہنم کی سزا ملے گی وہ علیحدہ ہے۔ اب یہ سوچ لینا ہمارے اختیار میں ہے کہ کونسا رستہ ٹھیک اور کون سا غلط ہے اللہ ہمیں ٹھیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور شیطان کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے آمین۔

خلاصہ سورۃ الجن

سورت الجن ایک انوکھا موضوع لیے ہوئے ہے۔ جو کہ بالآخر توحید و رسالت اور آخرت پر یقین لانے کی طرف ہی انسان کو لے کر جاتا ہے۔ اس سورت میں ہمارے انسانوں کے ساتھ ایک ایسی مخلوق کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہماری برابری رکھتی ہے مگر بہت سی باتوں میں وہ ہم سے بالکل علیحدہ حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً بناوٹ اور طاقت میں وہ ہم سے بالکل مختلف

ہے۔ کیونکہ ہم انسان مٹی سے بنے ہیں جب کہ وہ آگ سے بنے ہیں۔ اسی لحاظ سے وہ ہم سے طاقت میں زیادہ مگر درجہ میں یعنی فضیلت میں کم تر ہیں۔ وہ ہم سے زیادہ تیز رفتار اور زیادہ تیز بصارت رکھتے ہیں۔ اسی لیے اپنی اس فطری بناوٹ کی وجہ سے وہ ہماری بصارت کے احاطہ میں نہیں آتے جب کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات ان میں اور ہم میں مشترک ہے یعنی علم وارادہ کی آزادی اور نیکی و بدی میں تمیز کر کے جنت و دوزخ کا حاصل کرنا۔ اس میں ہم برابر ہیں۔

جب ہم غور کرتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہے کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے بلکہ ہماری پوری دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کا دارومدار ہی شرک اور توحید کے مسئلے پر ہے تو پھر ہم شرک کو چھوڑ کر توحید کی طرف کیوں نہیں دوڑ پڑتے؟ تو اس کی چند وجوہات دکھائی دیتی ہیں۔

ایک تو آباواجداد کی روش ہے جس کو چھوڑ دینا خاصہ مشکل کام ہے۔ جیسا کہ سورۃ الزخرف میں بتایا گیا ہے کہ ہر زمانے کے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف سے ہمیشہ یہی جواب ملا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے ہی راستے پر چلیں گے۔

دوسری وجہ تعصب ہے۔ یہودی آپ ﷺ کی آمد سے اچھی طرح واقف تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آخری نبی ﷺ بجائے بنی اسحاق کے بنی اسماعیل میں سے پیدا ہوا تو مارے تعصب کے وہ آپ ﷺ کو ماننے سے انکاری ہوئے جیسا کہ سیدنا صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد اور چچا بہت بڑے یہودی عالم تھے مگر آپ ﷺ کو ملنے کے بعد انہوں نے یوں گفتگو کی۔

چچا: کیا واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے؟

والد: اللہ کی قسم ہاں! چچا کیا تمہیں اس کا یقین ہے؟ والد! ہاں۔ چچا: پھر کیا ارادہ ہے؟

والد: جب تک جان میں جان ہے۔ اس کی مخالفت کروں گا۔ اور اس کی بات چلنے نہ دوں گا۔ (ابن ہشام)

تیسری وجہ جو بڑی وجوہات میں سے ایک ہے۔ وہ ہے غرور اور تکبر۔ القرآن! اور پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا (سورۃ بقرہ:34)

چوتھی اور سب سے بڑی وجہ ہے ابلیس کی دشمنی انسان کے ساتھ۔ شیطان نے اللہ سے مہلت مانگی اور کہا۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں پوری نسلِ انسانی کی بیخ کنی کر ڈالوں گا بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔

تو جو لوگ شیطان کی دوستی سے خود کو بچا لیتے ہیں اور اللہ اور اس کے ﷺ کے فرمانبردار بن کر تقویٰ کی زندگی گزارتے ہیں وہی فلاحِ دارین حاصل کریں گے۔ یہی حکم جنات کے لیے بھی ہے۔ جو شیطان کی پیروی کریں گے وہ اپنے دوست شیطان کے ساتھ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

نبی تو نے بھیجا ہے رہبر بنا کر
نبی سے کوئی بڑھ کے رہبر نہیں ہے
بچایا ہے تو نے بھٹکنے سے ہم کو
ہمیں گمراہی کا ذرا ڈر نہیں ہے
نہ ہوں جس میں تیری تمنائیں رقصاں
وہ دل دل نہیں ہے وہ سر سر نہیں ہے

محمد منظور الحق ڈار

بفضل تعالیٰ سورۃ الجن مکمل ہوگئی ہے۔ الحمدللہ

تعارف سورۃ المزمل

یہ سورت بھی رشد وہدایت کا خزانہ لیے ہوئے ہے اور اپنے لحاظ سے بڑی ہی پیاری سورت ہے یہ قیامِ مکہ کے شروع کے دور میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور بیس آیات ہیں۔ اس میں خالصتاً روحانی بلندی حاصل کرنے کے لیے عبادت کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ شروع کے رکوع میں تو تہجد کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کا کچھ ایسا لطف آتا ہے کہ روح کو پاکیزگی اور دل کو عجیب قسم کا سکون ملتا ہے کہ جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ظاہر ہے رات کی خاموشی پوری طرح توجہ کو ایک طرف مبذول کرنے میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو بہت بڑا کام کرنا تھا اس لیے ان کی خاص طریقہ سے تربیت ضروری تھی۔ پھر بعد میں عبادت کا انداز کچھ اس طرح تبدیل ہوگیا کہ دن میں پانچ وقت کی نماز فرض کردی گئی اور تہجد نفل نماز کے طور پر پڑھی جانے لگی۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی فرض کردی گئی تاکہ مسلمانوں کی ارواح کے ساتھ ساتھ مال کی تطہیر بھی ہوتی رہے اور یوں ان کے اندر تمام اقوامِ عالم سے زیادہ بلند اور مضبوط کردار پیدا ہوجائے کیونکہ آئندہ زمانے میں انہوں نے اسلام کی انفرادیت کا اظہار کرنا تھا۔ نماز اور زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے دو ارکان ہیں۔ اور یہ بنیاد ہیں توحید اور اسلام کی دوسری عبادات اپنی جگہ محکم حیثیت رکھتی ہیں لیکن توحید کی وجہ سے عبادت کی راہ نکلتی ہے اور عبادت کا طریقہ ہے کسی کے سامنے پورے خلوص ''نیک نیتی اور توجہ سے جھک جانا یوں کہ تمام دنیا اور کاروبارِ دنیا سے ہٹ کر صرف اسی کو ہی دل ودماغ کی گہرائیوں سے دیکھنا اس کے ساتھ گہری محبت کرنا'' اس سے مدد مانگنا اور اسی کو اپنا سب کچھ سمجھ لینا اور یہ سب نماز کے ذریعے ہی ہوتا ہے سجدہ میں انسان اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ پھر جب ہم اللہ کو اس طرح سے پوجنے لگتے ہیں تو سوچتے ہیں ہمارا جینا مرنا ہمارا مال ودولت سب اسی پر قربان تو یہ صورت بن جاتی ہے زکوٰۃ کی ہمارا دل ہمیں

مجبور کرتا ہے کہ اپنے اس مہربان محترم عظیم وکبیر کے لیے سب مال ودولت قربان کردیں خوشی سے اس کے لیے سب لٹادیں۔ تو یہاں اللہ نے ہمارے لیے توازن پیدا کردیا کہ ضرور لٹادو اللہ کے لیے مگر ایک توازن کے ساتھ تاکہ زندگی بے توازن نہ ہوجائے خود کو بچوں کو اہل وعیال کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے تو اس نے ہمارے لیے عبادت کا طریقہ اور زکوٰۃ کا طریقہ خاص طور سے ایسے بنادیا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرتے ہوئے ہمیں دقت یا پریشانی نہ اٹھانی پڑے اور ہم بڑے مناسب اور میانہ روی کے طریقے سے دونوں کام بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرلیں۔ تاکہ دنیا میں بھی سرخ رو ہوں اور آخرت میں بھی درجات بڑھ سکیں۔ کیسا رحیم وکریم اور عزیز وحکیم ہے ہمارا پروردگار کہ جس نے ہمیں پیدا کرنے کے بعد ہماری ہر ہر قدم پر بہترین رہنمائی کردی کہ دنیا میں بھی آرام سے گزرے اور آخرت میں بھی کامیاب وکامران ہوکر جنت کے مزے لوٹیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ۔ بیشک یا اللہ! تو ہی علیم وحکیم ہے اور تو غفور رحیم مالک الملک اور ذوالجلال والاکرام ہے۔ کس کی مجال ہے جو تیرے سامنے ہٹ دھرمی یا نافرمانی کرسکے مگر سوائے ان بدنصیب لوگوں کے کہ جو شیطان کے پنجہ میں جکڑے جاچکے ہیں۔ اور جن کی رہائی مشکل ہے۔ یا اللہ ہم پر رحم فرمانا اور ہمیں آخردم تک صرف اپنا ہی فرماں بردار رکھنا اور اپنی حفاظت میں رکھنا آمین ثم آمین۔

نماز تہجد کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ
الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ
قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ
هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ
جَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(اے نبی ﷺ!) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ (1) رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ (2) یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم۔ (3) یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ (4) ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ (5) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا نفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کردیتا ہے۔ (6) دن میں تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔ (7) تو اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہوکر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (8) وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ (9) اور جو جو دل آزار

باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔(10) اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولت مند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔(11) کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔(12) کانٹے دار کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔(13)

تشریح: یہ بابرکت سورت اس لحاظ سے بھی خاص ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو بڑے محبت بھرے انداز میں مخاطب کیا ہے۔ یعنی اے کپڑوں میں لپٹنے والے (مزمل کا مطلب ہے، ہلکا کپڑا یعنی چادر) اور پھر اس برگزیدہ نیک فطرت اور متقی انسان کو اس آنے والے مشکل ترین کام کی تیاری کی خبر دی گئی اور اس کو سنبھالنے کے لیے اپنے اندر وہ جذبہ توکل صبر وضبط اور جان نثاری پیدا کرنے کے مزید طریقے بتائے گئے جو ان کو ایک کامل آخری نبی بننے کے قابل بنا سکیں۔ اور ان میں سب سے پہلا کام جو کہا گیا وہ تھا شب بیداری یعنی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا عبادت کرنا اور اللہ سے مدد مانگنا اور اس کلام کو انتہائی دلچسپی سکون اور سمجھ کر پڑھنا جو اللہ نے ان پر نازل کیا تھا یعنی قرآن پاک کا وہ حصہ جو اس وقت نازل ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے اس شب بیداری اور رات کی عبادت کے بارے میں یوں فرمایا نماز تہجد پڑھو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ کار تھا رات کا قیام قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے کیونکہ اس سے برائیاں ختم ہوتی ہیں اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔

1۔ رات کی عبادت انسان کے اندر نفس پر قابو پانے کی طاقت بڑھا دیتی ہے۔

2۔ جو خاموشی اور سکون رات کے دوران ہوتا ہے وہ بندے اور اللہ کے درمیان ربط کو بڑا مضبوط اور پراثر بناتا ہے۔

3۔ رات کا سکون بندے کے ظاہر و باطن کو مربوط کر دیتا ہے یعنی وہی زبان سے نکلتا ہے جو دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے۔

4۔ رات کی عبادت انسان کے اندر استقامت ''مضبوطی اور ثابت قدمی پیدا کرتی ہے۔ وہ ہر کام بڑی مستقل مزاجی سے کر لیتا ہے اور نفسِ امارہ اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔

5۔ رات کی عبادت بہت بڑا مجاہدہ ہے اسی لیے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اور روحانی ترقی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بھی۔ یہ تمام صفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے سے موجود تھیں لیکن کیونکہ ان کے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی تھی جس کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اسی کام کو سنبھالنے کے لیے آپ ﷺ کو تہجد بتائی گئی ہے۔

اور پھر ساتھ ہی تلاوت قرآن کے آداب میں سے ایک ادب بھی سکھایا گیا ہے۔ قرآن کو اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ سوائے اللہ کے کیونکہ اصل میں ہر چیز کا مالک و خالق تو اللہ ہی ہے جب وہ اس قدر قدرت اور طاقت رکھتا ہے اور تمہیں پورا بھروسہ اور اعتماد کرنے کا یقین دلاتا ہے تو پھر لوگوں کی ایذا رسانی اور الٹی سیدھی نکتہ چینی کی پرواہ آپ کیوں کرتے ہیں۔ آپ سب سے بے فکر ہو کر اپنے تبلیغ کے کام میں لگے رہیں کیونکہ ان لوگوں

سے دل برداشتہ ہو کر جھگڑا کرنے کی نہ آپ کو ضرورت ہے اور نہ فرصت اور نہ آپ کے شایانِ شان ہے۔ ہم خود ان کی ہر حرکت ہر زیادتی اور ہر یاوہ گوئی کا خوب اچھی طرح ضرور بدلہ لے لیں گے۔ بس آپ ﷺ ان کو دیکھتے جائیں ہم نے بھی ان کو تھوڑی سی مہلت دے رکھی ہے تو سن لو ہم ان سے کیا کرنے والے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ گلوگیر کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب۔ (آیات 12-13)

حساب چکانے کا دن

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾

جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ ایسے بھر بھرے گویا ریت کے ٹیلے ہو جائیں۔ (14) (اے اہلِ مکہ) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس موسیٰ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا اسی طرح تمہارے پاس بھی رسول بھیجے ہیں" جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے۔ (15) سو فرعون نے ہمارے پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا۔ (16) اگر تم بھی ان پیغمبر کو نہ مانو گے تو اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ (17) اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا" یہ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ (18)

تشریح: یہاں پھر اس خوفناک دن کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ قیامت کی تباہ کاریاں آنکھوں کے سامنے آنے لگتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی اس خبر کو آج کا سائنسدان بھی مان چکا ہے واقعی ہمارے قرآن نے یہ بڑی پکی اور سچی خبر دی ہے واقعی وہ اس قدر خوفناک منظر ہوگا کہ خوف کی وجہ سے جوان بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور تمام مخلوقات مر مٹ جائے گی پھر دوبارہ تمام مخلوقات کو زندہ کیا جائے گا اور پھر اللہ کے سامنے حاضری ہوگی اور دوزخ و جنت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو ہوش دلانے کے لیے فرعون کی مثال دیتا ہے کہ ان کو اللہ اور اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی کی سزا اس دنیا میں بھی مل گئی تھی۔ یہ واقعہ کئی سورتوں میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ کفار مکہ اور ہر زمانے کے کفار کو برے انجام سے ڈرایا جائے۔ دنیا میں ہمارے چاروں طرف شیطان کے جال بچھے ہوئے ہیں ان سب سے بچ بچا کر زندگی گزارنا ہی جنت کا وارث بنا سکتا ہے۔ قرآن مجید سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک غلطی پر اصرار بھی اسی طرح ہلاکت کا باعث ہے جس طرح کوئی بڑا گناہ آخرت میں تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔ سیدنا شہر بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المومنین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو وہ اکثر کون سی دعا مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا مانگتے اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط جما دے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کفر تو خیر بہت بڑا گناہ ہے مگر ہم مسلمانوں کو بھی دین پر مضبوط رہنے کے لیے اکثر و بیشتر قرآن و سنت کی روشنی میں اپنا محاسبہ سختی سے کرتے رہنا چاہیے تاکہ قیامت کی سختی اور عذاب سے بچ سکیں۔

عبادت میں سہولت اور نجات کا راستہ

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

یہ قرآن تو نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔(19) تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نبھا نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو نیک اور خلوص نیت سے قرض دیتے رہو اور جو عمل نیک تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں زیادہ پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(20)

تشریح: تہجد کے بارے میں لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کافی سہولت دیدی ہے بالکل اسی طرح جیسے نماز میں روزے اور حج میں سہولت دی گئی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے حکم کے بعد یہ دوسرا حکم ایک سال کے بعد نازل ہوا'' اور رات کا قیام فرض سے نفل کر دیا گیا۔

حلال طریقہ سے روزی کمانا اور جہاد میں شامل ہونا یہ قرآن پر عمل کرنے کی صورتیں ہیں۔ پھر زکوٰۃ پر زور دیا گیا ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ گویا یہ اللہ کو قرض دینے کے برابر ہے۔ حالانکہ یہ انسانی معاشرے کی اصلاح اور اکنامکس کا ایک بہت بڑا اصول ہے جو معاشی ناہمواری کو ختم کرتا ہے۔ اللہ نے ہی تو ہمیں مال دیا ہوتا ہے اسے ہمارے قرض کی کیا ضرورت ہے۔ اس بات کو ہم حدیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دیا ہے (صدقہ خیرات کیا) اور جو کچھ تم نے روک لیا ہے (جمع کر لیا ہے) وہ تو وارث کا مال ہے (صحیح بخاری)۔ پوری سورت خزینہ ہدایات ہے اس کو مختصراً ہم یوں بیان کر سکتے ہیں۔

1۔ قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر سمجھ کر پڑھنا چاہیے۔

2۔ قرآن پاک اتنا ہی پڑھیں جو آسانی سے پڑھا جائے۔

3۔ قرآن پاک اتنا پڑھیں جو سمجھ میں آئے اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔

4۔ جو پڑھیں اس پر فوراً عمل شروع کر دیں تاکہ قرآن کا مقصد حاصل ہو۔

5۔ خود پڑھیں سمجھیں عمل کریں اور دوسروں کو بتائیں۔

سورۃ المائدہ میں قرآن پاک کا خلاصہ بتا دیا گیا ہے۔

(اے اہل کتاب) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔ جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کا راستہ دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔ (آیات 15-16) اللہ ہمیں اس سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

خلاصہ سورۃ المزمل

اس سورت میں تہجد، نمازِ فرض اور زکوٰۃ کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ شروع سورت میں تو نبی اکرم ﷺ کو تاکید کی گئی ہے کہ جو بڑی ذمہ داری آپ ﷺ پر پڑنے والی ہے اسکو سنبھالنے کے لیے اپنی روحانی و جسمانی قوت کو بڑھالیں اور اسکے لیے راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنا ضروری ہے۔ بعد میں انسانی ذمہ داریوں کی وجہ سے تہجد کو نفل نماز کا درجہ اور پانچ فرض نمازیں مقرر کر دی گئیں پھر انسانی اصلاح کے لیے زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی فرض کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ سورت مکی زندگی کے شروع میں نازل ہوئی تھی اس لیے باقی ارکان اسلام آہستہ آہستہ بعد میں آتے چلے گئے۔ آخر میں نیک کاموں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

الحمد للہ سورۃ المزمل مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ المدثر

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 74ویں نمبر پر آتی ہے۔ یہ مکی دور کے بالکل شروع میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 56 آیات ہیں۔ مفسرین اور محدثین کی رائے مختلف ہے کوئی اس سورت کو پہلی سورت کہتے ہیں اور کوئی سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو پہلی وحی کہتے ہیں۔ بہر حال مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ سب سے پہلی وحی سورۃ علق اقرأ سے ہی ثابت ہوئی ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کو اپنے منصب سے آگاہ نہ کیا گیا تھا۔ یہ انداز دوسری وحی ہے جس میں آپکو یایھا المدثر کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے یعنی کپڑے میں لپٹنے والے، مدثر کا مطلب ہے لحاف میں لپٹنے والے جبکہ مزمل کا مطلب ہے ہلکے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اس تخاطب میں اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے بے حد محبت شفقت سے تھپکی دینے کا انداز دکھائی دیتا ہے۔ یعنی رب ذوالجلال والاکرام اپنے معصوم بندے کو فرماتا ہے کہ بھئی کپڑے لپیٹ کر لیٹنے والے۔ ہوشیار ہو جاؤ خبردار ہو جاؤ کہ تمہیں بہت بڑا اعزاز اور بڑا مشکل کام سونپا جانے والا ہے۔ جب ہم کپڑا لپیٹنے والے کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہمیں اس حالت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو وحی کے وقت آپ ﷺ کی ہو جاتی تھی۔ احادیث و روایات کے علاوہ اگر ہم خود اس مسئلہ پر غور کریں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ ذرا سوچیں کہ آبادی سے دور دراز ایک غار میں آپ ﷺ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے طریقہ سے یاد الٰہی میں مصروف ہیں کہ اچانک ایک فرشتہ آپ ﷺ کے سامنے آموجود ہوتا ہے اور آپ ﷺ کو مجبور کرتا ہے کہ پڑھو" پھر کہتا ہے پڑھو پھر زور سے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر دباتا ہے اور کہتا ہے پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ایک لوتھڑے سے، انسان کی تخلیق کی پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ (سورۃ علق 1 تا 5)

ایسی حالت میں ایک انسان کا کیا ردعمل ہو سکتا ہے۔ یہی نا! کہ خوف اور دہشت سے برا حال ہو جائے۔ تو روایات سے یہی معلوم ہوا کہ پہلی وحی کے آنے پر آپ سخت دہشت زدہ ہوئے گھر آ کر زوجہ محترمہ سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ اور اس وقت آپ ﷺ پر لرزہ طاری تھا۔ بہرحال دوسری وحی کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوئی اور وہ سورۃ المدثر کی شروع کی آیات ہیں۔ اس سورت کے بعد سورۃ المزمل نازل ہوئی۔ اس میں خود اپنی روحانی و جسمانی طاقت بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اس سورۃ میں دوسروں کی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کو بڑی خاص ہدایات دی گئیں جن کا ذکر ہم سورت کے دوران کریں گے۔ اور ایک مشہور مخالف ولید بن مغیرہ کا ذکر بھی تفصیل سے کیا گیا۔ منکرینِ حق کا رویہ اور ان کا انجام بتانے کے بعد اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ بے نیاز ہے اس کو کسی کے ایمان لانے اور نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ راہ راست پر چلنا خود انسان کی بھلائی کے لیے ضروری ہے۔ اللہ غفور رحیم ہے جو آدمی اصلاح کی طرف آئے تو اللہ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ آئیے اب سورت شروع کرتے ہیں۔

اصلاح انسان کے احکامات

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ
تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝

اے کپڑے میں لپٹے ہوئے۔(1) اٹھو اور ہدایت کردو۔(2) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔(3) اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔(4) اور ناپاکی سے دور رہو۔(5) اور اس نیت سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔(6) اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔(7) جب صور پھونکا جائے گا۔(8) وہ دن مشکل کا دن ہوگا۔(9) یعنی کافروں پر آسان نہ ہوگا۔(10)

تشریح: اب تک تو رسول اللہ ﷺ دین کی تبلیغ چپکے چپکے صرف اہل خاندان یا قریبی رفقا تک ہی کرتے تھے مگر اب ان کو حکم دیا گیا۔ ہے کہ اب اسلام کی تبلیغ سر عام شروع کردو۔ جیسا کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اسلام کا آغاز ساتویں صدی عیسوی میں ہوا۔ اس کا آغاز 622ء یعنی جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو ہوا اور پھر اسی صدی کے ختم ہونے تک اسلام پورے مشرق وسطی شمالی افریقہ اور اسپین میں پھیل گیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے صرف ایک صدی کے اندر اندر ماوراء النہر سے لے کر اندلس تک سب اسلام کے حلقے میں آ گئے۔ تو یہ سب کیسے ہوا؟ صرف ایک مرد کامل کی مقدس تعلیمات سے ہوگیا جو کہ وحی کے ذریعے سے ان تک اللہ نے پہنچائی تھیں۔ سورۃ المدثر کی یہ آیات اسلامی تعلیمات کا آغاز ہیں۔ یعنی توحید کی تعلیم جو بنیاد ہے اسلام کی۔ اور پھر اللہ کی تسبیح و تقدیس کے لیے جسم "کپڑے اور روح کی پاکیزگی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جسم روح اور کپڑوں کی کثافت سے جہالت اور ہر قسم کا شر و فساد پیدا ہوتا ہے۔ یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر قسم کی گندگی چاہے ظاہری ہو یا باطنی ہو ہدایت کی روشنی کو اپنے اندر بسانے کے لیے سب دور کردو اور بالکل پاک صاف "مخلص اور انتہائی صبر کرنے والے بن کر دوسروں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دو۔ مطلب یہ ہے کہ جو تعلیم دوسروں کو دینی ہو پہلے اس کو اپنے اندر اس حد تک پیدا کرلو کہ جو بات منہ سے نکلے سننے والے کے دل میں اتر جائے۔ یہ آیات مذہب اسلام کی چند بنیادی تعلیمات کا سبق دے رہی ہیں۔

1۔ ہدایت کرو۔
2۔ اللہ کی بڑائی بیان کرو۔
3۔ کپڑوں کو پاک رکھو۔
4۔ دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی کا خاص خیال رکھو۔

5۔ ہر نیک کام پورے خلوص اور نیک نیتی سے کرو۔

6۔ صبر وشکر کو زندگی کا اصول بناؤ۔

7۔ قیامت کے دن پر یقین کرو۔

8۔ زندگی گزارتے ہوئے خیال رکھو قیامت ضرور آئے گی۔

9۔ حساب کا دن ہر وقت یاد رکھو۔

10۔ حساب تو ہمیشہ مشکل اور پریشانی کا ہی باعث ہوتا ہے تو وہ حساب کتنا مشکل ہوگا جو ہمیں اللہ کے سامنے اپنی پوری زندگی کے بارے میں دینا ہوگا۔ کل جب اللہ ہم سے کہے گا۔ پڑھ اپنی زندگی ''آج اپنے اعمال نامہ کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔(الاسراء)

11۔ اور کفار تو بالکل ہی مارے جائیں گے کیونکہ وہ دوزخ کی دہکتی آگ میں ضرور ڈالے جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔ دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور دوزخ میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔(مومنون:104) استغفر اللہ۔

تو یہ وہ چند فیوض وبرکات ہیں جو وحی الٰہی کی بدولت انسان کو پہنچائی گئیں۔ حقیقت میں انسانی عقل اپنے نفع ونقصان کی جز بنیاد رکھنے سے قاصر ہے کیونکہ اس کی عقل ایسے ہی محدود ہے جیسے اس کے باقی اعضاء بدن محدود ہیں۔ جبکہ اللہ کی بصارت'' حکمت ''علم ''عظمت اور قدرت لامحدود اور بے حد وحساب ہے اتنی کہ جتنی انسان کی چھوٹی سی عقل میں آ ہی نہیں سکتی۔ تو بھلا وہ وحی الٰہی کے بغیر اپنی زندگی کا قانون یا منشور اس قدر معقول کس طرح وضع کر سکتا ہے جس قدر معقول ''بہترین'' فائدہ منداور مکمل قانونِ حیات وحی الٰہی کے ذریعے قرآن وسنت کی صورت میں مومنین ومسلمین کو دیا گیا ہے۔ یہی تو فرق ہے ہمارے دین اسلام اور باقی تمام ادیان میں۔ ہمارا دین دینِ فطرت ہے۔ اسی لیے تو آخری دین کہلاتا ہے۔ چلیے اب آگے دیکھتے ہیں منکرین کا کیا حال ہوتا ہے۔

منکرین اوران کا انجام

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿۱۲﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿۱۳﴾ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿۱۶﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿۱۷﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَأُصْلِيهِ

سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾
وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓىِٕكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا
مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ
وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا ع
لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا
كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾

ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا۔(11)اور مال کثیر دیا۔(12)اور ہر وقت اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے دیئے ۔(13)اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی ۔(14) ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔(15)ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔۔یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔(16)ہم اسے صعود پر چڑھائیں گے۔(17)اس نے فکر کیا اور تجویز کی۔(18)یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔(19)پھر یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔(20)پھر تامل کیا۔(21)پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔(۲۲)پھر پشت پھیر کر چلا اور قبول حق سے غرور کیا۔(23)پھر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے چلا آ رہا ہے۔(24)پھر بولا یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔(25)ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے ۔(26)اور تم کیا سمجھے کہ آگ کیا ہے ۔(27)۔(وہ آگ ہے) کہ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے۔(28)اور بدن کو جھلس کر سیاہ کردے گی۔(29)اس پر 19 داروغہ ہیں۔(30)اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں اور ان کا شمار کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کیا ہے اور اس لیے کہ اہل کتاب یقین کریں اور مومنوں کا یقین اور زیادہ بڑھے" اہل کتاب اور مومن شک نہ لائیں۔اور اس لیے کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور جو کافر ہیں کہیں کہ اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا مقصد ہے۔اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ اور یہ بنی آدم کے لیے نصیحت ہے۔(31)ہاں ہاں ہمیں چاند کی قسم۔(32)اور رات کو جب پیٹھ پھیرنے لگے ۔(33)اور صبح کی جب روشن ہو۔(34) کہ وہ آگ ایک بہت بڑی آفت ہے۔(35)اور بنی آدم کے لیے خوف کا موجب ہے۔(36)جو کوئی تم میں سے آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔(37)ہر ایک اپنے کیے ہوئے کاموں میں پھنسا ہے۔(38)

تشریح: آیت گیارہ سے آگے تک جس شخص کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ ہر اس شخص کے لیے مخصوص ہیں جو

خراب بری عادات والا ہو مگر تمام مفسرین نے اور خاص طور سے تفسیر ابن کثیر میں اس شخص کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے مالا مال ہو اور وہ شکر ادا نہ کرے اللہ کا کلام اس کے پاس پہنچے وہ اس کی تصدیق بھی کرے اس کو سچ بھی جانے مگر کیا کہیں کہ ہٹ دھرمی بے وقوفی یا آباؤ اجداد کی پیروی کا خیال کرتے ہوئے یا پھر اپنے دوست احباب کا خیال کرتے ہوئے۔ غرض کوئی بھی وجہ ہو اور وہ اللہ پر ایمان نہ لائے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور کتاب پر یقین نہ کرے تو پھر ایسے بندے کے لیے کہا جا سکتا ہے یہی کہ وہ اللہ کی مہربانی اور ہدایت کی نعمت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ جب پیغمبر کے نور ہدایت سے وہ فیض یاب نہیں ہونا چاہتا تو ٹھیک ہے اس کی مرضی مگر ایسے ڈھیٹ نافرمان اور بے وقوف لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ آخرت میں ان کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے (26) اس آیت سے 38 آیت تک اس عظیم آگ کا ذکر ہے جس کے بارے میں سوچ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میں دو باتیں خاص طور سے قابلِ تشریح ہیں۔ ایک یہ کہ دوزخ کے 19 فرشتے اور دوسری صعود کا ذکر کیا گیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ اسی طرح بے شمار روایات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انتہائی شدید عذاب دیا جائے گا۔ جس کی تفصیلات آیت 28 سے 30 تک بیان کر دی گئی ہیں۔ آیت 30 میں دوزخ کے داروغہ کی تعداد اللہ نے 19 بتائی ہے اور پھر خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ یہ تو مومن "مشرک اور کافر کا فرق ظاہر کرنے کے لیے بتائی گئی ہے۔ کیونکہ مشرک اس کا مذاق اڑائیں گے جبکہ مسلمان کا ایمان اور بھی پختہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے قرآن جو کلام الٰہی ہے اس کا ایک حرف بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے جو کہا ہے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ کا یقین دلانے کے لیے مظاہر قدرت یعنی چاند" رات اور روشن صبح کی قسم کھائی ہے۔ اور فرمایا کہ وہ آگ ایک بہت بڑی آفت ہے۔ اور بنی آدم کے لیے خوف کا موجب ہے۔ (آیت 35-36) اب جس کا جی چاہے اس تمام کلام پاک سے ڈر کر نیکی اور بھلائی کی راہ اختیار کرے اور جس کا جی چاہے پیچھے ہٹ رہے۔ یعنی نیکی اختیار نہ کرے۔

تھوڑا غور کریں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک اور فطرت دونوں اللہ کے وجود اور اس کی عبادت کا اعلان کرتے ہیں۔ اصل میں وحدت الٰہی کا تصور اسلامی علوم وفنون کی بنیاد ہے۔ دین اسلام سیدنا آدم علیہ السلام کا دین ہے جو گھٹتا بڑھتا اور کبھی مٹتا ابھرتا رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک پہنچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تقریباً بالکل مٹ چکا تھا۔ مگر پیارے رسول ﷺ نے اسلام کی مدد سے علم کی وہ شمع دوبارہ روشن کر دی جو ایتھیز اور اسکندریہ میں گل ہو چکی تھی۔ اسلامی تعلیمات جو وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ نے دیں وہ اسلام کو عیسائیت سے علیحدہ کرتی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ سمجھنے اور

نجات پانے کے لیے عقلِ سلیم تسلیم ورضا صحت وصفائی اور روحانی قوت حاصل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ تو ہم میں اور ولید بن مغیرہ میں کیا فرق ہوسکتا ہے؟ اور اسی طرح ہمارا انجام بھی سقر میں ہی ڈالا جانا ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اللہ اس انجام بد سے بچائے اور اپنی رحمتوں کا سزاوار بنائے آمین اگلی آیات ہمیں ایسی ہی خوشخبری سنا رہی ہیں۔

اللہ کے مقبول بندوں کی پرسکون زندگیاں اور دوزخیوں کا اقرارِ جرم

اِلَّآ اَصۡحٰبَ الۡيَمِيۡنِ ۝۳۹ فِىۡ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوۡنَ ۝۴۰ عَنِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ ۝۴۲ مع 16
قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ ۝۴۳ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡكِيۡنَ ۝۴۴ وَكُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِيۡنَ ۝۴۵
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝۴۶ حَتّٰٓى اَتٰٮنَا الۡيَـقِيۡنُ ۝۴۷ فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ ۝۴۸ فَمَا
لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ ۝۴۹ كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَةٌ ۝۵۰ فَرَّتۡ مِنۡ قَسۡوَرَةٍ ۝۵۱ بَلۡ يُرِيۡدُ
كُلُّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّؤۡتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝۵۲ كَلَّا ؕ بَلۡ لَّا يَخَافُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ۝۵۳ كَلَّاۤ اِنَّهٗ
تَذۡكِرَةٌ ۝۵۴ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۵۵ وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ
الۡمَغۡفِرَةِ ۝۵۶

الربع

مگر داہنی طرف والے نیک لوگ (39) کہ وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے اور پوچھتے ہوں گے۔ (40) یعنی آگ میں جلنے والے گنہگاروں سے۔ (41) کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے ہو؟۔ (42) وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (43) اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے۔ (44) اور اہل باطل کے ساتھ مل کر حق سے انکار کرتے تھے۔ (45) اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔ (46) یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ (47) تو اس حال میں سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔ (48) ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (49) گویا گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔ (50) یعنی شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ (51) اصل میں ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی ہوئی کتاب آئے۔ (52) ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو آخرت کا خوف ہی نہیں۔ (53) کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔ (54) تو جو چاہے اسے یاد رکھے۔ (55) اور یاد بھی تبھی رکھیں گے جب اللہ چاہے۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔ (56)

تشریح: یہاں داہنی طرف والے نیک لوگ۔ اس بات کی تصدیق کی جارہی ہے۔ جو میدانِ حشر میں ہونے والی ہے اور جو ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ جو اس بات کی ضمانت ہے کہ اس عقیدہ پر ایمان رکھنے والے ہر برا کام کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے سامنے اپنے اس برے کام کا انجام عذاب کی صورت میں ضرور ملے گا۔ تو یہی یاد

دہانی کروائی گئی ہے کہ مرنے کے بعد ہم ضرور زندہ کیے جائیں گے۔ اعمال نامے ملنے کی صورت یہ ہوگی کہ کچھ کو دائیں طرف سے کچھ کو بائیں طرف سے پیچھے سے اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو داہنی طرف سے اعمال نامے دیئے جائیں گے جو اس بات کی نشانی ہوگی کہ یہ خوش نصیب جنت میں جائیں گے۔ جنت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کئی دفعہ کی جا چکی ہے کہ انتہائی خوبصورت پرسکون اور بہترین ٹھکانا ہوگا۔ وہاں جانے والے لوگ جہنم میں جانے والے لوگوں کو پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیوں ڈالے گئے تو وہ وجہ بتائیں گے۔ غور سے سنئے ان کی اتنی سخت سزا کی وجہ۔

1۔ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

2۔ فقیروں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

3۔ اہل باطل سے مل کر حق سے انکار کرتے تھے۔

4۔ روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔

5۔ یہاں تک کہ انہیں موت آ گئی۔ یعنی عمل نیک اور مغفرت کا وقت نکل گیا۔

ایسے ہی بدنصیب لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ ان کے پاس نصیحت یعنی کتابِ ہدایت پہنچی مگر انہوں نے اس وقت ایسا رویہ اختیار کیا کہ جیسے عربی کا محاورہ ہے کہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگیں۔ یہ لوگ نصیحت ملنے پر بڑی عجیب و غریب شرطیں لگاتے تھے جو صرف وقت گزاری کا بہانہ تھا۔ ورنہ قرآن سے بڑا معجزہ اور کیا ہوسکتا ہے تو اب وہ اپنی ناعاقبت اندیشی کے بدلے میں اپنی گناہوں میں گزاری ہوئی زندگیوں کا خمیازہ دوزخ کی صورت میں بھگتیں گے اور یہ عذاب ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔ کوئی سفارش کام نہ دے گی۔ یہاں سفارش کا مفہوم یہ نہیں جو دنیا میں کی جاتی ہے۔ اس سفارش کی وضاحت فضیلۃ الشیخ کی زبانی سنئے ''آخرت کی شفاعت کو ہم دو قسم میں تقسیم کرتے ہیں۔

1۔ منفی شفاعت'' جو بے سود ہوگی۔

2۔ مثبت شفاعت جو مفید اور سودمند ہوگی۔ (اور یہ اللہ کی اجازت سے ہوگی)

1۔ منفی شفاعت کی دو صورتیں ہوں گی۔ پہلی اہل جاہلیت جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن بتوں کی وہ پرستش کرتے ہیں قیامت کے دن وہ ان کی سفارش اللہ سے کریں گے۔ دوسری اہل بدعت اور ضلالت جو یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتے نبی ﷺ رسول اولیاء اور صالحین یا کسی اور کی شفاعت انہیں حاصل ہوگی۔ ان ہر دو شفاعتوں کا آخرت میں کوئی وجود نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ اور اگر بالفرض کوئی سفارش کرے گا بھی'' تو یہ ان کو کچھ نفع نہ دے گی۔ (مدثر:48)

دوسری ہے مثبت شفاعت: اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

1۔ سیدنا محمد ﷺ کی سفارشات۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء اولیاء اور صالحین کی سفارشات۔

پہلیر سول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن متعدد قسم کی سفارشات کا حق ہوگا۔ان میں سب سے بڑی سفارش اس وقت ہوگی جب آپ ﷺ مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور لوگوں کو میدان حشر میں کھڑا رہنے کی تکلیف سے بچائیں گے یہ شفاعتِ عظمٰی صرف رسالت مآب ﷺ کے ساتھ مخصوص ہوگی مثبت شفاعت کی دوسری قسم وہ ہے۔حدیث میں آیا ہے۔انبیاء علماء اور شہداء (اللہ کے حکم سے) شفاعت کریں گے۔(ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں آیا ہے شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔(ابوداؤد)

آخر میں پُر زور انداز میں صاف صاف سمجھا دیا گیا ہے کہ خوب اچھی طرح سمجھ لو جان لو اور یاد رکھو کہ ڈرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کسی سے ہرگز مت ڈرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ بھول چوک معاف کرنے والا صرف رب تعالیٰ ہی ہے۔وہ غفور رحیم ہے رحمن ورحیم ہے ''الحق الوکیل اور القوی المتین ہے (طاقت والا اور مضبوط)

خلاصہ سورۃ المدثر

یہ سورت انتہائی شروع میں نازل ہوئی جب کہ آپ ﷺ نے ابھی اعلانیہ تبلیغ شروع نہیں کی تھی تب رب العزت نے آپ ﷺ کو اور تمام امت کو کچھ ایسی باتوں کی تاکید کی ہے جو ایک واعظ مبلغ عالم یا نبی ﷺ کے لیے بے حد ضروری ہیں۔

1۔اللہ کی وحدانیت کا یقین خود کرنا اور لوگوں کو پوری طرح اس بات کا پکا یقین دلانا کہ اللہ ایک ہے۔

2۔بدن کپڑے اور دل ودماغ کو صاف ستھرا رکھیں۔

3۔روح کی پاکیزگی کا خیال یوں رکھیں کہ بری صحبت برے عقیدے اور برے خیالات سے بالکل دور رہیں۔

4۔ہر کام صرف خلوص نیت سے کریں کسی ذاتی فائدے کے لیے کام نہ کریں صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصد ہو۔

5۔اپنے اندر بے پناہ صبر ''تحمل اور یقین کامل پیدا کریں کیونکہ تبلیغ کا کام بے حد مشکل اور صبر آزما ہے کمزور ارادے کا بندہ یہ کام نہیں کرسکتا۔

6۔امیر مغرور بد دماغ اور ہٹ دھرم لوگوں کی ہرگز پرواہ نہ کریں کیونکہ ان کے ساتھ ہم (اللہ) خود اچھی طرح نمٹ لیں گے۔ کیونکہ ہم نے جو لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کرنے اور پھر اعمال کا حساب کتاب کر کے جنت اور دوزخ کا پکا بندوبست کیا ہوا ہے تو وہ انہی لوگوں کے لیے کیا گیا ہے۔نیکوکار جنت میں اور بدکردار کفار ومشرکین دوزخ میں جائیں گے۔رہ گئی بات سفارش کی تو وہ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہ ہوگی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ان سے کہہ دو کہ سفارش تو تمام تر اللہ کے اختیار میں ہے۔(زمر:44)

پھر یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ اللہ کی سفارش حاصل کرنے کے لیے دعا کی ضرورت ہے اور دعا کے ساتھ نیک اعمال

خاص طور سے توحید پر یقین' نماز کی پابندی اور آخرت پر یقین۔ ان تمام حدود کو اپنے لیے ضروری کر لینے والا اچھا انسان بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

1۔ اے خوبصورت لباس کے حریص کفن کو یاد رکھ۔

2۔ بنگلہ نما مکان کے شیدائی قبر کا گڑھا مت بھول۔

3۔ اے ایمان کی دولت سے دنیا کی دولت کو بہتر سمجھنے والے'' یاد رکھ موت کے وقت تجھ سے ہر چیز چھین لی جائے گی۔

4۔ اللہ کے سوا دنیا کی محبت دل سے نکال قبل اس کے کہ تجھے دنیا سے قبر میں ڈال دیا جائے'' کیونکہ جب موت کا وقت آتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتا اور نہ ہی آگے۔

یہ سب باتیں ہماری سوچ کا رخ موڑنے کے لیے کافی ہیں۔ مگر کیا کریں کہ۔

براہیی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

اللہ ہر صورت ہر وقت ہمیں ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ الحمد للہ کہ ''سورۃ المدثر'' مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ القیامۃ

یہ ترتیب کے لحاظ سے 75 نمبر پر آتی ہے۔ یہ مکہ کے شروع کے دور میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔ اس میں کفار کے ان تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو کفار آنحضرت ﷺ ان کی نبوت تعلیمات جنت دوزخ اور آخرت کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قیامہ تو قیامت کا نقشہ بڑی اچھی طرح کھینچ دیا گیا ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ یہ بالکل سچی اور پکی حقیقت ہے جو تم سب دیکھ کر رہو گے اور اپنے نامہ اعمال جس کو تم سمجھتے ہو کہ کسی کو کیا معلوم مگر تم تو اسے ضرور جانتے ہو کیونکہ ضمیر کا پہرا تو تم سب پر بٹھا دیا گیا ہے جو ہر غلط عمل پر تمہیں برابر خبردار کرتا رہتا ہے وہ علیحدہ بات ہے کہ تم اس کو تھپک کر سلا دو اور سمجھ لو کچھ نہیں ہوا سب ٹھیک جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ تو صرف خود فریبی میں ہی آتا ہے اصل کام تو اللہ کے حکم اور انتظام سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ یعنی تمہارے اعمال کی فلم تو تیار ہوتی رہتی ہے۔ اور اس فلم کے تیار ہونے کے اسباب آج کا سائنس دان خوب اچھی طرح جانتا ہے ثبوت کے ساتھ، تو ظاہر ہے جب یہ سب کچھ موجود ہوگا تو پھر کونسا راستہ ہوگا کہ اپنے کئے گئے اعمال کی سزا سے بچا جا سکے جب کہ وہاں توبہ کا وقت ختم سفارش اور رشوت کا محکمہ بالکل ناپید ہوگا۔ یہ ساری حقیقتیں قرآن پاک میں بڑی بڑی دلیلوں کے ساتھ بار بار بتائی جا رہی ہیں جو ہمیں خبردار کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اب اگر ہم ان کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر قصور کس کا ہے؟ تو آیئے اب یہ تمام معاملات قرآن کی زبان سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قیامت کیسی ہوگی؟ آخرت ضروری ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝

ہم کو روزِ قیامت کی قسم ۔(1) اور قسم ہے نفسِ لوامہ کی کہ سب لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے۔(2) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔(3) ضرور کریں گے اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں گے۔(4) مگر انسان چاہتا ہے کہ ہمیشہ خودسری سے کام لے۔(5) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟۔(6)

تشریح: یہاں آخرت میں انسان کا دوبارہ زندہ کئے جانے کو سچا اور پکا عمل ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دو ایسی حقیقتوں کی قسم کھا رہے ہیں جو ہمارے سامنے موجود ہیں۔ پہلی حقیقت قیامت کی آمد ہے۔ ہم میں سے ہر پڑھا لکھا اور جاہل اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز کو ضرور ختم ہونا ہے پہلے لوگ اپنے سامنے اپنے عزیز واقارب کو مرتے ہوئے دیکھ کر یہ سمجھ لیتے تھے کہ جو آیا ہے وہ جائے گا ضرور اور جو چیز بھی بنی ہے یا بنائی گئی ہے وہ مٹے گی ضرور اسی مناسبت سے دنیا اللہ نے بنائی ہے تو یہ ختم بھی ضرور ہوگی۔ اور اب جب کہ علم وعرفان اپنے عروج پر ہے تو اب یہ حقیقت اور بھی زیادہ سچائی کے ساتھ بندوں کے سامنے آ گئی ہے۔ اسی لیے قیامت کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم سب لوگوں کو ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اس سچائی کے ثبوت میں دوسری قسم کھائی ہے نفسِ لوامہ کی۔ یہ اس لیے کہ یہ نفسِ لوامہ ہر شخص کی زندگی کے ساتھ لازمی صورت میں چمٹا ہوا ہے۔ روح اور نفس جب وجود میں آتے ہیں تو ان کے اس آپس کے ملاپ کے بعد تین طاقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو ہم یوں بیان کریں گے۔

1۔ نفسِ امارہ: یہ خواہشات اور شیطان کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ یعنی بندے میں خواہش پیدا ہوئی پیسہ کمانے کی تو اب پیسے کی حرص لالچ اور خواہش اس جنون کی حد تک اس کے سر پر سوار ہو جاتی ہے کہ وہ اس کام میں تمام اخلاقی مذہبی اور انسانی حدود کو یکسر بھول جاتا ہے۔ اس خواہش کو پورا کرنے میں اگر اسے تمام برائیاں بھی کرنی پڑیں تو وہ حصولِ زر میں خوشی سے کر گزرے گا حالانکہ وہ جانتا ہوگا کہ وہ غلط کام کر رہا ہے مگر کیونکہ اس کا نفس اس کے قابو میں نہیں رہتا اور وہ جہنم کو خریدتا چلا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا:- بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا کیونکہ ایسا شخص ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ انسان نہیں رہتا۔ حیوان بن جاتا ہے۔

2۔ نفسِ لوامہ:- یہ ایسی انسانی طاقت ہے جس کو ہم ضمیر کہتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کے مطابق خواہشات رکھتا ہے مگر

خواہشات کو پورا کرنے میں اپنے نفس پر پورا کنٹرول رکھتا ہے۔ ہر خواہش کے لیے ٹھیک راستہ اختیار کرتا ہے۔ اگر برائی سر اٹھائے تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اگر گناہ سرزد ہو جائے تو معافی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اسی لیے اس کو انسان کے لیے قابل افتخار بتایا گیا ہے اور وہ جنت کا وارث ہو سکتا ہے۔ یہ انسانی کیفیت کسی بندے بشر سے ہرگز پوشیدہ نہیں اسی لیے اس کی قسم رب العزت نے دوبارہ زندہ کئے جانے کی سچائی میں کھائی ہے۔ اصل میں ''''نفس لوامہ''''۔ یہ ضمیر انسان کا پہرے دار ہے جو ہر بندے کو غلط کام کرنے پر خبردار کرتا ہے۔ جو اس کے خبردار کرنے پر برائی کرنے سے باز آ جاتا ہے۔ اور اگر برائی ہو جائے تو ضرور پشیمان ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔

3۔ یہ نفس مطمئنہ ہے۔ یہ ضمیر کی بات پکی طرح مانتا ہے۔ شیطان سے سخت نفرت کرتا ہے۔ اور ہر صورت زندگی کے ہر عمل میں اللہ و رسول ﷺ کی حدود اور اصولِ زندگی کا پوری طرح خیال رکھتا ہے۔ اپنے خالق و مالک رب ذوالجلال والاکرام کا فرمانبردار اور اس سے ملنے کا خواہش مند رہتا ہے۔ خواہشات کے چنگل سے آزاد رہ کر توکل اور قناعت کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کو نفس مطمئنہ کہا گیا ہے۔ سورۃ فجر میں اللہ فرماتا ہے۔ اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے ممتاز بندوں میں شامل ہو جا'' اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔ (آیات از 27 تا 30)

اب یہ جان لینا ضروری ہے کہ قیامت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر سزا و جزا کا پانا انسان کے یقین کے لیے اس قدر کیوں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے یقین دلانے کے لیے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھا رہے ہیں۔

ایک تو یہ کفار کے جواب کے لیے کہا گیا ہے کہ اچھی طرح جان لو جیسے انسان کو پہلے حیرت انگیز طریقہ سے پیدا کیا گیا ہے ایسے ہی اس کو دوبارہ ضرور زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا۔ چاہے وہ ڈوب کر مرا زمین میں دفن ہوا جل کر مرا، یا ہوا میں مرا۔ اس کو ہر صورت ایسی مکمل شکل میں اٹھا کھڑا کیا جائے گا کہ اس کی ایک ایک انگلی کی پور تک ٹھیک جگہ پر بٹھا دی جائے گی۔ اور یہ دوبارہ زندگی بڑی مصلحت کی حامل ہے۔ ہماری اس عملی زندگی کا پوری طرح انحصار اسی بات پر ہے جب ہمیں یہ یقین ہو گا کہ ہمارا مالک ہمارا خالق ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم نے یہاں کے کئے گئے ہر عمل کا جواب ضرور دینا ہے پھر ہمیں بڑی سخت سزا اور یا بہت بہترین انعام ملے گا۔ یعنی اس دنیا کی زندگی کا مقصد ہی اسی میں ہے۔ یہ زندگی نہ تو بے مقصد ہے اور نہ ہی کھیل تماشہ ہے۔

یہ حقیقت بار بار بڑی وضاحت سے بتائی جا رہی ہے۔ پھر بھی اگر اس اعلان پر توجہ نہ دی جائے تو پھر سوائے بد نصیبی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ غفلت'' لاپرواہی اور جان بوجھ کر لاعلمی ہمارے آج کے ہر دوسرے بندے میں موجود ہے حالانکہ وہ مسلمان ہے۔ آج کا مسلمان قومی دین کا پیروکار ہے جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر بندہ خدائی دین کا

پیروکار بنے یادرکھو۔ القرآن تو پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر یقیناً تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ (سورۃ المومنون آیات 15-16)

قرآن پاک میں یوم الآخرہ 24 مرتبہ آیا ہے اور الآخرہ 112 دفعہ آیا ہے۔ اس کے علاوہ آخرت کے معاملہ کو واضح کرنے کے لیے بے شمار دفعہ مختلف انداز میں اس کا ذکر آیا ہے مثلاً۔ آخرت کا ثواب آخرت کا اجر آخرت کا گھر آخرت کی کھیتی اور آخرت کی ذلت۔ وغیرہ۔

اسی لیے میں اپنی زبان میں یہی کہوں گی۔ لوگو! دنیا کی منڈی میں آخرت خریدلو۔ آخرت خریدلو۔

قیامت کا منظر

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾

جب آنکھیں چندھیا جائیں۔ (7) اور چاند گہنا جائے۔ (8) سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں۔ (9) اس دن انسان کہے گا کہ اب کہاں بھاگ جاؤں؟۔ (10) بیشک کہیں پناہ نہیں۔ (11) اس دن اللہ کے پاس ہی ٹھکانا ہے 12 اس دن انسان نے جو عمل آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے۔ (13) بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔ (14) اگرچہ عذرومعذرت کرتا رہے۔ (15)

تشریح: یہ دن بڑا ہی خوفناک دن ہوگا۔ یعنی قیامت کا دن۔ یہ دن اچانک آئے گا اور اس کی ہیبت کا اندازہ اس طرح کر لیجئے کہ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ ہمارے ایک مسلم سائنسدان نے ان آیات کی بڑی خوبصورت وضاحت کی ہے۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔ سورج سے نکلنے والا آتشین مادہ جو ہر آن سورج سے دھماکوں کے ساتھ نکلتا رہتا ہے۔ اوسطاً یہ آتشی مادے سورج کی سطح سے تقریباً دس لاکھ میل دور تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ سفر تقریباً 450 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے کرتے ہیں۔ اگر یہ شمسی طوفان شدت اختیار کر جائیں تو پھر سورۃ دخان کی آیت 10 کے مطابق قیامت کے ایام میں شمسی فلیرز اور گرم پلازما ہماری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

آیات مبارکہ 7 سے 10 تک جو آنکھوں کے چندھیا جانے کا ذکر ہے ایسا شمسی پلازمہ کی چمک کی وجہ سے ہوسکتا ہے جب یہ شمسی آتش فشاں مادہ فضاء میں بکھر جائے گا تو اس کی آلودگی سے لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوجائے گی اسی دھوئیں اور گردوغبار کے اثر سے چاند بھی اوجھل ہوجائے گا جب زمین کے اردگرد کی ساری فضاء زہریلی گیسوں سے آلودہ ہوجائے گی

اور لوگوں کے گلے گھٹنے لگ جائیں گے تو لوگ انتہائی مایوسی اور گھبراہٹ کی حالت میں پکار اٹھیں گے۔ اے رب ہمارے! ہم کہاں جائیں۔ لیکن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی (از قیامت اور حیات بعد الموت)

یہاں پھر یاددہانی کروائی گئی ہے کہ اس دن اللہ کے ہاں ہی ٹھکانا ہے۔ (آیت 12) اور اگلی آیات میں حساب کا ذکر ہے۔

سورۃ انشقاق میں اللہ نے فرمایا۔ اس سے آسانی سے حساب لیا جائے گا۔

حدیث میں یوں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو صرف پیشی ہوگی قیامت کے دن جس سے پوری حساب فہمی ہوگی وہ عذاب میں پڑ جائے گا۔ (متفق علیہ، مسلم، بخاری)

اللہ کا وعدہ وحی کے بارے میں اور دوبارہ زندہ کرنے کا

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ
نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا
بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى
رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ ع 10/17
يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾
اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ
وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾ ع 11/18

اور (اے نبی ﷺ!) وحی کے پڑھنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دیا کرو کہ اس کو جلدی یاد کر لو۔ (16) آپ ﷺ کے سینہ میں اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ (17) جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ (18) پھر اس کے معنی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ (19) مگر لوگو! تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔ (20) اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔ (21) اس روز بہت سے منہ تازہ ہوں گے۔ (22) اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ (23) اور بہت سے چہرے اس دن اداس ہوں گے۔ (24) وہ سوچ رہے ہوں گے کہ ان پر مصیبت آنے والی ہے۔ (25) دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے۔ (26) اور لوگ کہنے لگیں اس وقت کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ (27) اور اس نے سمجھا کہ اب جدائی کا وقت آ گیا۔ (28) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے۔ (29) اس دن تجھ کو اپنے رب کی طرف چلنا ہے۔ (30) تو اس نے نہ یقین کیا اور نہ نماز پڑھی۔ (31) بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ (32) پھر اپنے گھر والوں کے پاس

اکڑتا ہوا چل دیا۔(33)افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔(34)پھر افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔(35)کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟۔(36)کیا وہ منی کا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟۔(37)پھر لوتھڑا ہوا پھر اللہ نے اس کو بنایا پھر اسکے اعضاء کو درست کیا۔(38)پھر اس کی دو قسمیں بنائیں ایک مرد اور ایک عورت۔(39)کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مُردوں کو جلا اٹھائے۔(40)

تشریح: قیامت کا بیان کرتے کرتے وحی کے بارے میں حکم آ گیا ہے۔جیسا کہ شروع میں بتایا گیا ہے کہ یہ سورت مکی زندگی کے شروع میں نازل ہوئی۔تو اس وقت آپ ﷺ کا تجربہ وحی کے سلسلے میں کچھ کم ہی تھا اس لیے فرمایا کہ وحی کے آنے پر گھبرا کر ساتھ ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ صرف دھیان سے سن لیا کریں اس کو آپ کے ذہن میں بٹھانا اور اس کے مطالب واضح کرنا یہ اللہ کا کام ہے وہ خود ہی اپنی قدرت سے یہ دونوں کام کر دے گا آپ ﷺ تو صرف غور سے سنتے رہیں۔پھر دوبارہ قیامت کے بیان سے رابطہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ نیک و بد اپنے کاموں سے تو اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں اس لیے نیک تو اللہ کے دیدار اور اللہ کے سامنے پیش ہونے سے پریشان نہ ہوں گے کیونکہ ان کو تو معلوم ہی ہوگا کہ بہترین انعام ملنے والا ہے جب کہ گناہ گار اپنے انجام سے سخت پریشان ہوں گے۔جس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔اسی لیے دنیا میں قرآن و رسول ﷺ کا انتظام اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔کیونکہ موت کے وقت یا موت کے بعد پرچہ حل کرنے کا ٹائم ختم ہو جاتا ہے۔بڑی ہی معمولی بات ہے اگر انسان وقت پر سمجھ لینے کی کوشش کرے تو اس کو اپنی اصلیت بھی معلوم ہو جاتی ہے اور موت کے بعد زندہ ہونے کا یقین بھی ہو جاتا ہے اور وہ ہے اس کی پیدائش کا مرحلہ کہ کس طرح ایک حقیر پانی کی بوند سے اس کی پیدائش ماں کے پیٹ میں شروع ہوا۔

یہ تمام مراحل سورۃ محمد میں تفصیلاً گزر چکے ہیں۔مطلب کہنے کا یہ ہے کہ اگر یہ تمام مسئلہ حل کرنا ہو تو بس انسان اپنی اس دنیا کی پیدائش کے طریقہ پر غور کرے تو اس کو اپنی حیثیت معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ کیا ہے جو اس قدر اکڑ، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کرتا ہے۔اور اللہ کے ہر فرمان سے منہ موڑ کر خواہ مخواہ خود کو دنیا میں بھی ذلیل و خوار کرتا ہے اور آخرت کی ہمیشہ والی زندگی بھی بدترین کر لیتا ہے۔قیامت نے تو ضرور آنا ہے اور بندے نے بھی دوبارہ زندہ ضرور کیا جانا ہے اور برے لوگوں کو سزا بھی ضرور ملنی ہے اور اچھے لوگوں کو بہترین انعامات ضرور ملنے ہیں تو پھر کیوں نہ اللہ و رسول ﷺ کے پیغام کو سچ جان کر اس کے مطابق ہی زندگی گزاری جائے۔یہ پیغامات آدم کے ہر بیٹے اور بیٹی کے لیے ہیں۔تو پھر خیریت اسی میں ہے کہ ٹھہر کر غور کریں کہ اللہ ہمیں کو کیوں پکار رہا ہے۔جو کرنا ہے کر لو' پھر سوائے پچھتاوے کے اور کچھ باقی نہ رہ جائے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے کے لیے اس سے بڑی فضیلت اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اسے دین کا صحیح فہم اور ادراک حاصل ہو کیونکہ ایسا ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہوتا

ہے۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ دین کی بنیاد صحیح سوجھ بوجھ ہے۔ اللہ ہماری اس سوجھ بوجھ میں اضافہ کردے اور ہمارے دلوں میں ویسا ہی نور پیدا کردے جیسا صالحین کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اور جنت کے حصول کے لیے تڑپ پیدا کردے آمین۔

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو گرما دے جو قلب کو تڑپا دے

خلاصہ سورۃ القیامۃ

اس سورت کو پڑھنے کے بعد ہمیں اپنی حیثیت کا علم ہوجاتا ہے کہ ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے اختیار میں نہیں کہ خود سے دنیا میں آجائیں ہمیں اختیار نہیں کہ خود سے مرجائیں۔ اس کے باوجود بڑے پھنے خان بنتے ہیں اور اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرتے ہیں اگر غیر مسلم ہیں تو اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ ان چیزوں کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں جو خود حرکت تک نہیں کرسکتیں یا جو خود بے اختیار ہیں اور اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ اور پھر بڑی لمبی چوڑی سکیمیں بناتے ہیں جبکہ ایک پل میں ہم یہاں سے کوچ کرکے دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور تمام مال اولاد جائیدادیہیں چھوڑ جاتے ہیں الٹا اس چھوڑی ہوئی تمام پونجی کا حساب کتاب دیں گے۔ کہاں سے حاصل کی؟ کیسے خرچ کی؟ اور خود اپنے لئے کیا جمع کیا؟ اور اگر ہم مسلم ہیں تو آج کل کے کچے پکے مسلمان ہیں۔ ہمیں دنیا کی گہما گہمی میں یہ تک یاد نہیں رہتا کہ ہم نے اس خالق کو یاد کرنا ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کے مسلمان اور غیر مسلم میں صرف فرق یہ ہے کہ ہم نے کلمہ پڑھا ہے یا یہ کہ ہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں اور بس۔ اللہ ذوالجلال والاکرام ہمیں اس غفلت اس بے دینی لاپرواہی ناعاقبت اندیشی بے علمی فریب دنیا اور قرآن اللہ رسول ﷺ اور سنت سے دوری سے بچائے ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں لے کر اپنے پسندیدہ اور مقبول بندوں میں شامل کرے۔ ہمیں توفیق دے کہ اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر دنیا و آخرت میں شاندار کامیابیاں حاصل کریں آمین۔ بیشک۔

اکابر تیرے سامنے سرفگندہ
تیرے سامنے کوئی اکبر نہیں ہے

(محمد منظور الحق)

الحمدللہ سورۃ القیامۃ مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ الدھر

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت 76 نمبر پر آتی ہے یہ بھی مکہ میں ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 31 آیات ہیں۔اس سورت میں خاص طور سے انسان اور دہر کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا ہے۔انسان کا انجام اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔پھر رسول اللہ ﷺ کو تین باتوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔

1۔ قرآن کی سچائی کہ واقعی یہ کلام الٰہی ہے۔لوگوں کو اس بات کا یقین دلا دو۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے اللہ کی طرف سے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام میں کتنی ہی مشکلات اٹھانی پڑیں۔صبر سے کام کئے جائیں۔

3۔ روح کی پاکیزگی کے لیے رات کی عبادت کو اپنا شعار بنائے رکھو۔کیونکہ شب بیداری سے ثابت قدمی اور مضبوطی ارادہ میں پیدا ہوتی ہے۔

پھر آخر میں انسان کو اس کی بے بسی" مجبوری اور کمزوری سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ کی بندگی کا فائدہ ضرورت اور مقصد بتایا گیا ہے تاکہ بندہ اللہ کی رحمت کے سائے میں جنت کا مقام حاصل کر سکے اور دوزخ کے عذاب سے بچ سکے۔

انسان کی اصلیت اور اس کا کردار

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝

بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔(1) ہم نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔(2) اور اسے راہ بھی دکھا دی اب وہ چاہے شکر گزار ہو چاہے ناشکرا۔(3) ہم نے کفار کے لیے زنجیریں طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔(4)

تشریح: ان چار آیات میں رب رحمن و رحیم نے انسان کی حیثیت کردار مقصد ذمہ داریاں پیدائش عمل مرتبہ پھر انجام اور نتیجہ سب کچھ بیان کر دیا ہے۔یہی تو قرآن کی معقولیت جامعیت نفاست اور بے مثل ہونے کی دلیلیں ہیں۔معلوم یہ ہوتا ہے اور سائنسدانوں کی تحقیقات اور قرآن کا بیان یہی ثابت کر رہا ہے کہ پہلے کائنات بنائی گئی اور پھر انسان کا ظہور ہوا۔جو کہ واضح الفاظ میں بیان کیا جا چکا ہے۔آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا پھر حوا کو اور پھر دونوں کو جنت میں جگہ ملی۔

آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی شیطان نے بھی اپنی گدی سنبھال لی کہ قیامت تک انسان کو گمراہ کرے گا۔لہٰذا اس نے اپنا کام سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع کر دیا۔ان کو گمراہ کیا۔وہ اس کی باتوں میں آ گئے اللہ کا حکم بھول گئے اپنے ضمیر سے مار کھا گئے نفس امارہ۔(شیطان) کے حکم پر چل پڑے۔تو اس غلطی سے اپنا اتنا بڑا نقصان کر لیا کہ جنت سے نکال کر زمین میں آباد ہونے کا حکم صادر ہو گیا۔اور یوں زمینی زندگی کے چکر میں جت گئے۔اللہ کیونکہ رحمن و رحیم ہے اس لیے اس نے اس خطا کار کو معافی مانگنے اور اپنے منصب کو بحال رکھنے کے طریقے سکھا دیئے۔اللہ نے کیونکہ انسان کو اشرف المخلوقات اور نائب اللہ بنایا ہے اس لیے اس کو بصارت اور سماعت کی طاقت عطا کر دی۔یوں تو جانور بھی سنتے اور دیکھتے ہیں مگر ان کو اس ادراک یعنی عقل سمجھ اور ارادے کی طاقت نہیں دی گئی جو انسان کو دی گئی ہے اور یہ اس لیے دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی ہر چیز کو غور وفکر سے دیکھے اور پھر اس کے بنانے والے کو پہچانے یہ انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے جس طرح قدرت کی ہر چیز میں ایک تعمیل کا مادہ رکھ دیا گیا ہے یعنی سورج، چاند، ستارے، پرند، چرند، زمین، آسمان غرض ہر چیز حکم الٰہی کی پابند ہے۔اپنی مرضی اور ارادہ استعمال کرنے کی نہ تو اسے اجازت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔مگر انسان کو علم ارادہ، سماعت اور بصارت دے کر تین طاقتیں یعنی نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ دے کر تمام راستے ان پر چلنے کی ہدایات پیغمبروں کے ذریعے ان کے سامنے رکھ دیں۔ایک تقدیر کے پرچہ کو سامنے رکھ کر امتحان دینا شروع کر دو۔

امیر ہونا، غریب ہونا، بیمار یا صحت مند ہونا یہ لکھ دیا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امیر ہو کر کہاں تک حقوق اللہ حقوق العباد کا خیال رکھتے ہو۔کس حد تک اللہ کی شکر گزاری کرتے ہو بس یہی اعمال کا پرچہ تیار ہو گا اسی طرح غریب ہو تو غربت میں کس حد تک شکر گزاری کرتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرتے ہو۔اسی طرح صحت مندی اور بیماری میں اپنا رویہ حدود اللہ میں رہ کر کہاں تک رضاء الٰہی کے مطابق ٹھیک رکھتے ہو۔اور یہی ہے انسان کی تخلیق کا مقصد اور پھر مزید یہ کہ آخرت میں اس حل شدہ پرچے کا رزلٹ مل جائے گا۔جب ہم اپنی پیدائش کے پورے منصوبے پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے ہم اللہ کے اختیار میں جکڑے ہوئے ہیں۔وہی ہمارا خالق ہے مالک ہے اور اسی کی طرف واپس چلے جائیں گے۔یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ اللہ نے بار بار کہہ دیا ہے کہ جیسے پہلے تم کچھ بھی نہ تھے سوا ایک بوند پانی سے تمہاری تخلیق ہو گئی یہ تو تمہیں اب معلوم ہوا کہ مرد عورت کے ملنے سے یہ انتہائی باریک ترین جرسومہ ماں کے رحم میں پرورش پا کر انسان کی صورت میں دنیا میں آ جاتا ہے۔یہ غیب کی خبر کہ تم دوبارہ زندہ کر کے اللہ کے حضور حاضر کئے جاؤ گے بالکل سچ ہے۔اگر ہم اس کو سچ نہ سمجھیں تو ہمارا ایمان ناقص ہے اور ہماری زندگی حیوانات سے کم نہ ہو گی۔جیسا کہ غیر مسلم قوموں میں کئی حیوانی عادات پائی جاتی ہیں۔ان میں شرم وحیا اور انسانیت کا تقدس نام کو بھی نہیں ملتا۔اسی طرح ان کا تمدن، معاشرت، معیشت اور عام کردار بے شمار خرابیوں کا حامل ہے۔جب کہ مسلمان کو رب تعالیٰ نے پیدا ہونے زندگی گزارنے اور پھر مر کر انعام پانے کے تمام

طریقے اصول اور ایک مکمل ضابطہ عطا کر دیا ہے۔ اسی لیے وہ جانتا ہے بھلائی کیا ہے ضمیر یعنی نفس لوامہ اور مطمئنہ کی حفاظت کیسے کرنی ہے وہ خدائے واحد کو مانتا ہے۔ کسی اور کو نہیں مانتا۔ مسلم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ تاریخ سے پورا سبق حاصل کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ اللہ کیوں اور کیسے ناراض ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جرم کی سزا یہاں دنیا میں بھی مل جاتی ہے جو بڑی معمولی ہوتی ہے مگر اصل سزا تو حشر میں ملے گی جو بڑی سخت سزا ہوگی۔ ہر دور میں پیغمبر اور رسول آتے رہے اور ان سب نے یہی تعلیمات دیں جن لوگوں نے ان کی تعلیمات کو مان لیا وہ صالحین میں شامل ہو گئے جنہوں نے نافرمانی کی وہ پوری طرح ناکام ہوئے اور ذلیل وخوار ہوئے۔

قرآن پاک کی پہلی سورت بتا دیتی ہے کہ اللہ ہی رب العلمین ہے رحمن ہے رحیم ہے اور پھر مالک یوم الدین ہے۔ اس میں کائنات اور انسان کے تین مرحلے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی وجود سے پہلے موجودہ دور اور پھر دوبارہ زندہ کئے جانے کا دور۔ مسلمان یہ تمام ادوار بڑی سنجیدگی اور متانت سے گزارتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق کا قول ہے: کم کھانا صحت، کم بولنا حکمت اور کم سونا عبادت میں داخل ہے۔ بیشک زندگی کے ساتھ سمجھوتہ ضروری ہے ورنہ انسان ٹوٹ جاتا ہے۔ اسلام کبھی بھی سختی، جبر، خلافِ فطرتِ انسانی کا حکم نہیں دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہودی وعیسائی حکمرانوں کو خطوط بھیجے تو آغاز میں یہ آیت لکھی۔ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق ہے۔ یعنی تم بھی اہل کتاب ہو اور ہم بھی اہل کتاب ہیں۔ اس لیے ہمیں آپس میں تعاون کرنا چاہیے۔ اور یہ مفتوحہ اقوام کو مذہبی آزادی کی دعوت دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ رواداری اور نرمی کا طریقہ اختیار کیا۔ القرآن۔

اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہماری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔ یہی تو وہ آزادی ہے جو اس دنیا کے ہر انسان کو دی گئی ہے۔ پھر فرمایا اور اسے راہ بھی دکھا دی اب وہ چاہے شکر گزار ہو چاہے ناشکرا۔ ہم نے کفار کے لیے زنجیریں طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (سورۃ الدھر آیات 3-4)

اچھے لوگوں کے لیے خوش خبریاں

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝٦ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝٩ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝١٠ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى
الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا
تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ
قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى
سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا
رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا
اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ
سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾

جو نیک لوگ ہیں وہ ایسی شراب پئیں گے جس میں کافور ملا ہوگا۔(5) یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال لیں گے۔(6) یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں۔(7) اس کے باوجود کہ ان کو خود کھانے کی ضرورت ہے مگر یہ فقیروں یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔(8) اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تم سے معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری کے خواہش مند ہیں۔(9) ہمیں اپنے رب سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو چہروں کو خراب اور دل کو سخت پریشان کر دینے والا ہے۔(10) تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچا لے گا تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائے گا۔(11) ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت کے باغات اور ریشم کے ملبوسات عطا کر دے گا۔(12) ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں نہ دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی شدت۔(13) پھلوں سے بھری ٹہنیاں اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔(14) خدام چاندی کے پیالے لئے ہوئے ان کے اردگرد پھر رہے ہوں گے اور شیشے کے نہایت شفاف گلاس۔(15) شیشے اور چاندی کے جو بڑے اندازے سے بھرے ہوئے ہوں گے۔(16) اور ان کو ایسی شراب بھی پلائی جائے گی جس میں سونٹھ ملی ہوئی ہوگی۔(17) یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔(18) اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی عمر میں رہیں گے جب تم ان کو دیکھو تو ایسے ہوں جیسے بکھرے ہوئے موتی۔(19) اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے۔(20) ان کے جسموں پر دیبا و حریر کے سبز کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو بہترین پاکیزہ شراب پلائے گا۔(21) یہ تمہاری کوشش اور صلہ اللہ کے ہاں مقبول ہوا۔(22)

تشریح:- سب سے پہلے اس خاص چشمے کا ذکر کیا گیا ہے جس کے پانی کی یہ خاصیتیں ہوں گی صاف ٹھنڈا اور خوشبودار ہوگا۔ یہ کہاں ہوگا اور کون اس کو پئیں گے؟ تو جواب ہے کہ یہ جنت میں ہوگا اور اس کو صرف وہ لوگ پی سکیں گے جو اللہ کے مقبول نیک متقی اور پرہیز گار ہوں گے۔ دنیا کی زندگی انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق گزاری ہوگی یہاں کچھ چند ایک احکامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ نذریں پوری کرنا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے نذر نیاز دینا۔ دونوں کا مقصد انتہائی خلوص نیک نیتی اور بھلائی واصلاح امن وسلامتی اور رضائے الٰہی حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ حدیث میں نذر کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ نذر ماننے سے منع کرنے لگے کہ وہ کسی ہونے والی چیز کو پھیر نہیں سکتی البتہ اس کے ذریعے کچھ مال بخیل سے نکلوایا جاتا ہے۔ (مسلم' ابوداؤد) از تفہیم القرآن۔

2۔ حساب کے دن سے جو لوگ خوف کھاتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ کوئی برائی قصداً کر ہی نہیں سکتے۔ ایسے لوگ مبارک ہیں۔

3۔ فقیروں' یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانے والے اللہ کے محبوب لوگ ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ دوسروں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ یعنی حب انسانی خلوص محبت رحم دلی ایثار انسان دوستی اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ کام سوائے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے اور کسی بھی مقصد کے لیے نہ کیا جائے۔ اپنی ضرورت سے زیادہ دوسرے انسان کی ضرورت پوری کرنے کا جذبہ اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے۔ یہ چند خوبیاں ہیں جنت میں جانے والوں کی۔ جنت کیا ہے؟ آیت گیارہ سے لے کر 12 تک جنت کا جو نقشہ اللہ تعالیٰ نے کھینچا ہے ذرا آنکھیں بند کر کے اس کا تصور کریں تو بخدا دل چاہتا ہے ابھی اور اسی وقت اس دنیا کو چھوڑ کر وہاں پہنچ جائیں۔ اور اس دنیا میں جتنا بھی وقت ملے صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی خلقت کی خدمت بے لوث خدمت کرنے میں گزار دیں۔

جب ایسی سچائی خلوص اور محبت انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ خود بخود نیکی اور بھلائی کی طرف کھینچنے لگتا ہے۔ اور یہ جذبات پیدا کرنے کوئی خاص مشکل کام نہیں بس تلاوت قرآن پاک سمجھ کر کرتے رہیں۔ ہمیشہ کرتے رہیں تو ہمارے جذبات، فکر، کردار اور نفس سے ہر وقت برائی کی گرد جھڑتی رہتی ہے اور انسان میں نور کی چمک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس علم سے انسان میں جرات پاکیزگی ہمت حوصلہ اور سرفرازی پیدا ہوتی ہے اور وہ گناہ سے دور رہتا ہے۔

گناہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ گناہ عذاب کا راستہ بناتا ہے۔ گناہ کو نہ دیکھو کہ وہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اس اللہ کی بڑائی کو دیکھو جس کی نافرمانی کی جا رہی ہے۔ (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ)

سچ ہے کہ گناہ آکاس بیل کی طرح چپکے چپکے انسانی شعور کو بہت جلد اپنی لپیٹ میں جکڑ لیتا ہے۔ اس لیے کبھی بھی کسی غلط کام کو چھوٹا سمجھ کر ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ اچھا انسان برا کام کرنے سے برا لگنے لگتا ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ سفید چادر پر چھوٹا سا دھبہ

بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ گندی چادر پر چھوٹا دھبہ اتنا نمایاں نہیں ہوتا۔

دعا ہے:- اے ہمارے رب! جب تو ہمیں ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ (آل عمران:8)

اللہ کا پیغام نبی ﷺ کیلئے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ
يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا
شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا
تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ
وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾ ع

ہم نے آپ پر قرآن آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ (23) تو اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کئے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی گناہ گار ناشکرے کا کہا نہ مانو۔ (24) اور صبح و شام اپنے رب کا نام لیتے رہو۔ (25) اور رات کو رات گئے تک اپنے رب کے آگے سجدے کرتے رہو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ (26) یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن کو پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔ (27) ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں انہی کی طرح ان کے بدلے میں اور لے آئیں۔ (28) یہ تو نصیحت ہے جو چاہے اپنے رب کی طرف پہنچنے کا رستہ اختیار کرے۔ (29) اور تم بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (30) جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (31)

تشریح: یہاں اللہ ذوالجلال والاکرام اپنے پیارے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے۔ کہ ہم نے قرآن تم پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔'' دراصل یہ جواب کفار کو دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ باقی کئی قسم کے اعتراضات کے ساتھ ایک اعتراض وہ یہ بھی کرتے تھے کہ قرآن ایک دم پورے کا پورا نازل کیوں نہیں ہوا۔ ہو نہ ہو یہ تو محمد ﷺ خود ہی اپنے پاس سے بنا بنا کر بتا رہے ہیں ان کو نہ تو شعور تھا قرآن کا، نہ رسول ﷺ کا، اور نہ ہی اللہ کا بس صرف مخالفت پر اڑے ہوئے تھے۔ یہ اللہ کی خاص حکمت کی نشانی ہے کہ اس نے پورا قرآن پاک یکدم نازل نہیں فرمایا بلکہ انسانی زندگی کی مختلف ضروریات مسائل اور پریشانیوں کے ساتھ ساتھ مصلحتاً آہستہ آہستہ آیات کی صورت میں نازل ہوتا رہا تا کہ لوگوں کو آسانی رہے اور وہ آہستہ

آہستہ ہر قسم کے قانون اور اصول نبی ﷺ سے سیکھ کر اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق بتدریج آسانی سے ڈھالتے چلے جائیں اور یوں قرآن کی افادیت اور مقصد لوگوں پر اچھی طرح واضح ہوتا چلا جائے اور لوگ بہتر طور سے اس کی روشنی میں اپنی مشکلات دور کر کے تمام جہانوں میں کامیاب ہوسکیں۔

جیسا کہ پہلے متعدد سورتوں میں بتایا جا چکا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی میں صبر، استقامت، یقین، ہمت، عبادت اور شکر کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ اور کسی غیر اللہ یا غیر مسلم کی بات پر دھیان مت دو۔ کیونکہ گناہگار لوگ جیسے خود غفلت میں بے کار زندگی گزارتے ہیں دوسروں کو بھی اسی راہ پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان آیات میں امت مسلمہ کو راہ خدا میں چل کر جنت کے حصول کے چند طریقے بتائے گئے ہیں۔ اللہ ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خلاصہ سورۃ الدھر

یہ سورت انسان کی آنکھیں کھول دینے کا سبب بنتی ہے کیونکہ اس میں انسان کو بتا دیا گیا ہے کہ وہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ اس کا وجود انتہائی حقیر چھوٹے سے کیڑے سے شروع ہوا۔ یعنی اس قدر باریک کیڑا یا جرسومہ کہ جسے مائیکروسکوپ سے دیکھا جا سکے آنکھ اس کو بغیر مائیکروسکوپ کے دیکھ ہی نہ سکے۔ پھر وہ اللہ کے حکم سے کیسے کیسے مرحلے طے کر کے ثابت ثبوت انسان بن جاتا ہے۔ اور ہوش میں آنے کے بعد یوں اکڑتا ہے جیسے وہ اتنا پلا بڑھا ہی آسمان سے ٹپک پڑا تھا۔ جیسے ایک ماں اپنے نافرمان جوان بیٹے سے کہتی ہے کہ تمہیں کیسے کیسے میں نے لاڈ پیار سے پالا پوسا اور اب تو سمجھتا ہے کہ اتنا ہی بڑا اوپر سے گرا تھا اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ تو اگر انسان اپنی ابتدا کو ذہن میں رکھے تو وہ کبھی بھی اللہ سے منہ نہیں موڑ سکتا بلکہ خود اپنی ہی بناوٹ پیدائش نشوونما اور گردا گرد پھیلی ہوئی نعمتوں برکتوں اور پوری کائنات سے وہ بخوبی اللہ کی وحدانیت، حکمت، عظمت اور قدرت کو بڑی اچھی طرح پہچان سکتا ہے اور پھر اپنے لیے بہترین راہ نجات با آسانی ڈھونڈ سکتا ہے۔ یہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف رخ کرو میں تمہارے لیے کھلے راستے روشن کر دوں گا لیکن جو میری طرف سے رخ موڑ لے گا تو پھر اس کے لیے بھی میں اس کی پسند کے مطابق برے راستے کھولتا چلا جاؤں گا۔ جو اس کو بالآخر جہنم میں جا ڈالیں گے جبکہ نیکی اختیار کرنے والوں کو جنت ملے گی۔ دونوں ٹھکانے ہمیشہ کے ٹھکانے ہوں گے۔ کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جنت کا تصور ہم ان قرآنی آیات سے بخوبی کر سکتے ہیں جن میں جنت کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً جنت کی کشادگی اور فضائیں، جنت کے دروازے، اہل جنت کا استقبال، جنت کے محلات، جنت کی سرزمین، نہریں، باغات، خیمے اور بازار، پھول، پھل، سامان خورد و نوش، لباس، تخت، سواریاں، نوکر چاکر، بہترین خوبصورت جوڑے، عورتوں کے لیے مرد اور مردوں کے لیے عورتیں اور رب کی ملاقاتیں غرض کون سی ایسی چیز ہے جو جنت میں نہ ہوگی۔ بس موت و ناامیدی اور حسرت و ناکامی ہرگز نہ ہوگی۔

اس کے برعکس جہنم میں ہر وہ چیز ہوگی جو دکھ درد کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ یعنی ایک خوفناک تصور جہنم کا قرآن پاک میں دیا گیا ہے۔ جہنم کی گہرائی، آگ کی تپش طوق، زنجیریں، لعنت ملامت، خورد و نوش تھور اور پیپ کی شکل میں، بدصورت انسان غرض یہ مکمل طور پر تباہی کا گھر ہے اللہ اس سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تعالیٰ بڑے انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہے اس نے بار بار قرآن میں اعلان کیا ہے۔ مثلاً بے شک وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام رہا جس نے اس کو گناہوں میں دبا دیا۔ (شمس:9-10)

بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں رہیں گے اور برے لوگ دوزخ میں۔ (انفطار:13-14)

الحمدللہ سورۃ الدھر مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ المرسلات

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 77 نمبر پر آتی ہے یہ مکی ہے اس میں 2 رکوع اور 50 آیات آتی ہیں۔ یہ سورت پوری کائنات ماضی، حال اور مستقبل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور اس میں طبیعیات، فلکیات، مخلوقات اور روحانیات کے متعلق بڑے واضح نکات ملتے ہیں۔ جو علماء، فقہاء، حکماء اور تمام ماہرین علوم مختلفہ کی توجہ کا باعث ہیں۔ مثلاً ہوا کا انسانی زندگی اور کائنات میں بہترین اور ضروری کردار۔ فرشتوں کا کردار۔ پھر انسانوں کا کردار اور اس کے بعد قیامت حشر نشر اور جنت و دوزخ کا نقشہ یہ تمام وسیع و عریض موضوعات بڑی ہی حکمت اور جامعیت سے بڑی محدود تحریر میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ قرآن کی حقانیت فضیلت اور کلام الٰہی ہونے کی دلیل اس مختصر سورت سے ملتی ہے۔ آیئے سورت مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کائنات کے بڑے بڑے راز اور غیب کی باتیں بتائی گئی ہیں۔

فرشتوں اور ہواؤں کی قسم قیامت یقینی امر ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ
ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ
فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ
الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

ہواؤں کی قسم جو نرم نرم چلتی ہیں۔(1) پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں 2 بادلوں کو پھاڑ کر پھیلا دیتی ہیں۔(3) ان کو پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں۔(4) پھر فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں۔(5) تاکہ عذر دور ہو اور ڈر سنایا جائے۔(6) کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔(7) جب تاروں کی چمک جاتی رہے۔(8) اور جب آسمان پھٹ جائے۔(9) اور جب پہاڑ اڑتے پھریں۔(10) اور جب پیغمبروں کا وقت مقرر ہو جائے۔(11) بھلا ان کاموں میں تاخیر کس لیے کی گئی؟۔(12) فیصلے کے دن کے لیے۔(13) اور تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔(14) اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔(15)

تشریح: یہاں بھی گزشتہ سورتوں کی طرح قیامت کے دن کا یقین دلانے کے لیے الٰہ العٰلمین دو انتہائی محکم اور ضروری موجودات کی قسم کھا رہے ہیں کہ قیامت کا آنا یقینی ہے۔ ہوائیں کائنات کے عناصر میں سے ایک اہم ترین عنصر ہے یہ نظام کائنات اور ہر قسم کی مخلوقات کی زندگیوں کی بقا کے لیے انتہائی ضروری چیز ہیں۔ ان کے چلنے کا یہاں انداز یوں بیان کیا

گیا ہے۔ کہ کبھی تو نرم نرم انداز میں چلتی ہیں اور کبھی آندھی اور طوفان بن کر چلتی ہیں غرض اللہ کی مصلحت حکم اور قدرت کے مطابق چلتی ہیں۔ جیسے جیسے نظام کائنات میں ضرورت ہوتی ہے یہ چلتی ہیں بہرحال ہر صورت میں رحمت ہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کے ذمہ زمین اور زمین پر آباد تمام مخلوقات کی بقا کا انتظام لگا دیا گیا ہے۔ مثلاً مادی جسم کی بقا کے لیے ہوا لازمی ہے چاہے وہ انسان ہو حیوان ہو جمادات ہو یا نباتات ہو۔ بادلوں کو اٹھا لے جانا زمین کو سیراب کرنا۔ یعنی پانی کا بندوبست کرنا۔ بیجوں کو پھیلانا۔ موسموں کا ردوبدل غرض بے شمار اہم ترین کام ان ہواؤں کے ذمہ لگا دیئے گئے ہیں جو یہ اپنے مختلف انداز سے چل کر پورے کرتی ہیں۔ کبھی آہستہ چل کر کبھی تیز چل کر اور کبھی درمیانہ چال چل کر۔ ہواؤں کی تفصیلات گزر چکی ہیں یہاں مختصراً بتا دیا گیا ہے۔

اسی طرح فرشتوں کا ذکر تفصیلاً ہو چکا ہے۔ مختصراً عرض یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ جو یقیناً انسان سے پہلے پیدا کی گئی اور جو انسانی آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ ہوا کو ہم دیکھ نہیں سکتے مگر محسوس کر سکتے ہیں جب کہ فرشتوں کو ہم نہ دیکھ سکتے ہیں نہ محسوس کر سکتے ہیں بس جان سکتے ہیں کیونکہ ان کا وجود قرآن پاک میں بتایا گیا ہے۔ ان کے ذمہ اللہ کی تسبیح و تقدیس ہے اور کائناتی انتظام کے اہم کام بھی ان کے سپرد ہیں جن میں سے وحی کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ وحی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور کتابیں جو رسولوں تک پہنچائی گئیں تو اس سلسلے میں اللہ و رسول ﷺ کے درمیان فرشتہ ہی یہ پیغام رسانی کا اہم ترین کام انجام دیتا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ اس کائنات میں باقی بہت سی چیزوں کے علاوہ فرشتے اور ہوائیں انسانی عقل میں آ چکی ہیں۔ اس لیے اللہ جل شانہ ان دونوں چیزوں کی قسم کھا کر ہمیں یقین دلا رہے ہیں کہ ہوشیار رہو قیامت کا آنا ضروری ہے لازمی ہے۔ جو بنا وہ ختم ضرور ہوگا۔ اور پھر نئی شکل میں اس کا وجود ضرور ہوگا۔ دنیا اپنی مدت پوری کر کے اپنا وقفہ ختم کر کے دوسری شکل میں ضرور ظاہر ہوگی اور وہ ہوگا حشر کا میدان۔ جہاں اس دنیا میں کئے گئے اچھے یا برے اعمال کا انجام بھگتنا پڑے گا۔ ظاہر ہے اس کائنات کا اختتام ایسے ہی ہوگا کہ سب کچھ ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہو جائے گا ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے گی۔ ختم ہو جائے گی تب ایک نئی شکل میں نئی تخلیق ہوگی اور یہ انتہائی غیب کی خبر ہے جو قرآن پاک میں بار بار یقین سے سنائی جا رہی ہے تاکہ ہم غافل ہو کر گناہوں کی دلدل میں گم نہ ہو جائیں ہر وقت ذہن میں رکھیں کہ اللہ کے حضور حاضر ہو کر جواب دینا ہے۔

اور یہی مقصد ہے ہماری اس جہان کی زندگی کا۔ دنیا کب سے آباد ہے۔ کتنی ہی قومیں یہاں آئیں اور ختم ہو گئیں۔ کچھ قدرتی آفات کا نشانہ بنیں اور کچھ عذاب الٰہی سے ختم کر دی گئیں۔ تاریخ کا سلسلہ اس عروج و زوال کو بڑی اچھی طرح سامنے لاتا رہتا ہے اور قرآن میں تو بڑی وضاحت سے نام کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ عقل مندان سے عبرت حاصل کر کے خود کو سنوار لیتے ہیں جب کہ نااہل اور بے وقوف اللہ کے غضب کا نشانہ بنتے ہوئے ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔ (آیت 15)

بہر حال جس طرح اللہ کو ایک ماننا ایمان کی جڑ ہے اسی طرح قیامت اور حساب کے دن پر یقین رکھنا بھی ایمان کی جڑ بنیاد ہے القرآن ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔(الطلاق 2:)

ہر زمانے کا اللہ ہی بادشاہ ہے

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿٢١﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾
فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً
وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾ انطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٩﴾ انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا
ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ ع 40/21

کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا؟۔(16) پھر ان پچھلوں کو بھی ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں۔(17) ہم گناہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔(18) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(19) کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟۔(20) پہلے اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔(21) ایک معین وقت تک۔(22) پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔(23) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(24) کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔(25) یعنی زندہ اور مردوں کو۔(26) اور اس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔(27) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(28) جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اس کی طرف چلو۔(29) یعنی اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔(30) نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ لپٹ سے بچاؤ۔(31) اس سے آگ کی اتنی بڑی چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔(32) گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔(33) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(34) یہ وہ دن ہے کہ لوگ لب تک نہ ہلا سکیں گے۔(35) اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔(36) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(37) یہی فیصلے کا دن ہے جس میں ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے۔(38) اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر لو۔(39) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(40)

تشریح: دنیا کا نظام جس خوبصورتی اور کامل طریقے سے چل رہا ہے وہ اللہ کی حکمت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ فرد اور قومیں آتی ہیں جاتی ہیں اچھائی برائی کے بدلے عبرت کے طور پر اپنے پیچھے چھوڑتی چلی جاتی ہیں اور یوں نئے آنے والوں کے لیے سچی حقیقتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں کہ سبق سیکھیں اور زندگی گزاریں۔ انسان کی پیدائش اور ہر مخلوق کی پیدائش کا طریقہ جو اللہ نے بنا رکھا ہے بے حد حیرت انگیز ہے۔

انسان کی پیدائش ایک قطرے سے ہوتی ہے جو بڑے خاص طریقہ سے عورت کے رحم کے اندر تین پردوں میں بحفاظت نشوونما پانے لگتا ہے اور مقررہ وقت پر پورا انسان بن کر باہر آ جاتا ہے۔ حیرت کی بات ہے انسان کو ہر وقت اس معجزے سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے مگر پھر بھی قیامت کے دن کو حساب کے دن کو جھٹلاتا ہے تو ایسے بے وقوف نافرمان کی اللہ خوب گت بنائے گا۔ اسی طرح اللہ کی بنائی ہوئی زمین جس کا ست ہماری پیدائش کے کام آتا ہے اور پھر اسی کی گود میں ہم ٹھکانا بناتے ہیں اسی کی مٹی سے اگنے والے پھل پھول اور غذائیں کھاتے ہیں۔

اسی کے سینے پر سمندر ہیں جو پانی کا بے بہا ذخیرہ اور خوراک کا ذریعہ ہیں ان کا پانی محفوظ کرنے کے لیے ایک خاص عمل سے نمکین بنایا گیا ہے جو پینا مشکل ہے تو پھر عمل تبخیر سے اسی نمکین پانی کو بارش چشمے ندی نالے اور کنوؤں تک پہنچا کر ہمیں پینے کو صاف اور میٹھے پانی کا مفت بندوبست کر دیا گیا ہے۔ جو دور دراز کے علاقوں تک ہمیں باقاعدہ پہنچتا رہتا ہے۔ زمین کی خاصیتوں میں سے ایک بڑی خاصیت یہ بھی ہے کہ جب ہمارے پیارے ہماری موت کے بعد ہمیں سنبھال نہیں سکتے تو زمین بڑی محبت سے ہمارے مردہ جسموں کو اپنی گود میں سمیٹ لیتی ہے اور تا قیامت ہماری حفاظت کرتی ہے کہ اسی میں سے ہم اللہ کے حکم سے دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے لیے بھاگ پڑیں گے۔

یہی غیب کی خبر ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار دے رہے ہیں اور جو ہماری اس زندگی اور بعد کی دوبارہ والی زندگی کے لیے سو فیصد ضروری اور فائدہ مند ہے۔ مگر کچھ لوگ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تو پھر ایسے لوگ بڑا سخت نقصان اٹھائیں گے اس وقت جب وہ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ مگر اس دن وہ حساب کا دن ان لوگوں کے لیے بے حد مشکل اور خوفناک ہوگا۔ جیسا کہ آیت 30 سے 40 تک اس دن کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ نقشہ اس عظیم وحکیم کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جو خود بھی سچ ہے اور اس کی بنائی ہوئی ہر چیز بھی سچ ہے اور اس کی تمام دی گئی غیب کی خبریں بھی بالکل سچ ہیں جو ہر صورت پوری ہو کر رہیں گی تو بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس خبر یعنی موت کے بعد زندہ ہو کر حساب دینے سزا پانے کی خبر کو جھوٹ کہتے ہیں۔ ان کا بہت برا حشر ہوگا۔ اس خبر پر ہر بندے کو یقین کرنا لازم ہے اور دوسروں کو بتانا بھی لازم ہے۔ جو لوگ اللہ کی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور حکموں کو مانتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

نیکوکاروں کے لیے رحمتیں

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَّعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا
إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ
ع 10/22 يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

بیشک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔(41) اور میوے جوان کو پسند ہوں۔(42) جو عمل تم کرتے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔(43) ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(44) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(45) اے جھٹلانے والو! تم کسی قدر کھالو اور فائدے اٹھالو تو تم بیشک گنہگار ہو۔(46) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(47) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے آگے جھکو تو جھکتے نہیں۔(48) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(49) اب اس کے بعد یہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟۔(50)

تشریح: اللہ بڑا ہی رحمن ورحیم ہے وہ سب کو اپنی نعمتیں دیتا ہے جو شکر گزار اور عبادت گزار ہیں ان کے لیے اس نے بہترین جنت میں ٹھکانے دینے کا وعدہ کر رکھا ہے جو ضرور پورا ہوگا اور جو اس کے نافرمان اور ناشکرے لوگ ہیں اور باوجود رسول ﷺ کے بتانے کے بھی ایمان نہیں لاتے اللہ کو رسول ﷺ کو اور حساب کے دن، یعنی آخرت کو نہیں مانتے تو پھر ایسے لوگوں کے لیے اللہ جبار اور قہار بھی ہے اسی لیے ان لوگوں کے لیے جہنم کے بدترین ٹھکانے کی بری خبر کا اعلان کیا گیا ہے۔ جوان کو مل کر رہے گا۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں یہ بات سمجھ لینی بڑی آسان ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ قیامت کا تصور موجودہ Cosmology کا بڑا اہم موضوع ہے مگر کیونکہ یہ واقعہ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں ماہرین کا کسی حتمی نتیجہ کا اعلان کر دینا ممکن نہیں مگر قرآن پاک ایک واحد مذہبی آسمانی کتاب ہے جس میں اس کے بارے میں بڑے وثوق مثالوں اور دلیلوں کے ساتھ اعلان کر دیا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اس کے آنے کی نشانیاں اور اس کے واقع ہونے کی صورت بڑی اچھی طرح بیان کر دی گئی ہے۔ بے شمار سورتیں قرآن پاک میں جگہ جگہ ملتی ہیں اور اس بات کا اعلان سائنس بھی پکی طرح ضرور کر دے گی۔ کیونکہ سائنس کے تجربات اور فیصلے اکثر تبدیل ہوتے رہتے ہیں جب کہ قرآن میں کہی گئی بات کبھی بھی نہ تبدیل ہو سکتی ہے نہ غلط ثابت ہو سکتی ہے سورۃ المرسلات میں آیت 8 سے 10 تک بڑا زور دیکر اس بات کا یقین دلایا گیا ہے۔ عقل مندی اسی میں ہے کہ اپنی اس زندگی کو قیامت اور حیات بعد الموت کو سامنے رکھ کر گزارا جائے۔

خلاصہ سورۃ المرسلات

یہ پوری سورت اللہ اور انسان کے رشتہ کے بارے میں دکھائی دیتی ہے کیونکہ اس میں روح اسلام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور وہ ہے اللہ کا خوف۔ اللہ" رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان لانا۔ اور یہی اعتقادات ہیں جو انسان کو اپنی اصلیت اور اللہ کی بندگی کا اصل مفہوم سمجھاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ انسانی معاملات انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر معاملہ بالآخر اللہ کے سامنے آنے والا ہے۔ یہ تصور انسان کے اندر سے بہت سی خرابیوں کو دور کر دیتا ہے۔ مثلاً: غرور، نخوت، حسد، بغض، بے انصافی، نفرت اور جاہ پسندی۔ ایک چھوٹا سا واقعہ ملاحظہ ہو۔ سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ انصاری مدینہ کے ایک مسلمان تھے۔ ایک روز کسی بات پر اپنے غلام سے بگڑ گئے اور اس کو ڈنڈے سے مارنے لگے۔ عین اس وقت ادھر سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اے ابومسعود جان لو کہ اللہ تمہارے اوپر اس سے زیادہ قابو رکھتا ہے جتنا تم اس غلام پر قابو رکھتے ہو۔ یہ سنتے ہی ابومسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ڈنڈا چھوٹ کر گر گیا اور انہوں نے کہا کہ آج سے یہ غلام آزاد ہے۔ اُمید ہے اس چھوٹے سے واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ مسلم معاشرے کی تمام سماجی برائیاں اسلامی عقائد سے ہی ختم ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہمیں سچے انسان بننے کی توفیق دے آمین اور ہماری موت ایمان پر ہو۔ اور رب العزت ہمیں ہمیشہ کے لیے اس حقیقت کو دل سے ماننے والے بنائے رکھے کہ اسلام امن وسلامتی اور انسانیت سکھانے والا مذہب ہے۔ کیونکہ اللہ کے بارے میں اصولی تصور توحید ہے اور مخلوقِ خدا کے بارے میں اصولی تصور انسانیت ہے۔ کیونکہ جو شخص توحید کے عقیدہ پر قائم ہوجاتا ہے۔ اس کے اندر عزتِ نفس، ہمت، جرات، جوانمردی اور بے خوفی پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی شخص دنیا کو کفر وشرک اور ناانصافی سے پاک کرسکتا ہے۔ ایسا ہی مردِ آہن اپنی تمام دنیاوی خوشیاں اللہ کی رضا کے لیے قربان کرسکتا ہے۔ نیکی، بدی، جھوٹ اور سچ کی جنگ تو شروع دن سے چلی آرہی ہے۔ مگر فتح تو سچ ہی کی ہوتی ہے۔ اگر نیت صاف ہو۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

علامہ اقبال رحمہ اللہ

الحمدللہ سورۃ المرسلات مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ النبا

الحمدللہ آج ہم تیسواں پارہ شروع کر رہے ہیں اللہ ہماری بھرپور مدد فرمائے۔ آمین۔ اس پارے کی پہلی سورہ مبارکہ سورۃ النبا ہے۔ یہ سورت 78ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 40 آیات ہیں۔ یہ مکی سورت ہے یہ مکہ کے قیام کے شروع کے دور میں نازل ہوئی۔ النبا کا مطلب ہے خبر یعنی قیامت اور آخرت کی خبر۔ اس پوری سورت میں یہی تین موضوعات زیر بحث ہیں۔

1 اللہ کی توحید۔

2 رسول کریم ﷺ کی رسالت۔

3 یوم آخرت حساب وکتاب۔

سورۃ القیامہ سے نازعات تک یہ موضوعات زیر بحث رہے ہیں۔ کیونکہ یہ بعثت کے بعد بالکل شروع کا زمانہ تھا اور اس وقت دنیا پوری کی پوری بدامنی کا شکار تھی جس کی وجوہات ذیل میں دی جا رہی ہیں۔

1 دو بڑی طاقتوں روم اور فارس کی مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے ہر طرف بدامنی پھیل چکی تھی۔

2 دنیا کا معاشی نظام دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے تباہ ہو چکا تھا۔

3 انسانیت کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ نسلی قومی اور لسانی تعصبات نے پوری دنیا کو بے سکون کر رکھا تھا۔

4 عدم مساوات نے ظلم وستم نفرت اور بغاوت کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ جو عالمی امن کو تباہ کئے ہوا تھا۔

5 لادینیت اور مذہبی تعصبات نے پوری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے کر فرقہ واریت کا شکار کر رکھا تھا۔ ہر مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے پیروؤں کے جانی دشمن تھے۔

6 انسانیت کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ عرب کی حالت تو کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔ یہاں کوئی نظام کوئی حکومت اور کوئی مذہب نہ تھا ہر طرف کفر وشرک' نسلی وقبائلی منافرت' مال ودولت کی ہوس اور جنگ وجدل کا دور دورہ تھا۔ ان حالات میں رسول کریم ﷺ تن تنہا اسلام کا پیغام لے کر اٹھے اور انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اسلامک ورلڈ آرڈر قائم کر دیا۔ وہ یوں کہ روم وایران کی بدامنی کے خلاف آپ دنیا میں امن وسلامتی کا جھنڈا گاڑنے کیلئے ایک زبردست طاقت بن کر ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ کی طاقت اور کامیابی کی بنیاد کیا تھی؟ یہی عقائد جو قرآن پاک کی ان خاص سورتوں میں وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ایک بین الاقوامی رسول، لیڈر اور رہبر کی صورت میں اٹھے۔ اور پوری دنیا ایک ایسے دین کا پیغام دیا جو ہر نسل ہر طبقہ ہر زمانے اور ہر انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ انتہائی آسان' عام فہم اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے

ضامن اصول وضوابط لے کر آئے۔ اسی لیے آپ کو محسنِ انسانیت، رحمت للعالمین اور آخری نبی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے نبی ﷺ! کہہ دو اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

احادیث میں کئی دفعہ آ چکا ہے۔ ''میں گورے اور کالے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے ہر نبی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ یہ کام جو حضور ﷺ نے کر دکھایا۔ یہ نہ تو معمولی تھا نہ آسان۔ آپ ﷺ نے 23 سال کی مختصر مدت میں پوری دنیا کے سامنے اللہ کی عظمت، وحدانیت اور اللہ کا وضع کردہ بہترین نظام اخلاق، تمدن، معیشت، معاشرت اور مذہب کا اس طرح عملی مظاہرہ کر کے پیش کیا کہ پوری دنیا کے لوگ اچھے برے کا فرق بخوبی سمجھ گئے اور جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ کیا بات ہے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی! سبحان اللہ۔ یا اللہ قیامت کے دن حساب کے دن مجھے میری آل اولاد اور میرے والدین کو آپ ﷺ کی شفاعت نصیب کرنا۔ آمین۔

بے شک آپ ﷺ نے عالمی معاشرے کی بنیاد رکھ کر اسلامی ورلڈ آرڈر قائم کیا۔ الحمد للہ کہ ہم اس کے باسی ہیں۔ مگر بہت کمزور اور بہت نافرمان۔ اللہ ہماری کوتاہیوں کو معاف کرے اور ہمارا کھویا ہوا وقار ہمیں واپس دلا دے۔ آمین۔

بہت بڑی خبر (قیامت)

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۝٢ الَّذِىْ هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝٥

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں کے لیے۔(1) کیا بڑی خبر کے بارے میں؟۔(2) جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔(3) دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔(4) پھر دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔(5)

تشریح: جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی وحدانیت کا تصور لوگوں کو دیا اور ساتھ ہی قیامت کا ذکر کیا اور دوبارہ زندہ کر کے حساب لینے کا ذکر کیا تو لوگ حیران و پریشان ہو گئے اور بہت سے لوگ آپ کی ان باتوں کا مذاق اڑانے لگے اور دونوں باتوں کو ہنسی مذاق کا ذریعہ بنا لیا۔ کچھ نے تو جان بوجھ کر اور کچھ نے کم علمی کی وجہ سے۔ دونوں ہی باتیں ان کے لیے سوائے خیالی باتوں کے اور کچھ نہ تھا۔ تو وہ لوگ اٹھتے بیٹھتے طرح طرح سے مذاق اڑاتے کہ دیکھو محمد ﷺ (نعوذ باللہ) دیوانہ ہو گیا ہے کیسی انہونی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی دیوانے لوگوں کو خبر دے رہے ہیں کہ اگرچہ تم یقین نہیں کرتے مگر قیامت کا آنا ضروری ہے آ کر رہے گی اور تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر اپنی آنکھوں سے یہ سارا معاملہ دیکھ لو گے ابھی نہیں مانتے تو نہ مانو، آج کا سائنس دان ہزاروں تجربات کرنے کے بعد اب قرآن پاک کی بتائی گئی اس حقیقت تک پہنچا ہے کہ

"یہ کائنات ہمیشہ کے لیے قائم نہیں رہ سکتی نہ یہ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ بلکہ اس کی عمر پندرہ بیس ارب سال ہے اور کسی دن یہ سب ختم ہو جائے گا۔ لیکن وہ کب ہوگا؟ اس کا حساب لگانا مشکل ہے۔ اس کے بعد اسی ملبہ سے نئی تخلیق کی بنیاد پڑے گی"۔

(از قیامت اور حیات بعد الموت مصنف سلطان بشیر محمود)

مزید لکھتے ہیں: سائنس دان اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زمین آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے اور پھر ایک مقررہ پھیلاؤ کے بعد سکڑنا شروع ہو جائے گی اور اندر کی طرف کھچاؤ کی طاقت بڑھتی چلی جائے گی اور یوں اجرام سماوی تیزی سے اندر کی طرف رش کریں گے اور پھر آپس میں ٹکراؤ کا سلسلہ تیز ہونے لگے گا اور پھر ایک وقت آئے گا کہ کائنات میں مزید بھینچ جانے کی گنجائش نہ رہے گی اور تب ایک انتہائی زبردست دھماکے کے ساتھ دوبارہ اچھلے گی اور یوں کائنات اپنی قیامت سے دوچار ہو جائے گی۔"

اس تحریر سے اور قرآن کی خبر سے ایک ہی پیغام ملتا ہے کہ قیامت کے نزدیک قدرتی آفات زیادہ ہونے لگیں گی۔ قیامت کے وقت صور پھونکا جائے گا یعنی زبردست دھماکہ ہوگا۔ یہ سب اچانک ہوگا اور پھر ایک نئی کائنات کا آغاز ہوگا۔ یہ سب سائنس اب بتا رہی ہے جو قرآن پاک نے طویل عرصہ پہلے لوگوں کو بتا دیا تھا۔ اس وقت تو لوگ کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے تھے اپنے آبا و اجداد سے یہی کچھ سنتے آ رہے تھے اور پھر بے علم بھی تھے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگوں نے اس خبر پر غور و فکر کیا اور ایمان لے آئے اور کچھ بدنصیب اس خبر سے انکار ہی کرتے رہے۔ مگر فی زمانہ اس خبر سے انکار کرنا سوائے ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں۔ بہر حال لوگ انکار کریں یا اقرار کریں اللہ کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کے مقرر کئے گئے وقت پر قیامت ضرور آئے گی اور حساب کتاب ضرور ہوگا۔ جس طرح یہ کائنات حقیقت ہے اسی طرح دوبارہ زندہ ہونا بھی حقیقت ہے۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿١٦﴾

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟۔(6) اور پہاڑوں کو۔ (اس کی) میخیں نہیں ٹھہرایا؟۔(7) بیشک بنایا اور تم کو جوڑا جوڑا بھی بنایا۔(8) اور نیند کو تمہارے لیے آرام کا ذریعہ بنایا۔۔(9) اور رات کو پردہ مقرر کیا۔۔(10) اور دن کو محنت کمائی کا

ذریعہ بنادیا۔(11)اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔(12)اور آفتاب کا روشن چراغ بنایا۔(13)اور بھرپور بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔(14) تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں۔(15)اور گھنے گھنے باغ۔(16)

تشریح: رب رحمن ورحیم قیامت کے دن اور مرنے کے بعد زندہ کرنے کی بار بار وضاحت فرماتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بندوں سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو ہمیں اسی نے خود پیدا کیا ہے ہماری بہتری بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اسی لیے تو خبردار کر رہا ہے کہ ہم وقت پر اس دن کی تیاری کر لیں بجائے سزا پانے کے اللہ کی طرف سے شاباش اور بہترین انعامات حاصل کریں۔ اسی سلسلے میں ہمیں اس دنیا کی ان تمام نعمتوں کی یاددہانی کرواتا ہے جو اس نے ہمیں دے رکھی ہیں جو اس کی قدرت کا بہترین ثبوت ہیں مثلاً زمین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ذکر پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ زمین انسانی زندگی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اسی کے متعدد اجزا سے ہماری پیدائش کا نطفہ تیار ہوتا ہے۔ اسی کے اوپر ہم بسیرا کرتے ہیں۔ اسی سے پیدا شدہ اناج اور پانی سے ہماری پرورش ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا سیارہ ہے جو پانی کی دولت سے مالا مال ہے جس کی وجہ سے یہ نظام شمسی میں خاص حیثیت رکھتا ہے ورنہ دوسرے کئی سیاروں کی طرح زمین بھی مردہ سیارہ ہوتی۔ پانی کی موجودگی زمین کے سنگھار کا باعث ہے اور انسان کے لیے زندگی کا بہترین تحفہ ہے۔ پھر اس زمین کی پختگی اور مزید بہتری کے لیے اس پر بڑے بڑے پہاڑ میخوں کی طرح گاڑ دیئے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ "زمین کے لہریوں کو پہاڑوں کی بنیادیں کہنا مناسب ہے کیونکہ وہ اندازاً ایک میل سے تقریباً 10 میل کی گہرائی تک گئی ہوئی ہیں۔ قشر ارض کی مضبوطی ان لہریوں کی وجہ سے ہی ہے"۔

پھر انسان کی پیدائش کا بندوبست یوں کیا کہ عورت و مرد کا جوڑا بنایا۔ کیونکہ عورت کے بیضہ اور مرد کے خلیہ کے ملاپ سے انسان کی تخلیق کا بندوبست اللہ نے کیا ہے۔ یہ عجیب وغریب اور حیران کن طریقۂ تخلیق موجودہ ترقی یافتہ دور میں کافی حد تک معلوم کیا جا چکا ہے۔ یہ بھی قرآن کی آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ پورا طریقہ کار اس وقت بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ جب دنیا کے پاس نہ تو ایسے خوردبینی آلات تھے اور نہ ہی تحقیقاتی علوم وفنون تھے کہ جن کی مدد سے وہ ان باریک ترین بیضہ اور خلیہ کو دیکھ سکتے۔ جان لینا تو بعد کی بات ہے۔ جیسا کہ ماہرین نے بتایا ہے کہ افزائش نسل کا یہ خلیہ لمبوترا ہوتا ہے اور اس کے ابعاد کو ایک ملی میٹر کے دس ہزارویں حصے میں ناپا گیا ہے۔ جو انسانی آنکھ بغیر خوردبین کے دیکھ نہیں سکتی۔ اس لاجواب طریقہ تخلیق کو غور سے سوچیں تو اللہ ہمارے سامنے موجود دکھائی دیتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ کسی غیر اللہ کے بس کی بات نہیں۔ جوڑوں کا تصور اسی لیے دیا گیا ہے کہ رب الاعلیٰ نے اپنی تمام تخلیقات کی بنیاد جوڑوں سے ہی کی ہے۔ کیا حیوان، انسان، جمادات یا نباتات ہوں۔ سب جوڑوں میں ہی موجود ہیں۔ اور یہ اللہ کی وحدانیت کا بھی ایک ثبوت ہے کہ وہ مالک خالق بالکل ایک ہے نہ اس کی پیدائش کسی سے ہوئی اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا۔ بس وہ تھا، ہے اور رہے گا۔

اس کی محبت انسان کے لیے اللہ کے ان انتظامات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اس نے بندوں کی سہولیات کے

لیے اس دنیا میں کر رکھے ہیں۔ مثلاً آرام کے لیے پرسکون رات بنادی کہ نیند کے ذریعہ اعصابی اور روحانی سکون حاصل کر کے اگلے دن کے کام کاج اور محنت مزدوری کے لیے تازہ دم ہو سکیں۔ اس طرح مضبوط اور فائدوں سے بھرپور سات آسمانوں کی بہترین چھتیں ہمارے لیے بنادیں۔ یہ چھتیں اپنی بناوٹ میں عجیب وغریب ہیں۔ نہ تو ان کو ستونوں کا سہارا دیا گیا ہے اور نہ ہی کسی اور چیز سے ان کو تھاما گیا ہے بلکہ ایک غیر محسوس طاقت نے ان کو یوں تھام رکھا ہے کہ نہ تو وہ ایک دوسرے پر گرتے ہیں اور نہ ہی زمین کے اوپر آ گرتے ہیں۔ کیا یہ اس خدائے لم یزل کی موجودگی کا اعلان نہیں کرتے؟ ہے کوئی ایسا ماہر فلکیات سائنس دان جو ان کو بنانا تو بڑی دور کی بات ہے صرف ان کی بناوٹ' کارکردگی اور توازن کو ہی پوری طرح جان سکے؟ کوئی نہیں متعلقہ علوم کے ماہرین دن رات تحقیقات میں لگے رہتے ہیں مگر حتمی فیصلہ ان کے بس کی بات نہیں۔ آخر میں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں جو حقائق قرآن میں بتادیئے گئے ہیں اور وہ حقائق ہی سچ ہیں کبھی تبدیل نہ ہونے والے۔ کیا یہ اللہ کی موجودگی قرآن ورسول ﷺ کی سچائی اور اللہ کی دی گئی خبروں کی سچائی کے لیے کافی اور مستحکم ثبوت نہیں ہیں؟ کیوں نہیں بیشک اللہ کا یہ فرمان باقی تمام فرمانوں کی طرح بالکل سچ ہے کہ حساب کا دن ضرور آئے گا لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ کے حضور ضرور جمع ہونا ہوگا۔ اسی طرح اس سورج کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اپنے اندرونی دھماکوں سے شدید گرمی اور روشنی پیدا کرتا رہتا ہے۔ ماہرین نے اس کی خصوصیت کچھ یوں بیان کی ہے۔

ہائیڈروجن کے جوہر ٹوٹ پھوٹ کر ہیلیم کے جوہروں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے ستاروں کے ابتدائی مرحلہ کے لیے مجموعی طور پر دس ارب سال قرار دی جاتی ہے۔ اس کے موجودہ مرحلہ کو اختتام تک پہنچنے کے لیے مزید 5 ارب سال لگنے چاہییں۔ (از ڈاکٹر موریس بوکائلے)

یہ تو سائنس کا اندازہ ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے اصلیت تو خالق و مالک اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں ایک عام عقل رکھنے والے انسانوں کو یہ تو پکی طرح معلوم ہے کہ سورج کے بے شمار فائدے ہیں ہماری زمین کے اور ہمارے بہت سے کام اسی کے ذریعہ چلتے ہیں۔ مثلاً دن کے وقت دنیا کو روشن کر دینا ایسے کہ ہم لاکھوں روشنیوں سے بھی ایسی روشنی پیدا نہ کر سکیں اور پھر موسم کو مناسب رکھنا۔ پھلوں' سبزیوں اور فصلوں کو اپنی مناسب گرمی سے پکا دینا۔ پانی کو اپنی تپش سے بھاپ بنا کر بلندیوں تک لے جانا تا کہ وہ بھرپور بادلوں کی شکل اختیار کر لیں اور پھر ان بادلوں کو ہوا کے ذریعے دور دراز علاقوں میں انتہائی موزوں ترین پروگرام کے تحت یوں زمین پر برسا دینا کہ کھیتی باڑی اور پینے کے لیے مستقل ضرورت کے مطابق خلقت کو ٹھنڈا میٹھا تازہ پانی ملتا رہے۔ سبحان اللہ۔ ہے کوئی ایسا ماہر انجینیر سائنس دان جو اس پورے پروجیکٹ کا ایک معمولی حصہ بھی بنا سکے؟ کوئی نہیں۔ نہ ہوا' نہ ہے اور نہ ہوگا۔ یہ سب کمالات صرف اس رحمن ورحیم' خالق و مالک' غفور ورحیم اور جبار وقہار کے ہی ہیں جس نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی پکی اور سچی خبر ہمیں انسانوں کو دی ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہر وقت

موجود ہے۔ پھر کونسی چیز ہمیں اللہ کے احکام کو ماننے سے روک رہی ہے؟ غور و فکر کا مقام ہے ہماری عقلیں اتنی بھی کمزور اور بے کار نہیں کہ ہم ان تمام کھلی باتوں سے اللہ کو پہچان نہ سکیں۔ غور سے سنئے۔

قیامت کے دن زندہ ہونے کا ثبوت

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ
فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ
مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾
جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ
ع ۱ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

بیشک فیصلے کا دن مقرر ہے۔(17) جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ گروہ در گروہ چلے آ ؤ گے۔(18) اور آسمان کھولا جائے گا تو اس میں دروازے ہو جائیں گے۔(19) اور پہاڑ چلائے جائیں گے اور وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔(20) بیشک دوزخ گھات میں ہے۔(21) یعنی سرکشوں کا وہی ٹھکانا ہے۔(22) اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔(23) وہاں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے نہ کچھ پینا نصیب ہوگا۔(24) مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔(25) یہ پورا پورا بدلہ ہے۔(26) یہ لوگ آخرت کے حساب کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔(27) اور ہماری آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر جھٹلاتے رہتے تھے۔(28) اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔(29) سو اب مزہ چکھو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔(30)

تشریح: پچھلی آیات اور ان آیات میں قرآن پاک فزکس' اسٹروفزکس' علم حیاتیات علم روحانیت اور کائنات سے متعلقہ تمام علوم کی طرف بڑے واضح اشارات کرتے ہوئے قیامت' آخرت' دوبارہ زندہ کئے جانے کی حقیقت کے سچ اور ضروری ہونے کا اعلان کرتا ہے اور ان تمام لوگوں کے برے انجام کا بھی بڑی وضاحت سے اعلان کرتا ہے جنہوں نے ہمیشہ ان حقیقتوں کے سچ ہونے سے انکار کیا آیت 17 سے 30 تک بڑے آسان' عام فہم' اور واضح الفاظ میں سب کچھ بتا دیا گیا ہے اور پھر یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جس طرح اس دنیا کا نظام بڑی نفاست' حفاظت اور بغیر غلطی کے چل رہا ہے اسی طرح آخرت کا وقت اور بعد کے تمام معاملات بغیر کسی غلطی یا مشکل کے پورے ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نظام کوئی انکل پچو ناقص یا اتفاقات پر مبنی غیر یقینی نظام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے"۔(آیت 29) یقینی طور پر فیصلے کا دن آئے گا۔ اور یقینی طور پر بغیر کسی بے انصافی کے احتمال کے منکرینِ آخرت کو بتایا

گیا عذاب ملے گا۔ اس میں ہرگز کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور پھر نیک مومنین کا ذکر یوں کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اچھے لوگوں کی آؤ بھگت کا اعلان

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۙ﴿۳۴﴾ لَا
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ﴿۳۶﴾

بیشک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے۔(31) یعنی باغ اور انگور۔(32) اور ہم عمر نوجوان عورتیں۔(33) اور شراب کے چھلکتے ہوئے گلاس۔(34) وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹ خرافات۔(35) یہ بدلہ ہوگا تیرے رب سے حساب سے دیا ہوا۔(36)

تشریح: دیکھا آپ نے! اللہ کتنا مہربان' بہترین اجر دینے والا اور انصاف کرنے والا ہے۔ اللہ کے اس خوبصورت اور بہترین اعلان کے بعد کون چاہے گا کہ وہ اپنے اس مہربان مالک وخالق کا بندہ نہ بنے۔

میں بندہ ہوں تیرا کہ تیرے علاوہ
کہیں بھی کوئی بندہ پرور نہیں ہے

محمد منظور الحق

قیامت کا منظر

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ
الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ
الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ
مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۚ﴿۴۰﴾ ع ۲

وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے۔ بڑا مہربان کسی کو اس سے بات کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔(37) جس دن روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو اللہ رحمن اجازت بخشے اور جو ٹھیک بات بولے۔(38) یہ دن برحق ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے۔(39) ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے آگاہ کر دیا ہے' جس دن ہر شخص ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا۔(40)

تشریح: یہاں ایک اور فضائی راز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔جس کو سائنس دان اچھی طرح واضح کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔"آسمانوں اور زمین اور جوان دونوں میں ہے"۔(آیات 27)

جناب سلطان بشیر محمود صاحب اس کی وضاحت سائنسی نقطہ نگاہ سے کچھ یوں کرتے ہیں۔"ابھی تک اس طرف جو پیش رفت ہوئی ہے ان میں تازہ ترین سائنسی انکشافات یہ ہیں کہ فضا بہت چھوٹے چھوٹے تخموں سے اس طرح بھری پڑی ہے جیسے زمین پر کسی بیج کا چھینٹا دیا جاتا ہے۔ یہ فضائی جراثیم فضا میں ایک مقام سے دوسرے تک تابکاری کے دباؤ سے حرکت کرتے رہتے ہیں۔وہ اتنے سخت جان ہیں کہ فضا کی سردی اور دباؤ کو برداشت کر سکتے ہیں۔ان کی اس سخت کوشی کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ زمین پر آ جائیں تو ان کو تباہ کرنا آسان نہیں ہوگا"۔(از قیامت حیات بعد الموت)

یہ راز مادہ غیب کے بارے میں تا حال متنازع معاملہ ہے واللہ اعلم۔آیات 38 تا 40 تک پھر حساب کے دن کا اعلان واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔جس کی مرضی ہے کہ اس کو مانے اور جس کی مرضی ہے نہ مانے بہر حال اس کی سختی کا اظہار یوں کیا گیا ہے کہ "کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا"۔(آیت 40)

حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور امتحان کا خوف اس قدر زیادہ ہوگا کہ کوئی شخص بول نہ سکے گا دنیا کی طرح کسی قسم کی سفارش رشوت یا طرف داری کی ہمت کسی کو نہ ہوگی ہاں البتہ صرف ان قابل قدر ہستیوں کو بولنے کی اجازت ہوگی جن کو بولنے کی اللہ کی طرف سے اجازت ہوگی۔اس بات کو ہم احادیث کی مدد سے واضح کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ہر نبی کی ایک دعا خصوصی طور پر قبول ہوتی ہے۔چنانچہ ہر پیغمبر نے اس دعا میں جلدی کر لی ہے۔مگر میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو بچا رکھا ہے۔میری امت میں سے جو شخص غیر مشرک مرے گا' اللہ نے چاہا تو اس دعا کا فائدہ اسے پہنچے گا"۔(اللولو والمرجان)

پھر انبیاء، علماء اور شہداء کی سفارش کا ذکر حدیث میں اس طرح کیا گیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن انبیاء' علماء اور شہداء (اللہ کے حکم سے) سفارش کریں گے"۔(ابن ماجہ)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا" قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہو' اس لیے کہ قیامت کے روز یہ بھی ان کی سفارش کرے گا جو اس کی تلاوت کرتے تھے"۔(مسلم)

پھر یہ بھی شرط ہے کہ صرف ان لوگوں کے لیے سفارش کی اجازت ہوگی یا سفارش قبول کی جائے گی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے' مگر ہاں' اس شخص کی جس سے اللہ راضی ہو"۔(نجم)

پھر فرمایا: سفارش تو تمام تر اللہ کے اختیار میں ہے کہہ دو"۔(زمر:44)

"شفاعت کا حق حاصل کرنے والوں کو تین اعمال پر پابندی کرنی چاہیے۔

1 توحید کا اقرار شرک کا انکار

2 نمازوں کا پابند ہونا

3 درود شریف کی کثرت یعنی اکثر پڑھتے رہنا" (از مومن کے عقائد)

اُمید ہے کہ ان لوگوں کو سمجھ آ گئی ہوگی جو یہ کہتے ہیں کہ "دیکھا جائے گا"۔ اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ "ہم تو رسول پاک ﷺ کے امتی ہیں۔ ہمیں اعمال کی کیا ضرورت ہے"۔ اللہ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

اے اللہ! اپنے پیغمبر کی شفاعت کی سعادت مجھے نصیب فرما آمین۔ آخر میں بڑی وضاحت سے اعلان کر دیا گیا ہے کہ حساب کا دن ضرور آئے گا بدلہ ضرور ملے گا اور حساب کا دن اس قدر تکلیف دہ ہوگا کہ کافر کہے گا اے کاش میں مٹی ہوتا۔ (آیت 40)

اللہ جل جلالہ اس دن کی سختی اور مصیبت سے اپنی امان میں رکھے اور پیغمبر ﷺ کی شفاعت عنایت کرے۔ آمین

خلاصہ سورۃ النبا

جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ کے نام سے ہی ظاہر ہو رہا ہے "خبر"۔ کس چیز کی خبر! ایک ایسی بات کی "خبر" جو ہمارے مشاہدے اور تجربے سے باہر ہے۔ جس کو ہم نبی ﷺ کے ذریعے سنتے قرآن میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ دونوں ذریعے قابل اعتماد ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں پیدا کیا کائنات بنائی وہ ہمیں بتا رہا ہے کہ یہ کائنات ایک دن ضرور ختم کر دی جائے گی اور تمہیں بھی ختم کر دیا جائے گا مگر دونوں کا ختم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارا یہاں آنا اس دنیا کی زندگی کی شروعات ہیں اور مر جانا دوسری دنیا میں نئی زندگی حاصل کرنے کی شروعات ہوں گی۔ اسی طرح کائنات کا وجود میں آنا اور پھر ختم ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا اختتام دوسری کائنات کا وجود ہوگا۔ جس طرح تم کچھ نہ تھے انتہائی حقیر ترین نطفہ سے انسان بنا دیئے گئے اسی طرح حساب کے دن تم لوگ دوبارہ ضرور زندہ کھڑے کر دیئے جاؤ گے اور اس زندگی کے اعمال نامے کے ساتھ تاکہ تمہیں آخرت کی ابدی زندگی میں انعام یا سزا دی جائے۔ دوسرا ذریعہ ہے پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ وہ اللہ کے انتہائی برگزیدہ نبی ہیں۔ اور ان کو رب تعالیٰ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ اس زندگی میں کروا دیا تھا۔ ان کا تو صرف کہہ دینا ہی مسلمان کے لیے قابل اعتبار ہے جب کہ انہوں نے آخرت کے یقین کرنے کے لیے قرآنی آیات بار بار کثرت سے لوگوں کو بتا دی ہیں تو اب شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یقین کرنے والے متقین کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔ "اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں"۔ (البقرہ:4) پھر فرمایا۔ "اور ان میں سے کوئی کہتا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی۔ اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا"۔ (البقرۃ 201)

دیکھا جائے تو ہر بندے کی زندگی کا مقصد متعین کر دیا گیا ہے۔ یعنی "امتحان"۔ اس پوری زندگی کا امتحان۔ یہی تو

مقصد ہے انسان اور کائنات کی پیدائش کا۔ بھلا یہ سب کچھ یونہی بے مقصد کھیل تماشہ تونہیں ہوسکتا۔ یہ سب کچھ با مقصد ہے۔ تو ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ زندگی میں کسی بھی ذمہ داری کے حامل ہوں پورے خلوص نیک نیتی اور اللہ و رسول ﷺ کی حدود میں رہ کر اپنے فرائض ادا کریں۔ چاہے آپ ماں ہیں۔ باپ افسر' ٹیچر' لیڈر' طالبعلم' ڈاکٹر' انجنیئر' سائنسدان ہیں۔ غرض کچھ بھی ہیں اپنے فرائض پوری ایمانداری محنت اور خوف خدا دل میں رکھ کر کریں۔ تو آپ دیکھ لیں گے کہ آپ' آپ کا متعلقہ شعبہ' قوم اور آپ کا ملک کیسے ترقی کرنے لگے گا۔ یہ انعام تو ہوگا اس دنیا میں۔ اور بڑا انعام جس کا تصور ہی بے چین کر دیتا ہے۔ اور جو رب اعلیٰ' مالک الملک' غفور رحیم اور قادر مطلق کی طرف سے دوبارہ زندہ ہونے پر بہترین اعمال کے صلہ میں دیا جائے گا۔ وہ ہے "جنت"۔ جس کی تعریف قرآن میں جگہ جگہ کی گئی ہے۔ القرآن۔ "اور جیسی چیز کو تمہارا جی چاہے' جنت میں تمہارے لیے موجود ہے۔ اور جو مانگو وہاں موجود ہوگا"۔ (فصلت:31)

حدیث میں یوں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اور لمبے لمبے سائے اور بہتے ہوئے پانی' بہت سے میوے ہوں گے جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ کوئی ان سے روکے گا اور اونچے فرش ہوں گے"۔ (بخاری' مسلم' ترمذی)

یہ تو کچھ بھی نہیں قرآن پڑھو تو دیکھو جنت کیسی شاندار چیز اللہ نے بنائی ہے۔ شرط یہ ہے۔" کہہ دو اس دنیا کی متاع بہت قلیل ہے اور جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے ان کے لیے آخرت میں اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور تمہارے ساتھ ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی (النساء:77) (الحمد للہ سورۃ النبا مکمل ہوگئی)

تعارف سورۃ النازعات

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 79 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں دو رکوع چھیالیس آیات آتی ہیں۔ یہ بھی قیام مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس سورت میں بھی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت کا یقین کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس یقین دہانی کے لیے رب العزت فرشتوں کی قسم کھاتے ہیں۔ فرشتے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتے مگر یہ بھی اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہے جس کے ذمہ کائنات کے بہت سے انتظامات لگائے گئے ہیں اور انسانوں کی جان نکالنا دوبارہ جان ڈالنا اللہ کا یہ حکم بھی انہی کے ذمہ ہے۔ پھر موسیٰ و فرعون کا قصہ عبرت دلانے کے لیے سنایا گیا مختصراً تا کہ انسان خود بخود فیصلہ کرے کہ نیکی و بدی کا انجام کیا ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ دوبارہ زندہ ہونے اور حساب دینے اور پھر جزاء و سزا پانے کا کیا معاملہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ زندہ ہوئے ہیں مرنے کے لیے اور مرتے ہیں دوبارہ زندہ ہونے کیلئے' دوبارہ زندہ کئے جائیں گے حساب دینے کے لیے اور حساب دینے کا مقصد ہے سزا یا جزا کا ملنا۔ بس یہی مشیت الٰہی ہے اور نظام رب العلمین ہے۔ جس کی خبر دے دی گئی ہے وقت کا تعین اللہ کے پاس ہو چکا ہے مگر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے کہ

جس طرح اس نے انسان کو موت کا وقت نہیں بتایا اسی طرح اس نے قیامت کا وقت بھی صرف اپنے ہی علم میں رکھا ہوا ہے۔ اس کے نظام میں یہ تو موجود ہے کہ لوگوں کو اس سخت گھڑی سے آگاہ ضرور کر دیا جائے تاکہ اس کے لیے انتظام کر لیں کیونکہ وہاں نجات پانے جنت حاصل کرنے یا سزا پانے اور دوزخ میں جانے کا بندوبست انسان کے اپنے اختیار میں ہے جو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ جونہی یہاں سے رخصت ہوئے عمل کا وقت ختم ہو جائے گا۔

پھر سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ ہو سکے گا۔ شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

علامہ اقبال رحمہ اللہ

فرشتوں کی قسم

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾

وقف لازم

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔(1) اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔(2) اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں۔(3) پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔(4) پھر دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں"۔(5)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ قسم کھا رہا ہے' مگر جس کی قسم کھا رہا ہے ان کی صفات سے صحابہ مفسرین اور تابعین کی بہت بڑی تعداد نے فرشتے ہی مراد لیے ہیں۔ جیسا کہ روایت ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "ڈوب کر کھینچنے اور آسانی سے کھول دینے والے سے وہ فرشتے مراد لیے ہیں جو انسانوں کی جان نکالتے ہیں۔ اسی طرح احکامات الٰہی کو پورا کرنے کے لیے تیزی سے حرکت کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ کا پیغام رسولوں تک پہنچانا' کائنات کے مختلف امور کو انجام دینا"۔

فرشتوں کا وجود ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے کیونکہ انسان کی طرح یہ بھی مخلوق خدا ہیں۔ جو غیبی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان پر ایمان لانا ہمارے اوپر یوں فرض ہے کہ ہمارے نبی اور اللہ کی طرف سے ہمارے لیے فرمان جاری ہو چکا ہے۔ پھر ہماری عقل اور علم ان کے وجود کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں متعدد بار ان کے وجود اور ان کے کاموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور جو شخص اللہ کا' اور اس کے فرشتوں' اور اس کی کتابوں' اور اس کے رسولوں' اور قیامت کے دن کا انکار کرے' وہ سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا"۔ (النساء:136)

انسانوں کی طرح فرشتوں کے بھی مختلف مراتب ہیں مثلاً حضرت جبرئیل' میکائیل' اسرافیل اور ملک الموت

مقرب ترین فرشتے ہیں کیونکہ ان کے کاموں کی نوعیت قرآن پاک میں کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

1 ملک الموت کے لیے فرمایا۔ "اے پیغمبر! کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے' تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے' پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔ (سجدہ:11)

2 جبرئیل علیہ السلام کے لیے یوں فرمایا۔

"اور یہ قرآن رب العلمین کا نازل کیا ہوا ہے' اور تمہارے دل پر روح الامین (جبرائیل) نے صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ"۔ (الشعراء:192 تا 194)

3 حضرت میکائیل علیہ السلام کے ذمہ بارش کے امور اور روزی پہنچانا ہے۔

4 حضرت اسرافیل علیہ السلام ان کے ذمہ صور پھونکنے کا کام ہے جو قیامت کے آنے اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر پھونکا جائے گا۔

ان کے علاوہ بے شمار فرشتے ہیں جو دن رات مختلف قسم کے کاموں پر متعین کئے گئے ہیں۔ مثلاً رضوان جنت' خدام جنت' فرشتہ دوزخ' کراماً کاتبین' پہریدار فرشتے' فرشتہ تقدیر' پہاڑوں کے نگراں فرشتے' گشت کرنے والے فرشتے' دعا کرنے والے فرشتے' اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے والے فرشتے اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے۔ ان سب کا ذکر بڑے واضح انداز میں کیا گیا ہے۔

یوں فرشتوں کا وجود ہماری عقل دل اور دماغ پوری طرح قبول کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی قسم رب دو جہاں نے کھائی ہے۔ کس بات کی یقین دہانی کیلئے؟ یوم آخر کی سچائی کیلئے۔ کہ یہ تو آ کر رہے گا۔ اس کی تفصیلات اگلی آیات میں ملاحظہ ہوں۔

قیامت کے دن لوگوں کا اور کائنات کا حال

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ﴿٨﴾ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾
يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ
خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

کہ وہ دن آ کر رہے گا جس دن زمین کو بھونچال آئے گا۔ (6) پھر اس کے پیچھے اور بھونچال آئے گا۔ (7) اس دن لوگوں کے دل خائف ہو رہے ہوں گے۔ (8) اور آنکھیں جھکی ہوئی۔ (9) (کافر) کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟۔ (10) بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر زندہ کئے جائیں گے؟۔ (11) کہتے ہیں کہ یہ لوٹنا تو پھر نقصان کا ہے۔ (12) وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔ (13) اس وقت وہ سب میدان حشر میں آ جمع ہوں گے۔ (14)

تشریح: جیسا کہ اکثر اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ قیامت کے قریب اکثر زلزلے آئیں گے۔ زلزلے تو اکثر آتے رہے ہیں جو اصل میں اس تباہی کا تصور دلاتے ہیں جو قیامت کے دن کائنات کو پیش آنے والی ہے۔ یہاں ماضی قریب میں آنے والے ایک ایسے زلزلے کا ذکر معروف سائنسدان کرتے ہیں۔ "ایک زلزلہ 79ء عیسوی میں اٹلی میں آیا تھا جس کی طاقت آٹھ تھی۔ جس کی وجہ سے آتش فشاں پھوٹ پڑا اور دو بڑے شہر 1.Pompell.2.Hercilaman. تہ و بالا ہو گئے۔ ایک شہر پر گرد و غبار اور راکھ کی بارش ہوئی جبکہ دوسرے شہر پر گرم گرم کیچڑ کی بارش ہوئی دونوں شہر چند گھنٹوں میں ملیا میٹ ہو گئے۔ یہ واقعہ دونوں شہروں کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ ان آیات میں قیامت کا فیصلہ کن زلزلوں کا ذکر کیا گیا ہے تو ایسے ہزاروں آتش فشاں پہاڑ پھوٹیں گے جن سے زمین مسلسل تھرتھرائے گی۔ اور تھرتھرانے کی دوسری وجہ قیامت کے نزدیک زمین کے محور کے گرد عدم توازن بھی ہو سکتا ہے۔ آج کل زمین 24 گھنٹے میں اپنے گرد ایک چکر مکمل کرتی ہے۔ یعنی تقریباً ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کھا رہے ہیں۔

اس کی مثال بہت بڑے پہیہ کا گھومنا ہے اگر پہیہ میں توازن خراب ہو جائے تو پھر پہیہ وابلنگ کرتا ہے۔ ایسے ہی عدم توازن کی وجہ سے زمین مسلسل وابل کر سکتی ہے۔ اور اس کانپنے کی وجہ سے زمین کے اندر سے تباہ کن آتش فشاں مادہ باہر نکل کر ایسی تباہی مچائے گا کہ اس کے اوپر ہر چیز زلزلہ کی زد میں آ جائے گی زمین کا وابلنگ (Wobbling) چاند پر بھی اثر انداز ہوگا اور چاند بھی کانپنے لگے گا۔ اس کی وجہ سے بڑے سمندری اور ہوائی طوفان بھی آ سکتے ہیں۔ یعنی یہ عدم توازن قیامت کا نقطہ آغاز ہو سکتا ہے"۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

یہ تمام تفصیلات تھرتھرانے کی تفصیلات ایک جید سائنس دان سلطان بشیر محمود صاحب کی بیان کردہ ہیں۔ قیامت کی تباہ کاریوں کی بے شمار وجوہات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں جن کی تفصیلات سائنس دانوں نے مختلف بتائی ہیں کیونکہ اس کائنات کا نظام کچھ اس حساب کتاب کو ظاہر کرتا ہے کہ قیامت کی تباہی کی وجہ بے شمار حالات میں ہو سکتی ہے۔ انہی ممکن حالات کی دو وجوہات مصنف موصوف نے سائنسی نقطہ نگاہ سے پیش کی ہیں جب کہ اللہ مالک و خالق ہے اس کو کسی بھی کام کے لیے اسباب کی ضرورت نہیں وہ جو چاہے جب چاہے ایک اشارے سے کر سکتا ہے۔ بہر حال انسان کو بھی اللہ نے تحقیق و جستجو کا حکم دے رکھا ہے۔ اور وہ کرتا رہتا ہے۔ ہم ان ممکنہ حالات سے یہ اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ ان حالات میں انسان کے اوسان کس حد تک خطا ہو سکتے ہیں۔ آگے ذکر ہے میدان حشر کا جو کہ تباہی کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر بپا ہوگا۔ اس میں بھی لوگ ایک بڑے دربار میں حاضری اور نتیجہ کے خوف سے گم سم میدان حشر میں جمع ہو رہے ہوں گے۔ تب کفار کو یقین آ جائے گا کہ کس قدر سچی بات ان کو بتائی گئی تھی کہ "میدان حشر میں آ جمع ہوں گے"۔ (14)

فرعون کا انکار اور تباہی

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ
اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ
الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ وقف لازم
فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع 26

بھلا تم کو موسیٰ کی حکایت پہنچی ہے؟۔(15) جب ان کے رب نے ان کو پاک میدان طویٰ میں پکارا ۔(16) اور حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے۔(17) اور اس سے کہو' کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے۔(18) اور میں تجھے تیرے رب کا راستہ بتاؤں تا کہ تجھے خوف پیدا ہو۔(19) غرض انہوں نے اس کو بڑی نشانی دکھائی ۔(20) مگر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔(21) پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔(22) لوگوں کو اکٹھا کیا اور پکارا۔(23) کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہو۔(24) تو اللہ نے اس کو دنیا وآخرت دونوں کے عذاب میں پکڑ لیا۔(25) جو شخص اللہ سے ڈر رکھتا ہے اس کے لیے اس میں عبرت ہے۔(26)

تشریح: اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ پرانے قصے قران پاک میں بار بار بیان کئے جاتے ہیں۔ٹھیک ہے مگر ہر دفعہ کسی مختلف وجہ کے لیے بیان کئے جاتے ہیں۔جیسا کہ یہاں آخرت کے انکار کرنے والوں کو سبق دینے کے لیے فرعون کا بیان سنایا گیا ہے۔کہ اللہ کی سچائیوں کو ماننے سے جو لوگ انکار کرتے ہیں ان کا حال دنیا وآخرت میں ایسے ہی خراب ہوتا ہے جیسا فرعون کا حال ہوا۔ پہلے غرق کر دیا گیا مگر لاش انتہائی خوفناک حالات میں دنیا کے سامنے ڈال دی گئی جو لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے اور اللہ کی قدرت اور حاکمیت کا یقین دلانے کے لیے لوگوں کے سامنے موجود رکھ دی گئی ہے جو یوں تو معمول کے بالکل خلاف ہے یعنی یوں لاش کا طویل عرصہ کے بعد سمندر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے ڈال دینا قانون فطرت کے خلاف ہے۔مگر اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔اسی طرح سب لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر یقین کر لینا چاہیے۔جو یقین نہیں کرتے تو پھر ان کا حال بھی برا ہو گا۔مزید یقین دہانی کے لیے اللہ کی قدرت اور طاقت کا یوں اظہار کیا جارہا ہے۔ملاحظہ ہو۔

جس نے کائنات بنائی وہ تمہیں بھی بنا سکتا ہے

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ
ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝۳۴ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ
الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝۳۵ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝۳۶ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝۳۷ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۳۸
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۳۹ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝۴۰ فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۴۱ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
ع 2 20 4 عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶

بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔(27) اس کی چھت کو اونچا کیا پھر اسے برابر کر دیا۔(28) اسی نے رات تاریک بنائی اور دن کو دھوپ نکالی ۔(29) اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔(30) اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارہ اگایا۔(31) اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔(32) یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لیے کیا ۔(33) تو جب بڑی آفت آئے گی ۔(34) اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔(35) اور دوزخ دیکھنے والوں کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی ۔(36) تو جس نے سرکشی کی ۔(37) اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا۔(38) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔(39) اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔(40) اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔(41) اے پیغمبر! لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ ۔(42) سو تم اس کے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ ۔(43) اس کے آنے کا وقت تمہارے رب کو ہی معلوم ہے۔(44) جو شخص اس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو۔(45) جب وہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا سوچیں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رہے تھے"۔(46)

تشریح: یہاں ایک تو انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی سرکشی اور نافرمانی میں یہ بھول جاتا ہے کہ وہ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا خود اس کو بھی اللہ نے ہی بنایا ہے اور اس کے رہن سہن کے لیے پوری کائنات بنائی ہے۔ جو یقیناً انسان کی پیدائش سے کئی گنا زیادہ پیچیدہ اور مشکل کام ہے اگر وہ اللہ کی قدرت حکمت اور بڑائی پر غور کرے تو وہ اللہ کی دی گئی اس خبر کو ہرگز معمولی یا جھوٹ نہ سمجھے کہ "قیامت آنے والی ہے۔ قیامت کے بعد حساب کا دن ضرور آئے گا"۔

ان آیات میں اس یقین دہانی کے علاوہ فطرت اور کائنات کے مضبوط 'معقول اور بہترین انتظامات کا ذکر بھی بڑی خوبصورتی 'اختصار مگر جامعیت کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔ بظاہر تو یہ معمول کی چیزیں ہیں مگر حقیقت میں کاسمولوجی کے ماہرین کو تحقیق کی دعوت دی گئی ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ کائنات کے پورے کارخانہ کو انتہائی قابلیت 'مہارت' حکمت اور توازن سے بنایا گیا ہے کہ اس میں ہرگز کوئی نقص کوئی کمی اور کوئی خامی موجود نہیں۔ آیت 30 میں ماہرین ارضیات کے لیے

بڑا زبردست نکتہ مل رہا ہے۔

اس کی بڑی ہی خوبصورت وضاحت ہمارے مشہور ومعروف مولانا وحید الدین صاحب نے کی ہے آپ بھی پڑھیں۔"اس آیت میں "دحو" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔جس کا مطلب ہے کسی مجتمع چیز کو پھیلانا یا بکھیر دینا۔تقریباً یہی مفہوم انگریزی کے لفظ Drift کا بھی ہے جو اس جغرافی نظریے کی تعبیر کے لیے موجودہ زمانے میں اختیار کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ جدید ترین نظریہ انتشار براعظم کے عین مطابق ہے۔یعنی (Theory of Drifting Continents) اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے تمام براعظم کسی زمانے میں ایک ہی بڑی زمین کے حصے تھے' اس کے بعد وہ پھٹ کر سطح زمین پر اِدھر اُدھر پھیل گئے اور بھرے ہوئے سمندروں کے اردگرد براعظموں کی ایک دنیا آباد ہوگئی۔اس نظریہ کو پہلی بار باقاعدہ طور پر 1915 میں ایک جرمن ماہر ارضیات الفرڈ ویجز نے پیش کیا' اس کی دلیل یہ تھی کہ براعظموں کو اگر قریب کیا جائے تو وہ سب کے سب (Jigsaw Puzzle) کی طرح آپس میں جڑ جاتے ہیں۔مثلاً جنوبی امریکہ کا مشرقی ساحل افریقہ کے مغربی ساحل سے مل رہا ہے۔اسی طرح اور بہت سی مشابہتیں ہیں جو وسیع سمندروں کے دونوں طرف پائی جاتی ہیں مثلاً ایک قسم کے پہاڑ' یکساں ارضیاتی سال کی چٹانیں' ایک قسم کے جانور اور مچھلیاں اور ایک طرح کے پودے۔

چنانچہ علم نباتات کا ماہر پروفیسر رونالڈ گڈ اپنی کتاب موسومہ (Geography flowering plants) میں لکھتا ہے۔"ماہرین نباتات کا تقریباً متفقہ نظریہ ہے کہ مختلف پودے جو زمین کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں' ان کی توجیہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتی کہ ہم یہ فرض کریں کہ زمین کے ٹکڑے ماضی میں کبھی باہم ملے ہوئے تھے"۔اسی سلسلہ میں امپیریل کالج (لندن) میں فزکس کے استاد پروفیسر پی۔ایم۔ایس بلیکٹ نے کہا۔"ہندوستانی پتھر کی پیمائش یقینی طور پر بتاتی ہے کہ ستر ملین سال پہلے ہندوستان خط استوا کے جنوب میں واقع تھا' جنوبی افریقہ کی چٹانوں کا مشاہدہ ثابت کرتا ہے کہ افریقی براعظم تین سو ملین سال پہلے قطب جنوبی سے ٹوٹ کر نکلا ہے"۔(ریڈرز ڈائجسٹ' جون 1961ء میں تفصیلات موجود ہیں)

(از مذہب اور جدید چیلنج)

اب ہم آیت 32 کی وضاحت صاحبزادہ راشد مسعود صاحب کی تحریر کی روشنی میں کرتے ہیں۔لکھتے ہیں۔اور پہاڑ زمین میں گاڑ دیئے"۔جغرافیہ کا علم ہمیں بتاتا ہے کہ اوپر خشک اور سخت پرت کے نیچے زمین کے اندر نہایت گرم اور وزنی سیال بصورت لاوہ موجود اور متحرک ہے۔اوپری سخت سطح زمین کی موٹائی اندازاً چالیس میل دبیز سطح تقریباً آٹھ ہزار میل دبیز زمین پر واقع ہے۔اس تناسب سے اوپری سطح کی حیثیت ایک کمزور اور باریک غلاف سے زیادہ نہیں۔زمین کے اندر لاوے کی ہر حرکت اس سطحی جھلی کو مسلسل لرزہ براندام رکھتی اگر زمین کی سطح پر پہاڑ موجود نہ ہوتے یہ پہاڑ اپنے وزن کی وجہ سے لاوے کے اندر تک دھنس گئے ہیں اسی وجہ سے لاوے کی لہریں پہاڑوں کی ان کیلوں کی موجودگی میں آزادانہ حرکت

نہیں کرسکتی اور زمین کی سطح مضبوط اور غیر متحرک ہے۔ اگر پہاڑوں کا وجود نہ ہوتا تو زمین کی سطح ہمہ وقت زلزلے کی کیفیت سے دوچار رہتی۔ کتنے اہم قدرتی کردار کو نہایت سادہ الفاظ میں بیان فرمادیا گیا ہے"۔ (ذوق آگہی)

یہ سب کچھ اللہ کی قدرت' بڑائی' حکمت اور وحدانیت کا ثبوت ہیں جو قرآن پاک کے آسمانی کتاب ہونے کی پکی دلیل بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی دلیل بھی ہیں۔ ورنہ یہ تمام حقیقتیں جواب ترقی یافتہ دور میں معلوم کی گئی ہیں وہ محض مختصر جملوں میں کیونکر بتائی جاسکتی تھیں یہ تو تمام علوم اور اب بتائے گئے غیب کے علوم کہ قیامت آئے گی' دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے' حساب کتاب ہوگا' نیک لوگ جنت میں اور بدلوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے سب کچھ اسی طرح سچ اور حقیقت ہے جس طرح یہ سب خبریں سچ اور حقیقت ثابت ہورہی ہیں۔ پھر آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ تو صرف ڈرسنانے والے ہیں۔ جو لوگ سیدھا راستہ اختیار نہیں کرتے یا قیامت کا یقین نہیں رکھتے۔ ان سے اللہ خود نمٹ لے گا۔ قیامت کا وقت صرف اللہ کے ہی علم میں ہے۔ اس کی حکمت تو اللہ ہی جانتا ہے۔ قرآن پاک میں قیامت کی قربت کا ذکر ہے۔ قریب آنے کی نشانیاں بتادی گئی ہیں اور قیامت کا نقشہ تفصیلاً کھینچ دیا گیا ہے۔ اب جس کی مرضی ہے جو کرے۔ یہ نہ اللہ کی ذمہ داری ہے اور نہ پیغمبر کی۔ جو بوؤ گے سو کاٹو گے۔ سچ ہے "جس نے اپنے آپ کو زیر نہیں کیا وہ فاتح ہونے کے باوجود غلام ہی رہے گا"۔ (طامس) کیونکہ "کردار کی مضبوطی میں دو صفات شامل ہیں ایک قوت ارادی اور دوسری ضبط نفس"۔ (رابرٹسن) ایسے ہی لوگوں سے شیطان دور بھاگتا ہے۔

ایک بہت بڑا راز جو آیت 46 میں بتایا گیا ہے وہ یہ ہے "جب وہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا سوچیں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رہے تھے"۔ یعنی نیکوکار' کامیاب اور مقبولِ خدا لوگ قیامت کی سختی' حساب کتاب کے دن کی پریشانی سے محفوظ رہیں گے۔ انہیں نہ غم ہوگا نہ خوف بلکہ ان کے چہرے مطمئن اور روشن ہوں گے۔ ان کو قیامت اور حساب کے دن کی طوالت کا بالکل نہ احساس ہوگا اور نہ پریشانی ہوگی بلکہ اس کو ایسے ہی محسوس ہوگا کہ وہ ابھی ایک پرسکون نیند سے بیدار ہوئے ہیں دعا: "اے اللہ تیرے ہی نام پر مجھے مرنا ہے اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

خلاصہ سورۃ النّازعات

علامہ ڈاکٹر اقبال ہماری ملت کے عکاس ہیں انہوں نے ہم انسانوں کے لئے ان کی زندگی کی حقیقت کچھ اس طرح بیان کی ہے۔

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

اور اللہ نے حکم دیا ہے۔ "تم کو ایسی امت بن کر رہنا ہے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے"۔ اللہ کا یہ حکم ہمیں

اپنی کتاب زندگی کی تصنیف کا نام بتا رہا ہے۔ کیونکہ ہماری آپ بیتی اس دن ہمارے ہاتھ میں موجود ہوگی جس دن دوسری زندگی کا آغاز ہوگا۔ تب اللہ مالک وخالق حکم دے گا۔ "پڑھ اپنی کتاب زندگی' آج اپنے نامہ عمل کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے"۔ (الاسراء)

بس تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے لئے ایک ایسی شاندار کتاب لکھیں کہ جس پر ہمیں سپیشل انعام ملے۔ ہماری خوش نصیبی یہ ہے کہ ہمیں اس کتاب کے لیے بڑی شاندار آؤٹ لائنز اس خالق ومالک کی طرف سے دی گئی ہیں جو نہ صرف ہمارا خالق ومالک ہی ہے بلکہ بہترین ولی 'وکیل' استاد' مددگار' عالم الغیب' خالق العلمین اور رحمن ورحیم ہے۔ پھر کیوں نہ اس کی دی گئی ہدایات کے مطابق اپنی کتاب زندگی تحریر کر کے دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہو جائیں اور اپنی بہترین کتاب کی تصنیف پر بہترین انعام حاصل کر کے ہمیشہ کی راحت جنت کی صورت میں حاصل کرلیں۔ اللہ کرے کہ جب حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں تو ان آیات کے مطابق ہم علیین میں ہوں۔ القرآن۔ "یقیناً نیکوں کا اعمال نامہ علیین میں ہوگا۔ اور آپ تو جانتے ہیں کہ علیین کیا ہے۔ وہ ایک لکھا ہوا نوشتہ ہے۔ کہ مقرب اس سے واقف ہیں، یقیناً نیکوکار نعمتوں میں سے ہوں گے۔ (سورۃ مطففین آیات 18 تا 22) پھر یہ بھی فرمایا "بیشک کافروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔ اور آپ تو جانتے ہیں سجین کیا ہے۔ وہاں نامہ اعمال لکھا ہوا ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہوگی"۔ (المطففین: 7 تا 9)۔ الحمد للہ سورۃ النزعت مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ عبس

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 80 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور 42 آیات آتی ہیں۔ یہ سورت بھی مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اکثر مفسرین نے اس سورت کا شان نزول ابن ام مکتوم جو کہ نابینا تھے کے بارے میں وہ واقعہ بتایا ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے درمیان پیش آیا۔ ہوا یوں کہ مکہ کے کچھ سردار غیر مسلم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ان کو دعوت اسلام دینے میں مصروف تھے کہ ابن ام مکتوم کچھ پوچھنے کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کے تبلیغی کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی اور سرداران قریش نے بھی ان کی آمد پر ناک منہ چڑھایا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ذرا سا پریشان ہوئے اور ان کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا تو یہ سورت نازل ہوئی۔ اور یہ ہدایت کی گئی کہ غیر مسلم چاہے کتنے ہی صاحب حیثیت ہوں اور مقابلتاً مسلمان کم حیثیت ہو تو مسلم توجہ کا زیادہ حق دار ہونا چاہیے کیونکہ غیر مسلم تو نیک نیتی سے کم ہی آتے ہیں جب کہ مسلم نیک نیتی سے آپ ﷺ کے پاس اپنے مسائل کے حل اور مزید دینی علم حاصل کرنے آتے ہیں۔ وہ زیادہ توجہ کے مستحق ہونے چاہییں۔ یہ حکم صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے ہے۔ یعنی دعوت وتبلیغ میں حقوق العباد کا ایک اصول یہ بھی ہے۔ جب کہ انسان یہ سوچتا ہے کہ امیر کبیر

اسلام کو زیادہ تقویت دے سکتے ہیں۔ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے اس کو تو خود اللہ نے زندگی دی' حیثیت دی اور مرتبہ دیا ہے۔ جس پر وہ اکڑتا رہتا ہے اور نیکی کی طرف کم ہی توجہ دیتا ہے جب کہ غریب انسان اللہ کا خوف اور اس کی محبت دل میں زیادہ رکھتے ہیں اور جلد نصیحت پکڑتے ہیں۔ ہر زمانے میں ہر نبی کو سب سے زیادہ اور سب سے پہلے غریب طبقہ نے ہی تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ دل کے نرم اور روحانی طور پر پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اللہ کے قریب اور شیطان سے دور رہتے ہیں۔ اسی کو انسانیت کہتے ہیں اور اسلام انسانیت کا ہی سبق دیتا ہے کیونکہ یہ امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ جس کی بنیاد ہے توحید پر ایمان' اور آخرت کا یقین۔ آیئے اب سورت مبارکہ کو شروع کرتے ہیں۔

رویہ درست رکھنے کا حکم اور فضیلت قرآن

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾
وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

وقف لازم

وہ (ﷺ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔ (1) کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ (2) اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ (3) یا سوچتا تو سمجھانا تیرا اس کے کام آتا۔ (4) جو پرواہ نہیں کرتا۔ (5) اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔ (6) حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ الزام نہیں۔ (7) اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ (8) اور اللہ سے ڈرتا ہے۔ (9) اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔ (10) دیکھو یہ قرآن نصیحت ہے۔ (11) پس جو چاہے اسے یاد رکھے۔ (12) قابل ادب ورقوں میں لکھا ہوا۔ (13) جو بلند مقام پر رکھے ہوئے اور پاک ہیں۔ (14) ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں۔ (15) جو سردار اور نیکوکار ہیں۔ (16)

تشریح: ہم لوگ کیونکہ خدائے واحد 'قہار و جبار اور رحمن و رحیم کے بندے ہیں' ہمیں ڈر ہے تو صرف اس سے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہم لوگ دنیوی جاہ و جلال' عزت اور دولت سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے۔ ہم لوگ اللہ پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے زندگی کا ہر مرحلہ گزارتے ہیں اور ہمارا فرض سب سے پہلا اور آخری یہی ہے کہ احکامات الٰہی کو سمجھیں عمل کریں اور دوسروں کو سکھائیں۔ یہ احکامات اللہ عزوجل کی طرف سے انتہائی مقدس فرشتے کے ذریعہ انتہائی مقدس نبی کے ذریعے ہمیں پہنچائے گئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کتاب مقدس قرآن پاک کا کس درجہ تک احترام ہم سب پر لازم ہے تو اس کتاب مقدس کی اہمیت اور احترام کا یہ بھی ایک طریقہ بتایا گیا ہے کہ اس کو کسی پر زبردستی لاگو کرنے کی

ہرگز ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح اس کی بے ادبی ہونے کا بھی احتمال ہے۔ یہ ان لوگوں کو سناؤ بتاؤ اور سمجھاؤ جو چاہے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں' مگر ہوں وہ نیک بخت' نیک فطرت اور نیک کردار کیونکہ وہ بڑی آسانی اور دلچسپی سے اس کو سنتے سمجھتے اور عمل کرتے ہیں۔ بجائے ان لوگوں کے جو کہ مال و دولت کی زیادتی سے پھٹے ہوئے ہوں اور جن کے دل و دماغ اور روحیں کفر و شرک کی گندگی سے اٹے ہوئے ہوں اور جو قرآن کی روشنی کو قبول کرنے کے قابل ہی نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ تو ہوتے ہی ہٹ دھرم ہیں۔ ان کو تو ان کے حال پر چھوڑ دینا بہتر ہے۔ پیغام دے دیا۔ آگے ان کی مرضی ہے۔ رسول کریم ﷺ کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے جو کہ اس وقت دیا گیا جب وہ خود ایسے حالات سے دوچار ہوئے۔

ہوا یوں (جیسا کہ روایات اور تفاسیر سے پتہ چلتا ہے) کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کچھ کافر سرداران قریش کو دعوت و تبلیغ سے دین کے نکات سمجھا رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی آپ ﷺ کے پاس کچھ مسائل سمجھنے کے لیے آئے کیونکہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے اس لیے آداب محفل کے خلاف آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے لگے جس پر آپ ﷺ کو کچھ غصہ آیا اور ان لوگوں نے بھی ناک منہ چڑھایا۔ آپ ﷺ نے ان نابینا صحابی (جن کا نام ابن ام مکتوم ہے) سے کچھ بے رخی کا انداز اپنایا جو کہ اللہ کو ناپسند اور ناموافق لگا تو فوراً اس بات کے لیے وحی نازل فرمائی ایک آیت سے 16 تک کے احکامات نازل فرمائے جو کہ ایک تو انسان کے حقیقی وقار کا پتہ دیتی ہیں۔ دوسرے تبلیغ کا بہترین طریقہ سمجھاتی ہیں تیسرے قرآن کی قدر و منزلت کا ذکر کرتی ہیں اور چوتھے انسانیت کا بہترین سبق دیتی ہیں۔ یہ تمام کمالات خود رسول اللہ ﷺ میں پوری طرح موجود تھے مگر انسان ہونے کے ناطے اس وقت ان سے ہلکی سی کوتاہی ہوئی جس کی فوراً اصلاح کر دی گئی۔ قرآن پاک کے آہستہ آہستہ 23 سال میں نازل کئے جانے کی ایک وجہ یہ بھی دکھائی دیتی ہے کہ جونہی انسانی زندگی میں کوئی بھی بڑا چھوٹا' معمولی یا خاص مسئلہ پیدا ہوتا فوراً اس کو حل کر دیا جاتا۔ اس طرح چھوٹے بڑے تمام مسائل بڑی خوبصورتی اور موثر طریقہ سے انسانوں پر اچھی طرح واضح کر دیئے گئے جو سمجھنے والوں کے لیے تو بڑی دولت ہیں اور نہ سمجھنے والوں کے لیے کچھ بھی نہیں۔ یہی تو وہ فرق ہے جو ہم انسانوں کو یہاں اور آخرت میں کامیاب کرے گا دوسروں پر برتری دلائے گا نہ کہ مال و دولت' عزت و شہرت اور زندگی یہ دونوں چیزیں تو بہر صورت ناپائیدار اور ختم ہو جانے والی ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دو چیزیں کبھی وفا نہیں کرتیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزیں کسی کی میراث نہیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزوں کا سودا ممکن نہیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزیں جاتے لمحہ نہیں لگتا۔ عزت اور زندگی

دو چیزیں ہمیشہ نہیں رہتیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزیں تحفہ میں نہیں جا سکتیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزیں صرف ایک بار ملتی ہیں۔ عزت اور زندگی
دو چیزوں کا بٹوارہ ممکن نہیں۔ عزت اور زندگی

(از سنڈے میگزین جنگ مرسلہ صبیحہ اشرف، راولپنڈی)

بہت خوب تو یہاں سرداران قریش بمقابلہ عام امیر کبیر منکرین اسلام اور نابینا صحابی ابن ام مکتوم بمقابلہ۔ عام فدایان دین اور مسلمین و مسلمات ہیں جو چاہے امیر ہوں یا غریب مگر ہوں پکے مسلم تو ایسے لوگوں کے دلوں میں قرآن کی وہ قدر و قیمت اور عزت و احترام ہے جو غیر مسلم امیر و کبیر کے دلوں میں ہرگز نہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔

تو ایسے لوگوں کو راہ ضرور دکھانی چاہیے ان کی مدد ضرور کرنی چاہیے کہ شاید کوئی اللہ کی راہ اختیار کر لے مگر ان پر اتنا زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے پکے 'اچھے' نیک اور مخلص مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔ ہر صورت 'یہ متقی اور پرہیزگار زیادہ توجہ اور مدد کے حق دار ہیں۔ اگلی آیات انہی نافرمان لوگوں کے بارے میں اتری ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

انسان کی حیثیت، اللہ کی رحمتیں اور نیک و بد کا فرق

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ
السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ
وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع

انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے۔ (17) اسے اللہ نے کس چیز سے بنایا۔ (18) نطفے سے بنایا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔ (19) پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ (20) پھر اس کو موت دی پھر قبر میں دفن کروایا۔ (21) پھر جب چاہے گا

اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔(22) کچھ شک نہیں کہ اللہ نے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا۔(23) تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔(24) بیشک ہم ہی نے پانی برسایا۔(25) پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا۔(26) پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔(27) اور انگور اور ترکاری۔(28) اور زیتون اور کھجوریں۔(29) اور گھنے گھنے باغ 30 میوے اور چارا۔(31) یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لیے بنایا۔(32) تو جب قیامت کا غل مچے گا۔(33) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا۔(34) اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔(35) اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔(36) ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے مصروفیت کے لیے بس کرے گی۔(37) اور کتنے منہ اس روز چمک رہے ہوں گے۔(38) خوش باش۔(ہنستے مسکراتے) یہ نیکوکار ہیں۔(39) اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی۔(40) اور سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔(41) یہ کفار بدکردار ہیں۔(42)

تشریح: انسانی پیدائش کا ذکر بہت دفعہ ہو چکا ہے یہاں اس صورت سے کیا گیا ہے کہ بندہ اگر اپنی اوقات کو دیکھے تو اس کا سارا غرور نخوت اور نافرمانی ہوا ہو جائے۔ کیونکہ اس کی ابتدا حیوانات کی ابتدا اور نباتات کے اگنے کا عمل تقریباً ایک جیسا ہی ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔" تاب پذیر انڈا تین بنیادی طریقوں سے ترقی پذیر ہوتا ہے۔

1۔ زمین کے اندر جیسے پودے۔

2۔ ایک انڈے کے خول کے اندر جیسے عام طور پر پرندوں کے بارے میں ہے۔

3۔ رحم مادر میں۔ جیسے انسان اور دودھ پلانے والے جانور۔

اب زرخیز شدہ انڈہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ زرخیز شدہ انڈہ تمام حیوانات بشمول انسان کے ہر مادہ کی رحم میں ایک بیج نما انڈہ ہوتا ہے اور اس سے نر مادہ تولید یعنی نطفہ کے ملنے سے بچہ کی پیدائش کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ تاب پذیر انڈے کو نشوونما کے لیے ایک مخصوص عرصہ درکار ہوتا ہے۔ علم حیاتیات کی رو سے یہ ایسا علم ہے جس میں بیج کے جرثومے متواتر آپس میں افزائش نسل کے عمل میں اس طرح معروف رہتے ہیں کہ ایک نیا جسمیہ وجود میں آ جاتا ہے۔ جرثومے کے اندر ریاضیاتی پروگرام کا موجود ہونا کسی کے علم میں نہیں تھا۔ نباتات کے علم میں مٹی کو مکمل طور پر ایک زندہ ڈھانچہ سمجھا جاتا ہے۔ یعنی زمین پر زندگی کی ابتدا سے ہی مٹی کو ایک زندہ حقیقت مانا گیا ہے۔ یہ علم عرصہ طویل پہلے قران پاک میں بندے کو سمجھا دیا گیا ہے۔ بیشک انسان تمام مخلوقات میں سے بہترین مخلوق ہے لیکن جیسا کہ قرآن پاک میں بتا دیا گیا ہے وہ بھی اس آسمانی پروگرام سے باہر کچھ نہیں کر سکتا جو اس کے لیے مخصوص ہے"۔(از قرآن آیات اور سائنسی حقائق)

ڈاکٹر موصوف نے انسان کی پیدائش' نشوونما اور نشوونما کے تمام ذرائع کو قرآن اور سائنس کی روشنی میں بڑے

پیارے انداز سے واضح کیا ہے۔ یہ سب کچھ جان کر تو ہر بندے کو اپنے خالق کے سامنے بے اختیار سجدے میں گر جانا چاہیے مگر بندہ ہے کہ بس اونچی ہواؤں میں یہ تک بھول جاتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت کسی بھی صورت میں مر سکتا ہے اور اتنا بے حقیقت ہو جاتا ہے کہ اس کے مردہ جسم کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے یہ بھی ہمارے دین کی ایک خاصیت ہے کہ احترام انسان میں اس کے مردہ جسم کو نہ جلایا جاتا ہے۔ نہ بہایا جاتا ہے نہ جنگلی جانوروں کی خوراک بننے کے لیے کھلے عام چھوڑ دیا جاتا ہے بلکہ بڑی عزت واحترام اور بڑے اہتمام سے اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے ساتھ زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس زمین میں سے ہی تو انسان کو ایک طویل عرصے کے بعد دوبارہ اٹھا کر اللہ کے حضور حاضر کیا جانا ہے۔ گویا زمین کو انسانی زندگی کے ساتھ ہر مرحلہ مربوط رکھا گیا ہے۔ مگر صرف اس دنیا میں کیونکہ انسان کے مادی جسم کا تعلق زمین سے ہے۔ مٹی سے ہی اس کے جسم کا خمیر اٹھایا گیا مٹی سے پیدا شدہ اناج و پانی سے پرورش پائی اور پھر مر کر مٹی میں ہی مادی جسم تا قیامت قیام کرے گا جب کہ روح کا تعلق ذات الٰہی سے ہے جس کو ہم ضمیر کہتے ہیں۔ جو سیدھے راستے کی طرف جانے کو کہتا ہے اور ہر برائی پر گھنٹی بجاتا ہے۔ جو تو اس گھنٹی سے جاگ جاتا ہے وہ خوش نصیب ہے جو گھنٹی کی آواز کو دبانے کی کوشش کرتا ہے وہ بدنصیب ہے۔ قیامت کا ہولناک دن بڑا ہی افراتفری کا دن ہوگا۔ انسان ہر رشتہ ناتا بھول جائے گا اور اس کو صرف اپنی ہی پڑی ہوگی۔ مگر اس وقت کچھ لوگوں کے چہرے مطمئن اور خوشی سے دمک رہے ہوں گے۔

یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مادی زندگی میں ضمیر کی گھنٹی کی آواز پر خود کو اللہ کی راہ پر چلایا ہوگا یعنی اپنے نفس کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھ کر زندگی گزاری ہوگی اور نفس کے غلام نہ بنے ہوں گے۔

اور اس کے برعکس کچھ لوگ اس دن انتہائی کرب' پریشانی 'مصیبت اور دکھ کی وجہ سے بدشکل اور بے چین پھر رہے ہوں گے ان کے چہروں پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی مادی زندگی میں ضمیر کی گھنٹی کی آواز کو دبا کر شیطانی راہ پر زندگی گزاری ہوگی اور اب اس عالم آخر میں ان کو سوائے دکھ' پریشانی اور عذاب کے اور کچھ نہ ملے گا اور بدنصیبی یہ کہ سب کچھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملے گا۔ اور بندہ کچھ نہ کر سکے گا۔ اسی لیے تو اللہ نے دو طاقتیں انسان کے ساتھ لگا رکھی ہیں جن کو ہم روح یعنی ضمیر اور نفس یعنی شیطان کا مرتبہ دیتے ہیں۔

دعا کرنی چاہیے اور پوری کوشش بھی کرنی چاہیے کہ نفس کو روح پر کامیاب نہ ہونے دیا جائے بلکہ روح کو نفس کا حاکم بنا کر رکھا جائے کیونکہ ابدی کامیابی ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اور ایسے لوگ دنیا میں بھی بہترین عزت اور شہرت حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر وہ تمام اخلاقی' روحانی اور مذہبی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ایک مرد کامل میں ہونی چاہیے۔ کون نہیں جانتا کہ اچھا انسان خود اپنے لیے اور تمام مخلوق خدا کے لیے رحمت ہی رحمت ہوتا ہے۔ لوگ اس سے پیار کرتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کو اپنے قریب پا کر سکون اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ایسا شخص نہ صرف خود اپنے لیے ہی جنت

کی ہوا ہوتا ہے بلکہ اپنے خاندان' گھر' محلہ' شہر' ملک اور پوری دنیا کے لیے اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا تحفہ ہوتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آج کا مسلمان مسلمان ممالک اور مسلمان علماء وفقہا اس عظیم تحفہ سے محروم ہیں؟ جب کہ ہمارے پاس اس پیغمبر کی تعلیمات موجود ہیں جس نے فقط اخلاق وکردار کی پختگی سے دنیا کو مسخر کرلیا۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام تلوار سے نہیں کردار کی طاقت سے پھیلا تھا اگر جہاد بالسیف کی اہمیت ہے تو اخلاق حسنہ کی اس سے بھی زیادہ اہمیت ہے۔ ایک حدیث کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے۔ سیدنا ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"- میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہاء بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں میں سب سے افضل کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو (اچھا ہو)۔ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے افضل مسلم کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں"، پھر میں نے پوچھا" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھی ہجرت کون سی ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس شخص کی ہجرت جو برائیوں کو چھوڑ دے"۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھا مسلمان وہ ہے جو اچھا انسان ہو۔ اسلام دراصل انسان سازی کا مذہب ہے۔ اسلام کا مقصد انسان کی فکری تطہیر اور علمی اصلاح ہے۔ جس آدمی کے دل میں اسلام اتر جائے وہ اپنے آپ اچھا انسان بھی بن جائے گا۔ (از دین انسانیت، مصنف مولانا وحید الدین خان)

آپ سب قارئین ذرا انصاف سے سوچیں کہ اگر تمام مسلم ممالک کے سربراہان اور مسلم ممالک کے لوگ حقیقی لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن جائیں تو کیا ہم اس اسلامک ورلڈ آرڈر کو بحال نہیں کر سکتے جس کی بنیاد ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مدد اور حکم سے تن تنہا' مدینہ کی چھوٹی سی ریاست سے رکھ دی تھی۔ اور اس نیو ورلڈ آرڈر کی تشکیل یوں کی گئی۔

1۔ عالمگیر معاشرے کا قیام۔
2۔ انسانی مساوات کی حفاظت۔
3۔ انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ۔
4۔ انسانی برادری اور مذہبی حقوق کی حفاظت اور آزادی
5۔ عدل وانصاف کا قیام
6۔ پوری دنیا میں امن وسلامتی کا قیام۔
7۔ بین الاقوامی معاہدات کی حفاظت
8۔ اللہ کی حاکمیت کا یقین۔

اس کا ثبوت اللہ کے اس فرمان میں ملتا ہے۔ "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ بیشک سب سے باعزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔ (الحجرات)

کس قدر خوبصورت دین ہے۔ دین اسلام اور کس قدر خوبصورت ہیں اس کے اصول و قوانین! کیا ہم ان خوبصورت راہوں پر چل کر حساب کے دن خوبصورت چہرے کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر نہیں ہو سکتے؟ کیوں نہیں ہو سکتے یہ تو بہت آسان اور فائدہ مند قوانین ہیں۔ جن میں سکون ہی سکون ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہی سب خلاصہ ہے اس سورہ مبارکہ کا۔

اللہ کے فضل اور مہربانی سے سورہ عبس مکمل ہوگئی، الحمدللہ۔

دعا: "شروع اللہ کے نام سے نہیں نقصان دے سکتی اس کے نام کی برکت سے کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

بِسمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ۔ (مشکوۃ شریف)

تعارف سورۃ التکویر

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 81 نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور 29 آیات ہیں۔ یہ بھی مکی سورت ہے اور اس کا مضمون بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ بھی شروع کے زمانے میں اتری تھی۔ کیونکہ اس وقت کے حالات ایسے ہی تھے کہ لوگوں کو توحید کی تعلیم کے ساتھ ان کو ڈرایا جائے قیامت اور یوم حساب سے اور خوشخبری دی جائے یعنی قیامت یوم حساب اور جنت و دوزخ کی خوب اچھی طرح وضاحت کر دی جائے۔ چنانچہ اس دور میں جس قدر سورتیں نازل ہوئیں تقریباً سب کا یہی موضوع ہے۔ اور ان تمام حالات کو بتاتے ہوئے کائنات کے کچھ ایسے راز بھی بیان کر دیئے گئے جو مسلم سائنسدانوں کے لیے بڑے اچھے تجرباتی موضوعات کا کام دے گئے۔

بیشک قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے مگر اس میں غور و فکر کرنے والوں کو یعنی جدید کاسمولوجی' ایسٹروفزکس یا ایسٹرونومی سے متعلقہ کافی تفصیلات مل جاتی ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جو تفصیلات ماہرین بڑی جدوجہد کے بعد اب جان سکے ہیں وہ قرآن پاک میں کئی صدیاں پہلے بتا دی گئی ہیں۔ مثلاً سورۃ التکویر ہی کو لیجئے اس کا مطالعہ ہمارے سامنے کائنات کے بہت سے ایسے راز عیاں کر دے گا جن کا تعلق پوری طرح علم الغیب سے ہے۔ جو بظاہر رشد و ہدایات کا پیغام دے رہی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ عالم افلاک کے اختتام کا پتہ بھی بتا رہی ہے جو علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ تو شروع کرتے ہیں سورۃ مبارک سورۃ التکویر۔

قیامت کیسی ہو گی؟ اور بعد میں کیا ہو گا؟

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ۝٢ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا الْعِشَارُ
عُطِّلَتْ ۝٤ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَإِذَا
الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝١١
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝١٣ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝١٤

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا ۔(1) جب تارے بے نور ہو جائیں گے ۔(2) اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ۔(3) اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی ۔(4) اور جب وحشی جانور سمیٹ کر جمع کیے جائیں گے ۔(5) اور جب دریا آگ ہو جائیں گے ۔(6) اور جب روحیں بدنوں سے ملا دی جائیں گی ۔(7) اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو' پوچھا جائے گا ۔(8) کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی ۔(9) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے ۔(10) اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی ۔(11) اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی ۔(12) اور جب بہشت قریب لائی جائے گی ۔(13) تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے"۔(14)

تشریح: آیت 1 سے 6 تک قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔جس میں نظام کائنات کے درہم برہم ہونے میں اجرام سماوی کا ذکر ہے۔"کُوِّرت" تکویر سے ہے یعنی لپیٹا جانا مطلب یہ ہے کہ سورج اپنی موت کو پہنچ کر بے نور مردہ ہو جائے گا۔جس کی وضاحت ڈاکٹر دلدار صاحب یوں کرتے ہیں۔"جب ستارے کا ایندھن (ہائیڈروجن) ختم ہو جاتا ہے تو وہ ٹھنڈا ہونے لگتا ہے۔چنانچہ کشش ثقل حرکی توانائی پر غالب آ جاتی ہے۔اور ستارہ سکڑنے لگتا ہے اور بالآخر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ ستاروں کی موت مندرجہ ذیل تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت کی طرف لے جاتی ہے۔

1۔ سفید بونا WhiteDwosf

2۔ نیوٹران ستارہ NeutronStar

3۔ سیاہ سوراخ BlackHole

کم کمیت کے ستارے سفید بونے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ایک سفید بونا تقریباً زمین کی جسامت کے برابر بجھا ہوا ستارہ ہوتا ہے۔جس میں کوئی قابل استعمال ایندھن موجود نہیں ہوتا۔خیال ہے کہ سورج کا خاتمہ بھی سفید بونے پر ہوگا۔زیادہ تر ستارے اس انجام کو پہنچتے ہیں۔

سورج کی تخلیق اور انجام: کوئی پانچ ارب سال قبل سورج گیس اور گرد کے بادل سے بنا۔آج سے پانچ ارب سال بعد سورج

پھیل کر بہت بڑی شکل اختیار کرے گا اسے Rod Jiant کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے یہ اس وقت زمین تک پہنچ جائے۔ اس کے دو ارب سال بعد سورج دوبارہ سکڑنے لگے گا۔ اور سفید بونے کی شکل اختیار کر لے گا۔ اور کوئی پچاس ارب سال بعد یہ ٹھنڈا ہو کر ختم ہو جائے گا۔ بہر حال قرآن دعویٰ کرتا ہے کہ کائنات' کہکشاؤں اور ستاروں نے ہمیشہ نہیں رہنا اور بالآخر انہیں موت سے دو چار ہونا ہے۔ جدید علم کائنات اس دعوے کی مکمل تائید کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم مستقبل میں واقع ہونے والے کسی عظیم حادثہ کی خبر دے رہا ہے جو موجودہ کائناتی نظام کو درہم برہم کر دے گا"۔ (از کائنات قرآن اور سائنس)

یہ قیامت کا دن اللہ کی مرضی اور حکم سے آئے گا اور اس قدر شدید توڑ پھوڑ ہوگی کہ سورج چاند ستارے پہاڑ غرض ہر چیز اپنے کام اور مقام کو چھوڑ کر بے ترتیب ہونے لگیں گے جو کل مخلوق کے لیے اوسان خطا کر دینے کا باعث ہوگا۔ مثلاً جنگلی جانور انسانوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور وہ اونٹنیاں جو عربوں کے نزدیک متاعِ عظیم ہوتی ہیں ادھر اُدھر پھرتی ملیں گی۔ "اور جب دریا آگ ہو جائیں گے"۔ (آیت 6)

اس کی وضاحت سائنس کی زبان میں کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ جب زمین و آسمان کا پورا نظام الٹ پلٹ ہو جائے گا تو سمندروں کی تہہ میں موجود آتش فشاں بھی پھٹ جائیں گے اور ان کا سرخ شدید گرم لاوہ سمندروں کی سطح کو آگ سے سرخ کر دے گا۔ ایک دوسرا ممکنہ ذریعہ اس آگ کا زیر زمین ہائیڈرو کاربن کا وہ ذخیرہ ہے جو سمندروں کے اندر سے پھوٹ کر نکلیں گے اور ساتھ ہی زیر زمین یعنی سمندروں کی تہہ سے تہہ کے پھٹ جانے پر مختلف گیسیں اور پٹرول وغیرہ نکل کر سطح سمندر پر پھیل کر آگ پکڑ لیں گے اور تمام سمندر آگ کے سمندر بن جائیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی غیب کی خبر ہے جو قرآن میں چند الفاظ میں بتا دی گئی ہے۔ اب انسان چاہے تو اس پوشیدہ خزانے کو قیامت سے پہلے حاصل کرے اور اپنی عام زندگی کی ضروریات میں اس سے فائدہ اٹھالے۔ بہر حال یہ تمام حالات جن کا ذکر قرآن پاک میں قیامت کے حوالے سے کیا ہے نہ صرف سچ ہے بلکہ انسانی علم میں اضافہ کا باعث بھی ہیں اور یہ علم ہمیں قرآن کی سچائی کی طرف لے جانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور پھر یہ سچائی ہمیں آخرت کا یقین اور بھی زیادہ دلاتی ہے اور ہمارے اندر خوف خدا کو مضبوط کرتی ہے۔ جو ہمیں دنیا بھر کی خباثتوں سے بچاتا ہے۔ قیامت کا نقشہ کھینچ دینے کے بعد رب ذوالجلال ہمیں یوم الحساب سے بھی واقفیت دلاتا ہے۔ یہ بھی بڑے مختصر الفاظ میں بڑی وسیع حقیقت کو بیان کرنے کا باعث ہے۔ اور اس کا تعلق پورے کا پورا عالم الغیب سے ہے۔ اب تک کوئی عالم فاضل اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا ہم مسلمانوں کو پکا یقین ہے کیونکہ یہ خبر ہمیں اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن پاک کی شکل میں دی ہے۔

آیت 7 میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ "جب روحیں بدنوں سے ملا دی جائیں گی"۔ یہاں پہلے اس بڑے خاص نکتہ کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ کہ اسلام نے عورت کو ایک بڑا مقام دیا ہے جس کی وجہ سے عربوں کی اس جہالت

کی رسم کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے کہ وہ لڑکی کی پیدائش کو اس قدر منحوس سمجھتے تھے کہ پیدا ہوتے ہی اس کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے یا کسی بھی طرح مار دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کی عزت افزائی اور اس غلط رسم کی مذمت ان الفاظ میں کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس مسلمان کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی طرح رکھے وہ اسے جنت میں پہنچا ئیں گی"۔ (بخاری، ادب المفرد)

اب اس میدان کی طرف توجہ کرتے ہیں جو ہمیں بالکل کسی ذریعہ سے بھی معلوم نہیں سوائے اس کے کہ اس غیب کی خبر سے اللہ نے پردہ اٹھایا ہے۔ حساب کے دن ہماری یہ کائنات زمین و آسمان سب ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو چکے ہوں گے اور اس دن آسمان بھی پھٹ چکے ہوں تو وہاں موجود جہنم اور جنت ہمیں دکھائی دے گی اور اللہ کے مقرر کئے گئے نظام کے مطابق ہم سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ہمارے اعمال کے رجسٹر ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے تاکہ انصاف سے ہمیں جنت یا جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ اعمال کا ریکارڈ ہونا اور دوبارہ ہمارے سامنے پیش کیا جانا کافی حد تک ثابت ہو چکا ہے اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سچائی ثابت کرتے ہوئے قسم کھاتے ہیں۔ اگلی آیات ملاحظہ ہوں۔

قرآن جس میں کوئی شک نہیں۔ تقدیر کیا ہے؟

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ
لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا
صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ
بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ
يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹتے ہیں۔ (15) اور جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ (16) اور رات کی قسم جب ختم ہونے لگتی ہے۔ (17) اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے۔ (18) کہ بیشک یہ قرآن فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ (19) جو صاحب عرش قوت والے کے ہاں اونچے درجہ والا ہے۔ (20) سردار اور امانت دار ہے۔ (21) اور مکے والو! تمہارے رفیق (محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں۔ (22) بیشک انہوں نے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے یعنی شرقی کنارے پر دیکھا ہے۔ (23) اور وہ پوشیدہ باتوں کے ظاہر کرنے میں بخیل نہیں۔ (24) اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں۔ (25) پھر تم کدھر جا رہے ہو۔ (26) یہ تو جہان کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔ (27) یعنی اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے۔ (28) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو اللہ رب العلمین چاہے۔ (29)

تشریح: یہاں 15 اور 16 آیات میں آسمانی فزکس Astrophysics کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ "خنس" یعنی چھپنے والے تارے۔ اور " کنس"۔ یعنی ایک مخصوص راستہ کا محور کسی چلتی ہوئی چیز میں دبک جانے والا۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کی وضاحت بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں لکھتے ہیں۔ "اللہ قسم کھاتا ہے ان تمام طبیعاتی قوانین کی جو ساری کائنات کی وسعتوں میں کارفرما ہیں۔ جس کی طرف اشارہ ان دو آیات مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ ہر مخلوق ایک خنس اور ایک کنس کی حالت میں ہے۔ ایک خوش اسلوب اور ہم آہنگ روانی یا بہنا ہے جب کہ دوسرا مٹتے ہوئے پردہ کرنے کی طرح ہے جیسے موت کی وادی میں چلے جانا۔ طبیعیات کی رو سے ہم انہیں رفتار یا حرکت اور مخفی ٹھہراؤ یا وقفہ کہہ سکتے ہیں۔ اور درحقیقت اجرام فلکی کی سائنس کے بالکل نئے نظریات اس بنیادی نظریہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ "انسانو! حیات بعد الموت کو سمجھنے کے لیے اشد ضروری ہے کہ تم پیچھے ہٹ کر غائب ہونے والی اور رواں دواں ظاہری حرکت پذیر کائناتوں کا مطالعہ کرو"۔

یہ اعلان کرتے ہوئے اللہ شروع ہی قسم سے کرتا ہے تاکہ کائنات کی پیدائش کے عظیم راز کا انسان کو احساس ہو جائے۔ اس طرح چودہ سو برس (آغاز اسلام میں یعنی ساتویں صدی عیسوی) قبل آغاز کائنات کا علم اور فزکس کا حیران کن راز ہمارے ہاتھوں میں دے دیا گیا ہے۔ جس طرح قوت ثقل ایک توانائی کی حیثیت میں ستاروں اور ایٹموں میں موجود ہے اسی طرح "خنس" اور " کنس" کے راز بھی تمام مادی نظاموں میں موجود ہیں۔ اسی طرح رات کی قسم اور دن کی قسم کھائی گئی ہے۔ وہ رات جو پوری طرح اندھیرے میں ڈوب گئی ہو۔ اور وہ صبح جو مکمل طور پر چمک کر دنیا میں چھا گئی ہو۔ تو یہ تمام قسمیں اللہ تعالیٰ نے کس بات کی یقین دہانی کے لیے کھائی ہیں؟ اس لیے کھائی ہیں کہ یہ قرآن پاک اور اس میں بیان کی گئی تمام باتیں' اصول' قانون' راز' ماضی' حال' مستقبل چاہے ان کا تعلق انسان کی ذات سے ہو یا کائنات سے ہو۔ سب بالکل سچ ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک "وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں"۔ (سورۂ بقرہ)

یہ بڑی ہی حفاظت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے اتاری گئی۔ وحی کی حیثیت یہ ہے کہ جس نے تمام دنیا کے علوم کو ایک جگہ جمع کر لیا ہے۔ وحی لانے والا مقدس فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام جو تمام فرشتوں کے سردار اور انتہائی مقدس' برگزیدہ اور مقبول الٰہی فرشتہ ہیں۔ آپ کی تعریف قران پاک میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

1۔ فرشتہ عالی مقام
2۔ اللہ عظیم و کبیر کے پاس بلند مرتبہ رکھنے والا
3۔ سردار
4۔ امانت دار

یہ اتنے بڑے درجات اسی لیے ملے کہ آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں جو کہ بڑا ہی نازک اور ذمہ داری کا کام ہے اسی ذریعہ سے قرآن مقدس نازل کیا گیا اور جس پر نازل کیا گیا وہ بھی کوئی معمولی انسان نہ

تھا وہ بھی انسان کامل' محبوب الٰہی قابل صد احترام' بانئی دینِ کامل' آخری نبی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ بہترین سیرت و صورت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی عقل و دانش مندی' بیدار مغزی' معاملہ فہمی' خوش اسلوبی' خوش معاملگی' حسن سلوک' کمال علم و معرفت' فصاحت و بلاغت' ملکی انتظامات' جنگی مہارت' بہترین طریقہ تبلیغ غرض کون سا ایسا شعبہ زندگی ہے اور زندگی کے بعد کا معاملہ ہے جس میں وہ پوری طرح مہارت اور کمال نہ رکھتے تھے۔ اور پھر آپ ﷺ کے کمالات میں سے ایک یہ بھی بڑا کمال ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے نقص سے پاک پیدا کیا اور آپ ﷺ کو تمام دشمنوں' شیاطین اور ان کی مخالفتوں اور سازشوں سے محفوظ و مامون رکھا۔ یہ سب اس لیے کہ آپ ﷺ کو نبوت' رسالت اور مقدس ترین کتاب' قرآن پاک کا حامل بنایا جو شخصیت اس قدر محفوظ و مامون اور عالم و فاضل ہو بھلا وہ مجنوں یا غلط انسان کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور ان پر نازل ہونے والا کلام پاک دنیا کا بہترین کلام نصیحت اور کامیابی کا مجموعہ ہے۔ پھر بھی اگر کچھ لوگ اس کلام پاک سے منہ پھیرتے ہیں تو وہ بڑے بدنصیب ہیں۔ آخری آیت میں ارادہ اور مشیت الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری نے یوں وضاحت فرمائی۔ "قضاء وقدر کے موضوع سے اس مسئلہ کا گہرا تعلق ہے نیز قضاوقدر کا عقیدہ بندہ مومن کے نازک اور اہم عقائد میں سے ایک ہے بنابریں حق کی وضاحت اور راست و بہتر صورت تک رسائی کے لیے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ یہ بحث ذیل کے دو نکات کے تحت ہوگی۔

1 عقل ونقل کی روشنی میں حق تعالیٰ کے ارادے اور مشیت کا اثبات

2 اور اس حقیقت کا انکشاف کہ بیشتر افراد جو فاش غلطی اور کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کے ارادے کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔ جہاں تک صفت ارادہ صفت مشیت کا تعلق ہے ذیل کی آیات کلام الٰہی اور ارشادات نبوی سے بخوبی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

القرآن:"۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا"۔ (البقرہ:158)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "باری تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ داری مرحمت فرماتا ہے"۔ (بخاری' مسلم)

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان مخلوق ہے۔ خالق کا مخلوق سے زیادہ قوی اور بااختیار ہونا لازم آئے گا۔ جب کہ بندہ اس سے کئی گنا کم بااختیار و باارادہ ہے"۔ (از مومن کے عقائد)

دراصل تقدیر تو لکھی جا چکی ہے ہمارا امتحان یہی ہے کہ ہم اس کو اپنے ارادے اور کوشش سے قوانین الٰہی کی مدد سے کس حد تک بہترین بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اسی کامیابی پر ہمارے نمبروں کا کارڈ تیار کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر شخص کی زندگی کی راہیں تو اس جرثومہ کے اندر محفوظ کر دی جاتی ہیں جس سے ہماری تخلیق ہوتی ہے۔ غرض امیری غریبی، سختی نرمی، صحت

بیماری، رحمت اور زحمت ہر صورت اپنی زندگی کو ایمان سے منور کرنا یا کفر سے تاریک کرنا اللہ کی رضا پر شاکر ہونا یا ناشکری کرنا یہ سب ہمارے اختیار میں اللہ نے دے رکھا ہے اور یہ ہمارا امتحان ہے جو موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔ روح کی شکل میں عالم برزخ میں پہنچ جائیں گے اور پھر قیامت کبریٰ کے بعد اللہ کے سامنے حاضری اور اجر و ثواب مادی جسم کے ساتھ جھیلنا پڑے گا۔

یہی خلاصہ ہے اس سورت کا ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔

الحمد للہ کہ سورۃ التکویر مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الانفطار

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 82 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں 19 آیات اور ایک رکوع آتا ہے۔ یہ بھی قیام مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اسی لیے مضمون کے لحاظ سے یہ پچھلی چند سورتوں سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اس میں بھی انسانی زندگی کا مقصد' خاتمہ اور دوبارہ زندہ ہو کر جزا و سزا پانا ہے۔ نفس مضمون اس قدر جامع' پُر اثر اور طبیعیاتی علوم سے بھرا ہوا ہے کہ اہل علم غور و خوض کرنے پر بے شمار کائناتی رازوں سے واقف ہو گئے۔ اصل میں تو قرآن پاک کتاب ہدایت ہے مگر ساتھ ہی ساتھ بہت سی سائنس کی باتیں بھی بیان کر دیتا ہے آیئے سورۃ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

قیامت کا نقشہ

إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ ۝۱ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ۝۲ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَإِذَا الْقُبُورُ
بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝۵ يَٰٓأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝۶
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝۹
وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَٰفِظِينَ ۝۱۰ كِرَامًا كَٰتِبِينَ ۝۱۱ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝۱۲

جب آسمان پھٹ جائے گا۔(1) اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔(2) اور جب دریا بہہ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔(3) اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔(4) تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔(5) اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکہ میں ڈال دیا؟۔(6) وہی تو ہے جس نے تمہیں بنایا اور تیرے اعضاء کو ٹھیک کیا اور تیرے بدن کو مناسب رکھا ۔(7) اور جس صورت میں چاہا تمہیں جوڑ دیا۔(8) مگر افسوس کہ تم لوگ جزا کے دن کو جھٹلاتے ہو ۔(9) حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں ۔(10) عالی قدر تمہاری باتوں کے لکھنے

والے۔(11) جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔(12)

تشریح: سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی دی گئی یہ خبر قابل غور ہے کہ "آسمان پھٹ جائے گا"۔ یہ اس دن ہوگا جس کو قیامت کا دن کہا گیا ہے۔ اور یہ خبر اس لیے بالکل سچ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے بندوں کو دی گئی ہے دوسری بات یہ ہے کہ موجودہ ماہرین فلکیات اور سائنس دان بھی اپنے تجربات کے بعد اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ واقعی یہ کائنات ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح وجود میں آئی تھی۔ آسمان حفاظتی مضبوط چھت ہے جس کے پھٹ جانے سے ایسی تباہی پھیلے گی کہ ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ کیونکہ کائنات کا توازن بڑے حساب کتاب سے رکھا گیا ہے اگر وہ بگڑ گیا تو یہی ہوگا۔ جس کا ذکر یہاں بار بار کیا گیا ہے۔ آسمان کا پھٹ جانا سورۃ انشقاق 'سورۃ مرسلات میں بھی کیا گیا ہے۔ جب ہم قرآن پاک کا مطالعہ 'غور سے کرتے ہیں تو ہمیں کائنات کے شروع ہونے موجود رہنے اور ختم ہو جانے کے ایسے ایسے بہترین نکات ملتے ہیں جو سائنس نے اب کوششوں کے بعد معلوم کیے ہیں اور جو اللہ کے دیئے گئے پیغامات کے عین مطابق ہیں۔ مثلاً سورہ رحمن کی آیت 29 میں دی گئی یہ خبر کہ کائنات میں دن رات توڑ پھوڑ کا عمل مسلسل ہوتا رہتا ہے اور تخلیق در تخلیق کا عمل جاری و ساری ہے۔ اس کی تصدیق امریکی خلائی دوربین ہبل نے یوں کر دی کہ اس کی بھیجی ہوئی تصاویر نے ظاہر کر دیا کہ عالمِ افلاک میں اجرام سماوی کا فنا ہونا اور نئے اجرام کا وجود میں آنا بالکل سچ اور حقیقت ہے۔ اور یہ جہان بھی ضرور ختم ہو جائے گا۔

ابتدا اور اختتام کا اصول بہت سی آیات میں آ چکا ہے۔ سورت الذاریات کی آیت 47 میں توازن رکھنے کے اس پھیلاؤ اور گھماؤ کا ذکر ہے جس پر کائنات کے توازن کا دارومدار ہے۔ سورۃ رحمن کی آیت 7 میں "آسمانوں کو رفعت بخشی اور توازن وضع کیا"۔ گھماؤ اور پھیلاؤ۔ کائنات کے اس بہترین طریقہ توازن کو سائنس دان پوری طرح تسلیم کر چکے ہیں۔ سائنس دان کے بقول پوری کائنات کا نظام گھماؤ پر چل رہا ہے۔ اور یہ گھومنے کا نظام چھوٹے سے چھوٹے ایٹم کے اندر بھی جاری و ساری ہے۔ یہ گھماؤ اور پھیلاؤ ایک حد کے بعد ٹھہراؤ اور سکڑنے کے عمل میں بدل جائے گا۔ سورۃ القصص کی آیت 88 میں واپسی کا حکم دے دیا گیا ہے۔

سلطان بشیر محمود صاحب اس سکڑنے اور پھیلاؤ کے سائنسی قوانین پر یوں لکھتے ہیں۔ "ابھی تک معلوم سائنسی قوانین میں پھیلاؤ کے خلاف کام کرنے والی ایک قوت کا نام کشش ثقل ہے۔ یہ قوت کائنات کی تین بنیادی اکائیوں میں سے اول اکائی ہے۔ اور اس کا اصول یہ ہے کہ تمام اجسام آپس میں ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں اور کشش دوری کے بعد مربع کے حساب سے کم ہوتی ہے۔ کشش ثقل کے علاوہ اس محرک جسم کو روکنے والی رگڑ کی قوت (Fricton) ہے یہ رفتار کے مربع اور ماحول کی کثافت سے بڑھتی ہے۔ پوشیدہ مادہ کی بات بھی ہو چکی ہے۔ جو کائنات میں ہر جگہ چھپا بیٹھا ہے۔ سائنسدان اس کو

نیوٹرینز کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ برقیات سے بھی چھوٹے ذرات ہیں اور برقی تناؤ سے خالی ہیں۔لیکن کشش ثقل کے تحت یہی ان دیکھا مادہ کائنات کو کھینچ کر سکڑنے کا باعث بن سکتا ہے۔قرآن پاک میں اِن اَن دیکھی چیزوں کو غیب السموات والارض کا نام دیا گیا ہے۔اور قرآن پاک ان میں اور قیامت کے باہمی تعلق کا ذکر کرتا ہے۔سورۃ نحل کی آیت 77 کے حوالے سے ہم کائنات کے سائنسی ٹھہراؤ اور سکڑنے کے مفروضہ پر یقین کر سکتے ہیں۔

اور یہ عین ممکن ہے کہ غیب السماوات والارض کی کشش اور رگڑ کی قوت سے یہ پھیلتی ہوئی کائنات رک جائے اور جیسے ہی یہ رکے گی پھر وہاں ہرگز ٹھہر نہ سکے گی بلکہ زمان و مکان الٹ جائیں گے۔قرآن پاک میں اس عمل کو طومار لپیٹنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔سورۃ الانبیاء میں آیت 104 میں یہی لکھا گیا ہے۔" جس دن لپیٹ لیں گے ہم آسمان کو جیسے لپیٹنا ہے طومار یا دستاویزات کو۔ جیسے شروع کی تھی ہم نے پیدائش پہلی بار بالکل اسی طرح ہم اسے دوبارہ پیدا کر دیں گے اور یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ اور ہم اسے ضرور پورا کریں گے سائنس دان اس عمل کو Pressure Waver کا عمل بھی کہتے ہیں'۔

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے موصوف یوں لکھتے ہیں کائنات کھل رہی ہے اور آخر میں اپنے ہی اوپر ایک کھلتے ہوئے سپرنگ کی مانند زوردار ردعمل سے الٹ جائے گی۔ثبوت ان لاکھوں کہکشاؤں کے وجود میں پنہاں ہے جن کی شکل ایک سپرنگ دار طشتری کی مانند ہے۔یہ کہکشائیں اپنے مرکز کے گرد گھومتی ہیں اور ان کے سپرنگ دار بازو ہیں جو زیادہ سے زیادہ کھل کر اپنے آپ پر ہی بند ہو رہے ہیں۔دراصل اس پوری کہانی کا دارومدار اللہ کی ذات سے ہے۔" زمان و مکان اور توانائی کا اللہ کی ذات سے تعلق۔

کسی بھی واقعہ کو ہونے کے لیے وقت اور جگہ چاہیے القرآن " وہ اللہ ہے 'ظاہر بھی باطن بھی' اول بھی آخر بھی' ثابت کرتی ہے کہ زمان و مکان کی انتہاؤں کا تعلق اللہ کی ذات مبارک سے ہے یعنی زمان و مکان اس کی خصوصیات ہیں اور یوں وہ اپنی خاصیت سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔وہی ہر واقعہ کا خالق 'شاہد اور رب ہے۔زمان و مکان اسی کی تخلیق میں پہلا جوڑا ہے۔جن سے توانائی اور مادے کے جوڑے وجود میں آئے وہ ذات پاک " کل "(Superset) ہے اور زمان و مکان اس کا پہلا جز (Subset) ہیں۔زمان و مکان کی اس حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔" وہی اللہ ہے جو اول بھی ہے اور آخر بھی' جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ (الحدید:3) (از قیامت اور حیات بعد الموت)

اتنا سب کچھ جان لینے کے بعد اب سورۃ انفطار کی آیت 4 سے 12 تک ہمارے لیے بالکل آسان اور عام فہم ہو چکی ہیں۔یہ عقیدہ کہ فرشتے ہمارے اعمال کو باقاعدہ لکھ رہے ہیں ہماری زندگی کا مقصد اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے کی حقیقت کو ہمارے سامنے بالکل عیاں کر دیتا ہے۔

یہی بنیاد ہے ہمارے ایمان کی اور ہماری سزا اور جزا حاصل کرنے کی۔آگے ملاحظہ ہو۔

اللہ کے انصاف کا دن

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا
بِغَآئِبِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ
نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

بیشک نیکو کار نعمتوں کی بہشت میں ہوں گے۔(13)اور بدکردار دوزخ میں۔(14)یعنی جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔(15)اور اس سے چھپ نہیں سکیں گے۔(16)اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔(17)پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔(18)جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔اور حکم اس روز اللہ ہی کا ہوگا۔(19)

تشریح: جب ہمیں اللہ کی تمام قدرتوں، عظمتوں اور طاقتوں کا پوری طرح علم ہو گیا اور ہمیں اپنے بارے میں بھی خوب اچھی طرح علم ہو گیا تو اب اس دن کی تیاری کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے جس کا ذکر بار بار تفصیلاً کیا گیا ہے۔مگر افسوس اس بات کا ہے کہ انسان پھر بھی بھول جاتا ہے۔اللہ جس قدر رحیم وکریم ہے اسی قدر حساب لینے اور بدلہ دینے میں جبار وقہار بھی ہے اور بڑے انصاف سے بدلہ دینے والا ہے۔اسی لیے تو اس نے ہمارے اعمال کے اندراج کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں تاکہ ہم خود اپنے اعمال کو دیکھ کر اپنا انجام قبول کریں۔جنت یا دوزخ۔یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی کچہری دنیا کی کچہری کے موافق نہ ہوگی۔جب تم اس بات کو دیکھو گے تو پھر قرآن پاک کی آیات کو یاد کرو گے کہ واقعی "اس دن حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا"۔(آیات 19)

خلاصہ سورۃ الانفطار

اس سورت میں انہی باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے جو اکثر سورتوں میں بتائی گئی ہیں۔پھر بھی انسان بھول جاتا ہے کہ وہ کیوں کیسے اور کس لیے پیدا کیا گیا ہے اور اسکا انجام کیا ہوگا۔قیامت کا ذکر 'انسان پر عنایات' اعمال کی جانچ پڑتال کا پکا بندوبست اور پھر جنت ودوزخ کی سچائی اور انسان کی عزت وذلت کا فیصلہ خود اسکی اپنی کمائی کے مطابق ہوگا۔کسی پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

تو خالق ہے ، مالک ہے، ' رازق ہے سب کا
کوئی دوسرا بندہ پرور نہیں ہے

الحمدللہ سورۃ الانفطار مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ المطففین

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 83 نمبر پر آتی ہے اس میں 36 آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس کا خاص موضوع ہے "آخرت"۔ کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں لوگ آخرت سے بالکل ناواقف تھے۔ اسی لیے وہ ہر قسم کی اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھے کیونکہ ان کے خیال میں بس زندگی یہی ہے جو اچھا برا کرنا ہے کرلو۔ مر گئے تو بس ختم غرض وہ لوگ "بابر باعیش کوش کہ دنیا دوبارہ نیست" کے قائل تھے۔ اس وقت اور بہت سی برائیوں میں ایک بڑی بیماری کم ناپ تول کرنے کی تھی۔ اسی لیے ان لوگوں کو خبر دی گئی ہے کہ زندگی یہی نہیں یہ تو صرف امتحان کی مہلت کا زمانہ ہے اصل زندگی تو اس وقت شروع ہوگی جب اللہ کے حکم سے ہمارے ان بکھر چکے ہوئے مادی جسموں کو اکٹھا کر کے دوبارہ روح ڈال کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا وہ اس لیے تا کہ یہاں کئے گئے اعمال کے مطابق جنت کا تحفہ ملے یا دوزخ کا عذاب۔

اسلام نے ہمیشہ ایسی تعلیمات دی ہیں جن سے معاشرہ پرسکون ہو جائے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے صرف مسلمان ہی مستفید نہیں ہوئے بلکہ ان کے قریب ترین غیر مسلموں پر بھی ان کے بڑے اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں۔ "اگر ہندوستان کی اقتصادی زندگی میں پیدا شدہ تبدیلیاں قابل توجہ تھیں تو معاشرتی اور سیاسی زندگی میں عظیم تر تھیں۔ معاشرتی زندگی کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر مساوات پسندانہ تھا۔ اسلام نے موروثی اور نسلی امتیازات کو زیادہ قابل قدر نہیں سمجھا۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ ہندومت میں معاشرتی مساوات کا احساس زندہ ہوا۔ اور یہ مذہب سماجی حد بندیوں کو توڑنے کے لیے آمادہ ہو گیا"۔ (ڈاکٹر تارا چند' تمدن ہند پر اسلامی اثرات' اردو ترجمہ' صفحہ 231)

اسلام کے اصول ہیں ہی بہترین مثلاً مذکورہ سورت میں کم تولنے سے منع کیا گیا ہے سخت گناہ کہا گیا ہے اتنا سخت کہ آخرت میں اس کی سزا ملے گی۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ کون سا ملک قوم یا انسان اس اخلاقی برائی کو برا نہ کہے گا؟ اس طرح تمام اصول دین بہترین انسان کی تشکیل کرنے کا باعث ہیں۔ اللہ ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

ناپ تول میں کمی اور آخرت میں پیشی

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ﴿۲﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ
يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۶﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ؕ﴿۷﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ؕ﴿۸﴾ كِتٰبٌ
مَّرْقُوْمٌ ؕ﴿۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا

كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا
الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾
عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ
مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾
وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ
قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ
الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔(1) جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔(2) اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔(3) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے۔(4) یعنی ایک بڑے سخت دن میں۔(5) جس دن تمام لوگ رب العٰلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔(6) سن لو کہ برے لوگوں کے اعمال سجین میں ہیں۔(7) اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا ہے۔(8) دفتر ہے لکھا ہوا۔(9) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(10) یعنی جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔(11) اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے نکل جانے والا گنہگار ہے۔(12) جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔(13) دیکھو یہ جو اعمال بد کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔(14) بیشک یہ لوگ اس روز اپنے رب کے دیدار سے اوٹ میں ہوں گے۔(15) پھر دوزخ میں جا داخل ہوں گے۔(16) پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔(17) یہ بھی سن رکھو کہ نیکوکاروں کے اعمال علیین میں ہیں۔(18) اور تم کو کیا معلوم کہ علیین کیا چیز ہے۔(19) ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔(20) جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔(21) بیشک نیک لوگ چین سے ہوں گے۔(22) تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے۔(23) تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کر لو گے۔(24) ان کو شراب خالص سر بمہر پلائی جائے گی۔(25) جس کی مہر مُشک پر ہو گی تو نعمتوں کے شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں۔(26) اس میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہو گی۔(27) وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے مقرب پئیں گے۔(28) جو گنہگار یعنی کفار ہیں وہ دنیا میں مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے۔(29) اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔(30) اور

جب اپنے گھر کو لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے۔(31) اور جب ان مومنوں کو دیکھتے تو کہتے "یہ تو گمراہ ہیں۔(32) حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔(33) تو آج ۔(روز آخر) مومن کافروں سے ہنسی کریں گے۔(34) اور تختوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہوں گے۔(35) کیا کفار کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ مل گیا۔(36)

تشریح: اس پوری سورت کا مرکزی مضمون آخرت ہے۔ یعنی انسان کا انجام مرجانا یعنی مادی جسم کا ختم ہو جانا اور دوسری زندگی کی ابتدا ہو جانا۔ اس دنیا کی زندگی میں انسان روح اور شیطان کی طاقت سے لڑتا لڑتا رخصت ہو جاتا ہے۔ اسی لڑائی میں انسان یا تو سجین میں اور یا علیین میں جگہ پالیتا ہے۔ علیین کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نفس گناہ و بدکاری سے پاک ہوتا ہے اسطرح وہ بالکل ہلکا پھلکا ہوتا ہے لہٰذا وہ روحانی بلندیاں حاصل کرتے کرتے جنت حاصل کر لیتا ہے ہم عام انسان جب کسی کو سچا خواب دیکھنے کی خبر دیتے ہوئے سنتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں "لو جی یہ تو ہو گیا ولی اللہ" یعنی ولی اللہ ہونا علیین کی طرف رخ کرنے کا مطلب ہے۔ تو اس علیین کی خصوصیات ملاحظہ ہوں۔

1۔ لطافت:۔ یعنی ہر قسم کے گناہ سے نفس کو پاک صاف رکھنا اور ساتھ ہی بلندیاں حاصل کرنے کے لیے گناہوں سے دوری اور نیکیوں کی انتہائی کوشش۔

2۔ معیت اور معرفت:۔ یہ وہ نور الٰہی ہے جو ہر وقت کے ذکر الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ذکر بھی یوں کہ خود کو خدا میں گم کر دیا جائے کہ ہر طرف ہر چیز میں اللہ موجود نظر آئے۔ پھر اس مقام عالی کو حاصل کر کے تکبر کے گناہ کبیرہ سے خود کو بچانا۔

3۔ نفس کی لطافت کا حصول:۔ ہر قسم کے سفلی جذبات کو پوری طرح قابو میں رکھنا۔ یعنی حسد، بغض، نفرت، ظلم وستم، لالچ، شر و فساد، قتل و غارت گری اور مفسد منصوبہ بندی سے ہر وقت خود کو بچانا اور دوسروں کو بچنے کی ترغیب دینا۔

4۔ جہاد:۔ یہ بہت وسیع معنوں میں آتا ہے یعنی زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کی رضا اور اس کا خوف رکھتے ہوئے بہترین راستہ اختیار کرنا اور جب اس راستے میں تمام قوت کے علاوہ جان دینے کا وقت آئے تو وہ بھی دے دی جائے۔

5۔ اپنے رب سے محبت تمام چیزوں سے زیادہ کرے۔ اس کو اللہ کی رضا' محبت اور خوشی کے سامنے کوئی دکھ' پریشانی اور مشکل۔ مشکل نہ لگے اور وہ ہر بات ہنستے مسکراتے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کر جائے۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ یہ سب کچھ بنیادی اعمال سے حاصل ہو سکتا ہے۔

1۔ شہادتین (کلمہ شہادت)

2۔ طہارت   3۔ نماز   4۔ روزہ

5۔ زکوٰۃ   6 حج

علیین کا درجہ انہی سیڑھیوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو شخص ان سیڑھیوں کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اپنے نفس کے

ہاتھوں مجبور ہو کر شیطان کا دوست بن جاتا ہے وہ ہی سجین کی راہ لیتا ہے۔ وہ گناہوں کے بوجھ سے اس قدر بھاری بھر کم ہو جاتا ہے کہ نیچے ہی نیچے دبتا چلا جاتا ہے اور آخر کار جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے جا گرتا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی بھی خوف و ہراس' لالچ' بدگمانی' شرمساری' بے چینی' اخلاقی پستی اور ہر قسم کے گناہوں میں گزر جاتی ہے۔ جو اس کی روح کو بے نور اور بوجھل بنا دیتی ہے۔ ایسے ہی لوگ حساب کے دن شرمندہ ہوں گے اور اپنے غلط رویہ پر جو انہوں نے دنیا میں مومنوں کے ساتھ اختیار کر رکھا تھا بے حد شرمندہ ہوں گے مگر وہ ان تمام گمراہیوں کا کچھ بھی تدارک نہ کر سکیں گے۔ یہی وہ خبر ہے جو انسانوں کو آخرت کے بارے میں بار بار سنائی گئی ہے۔ یہ غیب کی بہت بڑی اور بالکل سچی خبر ہے۔ جو 28 سے 36 آیات تک گناہ گاروں کے بارے میں دی گئی ہے جبکہ نمبر 7 سے 17 تک انہی لوگوں کے بارے میں بدترین حالات کی خبر دی گئی ہے۔ آیات 18 سے 27 تک نیکوکار بندوں کو اللہ کی طرف سے بہترین انعامات کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اب آخر میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ہمارے اعمال کس طرح ریکارڈ کئے جا رہے ہیں۔ ہم تو اس پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ ہم قیامت یوم آخر پر حساب کتاب پر جنت دوزخ پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ لیکن اہل علوم دنیوی بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

مختصراً یوں ہے کہ آج کمپیوٹر کی چھوٹی Chip پر کروڑوں معلومات کو محفوظ کیا جا سکتا ہے اور پھر جب چاہو جو چاہو اس میں سے نکال کر پڑھ لو لکھ لو۔ اگر انسان یہ طاقت رکھتا ہے جو کہ بڑی معمولی سی مثال ہے۔ تو اللہ کے لیے ہمارے اعمال ناموں کے دفتر یا فلمیں ہمارے سامنے پیش کر دینا ہرگز کوئی مشکل یا محال کام نہیں۔ یہ بالکل سچ اور ممکن بھی ہے۔

خلاصہ سورۃ المطففین

اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں انسانی زندگی کی کہانی ازل سے ابد تک بڑے خوبصورت انداز میں بیان کر دی گئی ہے۔

1۔ انسان کی اصل حقیقت

2۔ زمان و مکان میں اس کا مقام

3۔ روح اور جسم کی حقیقت

4۔ عالم الغیب کی خبریں۔

5۔ موت اور زندگی بعد الموت کے راز۔

6۔ قیامت روز جزا جنت اور جہنم۔

یہی تو وہ اسلامی تعلیمات ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں سماجی' سیاسی اور مذہبی حالات کو بڑی حد تک تبدیل کر دیا۔

مثلاً ہندومت میں وحدانیت کی تحریک اٹھی۔ بھگتی تحریک اور سکھ مذہب' آریہ سماج یہ سب توحید اور انسانی مساوات پر زور دینے لگے اس سلسلے میں سکھ مذہب کی مقدس کتاب گرنتھ اور پھر سترھویں صدی کے مرہٹہ رشی تکارام کی دعائیں منظر عام پر آئیں۔ تکارام ابھنگ یوں دعا کرتے ہیں۔

"اسماء اعظم میں پہلا نام اللہ کا ہے

اسے بار بار لینا ہرگز نہ بھول

بلاشبہ اللہ ایک ہے۔ اور بیشک نبی ایک ہے۔

اے بابا! ہاں اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے

اللہ ایک ہے۔ نہ تو ہے۔ اور نہ میں"۔

(بحوالہ ڈاکٹر تاراچند ص 359)

اسلام کی یہی تعلیمات جیسے جیسے دنیا کے دور دراز علاقوں میں پہنچتی گئیں وہاں انسانیت کو حقوق ملتے گئے۔ خلفاء کو قرآن وسنت کا پابند بنایا گیا۔ دنیا خلافت کی طرف راغب ہوئی۔

انسانوں کے بنیادی حقوق کے لیے جدوجہد شروع ہوئی اور بالآخر بیسویں صدی میں عالمی برادری کے انسانی حقوق کا منشور وجود میں آ گیا۔ اصل میں انسانی تاریخ میں۔

اسلام کا غلبہ پہلے جزیرہ نمائے عرب پر ہوا' جو بڑی تیزی سے مشرق ومغرب پر چھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا نظریہ حق وصداقت پر مبنی ہے نہ کہ مادی ترقی اور دنیوی شان وشوکت کا حصول۔

اسلام کا بہترین نعرہ ہے انسانی مساوات۔

لیکن بلال رضی اللہ عنہ حبشی' وہ زادۂ حقیر
فطرت تھی جس نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال رضی اللہ عنہ
محکوم اس صدا کے ہیں شہنشاہ وفقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

علامہ اقبال رحمہ اللہ

تعارف سورۃ الانشقاق

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 84 نمبر پر آتی ہے یہ بھی مکی سورت ہے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اس میں ایک رکوع 25 آیات ہیں۔ اس سورت میں تمام مذاہب کے عقائد اور سائنسدانوں کے نظریات کائنات کے بارے ایک طرف کر دیئے گئے ہیں اور صاف صاف کائنات کے تین مراحل بتا دیئے گئے ہیں۔ یعنی کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس کو تخلیق کر دیا ہے اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ ایک خاص ڈیزائن اور مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اور جاندار ہے۔ جب مقصد پورا ہو جائے گا تو اللہ اس کو لپیٹ دے گا اور پھر ایک نئی کائنات تخلیق کرے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ صرف کھیل تماشہ تو نہیں بلکہ سب خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اور اسی طرح دوبارہ بنایا جائے گا۔ انسان کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی فرمانبرداری میں لگا ہوا ہے تو انسان کو بھی اپنے خالق و مالک کی فرمانبرداری میں زندگی گزارنی چاہیے تاکہ جب دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہو تو اللہ اس سے اس قدر خوش ہو کہ اس پر اپنی مہربانیوں کی بارش کر دے۔ انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار بندہ بن کر رہے۔

تیرے در پہ جینا' تیرے در پہ مرنا
کوئی آرزو اس سے بڑھ کر نہیں ہے

قدرت کے کرشمے

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٢ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا
وَتَخَلَّتْ ۝٤ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝٦
فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝٧ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝٨ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ
مَسْرُورًا ۝٩ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝١٠ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝١١ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝١٢
إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝١٣ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝١٤ بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝١٥ فَلَا معانقہ 17
أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝١٦ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٨ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝١٩ فَمَا
لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٢٠ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ ۝٢١ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا سجدہ 13
يُكَذِّبُونَ ۝٢٢ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝٢٣ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٢٤ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٢٥ ع

جب آسمان پھٹ جائے گا۔(1)اور اپنے رب کا حکم بجالائے گا اور اسے یہی واجب بھی ہے۔(2)اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی۔(3)اور اپنے اندر سے سب کچھ نکال کر باہر ڈال دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔(4)اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کو لازم بھی یہی ہے تو قیامت واقع ہو جائے گی۔(5)اے انسان تو اپنے رب کی طرف پہنچنے میں خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا۔(6)تو جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔(7)اس سے حساب کتاب لیا جائے گا۔(8)اور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش آئے گا۔(9)اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔(10)وہ موت کو پکارے گا۔(11)اور دوزخ میں داخل ہوگا۔(12)یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا۔(13)اور سوچتا تھا کہ اللہ کی طرف پھر کر نہ جائے گا۔(14) کیوں نہیں!اس کا رب اس کو دیکھتا تھا۔(15) مجھے شام کی سرخی کی قسم۔(16)اور رات کی اور ان کی جو چیزیں اس میں سمٹ آتی ہیں۔(17)اور چاند کی جب پورا ہو جائے۔(18) کہ تم درجہ بدرجہ رتبہ عالی کو چڑھوگے ۔(19) تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔(20)اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔(21) بلکہ کافر جھٹلاتے ہیں ۔(22)اور اللہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں ۔(23)تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنادو۔(24)ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔(25)

تشریح: ہم مسلمان لوگ تو اس پوری سورت کے مفہوم کو نہ صرف اچھی طرح جانتے ہیں بلکہ یقین سے مانتے بھی ہیں اسی لیے اقوام عالم میں خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ہم اپنی زندگیاں اللہ کے خوف سے دور رہ کر جانوروں کی طرح بے ربط اور بے ضبط نہیں گزار سکتے کیونکہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری زندگیاں ایک بہت بڑے نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے پاک صاف اور پرسکون طریقوں سے گزارنا ضروری ہیں۔ہم شتر بے مہار نہیں ہیں بلکہ مسلمان 'اللہ کے بندے اور رسول ﷺ کے پیروکار اہل کتاب 'اہل حدیث قرآن وحدیث، کے ماننے والے ہیں۔ہمیں معلوم ہے ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے جواب دیکر انعام حاصل کرنا ہے۔اور ہم جانتے ہیں جو ایسے راستے اختیار نہیں کرتے ان کا انجام یوم آخر پر بڑا ہی سخت پریشان کن اور عبرت ناک ہوگا۔جہنم کی آگ اور اللہ کی سخت ناراضگی ان کا خیر مقدم کرے گی۔ استغفر اللہ۔

مگر منکرین آخرت کے لیے سائنس کے تجربات نے راستے آسان کر دیئے ہیں۔ کیونکہ انیسویں صدی کے قانون Second Law of Thermodynamics نے کافی آنکھیں کھول دی ہیں۔یہ قانون جسے ضابطہ ناکارگی ۔(Law of Entropy) کہا جاتا ہے یہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود نہیں ہو سکتی۔کیونکہ دستیاب توانائی اور غیر دستیاب توانائی کے درمیان تناسب کا نام ہے ناکارگی۔اسی بنا پر یہ ضروری ہے کہ ناکارگی کے عمل کا برابر بڑھتے رہنا ہر چیز کے

خاتمہ کا عمل ہو جائے۔اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں۔ بلکہ اس کو بنانے والا ضرور موجود ہے اور وہ ہے الہ العلمین' خالق کل کائنات جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اس تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے امریکی عالم حیوانات Edward Luther Kessel لکھتے ہیں۔"اس طرح غیر ارادی طور پر سائنس کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات اپنا ایک آغاز رکھتی ہے اور ایسے کرتے ہوئے اس نے خدا کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ جو چیز اپنا ایک آغاز رکھتی ہو وہ اپنے آپ شروع نہیں ہوسکتی' یقیناً وہ ایک محرک اول' ایک خالق' ایک اللہ کی محتاج ہے"۔(P.51 The Evedence of god از) جیسا کہ انسان کی پیدائش' زندگی' نشوونما' موت' دوبارہ زندہ ہونا پھر یوم الحساب' جنت و دوزخ یہ تمام حقائق اور سچائیاں مدلل طریقے سے بار بار بیان کی گئی ہیں مگر افسوس ہے ان لوگوں پر کہ جو سب کچھ جان لیتے ہیں' مان لیتے ہیں مگر اللہ کے آگے سجدہ نہیں کرتے۔تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کو افسوس ہوتا ہے کیونکہ پھر ان کو سخت سزا ضرور دی جائے گی۔ واقعی اللہ تعالیٰ کے اس حقیقت پر مبنی ارشاد کو ہم اکثر و بیشتر اپنے آس پاس ہر وقت دیکھتے ہیں۔ کہ پڑھے لکھے لوگ مانتے ہیں جانتے ہیں اللہ کے وجود طاقت' خلقت اور عظمت کا اقرار کرتے ہیں مگر سجدہ غیر اللہ کو ہی کرتے ہیں۔مثلاً یہ دعا جو تکارام ابھنگ کرتا ہے میری نظر سے گزری ملاحظہ ہو۔

"اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے"۔

"اے بابا! خالق' سب پر زبردست ہے۔

دوست' مویشی' باغات اور ساز و سامان سب رہ جاتا ہے۔

اے بابا! میرا دل تو اپنے صاحب سے لگا رہتا ہے۔

ہاں وہی خالق ہے۔

اے بابا! اللہ کا ذکر کر جو ہر جگہ جلوہ گر ہے"۔

"تکاہ کہتا ہے جو شخص حقیقت سمجھ جاتا ہے وہ درویش ہو جاتا ہے"۔

(تکارام۔ابھنگ۔بحوالہ تاراچند۔تمدن ہند پر اسلامی اثرات ص 395)

حیرت ہوتی ہے ایسے لوگوں پر جو جانتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے یہ بات صرف کفار مکہ کے لیے ہی نہیں بلکہ فی زمانہ جو ترقی اور علم و عرفان کا زمانہ ہے اب بھی مشرک کافر ہندو ایسے ہی ہٹ دھرم ہیں۔ کیونکہ ان کی گھٹی میں چند ایسی برائیاں پڑ چکی ہیں جو نکل نہیں پاتیں۔ البیرونی اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں۔"یہ ان کے قوی کردار کی کھلی ہوئی خصوصیات ہیں جن کی جڑیں بہت گہری لیکن اس قدر واضح ہیں کہ کسی شخص کی نظر سے بچ نہیں سکتیں۔ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حماقت ایک روگ ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ کوئی ملک نہیں مگر ان کا ملک' کوئی قوم نہیں مگر ان کی قوم' کوئی بادشاہ نہیں ہے

مگران کا بادشاہ' کوئی مذہب نہیں ہے مگران کا مذہب۔ کوئی علم نہیں ہے مگران کا علم۔ وہ جنون کی حد تک متکبر ہیں' احمق و بو الفضول' بے ہودہ اور بے مہر' علم میں بخیل ہیں دوسروں کو بتانے میں' وہ خود اپنی ہی ذاتوں اور فرقوں سے اپنے علم کو حتی الامکان چھپاتے ہیں۔ یہ لوگ انتہائی خود پسند' درشت طبع اور متعصب ہیں"۔ (از اسلام میں سائنس اور تہذیب مصنف سید حسین نصر)

دنیا میں غیر مسلم آبادی نسبتاً زیادہ ہے۔ تو ان تمام غیر مسلم لوگوں کے لیے قرآن پاک میں یہ اعلان واضح الفاظ میں کر دیا گیا ہے۔ "تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو"۔ 24 انشقاق اور پھر خوشخبری ہے۔ "ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہاء اجر ہے"۔ 25 سورۃ الانشقاق۔ اب ایک طبقہ ہے غافل مسلمانوں کا۔ ان کو بھی ہوش میں آنا چاہیے۔ قرآن پاک کی آیات جگانے کے لیے بڑی موثر ہیں۔ مگر کیا کیا جائے کہ دل سو نہیں رہے بلکہ مرچکے ہیں انہیں کتنا ہی جھنجھوڑیں وہ بیدار نہیں ہو سکتے۔ اللہ رحم کرے ایسے مسلمانوں پر۔ ان کی خطائیں معاف کر دے اور ان کو دین کی عقل اور سمجھ دے آمین۔ کیونکہ جب تک دین کی سمجھ پیدا نہ ہو جائے کچھ حاصل نہیں۔

زبان نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

خلاصہ سورۃ الانشقاق

اس سورت کو اور اس کی تشریح کو پڑھنے کے بعد یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک سچی حقیقتیں اور ہدایات بہترین پیشنگوئیوں اور سائنسی و فلکیاتی علوم کا خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ قیامت کی وضاحت کرتے ہوئے اس بات کا یقین دلا دیا گیا ہے کہ کائنات اللہ کے حکم سے وجود میں آئی ہے۔ چل رہی ہے۔ نہ تو یہ ہمیشہ سے تھی نہ خود بخود چل رہی ہے اور نہ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس اصول کو سائنس دان اپنے تجربات سے مان چکے ہیں اور یہ مشرک کمیونسٹ اور کمزور ایمان رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا ذریعہ ہیں اس بات کا کہ وہ اللہ کے وجود' اس کی حاکمیت طاقت اور قیامت پر ایمان لے آئیں۔ پھر اس سورت میں قیامت کا نقشہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی صاف صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی محض ایک وقفہ ہے' اس وقفے کو جو قرآن و حدیث کی مدد سے بہترین طریقہ سے گزارے گا بہترین انعام کا حقدار ہوگا لیکن جو شخص کفر و شرک لادینیت اور غفلت کی زندگی شیطان کی راہنمائی میں گزارے گا تو اس کو اچھی طرح یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نہ تو غافل ہے اور نہ ہی اللہ کی نگاہ سے کوئی بندہ بشر پوشیدہ ہے وہ ہر بندے کے ہر عمل سے پوری طرح آگاہ ہے لہٰذا مشرک و منکر اس عذاب کو جھیلنے کے لیے تیار رہیں جو مرنے کے بعد ان کو ضرور ضرور دیا جائے گا۔ ایک اور بڑی زبردست حقیقت جس کا سائنس کی دنیا سے تعلق ہے اس سورت میں بیان کی گئی ہے اور وہ ہے آیت 19 میں فضائی علوم میں ترقی اور بلند سے بلند ترین

سیاروں تک پہنچ جانے کی وعید یعنی تسخیر کائنات کا پیغام' تو ان تمام حقائق میں سچائی' حقانیت اور پختگی پیدا کرنے کے لیے اللہ رب العزت کچھ ایسی چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جو ہمارے علم اور ہمارے مشاہدے میں ہیں یعنی ہم میں سے ہر شخص اس سچائی کو جانتا اور دیکھتا ہے کہ سورج کے غروب کے وقت آسمان پر رات اور دن کی آمد کا اعلان اس سرخی سے کر دیا جاتا ہے جو مغرب کی طرح دور دور تک دکھائی دیتی ہے اور پھر رات اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ چھا جاتی ہے اور پھر اس طرح چاند کی قسم کھائی کہ چاند جب اپنے پورے جوبن پر آ جاتا ہے۔ کیونکہ آسمان دنیا پر گردش افلاک کی بدولت چاند باریک کھجور کی ٹہنی کی طرح پھر آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے چودھویں رات کو مکمل گول شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کیوں اور کیسے ہوتا ہے؟ یہ پچھلے اسباق میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا جا چکا ہے۔ مقصد اس سب کچھ کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ قرآن پاک ایک سچی کتاب ہے اور اس میں دیا گیا ہر پیغام بالکل سچا ہے' جیسے یہ پوری کائنات اپنے پورے کاروبار کے ساتھ ہمارے سامنے چلتی چلی جا رہی ہے۔ اس کا آغاز بھی ہے اور اس کا انجام بھی ہے۔ قیامت ضرور آئے گی ہم تمام انسانوں کا حساب کتاب ضرور ہو گا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ کوئی شخص اس مرحلے سے ہرگز بچ نہ سکے گا اللہ فرماتا ہے۔ "بلکہ کافر جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے۔ جن کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو۔ ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہاء اجر ہے"۔ آیات 22-23-24-25 سورۃ انشقاق

الحمدللہ سورۃ الانشقاق مکمل ہو گئی۔

تعارف سورۃ البروج

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت 85 نمبر پر آتی ہے۔ یہ مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی جب کہ اہل قریش مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ تو ان کو تسلی دینے کے لیے مثالوں کے ساتھ سمجھایا گیا ہے کہ بالکل فکر نہ کرو۔ ظلم وستم اللہ کی راہ میں برداشت کرنا بہت بڑا کام ہے جس میں ہر صورت نفع ہی نفع ہے کیونکہ ظلم سہنے والے کامیاب اور مقبول الٰہی ہوتے ہیں جب کہ ظلم کرنے والے ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور اللہ کے سخت عذاب کا شکار ضرور ہوتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس سورت میں ایک رکوع اور 22 آیات ہیں۔ یہ سورت تمام انسانوں کے لیے بہترین سبق دینے کا ذریعہ ہے اور ایک چھوٹی سی بات کائنات کے بارے میں بھی بتا دی گئی ہے۔ اور یہ قرآن پاک کا خاص اسلوب ہے کہ وہ بر سبیل تذکرہ کوئی نہ کوئی خاص نکتہ بیان کر دیتا ہے جو کہ علم وعرفان کے شیدائیوں کے لیے خزانہ سے کم نہیں ہوتا۔ قران پاک تو ہے ہی مقدس اور بہترین کتاب کیونکہ اس کی حفاظت اس قوی وعزیز مالک الملک کے ہاتھ میں ہے جو ایک ہی وقت نیکوں کے لیے غفور رحیم ہے اور بدوں کے لئے قھار وجبار ہے۔ اور کوئی شخص اس کی نگاہ سے پرے نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

خندق والوں کا واقعہ، ایمان داروں اور ظالموں کا انجام

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿٧﴾ وَمَا
نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ
وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ
مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ ع

آسمان کی قسم جس میں برج ہیں۔(1) اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔(2) اور حاضر ہونے والے کی اور جو اس کے پاس حاضر کیا جائے اس کی۔(3) کہ خندقوں کے کھودنے والے ہلاک کردیئے گئے۔(4) یعنی آگ کی خندقیں جن میں ایندھن جھونک رکھا تھا۔(5) جب کہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔(6) اور جو سختیاں اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے۔(7) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور تعریفوں کے قابل ہے۔(8) جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(9) جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا اور عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔(10) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔(11) بیشک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔(12) وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔(13) اور بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔(14) عرش کا مالک بڑی شان والا۔(15) جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔(16) بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہے۔(17) یعنی فرعون اور ثمود کا۔(18) لیکن کافر جان بوجھ کر تکذیب میں گرفتار ہیں۔(19) اور اللہ بھی ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔(20) یہ (کتاب) "قرآن" بلند پایہ ہے۔(21) اس لوح محفوظ میں۔(22)

تشریح: جب بھی کوئی نئی جماعت ابھرتی ہے خاص طور سے کفر کے خلاف تو اس وقت کے مخالف لوگ ان کی

خوب کھل کر مخالفت کرتے ہیں جیسا کہ اہل عرب مسلمانوں کو ہر طرح سے اذیتیں دیتے تھے گھر سے نکال دیتے گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے غرض جو بھی ہو سکتا ظلم کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر ان کو تسلی دلانے کے لیے ایک گزرے ہوئے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ قسم ہے 12 برجوں والے آسمان کی اور قیامت کے دن کی جو یقینی آنے والا ہے کہ اصحاب الاخدود نے جو اس وقت کے مومن عیسائیوں کو توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے زندہ جلا دیا تھا اور سامنے بیٹھ کر ان کے جلنے کا تماشہ دیکھا کرتا تھا تو وہ بھی عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں مبتلا کیے گئے اور ان کا انجام بڑا عبرت ناک ہوا تھا۔ تو تم مسلماں لوگ کفار کی دشمنی اور ظلم وستم سے مت گھبراؤ۔ بلکہ اس امتحان سے جس قدر زیادہ ثابت قدمی سے گزرو گے اتنے ہی زیادہ مقبول الٰہی ہو کر آخرت میں انعام واکرام جنت کی صورت میں حاصل کر سکو گے۔ یہاں صبر وشکر رضاء الٰہی اور ایمان کی پختگی کا درجہ سمجھایا گیا ہے۔ کیونکہ تاریخ میں سچے لوگوں کے بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جنہوں نے ایمان کی حفاظت میں جان دیدی مگر ایمان سے نہیں پھرے۔ تو ایسے لوگوں کو اللہ کس طرح بھول سکتا ہے جو اس کی محبت میں جان بھی دیدیں۔ اب سب سے پہلے برج کی وضاحت ہو جائے۔ علم ہیئت کے مطابق یہاں آسمان کے وہ 12 حصے مراد ہیں جن میں سے سورج سال بھر میں گزرتا ہے اور ہر برج میں سے گزرنے کی مدت ایک ماہ ہوتی ہے۔ یہ کافی لمبا چوڑا موضوع ہے جس کی یہاں ضرورت نہیں۔ دوسرا ہے روز قیامت جس کی وضاحت بہت دفعہ ہو چکی ہے۔ تیسرا آتا ہے شاہد اور مشہود۔ مفسرین نے اس سے مراد قیامت کے روز اللہ کے حضور حاضر ہونے والے لوگ ہیں اور مشہود سے مراد روز قیامت ہے کہ جس کو سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

اب اصحاب الاخدود کی وضاحت ہو جائے۔ لفظی مطلب ہے گڑھے والے۔ یعنی جو گڑھے کھود کر ان کو آگ سے بھر دیتے اور پھر ان میں ایمان والے لوگوں کو زندہ جلنے کے لیے ڈال دیتے۔ اصحاب الاخدود کے بارے میں کئی روایات موجود ہیں جو مختلف زمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔

ہداب بن خالد، حماد بن سلمہ، ثابت بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، صہیب، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو آپ میرے ساتھ ایک لڑکے کو بھیج دیں تا کہ میں اسے جادو سکھا سکوں تو بادشاہ نے ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لیئے جادوگر کی طرف بھیج دیا جب وہ لڑکا چلا تو اس کے راستے میں ایک راہب تھا تو وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھا اور اس کی باتیں سننے لگا جو کہ اسے پسند ئیں پھر جب بھی وہ جادوگر کے پاس آتا اور راہب کے پاس سے گزرتا تو اس کے پاس بیٹھتا اور جب وہ لڑکا جادوگر کے پاس آتا تو وہ جادوگر اس لڑکے کو مارتا تو اس لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی تو راہب نے کہا کہ اگر تجھے جادوگر سے ڈر ہو تو کہہ دیا کر کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور

والوں سے ڈر ہوتو تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ اسی دوران ایک بہت بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ روک لیا (جب لڑکا اس طرف آیا تو اس نے کہا میں آج جاننا چاہوں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے اور پھر ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا اے اللہ اگر تجھے جادوگر کے معاملہ سے راہب کا معاملہ زیادہ پسندیدہ ہے تو اس درندے کو مار دے تا کہ لوگوں کا آنا جانا ہو اور پھر وہ پتھر اس درندے کو مار کر اسے قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے اس کی خبر دی تو راہب نے اس لڑکے سے کہا اے میرے بیٹے آج تو مجھ سے افضل ہے کیونکہ تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جس کی وجہ سے تو عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے گا پھر اگر تو مبتلا کر دیا جائے تو کسی کو میرا نہ بتانا اور وہ لڑکا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو صحیح کر دیتا تھا بلکہ لوگوں کا ساری بیماری سے علاج بھی کر دیتا تھا بادشاہ کا ایک ہم نشین اندھا ہو گیا اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا کہ اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سارے تحفے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں وہ سارے تمہارے لئے ہیں اس لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھے شفاء دے دے پھر وہ اللہ پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرما دی پھر وہ آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا جس طرح کہ وہ پہلے بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے اس سے کہا کہ کس نے تجھے تیری بینائی واپس لوٹا دی اس نے کہا میرے رب نے اس نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی رب بھی ہے اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے پھر بادشاہ اس کو پکڑ کر اسے عذاب دینے لگا تو اس نے بادشاہ کو لڑکے کے بارے میں کہا پھر جب وہ لڑکا آیا تو بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا کہ اے بیٹے! کیا تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب تو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو بھی صحیح کرنے لگ گیا ہے اور ایسے ایسے کرتا ہے؟ لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے بادشاہ نے اسے پکڑ کر عذاب دیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بادشاہ کو بتا دیا راہب آیا تو اس سے کہا گیا کہ تو اپنے مذہب سے پھر جا، راہب نے انکار کر دیا پھر بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس راہب کے سر پر رکھ کر اس کا سر چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے پھر بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا اور اس سے بھی کہا گیا کہ تو اپنے مذہب سے پھر جا اس نے بھی انکار کر دیا بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرا رکھ کر سر کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کروا دیئے پھر اس لڑکے کو بلوایا گیا وہ آیا تو اس سے بھی یہی کہا گیا کہ اپنے مذہب سے پھر جا اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھاؤ اگر یہ اپنے مذہب سے پھر جائے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر انکار کر دے تو اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دینا چنانچہ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو اس لڑکے نے کہا اے اللہ تو مجھے ان سے کافی ہے جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچالے اس پہاڑ پر فوراً ایک زلزلہ آیا جس سے بادشاہ کے وہ سارے ساتھی گر گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا بادشاہ نے اس

لڑکے سے پوچھا کہ تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا لڑکے نے کہا اللہ پاک نے مجھے ان سے بچا لیا ہے بادشاہ نے پھر اس لڑکے کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا اسے ایک چھوٹی کشتی میں لے جا کر سمندر کے درمیان میں پھینک دینا اگر یہ اپنے مذہب سے نہ پھرے بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو لے گئے تو اس لڑکے نے کہا اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے پھر وہ کشتی بادشاہ کے ان ساتھیوں سمیت الٹ گئی اور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ تعالی نے مجھے ان سے بچا لیا ہے پھر اس لڑکے نے باشاہ سے کہا تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس طرح نہ کر و جس طرح کہ میں تجھے حکم دوں بادشاہ نے کہا وہ کیا؟ اس لڑکے نے کہا سارے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور مجھے سولی کے تختے پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر کو پکڑو پھر اس تیر کو کمان کے حلہ میں رکھو اور پھر کہو اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو اگر تم اس طرح کرو تو مجھے قتل کر سکتے ہو پھر بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا اور پھر اس لڑکے کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے حلہ میں رکھ کر کہا اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر وہ تیر اس لڑکے کو مارا تو وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں جا گھسا تو لڑکے نے اپنا ہاتھ تیر لگنے والی جگہ پر رکھا اور مر گیا تو سب لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ، بادشاہ کو اس کی خبر دی گئی اور اس سے کہا گیا تجھے جس بات کا ڈر تھا اب وہی بات آن پہنچی کہ لوگ ایمان لے آئے تو پھر بادشاہ نے گلیوں کے دھانوں پر خندق کھودنے کا حکم دیا پھر خندق کھودی گئی اور ان خندقوں میں آگ جلا دی گئی بادشاہ نے کہا جو آدمی اپنے مذہب سے پھرنے سے باز نہیں آئے گا تو میں اس آدمی کو اس خندق میں ڈلوا دوں گا تو انہیں خندق میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا وہ عورت خندق میں گرنے سے گھبرائی تو اس عورت کے بچے نے کہا اے امی جان صبر کر کیونکہ تو حق پر ہے۔

یہ قصہ اس لیے بیان کیا گیا ہے تا کہ راہ ہدایت پر چلنے والوں کو تسلی اور خوشخبری دی جائے۔ اور دنیا کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جس کی آسمان و زمین میں بادشاہت ہے اور یہ اپنی مملکت کے ذرہ ذرہ کی خبر رکھتا ہے۔ اور سب سے بڑا انصاف کرنے والا ہے۔ وہ ظلم و زیادتی کا بدلہ فوراً اور پھر آخرت میں ضرور دیتا ہے اور اس کی دی ہوئی سزا بڑی سخت اور تکلیف دہ ہوتی ہے۔ جہنم کی آگ کا ذکر بہت دفعہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح مظلوم اور نیک لوگوں کو ایسا شاندار انعام ملے گا جس کا ذکر آیت 11 میں کیا گیا ہے۔ پھر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ یہ سب کچھ ایسی کتاب کے ذریعہ تمہیں بتایا گیا ہے جو اللہ کی خاص حفاظت میں ہے۔ اللہ جو عرش کا مالک ہے بڑی شان والا ہے' بخشنے والا ہے اور بے حد محبت کرنے والا ہے۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے اور سب اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہیں۔

مثلاً ماضی بعید میں عاد اور فرعون جو کہ مضبوطی' دولت اور طاقت میں بے مثال تھے مگر اپنی نالائقی' کفر وشرک اور ہٹ دھری ظلم وستم کی وجہ سے نیست و نابود ہو گئے اور دنیا کے لیے ان کی تباہ شدہ بستیاں اور فرعون کی لاش عبرت کے لیے دنیا میں محفوظ کر دی گئی۔ سچ ہے کہ اللہ رحیم ہے رحم کو پسند کرتا ہے حق ہے حق کو پسند کرتا ہے۔ منصف ہے انصاف کو پسند کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب کی بڑی پیاری بات ملاحظہ ہو۔ "جب ہم کسی دکھیا کی مدد کرتے ہیں تو اس کے دل سے ایسی دعائیں نکلتی ہیں جن میں "ایموشنل ایزجی Emotional Energy" کی بجلی بھری ہوئی ہوتی ہے۔ یہ بجلی ایثر (کاسمک ورلڈ سے مراد ایتھر یا ایثر ہے روحیں' جن فرشتے یہیں رہتے ہیں) میں لہریں اٹھاتی ہے جو ملکوتی طاقتوں سے جا ٹکراتی ہیں۔ جواباً یہ طاقتیں ایسی لہریں چھوڑتی ہیں جو ہر دل میں رحم کرنے والے کے متعلق جذبات رحم ومحبت بھر دیتی ہیں اسی قانون کے تحت ظالم ظلم کا شکار بنتا ہے۔ ٹرائن لکھتا ہے دنیا کو بہترین چیز دو' اور جواباً تمہیں بہترین چیز ملے گی"۔ میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ ہر نیک دل اور پاکیزہ کردار انسان کے اردگرد قوائے خیر یعنی فرشتوں کے پہرے لگا دیئے جاتے ہیں۔ جو ہر مصیبت سے اسے بچاتے اور ہر الجھن میں اسے راہ دکھاتے ہیں۔ (سکون دیتے ہیں)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے انسان کے آگے اور پیچھے چند نگران مقرر کر رکھے ہیں جو خدائی اشارہ پا کر اس کی حفاظت کرتے ہیں" (رعد:11)

خلاصہ سورۃ البروج

ایمان کی پختگی آزمائشوں سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس کو اپنے رب سے پیار ہوتا ہے وہ اس کی محبت میں ڈوب جاتا ہے ہر مصیبت' پریشانی' ظلم وزیادتی اور نقصانات کو خوشدلی' صبر وسکون سے برداشت کر جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تو عارضی تکلیفات ہیں۔ ہمیشہ کی جنت انہی کے حصہ میں ہوگی۔

بفضلِ خدا سورۃ البروج ختم ہوئی الحمدللہ

تعارف سورۃ الطارق

اس سورت میں ایک رکوع اور 17 آیات ہیں۔ اس کا نمبر 86 ہے۔ یہ سورت مکی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی جب کہ اہل مکہ ہر صورت حق کو مٹانے اور باطل کو فروغ دینے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے اور یہ صاف صاف اللہ کے خلاف لڑائی تھی اور وہ اس بات کو جانتے ہی نہ تھے کہ یہ جنگ جیت لینا نہ صرف مشکل ہی ہے بلکہ ناممکن بھی تھی۔ اس سورت میں یہی دو موضوع زیر بحث آئے ہیں۔ ایک تو اللہ کی قدرت کے ثبوت اور دوسرے قرآن پاک کی جامعیت اور سچائی۔ جن کو رات تارے اور انسان کی پیدائش کے واضح ثبوت سے مزید روشن کر دیا گیا ہے۔ اور آخرت کو سچ اور اٹل ثابت کیا گیا ہے۔ آخر

میں پرزور الفاظ میں یہ حقیقت بتا دی گئی ہے کہ یہ لاکھ کوشش کریں حق مٹ نہیں سکتا بلکہ یہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ ان کی تمام چالیں کیسے ملیا میٹ ہو جائیں گے اور قرآن غالب و کامران ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ قرآن کی روشنی اسلام کا نور پوری دنیا کو منور کر کے رہے گا۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قیامت اٹل ہے اور حق کامیاب ہوگا

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿٢﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿٣﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿٧﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿٩﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾

آسمان اور رات کے وقت آنے والے کی قسم (1) اور تم کو کیا معلوم کہ رات کے وقت آنے والا کیا ہے؟۔(2) وہ تارا ہے چمکنے والا۔(3) کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں۔(4) تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے۔(5) وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔(6) جو پیٹھ اور سینے کے درمیان میں سے نکلتا ہے۔(7) بیشک اللہ اس کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔(8) جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے۔(9) تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا'۔(10)

تشریح: یہ چھوٹی سی سورت بے شمار حکمتوں کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ اس میں عالمِ افلاک اجرام سماوی' نگران فرشتے' انسانی پیدائش کا جوہر مادہ منویہ' اس کے اجزا کو اکٹھا کرنے کی جگہ یعنی مادہ منویہ کو جمع کر کے سینہ و پیٹھ کے کارخانے میں آخری شکل دی جاتی ہے جو اچھلتے ہوئے پانی کی شکل میں عورت کے رحم میں پہنچا دیا جاتا ہے اور یوں انسانی جسم مادی دنیا میں وارد ہونے کے لیے تیار ہونے لگتا ہے۔ تیاری کے تمام مدارج جو 6 سے 9 ماہ تک پورے ہو جاتے ہیں۔ تفصیلاً بیان کئے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد انسان اپنی طبعی عمر جو اللہ کی طرف سے اس کے لیے مقرر کی جا چکی ہے، اس دنیا میں گزارتا ہے۔ اچھی یا بری۔ جب مر جاتا ہے تو مسلمان اسے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر اللّٰھیے دعاؤں' نماز کے ساتھ زمین میں دفن کر دیتے ہیں دوسرے مذاہب میں کوئی جلا دیتا ہے کوئی پانی میں بہا دیتا ہے۔ غرض اس کے مادی جسم کو کسی نہ کسی صورت انسانوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ تو ایسے ہی ہر روز انسان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے جیسا کہ آسمان کو اپنی آنکھوں سے دن کی روشنی میں دیکھتے رات کو دیکھتے اور پھر ان تاروں کو دیکھتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن پاک میں کبھی کوکب، کبھی نجم اور کبھی ثاقب کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بہر حال ان تمام موجود ظاہر اور دیکھی جانے والی چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ انسان کو اس غیب کی خبر دے رہا ہے کہ یہ ان دیکھی خبر موجود چیزوں کی طرح بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی خبر ہے کہ تم قیامت کے بعد دوبارہ اپنی اسی مادی حالت میں دوبارہ ضرور زندہ کیے جاؤ گے۔ وہ اس لیے تاکہ اس دنیا میں کیے گئے کام، سوچے گئے منصوبے اور بنائی گئی سکیموں کا تم سے پورا پورا حساب کتاب لیا جائے اور یوں تمہاری اس زندگی کا مقصد پورا ہو سکے تاکہ تمہیں اچھے برے بدلے دیئے جاسکیں۔ اور پھر مزید اطلاع یہ بھی دی گئی ہے کہ یہ ہرگز نہ سوچو کہ تم اللہ کو اس سلسلے میں کبھی بھی کوئی بھی دھوکہ دے سکو گے۔ ہرگز نہیں یہ دھوکہ بازی' جھوٹ اور فریب یہاں اس دنیا میں تو چل سکتا ہے مگر وہاں اللہ کے دربار میں اس کی ہرگز کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہاں کی رہائی کا بندوبست ابھی اسی جہان میں نیکی' تقویٰ اور پرہیز گاری کے عمل سے کرلو۔ یہی بہتر ہے۔

شروع سورت میں اجرام سماوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خاص طور سے النجم الثاقب کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ ستارہ جو ظلمت شب کو چیرتا ہوا چلا جائے کئی آیات میں ثاقب ٹوٹنے والے ستاروں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت 10 میں ہے۔

"ہاں جو کوئی فرشتوں کی کسی بات کو چوری جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لگتا ہے"۔

یعنی یہاں ان ستاروں کا ذکر نہیں جو اپنے مداروں میں گھوم رہے ہیں۔ کچھ روشن ہیں اور کچھ سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں۔ بلکہ یہاں "ثاقب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی ٹوٹنے والے تارے جن کو شہاب ثاقب کا نام دیا گیا ہے۔ جو قرآن پاک کی روشنی میں وہ انگارے ہیں جو شیطانوں کو بھگانے کے لیے پھینکے جاتے ہیں۔

بہر حال سب اللہ تعالیٰ کی تخلیقات ہیں آسمان' زمین' چاند' ستارے سورج چاہے وہ کسی بھی نام سے پکارے جائیں عطارد' زہرہ' مشتری' مریخ یا زحل ہوں یا پھر وہ اربوں کھربوں تارے ہوں، کہکشائیں ہوں۔ سب ہی خدائے واحد لاشریک کی پیدائش ہیں اس کے حکم سے چل رہے ہیں اسی کے حکم سے ختم ہو جائیں گے۔ البتہ دوبارہ پیدا کیا جانا قرآن میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔ انسان تو اپنے مادی جسم کے ساتھ پیدا کیا جائے گا۔ کائنات کس صورت سے بنائی جائے گی یہ تو اللہ ہی جانے۔ البتہ ہمارا حساب کتاب ضرور ہوگا جو بڑا مشکل مرحلہ ہوگا۔ مگر ہوگا ضرور' اسی لیے تو اللہ میاں گھڑی گھڑی بار بار خبردار کر رہے ہیں کہ "ہوشیار خبردار"۔

قرآن کی سچائی اور کامیابی کی خوشخبری

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ
بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ ع

آسمان کی قسم جو مینہ برستا ہے۔۔(11) اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے۔۔(12) کہ یہ کلام حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔(13) اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں۔(14) یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں۔(15) اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔(16) تو تم کفار کو مہلت دو' بس چند روز ہی مہلت دو۔(16)

تشریح: یہاں آسمان کی یہ ڈیوٹی کہ بارش برساتا ہے اور زمین کا یہ فرض کہ نباتات کو اگاتی ہے (اللہ کے حکم سے) تو یہ دونوں کام ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ معمول کا کام ہے مگر غور و فکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قدر عجیب و غریب' مشکل اور انسان کی قدرت سے باہر کام ہے۔ تو ان دونوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ قرآن پاک بڑی محکم' مقدس اور سچی کتاب ہے اس کا ہر ہر لفظ ہر ہر مضمون اور ہر ہر بات اسی طرح حقیقت پر مبنی ہے جس طرح تم یہ تمام مظاہر قدرت دیکھ رہے ہو۔ تو اس قرآن حکیم میں دی گئی یہ خبر ہے کہ کفار کی تمام تدبیریں دھری رہ جائیں گی۔ اسلام کی سربلندی عنقریب ہو کر رہے گی۔

نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ بس تھوڑا صبر اور کریں اور پھر دیکھیں کفر کی ناکامی اور اسلام کی سربلندی و کامیابی۔ یہاں صبر کی تلقین کی گئی ہے پوری عالم انسانیت کو صبر کے میٹھے پھل کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ صبر تو دراصل ہے ہی کامیابی کی پالیسی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی صبر و استقامت کی زندہ مثال ہے۔ چاہے میدان جنگ ہو چاہے ذاتی زندگی ہو۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ " کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور کشادہ عطیہ نہیں دیا گیا"۔ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری)

قرآن پاک تو ہے ہی حکمتوں' رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ۔ القرآن:" ۔ پس اے نبیؐ! کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لیکر ان کے ساتھ جہاد کبیر کرو"۔ (الفرقان:52)

ایمان کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ سورۃ الطارق

مقصد یہ ہے اس سورت کا کہ ایک۔ تو یوم حساب ضرور آئے گا اور دوسرے قرآن کی حفاظت اور حق کی فتح کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے۔ تیسرے صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ بفضل خدا سورۃ الطارق ختم ہو گئی۔ الحمد للہ۔

تعارف سورۃ الاعلیٰ

یہ ترتیب کے لحاظ سے 87 ویں نمبر پر آتی ہے یہ بھی قیامِ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں 9 آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ چھوٹی سی سورت مختلف علوم کا سرچشمہ ہے۔ یعنی مذہبی' روحانی' اخلاقی' اور طبیعاتی علوم کو بڑے ہی جامع اور مختصر الفاظ میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ان عقائد کی روشنی میں جنت و دوزخ کی راہوں کو بڑا نمایاں کیا گیا ہے۔ توحید و رسالت اور آخرت پر یقین ہماری زندگی کو پاک وصاف' روشن اور پرسکون بنا دیتا ہے اور یہی عقائد ہمیں غیر مسلموں سے علیحدہ ایک بلند و کامیاب درجہ عطا کرتے ہیں۔ اور یہی سبق ہمیشہ تمام رسولوں نے دیا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ سبق سیکھا عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس سبق سے دوری اختیار کی اور شیطان کے بھائی بند بن گئے۔

اسم اعظم رب اعلیٰ کی وضاحت

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝٢ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝٣

اے پیغمبر! اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کرو۔(۔(1) جس نے پیدا کیا پھر اس نے ٹھیک کیا ۔(2) جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی''۔(3)

تشریح: میں تمام مفسرین حضرات سے معذرت چاہتے ہوئے ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کی تحریر کی روشنی میں تشریح کرنا چاہوں گی۔ سورت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے کہ اپنے رب اعلی کے نام کی تسبیح کرو۔ یعنی انسان کو توحید کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ انسان کو ہمیشہ ایک ایسے سہارے کی ضرورت رہی کہ جو اس کو مصیبت' پریشانی' دکھ درد میں سہارا دے۔ جب بچہ لاچار ہوتا ہے تو ماں کا طلب گار ہوتا ہے جب شعور کو پہنچتا ہے تو پھر ماں سے مضبوط سہارا تلاش کرتا ہے۔ اس سہارے کی وضاحت اس سورہ مقدسہ میں کی گئی ہے۔ کہ صرف اس کی طرف توجہ کرو' سجدہ کرو اور مدد مانگو جو سب سے اعلی و ارفع ہے۔ تو اس بات کا ثبوت کیا ہے؟

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے انسان اور تمام کائنات کو تخلیق کیا اور ایسے تخلیق کیا کہ جس کا راز اور جس کی وضاحتیں' اسباب اور اندازے آج تک انسان پوری طرح جان نہیں سکا۔ خوبصورت اور متناسب بنایا' اس کا پورا پروگرام تیار کیا پھر اس پروگرام پر عمل کرنے کی ہدایات دیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔ ''زندگی کی کہانی دراصل پروگرام مہیا کرنے کا معاملہ ہے کیونکہ پودے' کیڑے' بھیڑ اور انسان جو ایک دوسرے سے بے حد مختلف مخلوقات ہیں اور یہ فرق (DNA) کے خولوں میں داخل کئے گئے ہیں پروگراموں کے اختلاف میں مضمر ہے۔ دوسرے لفظوں میں بنیادی تعمیراتی بلاک کا خلیہ

جو دماغ میں ہو یا ایک پھول یا ایک تتلی میں ہو ایک ہی سا ہوتا ہے۔ مگر ان کی زندگیوں میں جو فرق بھی ہوتا ہے وہ ان کی جینی اکائیوں کے ریاضیاتی پروگراموں میں تفاوت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رب العلمین نے ہر ایک کو ایک مخصوص تقدیر عطا کی ہوئی ہے اور اسے اس تقدیر کے حصول میں مدد بھی دی جاتی ہے۔ (نباتات وحیوانات اور تمام اجرام فلکیات اور ارضیات کو جبلت کے ذریعہ اور انسان کو پیغمبر اور کتاب کے ذریعے) یہی وہ مقام ہے جس تک علمِ حیاتیات کی سائنس ابھی حالیہ سالوں میں ہی پہنچی ہے۔ یہ آیات وہ بنیادی قانون ہے جس پر علمِ طبیعیات کا انحصار ہے"۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق) اب اگلی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

قرآن میں تیل کی نشان دہی

وَالَّذِیٓ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ۝۵

اور جس نے چارہ اگایا (4) پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا"۔ (سیلاب میں تبدیل کر دیا) ۔(5)

تشریح: ان آیات میں علمِ ارضیات کے شعبہ سے متعلق معلومات دی گئی ہیں۔ یعنی زمین کے اندر تیل کی موجودگی اور اس کے بننے کی طبیعیاتی وجوہات بیان کی گئی ہیں میں ان آیات کی تشریحات میں بھی ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کی کتاب سے مدد لونگی کیونکہ انہوں نے بڑی منفرد باتیں بتائی ہیں۔ "جیسا کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ زمین پہلے پہل نباتات' دیوہیکل درختوں اونچے گھاس کے میدانوں پر مشتمل تھی۔ یہ عظیم جنگلات جو کرہ ارض پر زندگی کی نشانیوں میں سے تھے۔ بعد میں عظیم ارضیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے یہ عظیم جنگلات زیر زمین چلے گئے اور ایک خاص کیمیائی عمل کی وجہ سے تیل کی صورت اختیار کر گئے"۔ یہ بھی اللہ کے مقررہ پروگرام اور توازنِ نظام کی ایک خاص وجہ دکھائی دیتی ہے جیسا کہ مصنف موصوف لکھتے ہیں۔ "عظیم نباتات اور عظیم جنگلات اس قدر زیادہ تھے کہ مزید برقرار رہتے تو فضاء میں آکسیجن کا توازن بگڑ جاتا اور دنیا جل اٹھتی۔ لہٰذا جب ان کے موجود ہونے کا مقصد پورا ہو گیا تو ان کو ایک دوسرے مقصد کے تحت زمین میں دفن کر دیا گیا۔ اور وہ ایک طویل مدت کے بعد کیمیائی عمل سے تیل میں تبدیل ہو گئے۔ "غُثَآءً اَحۡوٰی"۔ اسی کی نشاندہی میں فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ ہمارے ہی دور میں ثابت ہوا کہ تیل جو کہ سیاہ سیال ہے۔ زیر زمین سیاہ دریاؤں کی صورت میں بہتا ہے۔ غثاءً کھلے طور پر تیل کے بہاؤ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ راز مدت دراز پہلے قرآن نے کیسی خوبصورتی سے چند الفاظ میں بتا دیا"۔

سبحان اللہ قربان جائیں اس کی حکمتوں' قدرتوں اور عظمتوں پر۔ مزید لکھتے ہیں۔ "علم ارضیات کے تحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین کی اصل حالت ایک آگ کے گولے کی طرح تھی جس کو موجودہ حالت میں آنے تک چار مستند حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ زمین کی اوپری سطح کے جم جانے کا زمانہ ان چار حصوں سے الگ ہے۔ یہ دور ساڑھے چار ارب سال تک

قائم رہا۔ پہلا دور تقریباً نصف ارب سال پر مشتمل ہے یہ دور عظیم الجثہ جھاڑیوں اور جنگلات کا زمانہ تھا۔ پٹرولیم بھی اس دور میں تشکیل پذیر ہوا۔ دوسرا دور 17 کروڑ سالوں پر مشتمل ہے۔ تیسرا دور ساڑھے چھ کروڑ سالوں پر مشتمل ہے۔ چوتھا دور زمین کی موجودہ شکل ہے جو 25 لاکھ سالوں پر مشتمل ہے زمینی عمر معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں"۔ جو کافی لمبی بحث پر مشتمل ہے۔ بہر حال تیل بننے کے کچھ اور اسباب بھی ہیں۔ جن کو معزز مصنف یوں لکھتے ہیں۔" تیل عام طور پر پانی یا سمندر کے کناروں پر پیدا ہونے والی عظیم نباتات کے گلنے سڑنے کے عمل سے بنا جو چٹانوں کے سلسلوں میں پھنس گئے اور مختلف جراثیم کے عمل سے ہوا۔ تیل کی تشکیل کے اور بھی بہت سے نظریات ہیں۔ مثلاً سمندر کے اندر کی نباتات اور ساحلی جنگلوں کے گلنے سڑنے سے ہوئی یہ ارضیاتی تہوں میں اکٹھا ہو کر دریاؤں کی طرح بہنے لگا۔ اسی طرح تیل کی زیر زمین جھیلیں بن گئیں یہ چھوٹی سی آیات زمین میں تیل کی موجودگی اور تیل بننے کا پورا پروگرام بتا رہی ہیں۔

اللہ بہترین امتحان لینے والا ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۝٦ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ إِنَّهُۥ يَعْلَمُ ٱلْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ
لِلْيُسْرَىٰ ۝٨ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ ٱلذِّكْرَىٰ ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا ٱلْأَشْقَى ۝١١ ٱلَّذِى
يَصْلَى ٱلنَّارَ ٱلْكُبْرَىٰ ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝١٣ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝١٤ وَذَكَرَ ٱسْمَ رَبِّهِۦ
فَصَلَّىٰ ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا ۝١٦ وَٱلْءَاخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰٓ ۝١٧ إِنَّ هَٰذَا لَفِى ٱلصُّحُفِ
ٱلْأُولَىٰ ۝١٨ صُحُفِ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝١٩ ع ١٩/١٢

ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔ (6) مگر جو اللہ چاہے وہ کھلے کو بھی جانتا ہے اور چھپے کو بھی جانتا ہے۔ (7) ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ (8) سو جہاں تک نصیحت کے فائدہ مند ہونے کی امید ہو نصیحت کرتے رہو۔ (9) جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا۔ (10) اور بے خوف بدنصیب اس سے۔ (نصیحت) لاتعلقی۔ (لاپرواہی) کرے گا۔ (11) جو قیامت کو بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ (12) پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیئے گا۔ (13) بیشک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ (14) اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا۔ اور نماز پڑھتا رہا۔ (15) مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ (16) حالانکہ آخرت کا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ (17) یہی بات پہلے صحیفوں میں لکھی گئی ہے۔ (18) یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"۔ (19)

تشریح: نبی کریم ﷺ قرآن پاک کے ان الفاظ کو جو جبریل وحی کے ذریعے سناتے تھے اس خوف سے کہ وہ بھول نہ جائیں جلدی جلدی دہرانے لگتے اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو یقین دلایا کہ آپ وحی کو غور سے سنا کریں ہم خود ہی

آپ کو یاد کرانے کا ذمہ لیتے ہیں آپ بے فکر رہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن حرف بحرف آپ کے حافظہ میں محفوظ کر دیا گیا تھا اور یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے اس کے بعد اعمال کے بارے میں اور انسان کے انجام کے بارے میں ذکر ہے نیکی اور بدی' اچھائی اور برائی' سچائی اور جھوٹ' روشنی اور اندھیرا' کفر اور ایمان' فرشتہ اور شیطان یہ شروع دن سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کو اختیار کرنے یا ان میں سے خود اپنے لیے انتخاب کرنے کے لیے پیغمبر کتابِ آسمانی دے کر بھیجے گئے تاکہ لوگوں کو راہیں اختیار کرنے میں آسانی ہو سکے پھر پابندی صرف یہ لگائی گئی ہے کہ اپنے ارادے اور عقل سے راہ اختیار کرو مگر یاد رکھو تمہاری نیتیں' ارادے اور اعمال بڑی صحت کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فلمائے جا رہے ہیں۔ اتنے ٹھیک کہ کوئی شخص ان کو نہ بدل سکتا ہے نہ چیلنج کر سکتا ہے۔ یہ نظام کائنات کی پیدائش کے ساتھ ہی نافذ کر دیا گیا تھا کیونکہ یہ "نظام" نظامِ کائنات کا ایک ضروری حصہ ہے۔ یہ دنیائے اثیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ نگاہوں میں نہیں آتا مگر مکاں سے لامکاں تک یہ نظام پھیلا ہوا ہے۔ اس کا کمال یہ ہے کہ یہ منہ سے نکلے ہوئے ہر جملہ کو ریکارڈ کر لیتا ہے اسی طرح عمل میں آئی ہوئی ہر حرکت کی تصویر بنا کر ہمیشہ کے لیے ریکارڈ میں محفوظ کر لیتا ہے۔ یہ بات رب الاعلیٰ نے قرآن میں اسی طرح فرمائی ہے "جب آدمی کے منہ سے کوئی بات نکلتی ہے تو ایک چوکس نگران اسے لکھ لیتا ہے"۔(ق:18)

پھر فرمایا۔ "ان لوگوں کے اعمال کتابوں میں محفوظ ہیں ان میں ہر چھوٹی بڑی چیز درج ہے"۔(قمر:52-53)

پھر فرمایا "ہم اس روز ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بول بول کر ان کے اعمال پر شہادت دیں گے"۔(یٰس:65)

ان باتوں کو انسان کے سامنے ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا نمونہ پیش کیا۔ ہوا یوں کہ "امریکہ میں ایک ٹی وی کمپنی بنی وہ اپنے پروگرام نشر کرتی رہی اور 1944ء میں ختم ہو گئی۔

اپریل 1956ء میں ایک روز اسی کمپنی کا کوئی پروگرام جو سترہ برس پہلے نشر ہوا تھا دوبارہ ٹی وی سیٹس (Sets) میں آنے لگا اور دنیا کو یقین ہو گیا کہ آواز کبھی فنا نہیں ہوتی۔ (ریڈرز ڈائجسٹ (امریکی ایڈیشن) کی اشاعت مئی 1959ء میں یہ واقعہ درج ہے۔ بحوالہ "من کی دنیا")

اب بھی اگر انسان ہوش میں نہ آئے پیغمبر کے پیغام پر غور نہ کرے نیکی اختیار نہ کرے تو پھر اس کی مرضی جائے جہنم میں اور اگر نیکی اختیار کرے تو پھر جائے جنت میں۔ یہ پیغام محبت' شفا اور کامیابی آج کا پیغام نہیں یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک دیا گیا ہے۔ بڑی صحت وصفائی اور بڑی محکم دلیلوں کے ساتھ بڑے صاف اور آسان الفاظ میں دیا جاتا رہا ہے۔

بائبل میں درج ہے۔ "اللہ کے ایک لفظ سے آسمان پیدا ہوئے"۔ پھر "اللہ نے کہا کہ اجالا ہو جائے تو فوراً اجالا

ہو گیا"۔ (پیدائش: 1-1:3) حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرا پیغام میرے ماننے والوں کو زندگی دے گا اور ان کے جسموں کو صحت بخشے گا"

القرآن:"۔ وہ ایمان دار جو اپنے ایمان میں گناہ کو داخل نہیں ہونے دیتے وہ امن وسکون اور ہدایت کی نعمت سے بہرہ ور ہوں گے"۔(انعام:83)

نیکی' اچھائی' پاکیزگی کے اچھے اثرات انسانی زندگی اور جسم پر بھی اچھے ہی پڑتے ہیں اس حقیقت کو مشرکین کی مذہبی کتابوں میں مانا گیا ہے۔ مثلاً "جو شخص حواس اور عقل کو ضبط میں لانے کے بعد خواہشات کو ترک کر دیتا ہے' وہ تمام دکھوں سے رہائی پا لیتا ہے"۔ (گیتا:5/28)

اسی طرح اس حقیقت کا اظہار مہاتما بدھ یوں کرتے ہیں۔ "تندرستی نیکی کا نام ہے' جب لالچ' نفرت' اور فریب کی آگ بجھ جاتی ہے تو مکمل چین اور سکون مل جاتا ہے"۔ (بدھ مت)

حضرت مسیح کا ارشاد ہے۔ "جو لوگ تم سے نفرت کرتے ہیں ان سے بھلا کرو"۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔ "جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا آقا تسلیم کرنے کے بعد اس راہ پر جم جاتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت' نہ غم کھاؤ اور اپنی موجودہ جنت کے حصول پر خوشیاں مناؤ۔ ہم اس زندگی اور اگلی زندگی میں تمہارے دوست رہیں گے اور جو چاہو گے وہاں مل جائے گا"۔ (حم سجدہ:30-31) کیسا پیارا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا۔

یہی وہ پیغام ہے اور یہی خلاصہ جو ہمیں توحید کے یقین آخرت کے یقین اور قرآن وسنت پر یقین کی وجہ سے غیر مسلم کفار ومشرکین سے علیحدہ کرتا ہے۔ ورنہ نیکی کا سبق تو سب نے ہی دیا ہے۔ مگر توحید ایمان باللہ والرسول 'یقینِ آخرت اور تمام اصول وقوانین جو ہم مسلمانوں کو دیئے گئے ہیں۔ ہماری نجاتِ دارین کا پکا پکا ٹکٹ ہیں۔ تو آج سے اسی راہِ مستقیم پر چلنے کا پکا ارادہ کر لیجئے۔ اللہ ہماری مدد فرمائے اے رب ہمارے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں اے اللہ ہماری مدد فرما ہمیں نیک راہ پر چلنے کی توفیق دے ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کی راہ پر کہ جن پر تو ناراض ہوا۔ اور نہ گمراہوں کی۔ (سورۃ الفاتحہ:4-5-6-7) اللہ کے فضل وکرم اور خاص مہربانی سے سورۃ الاعلیٰ ختم ہوئی الحمد للہ۔

تعارف سورۃ الغاشیہ

یہ مکی سورت ہے ترتیب میں یہ 88 نمبر پر آتی ہے۔ یہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں زبردست ڈرانے والی باتیں اور خوفناک منظر پیش کیا گیا ہے اسی طرح بہترین خوشنما انعامات کا ذکر کیا گیا ہے جو خوش نصیب لوگوں کو ملیں گے کیونکہ

انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اللہ کی قدرت اس کے وجود اور بڑائی کا خوب اچھی طرح اندازہ لگالیا اور پھر اسی لحاظ سے اس کی عبادت فرمانبرداری اور بندگی میں لگ گئے۔ اس سورت میں کائنات کی بہت سی چیزوں کے علاوہ عجیب الخلقت جانور اونٹ کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی بناوٹ' جسامت اور عادات کے لحاظ سے اپنے مخصوص علاقوں کے لیے انتہائی حیرت انگیز مناسبت کا نمونہ ہے اور جس کو دیکھ کر اللہ کی قدرت روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کائنات کی ہر چیز اللہ کا شاہکار ہے جدھر دیکھو ادھر اللہ خالق و مالک ایک نئی شان سے دکھائی دیتا ہے۔ آخر میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم تو ان لوگوں کو ہمارا پیغام پہنچا دو۔ بس باقی ہم نے اچھے برے لوگوں کا خوب زبردست بندوبست کر رکھا ہے۔ آخر آنا تو انہوں نے میرے پاس ہی ہے۔ میں خوب نمٹ لوں گا۔

دوزخ کی سختیاں اور جنت کے نظارے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶

تمہیں کچھ خبر پہنچی اس ڈھانپ لینے والی کی (1) کتنے چہرے اس دن ذلیل۔ (2) سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے۔ (3) دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ (4) کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔ (5) اور خاردار جھاڑ کے علاوہ ان کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ (6) جو نہ موٹا کرے اور نہ بھوک مٹائے ۔ (7) اور بہت چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ (8) اپنی کمائی سے راضی۔ (9) بہشت بریں میں۔ (10) وہاں کسی طرح کی لغویات نہیں سنیں گے۔ (11) اس میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ (12) وہاں اونچے بچھے ہوئے تخت ہوں گے۔ (13) اور آبخورے قرینے سے رکھے ہوئے۔ (14) اور گاؤ تکیے لگے ہوئے (یعنی غالیچے بچھے ہوئے)۔ (15) اور مخمل کے گدے جا بجا بچھے ہوئے۔ (16)

تشریح: ان آیات میں جو مرنے کے بعد زندہ ہونا' قیامت کا آنا میدانِ حشر میں لوگوں کی حالت' اچھے لوگوں کا پرسکون ہونا' بہترین زندگی کی خوشخبری' جنت کا آنکھوں دیکھا نقشہ بیان کرنا' اسی طرح برے لوگوں کی پریشانی اور ان کو ملنے والے عذابِ جہنم کا نقشہ کھینچنا یہ سب غیب کی باتیں ہیں جو اللہ قادرِ مطلق الٰہ العٰلمین نے کتابِ مقدس قرآن پاک میں بتائی ہیں۔ کیونکہ بتانے والا بھیجنے والے کا بہترین نبی آخر الزمان ہیں اور لانے والا اللہ کا برگزیدہ فرشتہ حضرت جبرائیل امین

اور وہ کتاب کہ جس کی قسم اللہ نے خود اٹھائی ہے کہ ہرگز نہ بدلنے والی بہترین کتاب ہدایت اور تمام کائنات کے علوم سے واقفیت دلانے والی سچی کتاب ہے۔

جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ نیکی کے بارے میں "اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو' اور اپنے رب کی عبادت کرو' اور نیکی کرتے رہو اور اللہ (کی راہ میں) میں خوب کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ (الحج:77-78)

ایسے ہی لوگوں کے لیے خوشخبری دی گئی ہے جس کا ذکر اس سورت میں آیات 8 سے 16 تک میں کیا گیا ہے۔ جو بالکل سچ ہے۔ اسی طرح یوں فرمایا" تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا' جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب سچی بات اس کے پاس پہنچے تو اس کو جھٹلائے' کیا جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا نہ ہوگا"؟ (زمر:32)

اسی جہنم کی وضاحت اس سورت میں آیت ایک سے 7 تک میں کی گئی ہے۔ جو کہ بالکل سچی اور پکی خبر ہے۔ کیونکہ یہ اس مالک الملک کی دی ہوئی ہے۔

جس کے وجود اور قدرت کی دلیلیں آنے والی آیات میں ملتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

اللہ کی تخلیقات اللہ کی شہادت دیتی ہیں

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجیب بنائے گئے ہیں (17) اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا ہے۔ (18) اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑے گئے ہیں۔ (19) اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔ (20) تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ (21) تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ (22) ہاں جس نے منہ پھیرا اور نہ مانا۔ (23) تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔ (24) بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ (25) پھر ہم ہی کو ان سے حساب لینا ہے۔ (26)

تشریح: اس جہان کی ہر چیز ہمارے سمیت اللہ کے بے مثل خالق و مالک ہونے کا پکا ثبوت ہے۔ یہاں تمام عالمِ حیوانات میں سے اونٹ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو حکمت سے خالی نہیں۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کی کتاب سے حوالہ دیتی ہوں۔ لکھتے ہیں۔ "اونٹ کو مصلحتاً موضوع بنایا گیا ہے۔

1۔ اونٹ کے وجود میں ایسی خصوصیات ہیں جو کائنات میں نظریہ ارتقاء کو بے بنیاد ثابت کرتی ہیں۔

2۔ اونٹ انتہائی دلچسپ حیاتیاتی خصوصیات رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اپنے وٹامن خود پیدا کرتا ہے۔ اونٹ اپنی (Ionic) خصوصیت کی وجہ سے پانی کو پچاس دنوں تک اپنے اندر محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کو بہترین یادداشت عطا کی گئی ہے۔ یہ انسان کا بہترین خدمت گزار ہے کسی حد تک کینہ پرور جانور ہے۔

3۔ صحرائی جانور ہونے کی وجہ سے یہ بڑا سخت جان' حساس اور تابعدار جانور ہے۔ یہ ہضم کے نظام میں ایک خاصیت رکھتا ہے۔ صحرائی کانٹوں اور جھاڑیوں کو اس کا جسمانی نظام سیلولوز اور کاربوہائیڈریٹس میں تبدیل کر سکتا ہے۔

4۔ صحرا کی لمبی مسافت اور مشکل حالات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

5۔ یہ انتہائی صابر جانور ہے۔ انسانی آواز اور موسیقی کو پسند کرتا ہے۔

6۔ اس کے جسم کی بناوٹ اس کے صحرائی جانور ہونے کے لیے انتہائی مناسب ہے۔

مثلاً لمبی گردن کھانے کے لیے، کوہان پانی سٹور کرنے کے لیے، لمبی پلکیں صحرائی طوفان کا مقابلہ کرنے۔ لمبی ٹانگیں تیز رفتاری کے لیے اس کو صحرائی جہاز بھی اسی لیے کہا جاتا ہے۔ گدے دار موٹے پاؤں صحرائی ریت میں آسانی سے چلنے کیلئے۔ علی ھذا القیاس یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک بہترین شاہکار ہے۔ جو مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز نہ تو مصلحت سے خالی ہے اور نہ ہی بے کار۔ آخر میں لکھتے ہیں" کہ پھر تم انسان کیوں اللہ کی مرضی کے خلاف بغاوت اور خودسری کرتے ہو۔ جب کہ تم دیکھتے ہو کہ کس طرح ایک حیوان بھی صبر وشکر کا نمونہ ہے"۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

اسی لحاظ سے آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر چیز اللہ کی تعریف کی دلیل ہیں۔ اور ان میں سے ہر چیز حکماء' علماء اور تمام مادی علوم سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لیے بے شمار حکمتوں اور سائنسی حقائق کی نشاندہی کرتی ہے۔ اور ان کے بارے میں بڑی تفصیل سے گزشتہ مختلف سورتوں میں وضاحت کی جا چکی ہے۔ بہر حال یہ آیات اللہ کے اس بہترین نظامِ توازن کی طرف متوجہ کرتی ہیں جو اللہ میاں نے اپنی بے مثال قدرت سے پوری کائنات میں نافذ کر رکھا ہے۔ جس کو چلانا صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو اس کا خالقِ واحد ہے۔ اتنا کچھ بار بار بتا دینے کے بعد اگر انسان بدی اور نیکی میں فرق نہیں کر سکتا تو پھر فرمایا۔ "بیشک ان کو لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ اور پھر ہم ہی کو ان سے حساب لینا ہے"۔ (آیات 25-26)

خلاصہ سورۃ الغاشیہ

خلاصہ یہی ہے کہ ابلاغ حق میں کوئی شخص ہرگز کسی صورت کوتاہی نہ کرے اور اس کے لیے خود کو مجسمہ حق بنانا ضروری ہے۔ سچ

بنیاد ہے انسانیت کی معراج کی۔ جھوٹ سے نفرت اور سچ سے محبت اس حد تک کہ اس کے مخالفین بھی اس کے سچا ہونے کی گواہی دیں۔ جیسا کہ رسول پاک ﷺ کو کفار مکہ صادق وامین کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی اور قرآن کی سچائی اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ ایک یتیم اور بغیر کسی استاد کے ایک ایسی کتاب کے حامل اور دعویدار کہ جس میں دنیا جہاں کے علوم بیان کر دیئے گئے اور ماضی' حال مستقبل کے ایسے ایسے حقائق بیان کر دیئے کہ جن پر دنیا کے بڑے بڑے ادبائ' حکماء' فلاسفر' شعراء اور علماء دن رات تحقیق میں مصروف ہیں اور بے شمار راز ہائے کائنات سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ کیا یہ نبی ﷺ و قرآن کی سچائی کے لیے کافی نہیں۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیئے چند اشاروں میں

(مولانا الطاف حسین حالی)

حق کے سامنے کوئی چیز حقیقت نہیں رکھتی تو پھر کون سی مشکل ہے کہ حق کی راہ اختیار کر کے جنت نہ کمائی جائے اور دوزخ میں ٹھکانا بنالیا جائے۔

ہمارے سامنے بے شمار حق پرستوں کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے زندگی کو حق پر قربان کر دیا مثلاً سقراط کو دیکھیے جب اس نے اپنی قوم کی بت پرستی کی مخالفت کی تو ایتھنز کے بارہ منصفوں میں سے گیارہ نے ان کے قتل کا فیصلہ سنادیا اور یوں سقراط نے حق پرستی پر جان قربان کر دی۔

اگر ہر شخص اس سچائی کو دل سے مان لے کہ اس نے اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے تو پھر کوئی بھی جہنم کی راہ نہ پا سکے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بفضل خدا سورۃ الغاشیہ ختم ہوگئی الحمدللہ۔

تعارف سورۃ الفجر

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 89ویں نمبر پر آتی ہے۔اس میں 30 آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔اس میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اس بات کے لیے کہ کفار کو عذاب ضرور دیا جائے گا۔ کچھ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اللہ کی پسندیدگی کی نشانی یہ ہے کہ خوب مال و دولت مل جائے اور جن کو کم ملے وہ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دنیاوی نفع نقصان تو زندگی کا لازمی حصہ ہیں اور پھر یہی تو ذریعے ہیں بندوں کو جانچنے کے کہ کون شکر ادا کرتا ہے کون غرور میں آ جاتا ہے اور کون مال خرچ کرنے میں اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیاوی عیش و عشرت میں آخرت کو بھول جاتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے انہی ردعمل پر جنت ملے گی یا دوزخ ملے گی۔ اور اعمال، یہی ترازو ہی تو بندے کو اللہ کا مقبول بنائے گا یا غیر مقبول بنائے گا۔تفصیلات سورت میں پڑھتے ہیں۔ "بیشک انسان کے لیے وہی ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی"۔(سورہ نجم:39)

نیک و بد کی تمیز اور میدان حشر

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ
حِجْرٍ ﴿٥﴾ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي
الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي
الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ
لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَأَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾
وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا
جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ
يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾
ارْجِعِيْٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾ ع 10/14

فجر کی قسم۔(1) اور دس راتوں کی۔(2) اور جفت اور تاک کی۔(3) اور رات کی جب جانے لگے۔(4) بیشک یہ چیزیں

عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں کہ (کافروں کو ضرور عذاب ہوگا) ۔(5) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عادوالوں کے ساتھ تمہارے رب نے کیا کیا ۔(6) جو ارم کہلاتے تھے اتنے دراز قد ۔(7) کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے ۔(8) اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی قریٰ میں پتھر تراشتے اور گھر بناتے تھے ۔(9) اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو خیمے اور میخیں رکھتے تھے ۔(10) یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے ۔(11) اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے ۔(12) تو تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا (برسایا) نازل کیا ۔(13) بیشک تمہارا رب تاک میں ہے ۔(14) مگر انسان عجیب وغریب ہے کہ جب اس کا رب اسے آزماتا ہے تو اسے عزت دیتا ہے اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے آہا میرے رب نے مجھے عزت بخشی ۔(15) اور جب دوسری طرح آزماتا ہے تو اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ "ہائے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ۔(16) نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے ۔(17) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو ۔(18) اور میراث کے مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ۔(19) اور مال کو بہت زیادہ عزیز رکھتے ہو ۔(20) تو جب زمین کی بلندی کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی ۔(21) اور تمہارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرشتے قطار در قطار موجود ہوں گے ۔(22) اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر اب سوچنے کا کیا فائدہ ۔(23) کہے گا کاش میں نے اپنی ہمیشہ والی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا ۔(24) پھر اس دن اللہ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ ہوگا ۔(25) اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا ۔(26) اے اطمینان پانے والی روح! ۔(27) اپنے رب کی طرف لوٹ چل ۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۔(28) تو میرے بندوں میں شامل ہو جا ۔(29) اور میری بہشت میں داخل ہو جا" ۔(30)

تشریح: اس سورت میں ان لوگوں کو جگانے کی کوشش کی گئی ہے جو شیطان کے بہلاوے میں آ کر سرکشی' نفرت' نافرمانی' تکبر اور ناشکر گزاری کی عادات کو اپنا لیتے ہیں ۔ بیشک یہ مال و دولت' عزت شہرت اور آل و اولاد کی کثرت میں زیادہ سے زیادہ لالچی اور انسانیت کی حدود سے دور ہوتے ہوئے بس اپنے میں ہی مست ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں مال کی محبت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ مال دینے والے (اللہ) سے ہی دور ہو جاتے ہیں اور حرام وحلال کا فرق بھول جاتے ہیں ۔ نہ ان کو یہ خیال رہتا ہے کہ یتیم کا مال ہے یا غریب کی مدد کرنی چاہیے ۔ بس وہ تو صرف مال کی محبت ہی میں کھو جاتے ہیں ۔ اور جب کبھی ان پر عزت' دولت شہرت کا زوال آ جاتا ہے تو واویلا مچا دیتے ہیں بجائے صبر شکر کرنے کے ۔ یہ دونوں باتیں ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہیں ۔ اور ان دونوں عملوں سے انسان پستی اور گناہوں کی غلاظت میں ڈوب جاتا ہے تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان واضح چار چیزوں کی قسم کھائی ہے کہ ان کو عذاب ضرور ملے گا ۔ اب یہ بات کہ اللہ نے اس حقیقت کو زور دے کر بیان کرنے کے لیے ان چار چیزوں کی یعنی فجر' دس راتیں' جفت اور طاق اور رات

کی جب وہ رخصت ہورہی ہو' قسم کیوں کھائی ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود ہی دے دیا گیا ہے کہ "بیشک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں۔

آخر میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو اس کے مقبول ترین بندے ہیں اور جن کو بہترین انعام اور ہمیشہ رہنے کے لیے بہترین خوبصورت اور شاندار ٹھکانے دیئے جائیں گے۔ ایسے لوگوں کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ وہ "اطمینان پانے والی روحیں" مراد ان لوگوں سے ہے جو دنیا میں نفسِ مطمئنہ کے مالک تھے۔ ان کی تعریف ایسے کی جاسکتی ہے۔ کہ جو شخص دنیاوی اتار چڑھاؤ' میں اللہ کا سچا شکر گزار بندہ بن کر رہے۔ ایسے لوگ سچائی کے راستے پر بڑے استقلال سے بے خوف و خطر چلتے چلے جاتے ہیں۔ ہر بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس طرح ان کے اندر بے پناہ قوتِ ارادی' بے خوفی اور سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔

اور ایسے لوگ نہ حالات سے مار کھاتے ہیں نہ دشمن سے اور نہ ہی شیطان کی چالوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کو ہر دم زندگی خوشگوار اور کامیاب و پر سکون ہی دکھائی دیتی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ کے پیدا کیے ہوئے اور اسی کے بندے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مال دولت 'عزت و شہرت سب کچھ ان کے خیال میں بے وقعت ہے وہ ہر چیز کو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں اور ہرگز ناجائز طریقہ استعمال نہیں کرتے۔ یہ بے نیاز' خوددار اور مقبول خدا بندے نہ صرف اپنے لیے ہی مبارک اور باعث سکون و کامیابی ہوتے ہیں بلکہ یہ اپنے گھر محلہ 'شہر' ملک' قوم اور پوری دنیا کے لیے باعثِ سکون اور باعثِ ترقی ثابت ہوتے ہیں۔

ایسے ہی لوگ پورے سماج کے لیے رحمت کا باعث ہوتے ہیں یہ لوگ نفسِ مطمئنہ رکھنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے لوگ بھی اور اللہ بھی راضی ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے بہترین بات کی ہے۔ بڑی پیاری بات کہی ہے۔

"اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے بندوں میں شامل ہو۔ اور میری بہشت میں شامل ہو جا۔ (27-28-29-30) سبحان اللہ۔

اللہ ہمارے اُوپر اتنی ہی مہربانی فرمائے اور ہمیں بھی اپنے ایسے ہی بندوں میں شامل کرے آمین ثم آمین۔

خلاصہ سورۃ الفجر

سورت کی آخری چار آیات میں ان لوگوں کے لیے اللہ رب العزت نے بہت پیارے جملے بولے ہیں جو ایک بلند مقصدِ حیات کے حصول میں زندگیاں گزارتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو دنیا کے

بارے میں زہد اختیار کرو' اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے پیار کریں تو جو لوگوں کے پاس ہے اس سے تخی اور بے نیاز ہو جاؤ"۔(ابن ماجہ)

بیشک اس زندگی کے لیے جدو جہد کرنا جس کا مقصد بہترین آسائشیں اور آرام ابدی حاصل کرنا ہو' کسی جہاد سے ہرگز کم نہیں۔لہٰذا ہمیشہ پھول کاشت کرو بجائے کانٹے بونے کے کیونکہ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔اور پھر زندگی کی اصل خوشیاں حاصل کرنی ہوں تو صبر' شکر اور قناعت کو زندگی کا اصول بنا لو۔کیونکہ وقت اور حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔صابر' شاکر اور قانع اللہ کے دوستوں میں شامل ہیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے "چار چیزیں افضل ترین ہیں۔غصہ میں درگزر' تنہائی میں پارسائی' تنگدستی میں سخاوت اور طاقت کے باوجود انکساری"آج کا مسلمان دنیا میں ہر طرف سے مار کیوں کھا رہا ہے؟ صرف اس لیے کہ وہ علم ومحبت کی توانائیوں سے بالکل بے گانہ ہو چکا ہے۔ورنہ تو مسلم کی شان یہ ہے۔

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی راہوں کو درست کر لیں اور اپنا اصل مقصد حصول جنت بنا لیں جو کہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے قوانین کو اپنا کر ہی مل سکتا ہے۔ورنہ تو پھر ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو ہم سے پہلے گزر گئی نافرمان قوموں کا ہوا۔وہ قومیں ہر لحاظ سے ترقی یافتہ آسودہ حال اور مضبوط حیثیت رکھتی تھیں مگر تباہ وبرباد کر دی گئیں عذابوں کا نشانہ بنیں اور آخرت میں تو ان کا زیادہ ہی برا حال ہوگا۔یہ صرف اس لیے ہوا اور ہوگا کہ وہ انتہائی نافرمان' بدکردار اور ناشکرگزار قومیں تھیں ان کے حالات ہمارے لیے عبرت کا مقام پیش کر رہے ہیں۔اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔
الحمدللہ کہ سورۃ الفجر مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ البلد

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے 90 نمبر پر آتی ہے۔یہ مکی سورت ہے اس میں 20 آیات اور ایک رکوع ہے۔یہ بھی اخلاقی' معاشرتی اور مذہبی احکامات سمجھاتی ہے۔خاص طور سے حقوق العباد کا ذکر کیا گیا ہے مگر ان کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی ہے کہ نیکی کرنے والا مومن مسلمان ہو مطلب یہ ہے کہ ایمان باللہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔اس بات کو پکا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور ساتھ ہی حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کی قسم کھاتے ہیں کہ انسان دنیا میں محنت مشقت' آزمائش

اور بڑی سخت زندگی گزارنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ صرف عیش وعشرت اور کھیل تماشے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ہر قدم پر اس کو دیکھا جا رہا ہے پرکھا جا رہا ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں انسان کے دو گروہ وجود میں آ جاتے ہیں۔ یعنی اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ۔ اور انہی دو گروہوں کے لیے جنت اور دوزخ بنائے گئے ہیں۔ سورت کے مطالعہ سے مزید وضاحت ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

مکہ شہر اور آدم علیہ السلام کی قسم انسان کے بڑے فرائض ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ وقف لازم
كَبَدٍ ۝٤ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝٥ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ
اَحَدٌ ۝٧ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝١٠ فَلَا اقْتَحَمَ
الْعَقَبَةَ ۝١١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَّتِيْمًا
ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا
بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝١٨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْــَٔمَةِ ۝١٩
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝٢٠ ع 20/15

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی (1) اور آپ اس شہر کو حلال کرنے والے ہیں۔ (2) باپ اور اس کی اولاد کی قسم ۔(3) ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ (4) کیا اس کا خیال ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا۔ (5) کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا ہے۔ (6) کیا وہ یہ سوچتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ (7) بھلا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں؟۔ (8) اور زبان و دو ہونٹ نہیں دیئے۔ (9) اور خیر و شر کے دو راستے بھی دکھا دیئے۔ (10) مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔ (11) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟۔ (12) کسی کی گردن کا چھڑانا۔ (13) بھوک کے دن کھانا کھلانا۔ (14) یتیم رشتہ دار کو۔ (15) یا فقیر خاکسار کو۔ (16 پھر ان لوگوں میں بھی داخل ہوا جو ایمان لائے اور لوگوں کو صبر اور رحم کی نصیحت کرتے ہیں۔ (17) یہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔ (18) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بائیں طرف والے ہیں۔ (19) یہ لوگ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے۔ (20)

تشریح: شروع میں نہیں کا لفظ اس لیے آیا کہ کفار مکہ جو آخرت سے انکار کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں تو ان کو خوب اچھی طرح علم ہونا چاہیے کہ انسان کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کو بہت سی ذمہ داریاں دیکر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے یعنی یہ زندگی پوری کی پوری امتحانی دور پر مبنی ہے اور اس بات میں زور پیدا

کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حرمت والے شہر اور اشرف المخلوقات آدم علیہ السلام و اولاد آدم یعنی انسان جو کہ نائب اللہ بھی ہے۔کی قسم کھا کر یہ بات بتا رہے ہیں۔

قسم ایسی ہی چیز کی کھائی جاتی ہے جو عام انسان کے علم میں ہو اور جو بڑی محترم بھی ہو۔شہر مکہ کی حرمت سے کون واقف نہیں یہ تمام دنیا میں محترم و مکرم شہر ہے۔کیونکہ پہلے تو اس کی بنیاد بڑی شاندار' برگزیدہ اور محترم ہستیوں کی بہت بڑی قربانیوں کی وجہ سے رکھی گئی۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت حاجرہ علیہا السلام کی بے مثال قربانیاں اور پھر ان کے انعام کی صورت میں اس شہر میں خانہ کعبہ کا وجود جو تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرکز ہے اور جو اس حد تک محترم ہے کہ وہاں کسی غیر مسلم کو داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہیں اور وہاں اس حد تک امن کا حکم دیا گیا ہے کہ کسی انسان' حیوان کا قتل اور جھگڑا فساد بالکل منع ہے حتی کہ وہاں گھاس' پودے اور درخت تک کاٹنے کی اجازت نہیں اس کے باوجود آپ ﷺ کو اس شہر میں حلال کرلیا گیا ہے سے مراد یہ ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود کہ اس شہر کو امن کا شہر قرار دیا گیا ہے آپ ﷺ کو امن اور چین نصیب نہیں آپ ﷺ کو تنگ کیے جانے اور آپ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کرنے والوں کو حلال کرلیا گیا ہے۔اور ابن آدم کو بتا ہی دیا گیا ہے کہ ان کا بڑا درجہ ہے۔

تمام مخلوقات میں یہ سب سے محترم مخلوق ہے۔اب اس مشقت کا ذکر کیا جا رہا ہے اور پھر کفار کی لاپرواہی' ہٹ دھرمی اور کفر و شرک کو اس طرح بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ خود پسند اور خود مختار اس حد تک ہو رہا ہے کہ گویا اس کی بدعملی' بدنیتی اور بدکرداری کسی بھی گنتی میں نہیں آ رہی بلکہ وہ جو کرتا ہے بس ہوتا چلا جا رہا ہے۔نہ کوئی دیکھ رہا ہے اور نہ ہی پوچھ گچھ ہوگی۔یہی تو ان لوگوں کی بھول ہے۔اللہ نے جو انسان کو اعضاء دیئے ہیں ساتھ میں دو راستے بھی بتا دیئے ہیں تاکہ وہ ان دونوں راستوں' نیکی اور بدی کو آنکھوں سے دیکھ کر کانوں سے سن کر اچھی باتوں پر عمل کرے اور پھر زبان سے اچھی باتیں ادا کرے۔اور یہی وہ گھاٹی ہے جس کا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے۔اور اس گھاٹی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔یعنی یہ سربلندی حاصل کرنے کا ایک خاص معیار یا راستہ یا بلندی ہے جو خاص اعمال کے ذریعہ سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔اور وہ اعمال یہ ہیں۔

1۔ غلام کو آزاد کرنا۔

2۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا۔

3۔ یتیم رشتہ دار کی کفالت کرنا۔

4۔ فقیر خاکسار کی پوری طرح مدد کرنا۔

5۔ صبر اور رحم کرنا۔

6۔ اوران تمام باتوں کی دوسروں کوتلقین کرنا۔

7۔ اور خود پکا مسلم ہونا۔

آخر میں فرمایا کہ ایسے ہی لوگ خوش نصیب ہیں۔اور حساب کے دن ایسے ہی لوگوں کو اصحاب المیمنہ کہا گیا ہے یعنی داہنے ہاتھ والے لوگ یعنی مقبول الہی جنتی لوگ اور جو لوگ اوپر بیان کی گئی تمام باتوں سے انکار کرتے ہیں اللہ کے نافرمان لوگ ہیں تو ان کو اصحاب المشئمہ کہا گیا ہے یعنی بائیں طرف والے لوگ تو ایسے لوگوں کے لیے بڑی سخت سزا کا حکم دیا گیا ہے۔یعنی ایسی آگ کہ جو چاروں طرف سے بالکل بند ہوگی کوئی راستہ فرار کا نہ ہوگا اور نہ ہی آگ کی تپش میں کمی آئے گی۔استغفر اللہ۔

خلاصہ سورۃ البلد

اس سورہ مبارکہ میں اللہ پر ایمان لانا اور اس کے فرمان کے مطابق حقوق العباد کا احترام کرنا اس قدر قابل قدر ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے جنت الفردوس کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔حقوق العباد بہت زیادہ ہیں یہاں تو صرف چند کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو کہ انسانی معاشرے کی اصلاح و کامیابی اور سکون کے ضامن ہیں۔ان کی فضیلت اور انعام کا ذکر بہت دفعہ قرآن پاک میں کیا گیا ہے۔اور اسی طرح احادیث میں بھی ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔مثلاً اتحاد اور مل کر نیکی کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"مومن دوسرے مومن کے لیے اس دیوار کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے"۔(بخاری و مسلم)

رحم کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔"اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا"۔ (بخاری و مسلم) صبر و شکر مسلمان اور مسلم معاشرے کی شان ہے اور مضبوط بنیاد بھی ہے۔حدیث ہے۔"مصیبت پر صبر کرنا عبادت ہے"۔(نسائی) یتیم کے بارے میں ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ "میرا دل سخت ہے"۔حضور ﷺ نے فرمایا۔"یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا"۔(مسند احمد) مساکین کی مدد میں حدیث ہے"۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔"بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسا جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا"۔اسی طرح غلام آزاد کرنا بہت بڑی فضیلت ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔"جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچالے گا۔(مسند احمد' بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس معاشرے کے لوگ ان تمام صفات کے حامل ہوں۔وہ معاشرہ کیسا پر سکون' اور بہترین معاشرہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی معاشرے کے بنانے والے پکے سچے اور بہترین مسلمانوں کو اصحاب المیمنہ یعنی جنت کے وارث کہا ہے۔اللہ ہمیں بھی ان میں شامل ہونے کی توفیق دے آمین۔الحمدللہ سورۃ البلد ختم ہوئی۔

تعارف سورۃ الشّمس

یہ ترتیب کے لحاظ سے 91 نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور 15 آیات ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ خالصتاً انسانی کردار پر بحث کرتی ہے۔ قیام مکہ کا ابتدائی زمانہ مسلمانون کے لیے انتہائی مشکلات کا زمانہ تھا۔ اگر تصور کریں کہ چاروں طرف بتوں کی پوجا ہورہی ہولوگ اللہ کے نام سے بھی ناواقف ہوں یعنی الہ واحد کا کوئی تصور ہی ان کو نہ ہو ہر طرف بے حیائی فسق و فجور' سود خوری اور شراب نوشی کا دور دورہ ہو عورت کی بے حرمتی' جھوٹ فریب اور قتل و غارت گری پھیلی ہوئی ہو کہ اچانک ایک شخص اٹھے اور توحید کا دعویٰ کر دے بتوں کی پوجا سے منع کرے اور تمام برائیوں سے منع کرے نیکی کی ہدایات کرے اور آخرت کا یقین دلا کر جنت و دوزخ کا پیغام دے تو آپ سوچیں کہ اس شخص کا حال لوگوں کی نظر میں کیا ہوگا۔ یہی حالات اس وقت پیارے نبی ﷺ کے اور اہل مکہ کے تھے۔ وہ لوگ بوکھلا گئے اور وہی شخص جس کو پہلے بے حد پسند کرتے تھے۔ صادق اور امین کہتے تھے ان کو دیوانہ' جادوگر' شاعر اور نجانے کیا کچھ خطابات دینے لگے۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ نمٹنے کے لیے پہلے تنہا حضور ﷺ کو پھر چھوٹی سی جماعت کو مقابلہ کرنا پڑا اور اللہ کی طرف سے اس وقت جو بھی پیغام نازل ہوا اس میں احکامات کم ملتے ہیں بلکہ ابتدائی تعلیمات کا زیادہ ذکر ہے۔ لہٰذا سورۃ الشّمس بھی اسی طرح کا پیغام دیتی ہے۔ آیئے سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

کامیابی اور ناکامی اختیاری ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝٤
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝٥ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝٦ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝٧ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝١٠ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝١١ اِذِ
انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝١٢ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝١٣ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ع
فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝١٤ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝١٥

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔(1) اور چاند کی جو اس کے بعد نکلے۔(2) اور دن کی جب اسے چمکا دے۔(3) اور رات کی جب اسے ڈھانک لے۔(4) اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔(5) زمین کی اور جس نے اسے بنایا پھیلایا۔(6) اور انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا۔(7) پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کی سمجھ دی۔(8) کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔(9) اور جس نے اسے خاک میں

ملایا وہ خسارے میں رہا۔(10) قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب پیغمبر کو جھٹلایا۔(11) جب ان میں سے ایک نہایت بد بخت اٹھا۔(12) تو اللہ کے پیغمبر (صالح) نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہو۔(13) مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ نے اس کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا)۔(14 اور اس کو (اللہ کو) ان سے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔(15)

تشریح: اب زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ علم و عرفان سے بہت پیچھے تھے۔ اسی لیے وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کا مطلب نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی عقل وعلم کے مطابق ان کو برائی اور اچھائی سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے کی چیزوں کی قسم کھا کر اور انہی کی مثال دیکر نیکی و بدی کا فرق بتانے کی کوشش کی ہے۔ وہ لوگ روز دیکھتے تھے کہ سورج نکلتا ہے دن روشن ہو جاتا ہے۔ چاند اس کے بالکل مخالف ہے کیونکہ رات کو اندھیرا ہوتا ہے تو پھر چاند کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ دن رات' آسمان و زمین سب علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے تو انہی چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ جس طرح یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح نیکی و بدی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کی فطرت میں نیکی سے پیار کرنا رکھ دیا اور برائی سے نفرت اور ساتھ ہی دونوں راستوں کی وضاحت بھی کر دی تا کہ انسان اپنی عقل علم اور ارادے سے اپنا راستہ اختیار کر سکے۔ نیکی کے راستہ کو اختیار کرنے کے لیے تقویٰ اور پرہیز گاری چاہیے۔ جب کہ بدی کا راستہ ہر قسم کی برائی سے بھر پور ہے۔ نیک فطرت انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے جب کہ بدفطرت شیطان کا دوست بن کر ہر برائی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہاں انسان کے اندر جو تین طاقتیں اللہ نے رکھ دی ہیں

یعنی نفس امارہ۔ یہ شیطان کی حکومت میں ہوتا ہے یعنی ہر شیطانی کام انسان خوشی سے کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا نفس لوامہ۔ یہ خواہشات سے خالی نہیں مگر کسی حد تک وہ خواہشات پر قابو رکھ سکتا ہے۔ یعنی درمیانی حالت۔

تیسرا نفس مطمئنہ۔ یہ خواہشات اور شیطان سے آزادی پا کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قناعت اور توکل کی دولت سے مالا مال انتہائی مطمئن، شاکر، صابر اور پرسکون انسان ہوتا ہے۔ انہی کے لیے دنیا میں سکون اور آخرت میں کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو شخص نفس سے ہار گیا تو گویا وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوا اور آخرت میں تو بہت ہی ذلیل وخوار ہوگا۔ اور بس یہی دو طریقے ہیں چاہے تو بندہ خود کو بگاڑ لے یا سنوار لے۔ اللہ تو بڑا ہی رحیم وکریم ہے لوگوں کو سمجھانے کے لیے تاریخی واقعہ قوم ثمود کا بتا رہے ہیں کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے اور فلاح پائیں۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت صالح کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا تو پہاڑوں کے بیچ سے اللہ نے اپنی قدرت سے اونٹنی نکالی اور لوگوں کو آزمانے کے لیے حکم دیا کہ اس کو تکلیف نہ دیں اور پانی کی باری پر اس کو ہرگز نہ روکیں۔ مگر قوم ثمود بڑی

سرکش اور نافرمانی میں پڑ چکی تھی۔ انہوں نے نافرمانی کی اور ایک شخص جس کا نام ''قدار بن سالف'' تھا اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے' تو اس صریح نافرمانی پر پوری قوم عذاب کا شکار ہوگئی اور یہ نہ تو قدرتی آفات کی وجہ سے ہوا اور نہ ہی قوموں کے عروج و زوال کی وجہ سے ہوا۔ بلکہ یہ زوال اس قوم کا صرف نافرمانی پر عذاب کی وجہ سے ہوا۔ زوال ہی نہیں بلکہ بالکل تہس نہس کر دی گئی ان کی تباہ شدہ بستی اور کہانی دنیا کے لیے عبرت کا نشان بنا دی گئی۔ تو یہ سب کچھ اللہ کی قدرت' عظمت' برتری اور حاکم اعلیٰ ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ تو اس سورت میں جو اتنے بڑے حاکم اعلیٰ نے نیکی و بدی کی تعریف قسم کھا کر کی ہے تو کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟ یا کیا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں سچ تو یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ کائنات کے حسن کو اپنے نیک اطوار نیک اعمال سے مزید خوبصورت بنائے اور اس کے حسن و خوبی سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو کر جنت کمائے۔ اللہ کا خوف ہر دم اپنے دل میں بسائے رکھے تاکہ دنیا کے ہر خوف سے آزاد اللہ کا مقبول اور بندوں کا پیارا انسان بن سکے اور جب رخصت ہو تو دنیا میں اچھی یادیں چھوڑ جائے اور آخرت میں جنت کا وارث بنے۔ ورنہ تو پھر غلط' برے' نافرمان' کفار ومشرکین سے بدلہ لینے کا اللہ کو کوئی ڈر بھی نہیں۔ وہ بدلہ لینے پر قادر ہے۔

اصل میں انسان کی بربادی خود اس کے اپنے ہاتھوں سے ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح قومیں اور ملک بھی خود اپنے ہاتھوں ہی تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ اس کی مثالیں دنیا کے ہر دور میں ملتی رہی ہیں اور ملتی رہیں گی۔ ماضی قریب میں بہت بڑی طاقت روس کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے جو خود اپنے بنائے ہوئے سسٹم' معاشرے اور تمدن کے ذریعہ ہی تتر بتر ہو گیا۔ اس پر نہ تو بیرونی حملہ ہوا اور نہ کوئی قدرتی آفت اس پر پڑی بلکہ اس کو خود اس کے اپنے ہی سسٹم نے دیمک کی طرح چاٹ کر تنکہ تنکہ کر دیا اور دنیا کی اتنی بڑی طاقت گھڑیوں میں منتشر ہوگئی۔ اصل میں ہمارے لیے ہمارا اپنا محاسبہ ہر وقت بہت اہم بات ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ہم کوئی چھوٹی سی غلطی یہ سوچ کر کر جاتے ہیں کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب کہ یہ چھوٹی سی غلطی آکاس بیل کی طرح ہمارے ایمان کو اپنے شکنجے میں یوں لینا شروع کرتی ہے کہ ہمیں اس کی خبر ہی نہیں ہوتی اور ایمان کا کباڑہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس حدیث کو ضرور نظر میں رکھنا چاہیے۔

سیدنا شہر بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ "ایک دن میں نے ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا۔ ام المومنین! جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہوتے ہیں تو وہ اکثر کون سی دعا مانگتے رہتے ہیں"؟

ام المومنین نے فرمایا "آپ ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے رہتے ہیں"۔ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط جما دے "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ کبھی بھی خود کو لاپرواہی' غرور اور تکبر کے جال میں پھنسنے نہ دیں بلکہ ہر وقت شیطان کی چالوں سے خود کو بچا کر رکھیں۔ استغفار اور دعا کو ورد زبان رکھیں، کہ زندگی صاف' انجام بخیر اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ اسی میں انسان کی برتری اور خوبی ہے۔ زندگی بڑا کڑا امتحان ہے اس میں

ہر دم چوکس رہنا ضروری ہے۔

کڑکتی دھوپ میں رک رک کے چلنا
کہیں رستے میں کوئی سائبان نہ مل جائے

الحمدللہ سورۃ الشمس مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الیل

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورہ مبارکہ 92ویں نمبر پر آتی ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں ایک رکوع اور 21 آیات ہیں۔ پچھلی سورت میں نیکی و بدی کا فرق بیان کیا گیا تھا جب کہ یہ سورت نیک اور بد انسان کا فرق واضح کر رہی ہے اس لحاظ سے ہم اس کو اخلاقیات کا سبق سکھانے والی سورت کہہ سکتے ہیں۔ ہر انسان اپنی اخلاقی خصوصیات کے مطابق ہی اس دنیا میں عمل کر رہا ہے ان میں سے کچھ تو مخیر ہیں۔ اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے پرہیزگار ہیں اور بھلائی کو بھلائی مانتے ہیں اسکے برعکس دوسرے لوگ ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اپنے رب سے بے خوف ہیں اور بھلائی کو جھٹلاتے ہیں پہلی قسم کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نیکی کی طرف ان کی راہیں آسان کر دیتا ہے جبکہ دوسرے گروہ کو بدی کا راستہ آسان دکھائی دے گا اللہ تعالیٰ تو دنیا و آخرت دونوں کا مالک ہے جو دنیا مانگے گا اسے دنیا ملے گی اور اور جو آخرت کا طلب گار ہو گا وہ آخرت میں فلاح حاصل کرے۔

البتہ اس زندگی کے دوران اس کے کئے گئے اچھے یا برے فیصلہ کا رجسٹر جو اس نے ترتیب دے رکھا تھا وہ ضرور اس کے ساتھ جائے گا۔ اس لیے کہ اسی کے مطابق تو اسے اگلی زندگی میں بدلہ ملے گا جنت یا جہنم۔ یہ پیغام ہمیں سورۃ الیل میں دیا گیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس سورت میں دیئے گئے پیغام کو پڑھیں، سمجھیں اور پھر اس پر پوری طرح عمل کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

اچھی بری نیت اعمال اور بدلہ

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿۳﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولٰى ﴿۱۳﴾ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا

الْاَشْقَى ۞ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۞ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۞ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۞ وَمَا
لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۞ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۞ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۞

رات کی قسم جو دن کو چھپالے ۔(1) اور دن کی قسم جو چمک اٹھے۔(2) اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ پیدا کئے۔(3) کہ تم لوگوں کی کوشش مختلف کی ہے۔(4) تو جس نے اللہ کے رستے میں مال دیا اور پرہیزگاری کی۔(5) اور نیک بات کو سچ جانا۔(6) اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔(7) اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا۔(8) اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔(9) اسے سختی میں پہنچائیں گے۔(10) اور جب گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔(11) ہمیں تو راہ دکھا دینا ہے۔(12) آخرت اور دنیا ہماری ہی چیز ہیں۔(13) سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے خبردار کر دیا۔(14) اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے۔(15) جس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔(16) اور جو پرہیزگار ہے اسے بچا لیا جائے گا۔(17) جو مال دیتا ہے پاکیزہ ہونے کی خاطر۔(18) اور اس لیے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے ۔(19) بلکہ اپنے رب اعلیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے ۔(20) اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا"۔(21)

تشریح: اس سورت میں اللہ تعالیٰ قسم کھاتے ہیں کہ دن رات کی نر و مادہ کی اور خود اپنی' اس بات کے لیے کہ ہر انسان کی فطرت انداز اور ماحول فرق ہوتا ہے اور انہی حالات کے مطابق سب کا رویہ بھی فرق ہوتا ہے یہ حقیقت ہے کہ ہر شخص کے کام کا انداز فرق ہوتا ہے اور پھر یہ اعمال کا انداز دو راہوں میں منقسم ہے۔ یعنی کچھ تو نیک فطرت ہوتے ہیں ان کو شیطان کتنا ہی بہلائے مگر وہ اس کا شکار نہیں ہوتے یعنی ان کی سرشت میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ان کو برا راستہ' برے کام اور برے لوگ بالکل اچھے نہیں لگتے یعنی ان کو کوئی بھی لالچ برائی پر آمادہ نہیں کر سکتا وہ کہتے ہیں کہ کسی کو دیکھ کر اس کے دوست کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کیسا آدمی ہو سکتا ہے یہی حال بدفطرت انسان کا ہوتا ہے۔ وہ باوجود انتہائی کوشش کے بھی نیکی کی راہ پر نہیں چل سکتا۔ نہ ہی اچھے لوگوں کو وہ پسند کرتا ہے۔ وہ خود شیطان فطرت ہونے کی وجہ سے شیطان کا ہی بھائی بند ہوتا ہے۔ ایسے بندے سے نیکی کی امید کرنا بے کار ہے تو ان دونوں قسم کے لوگوں کے لیے اللہ میاں ان کی فطرت کے مطابق اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ برے بندے کے لیے برے اسباب اور اچھے کے لیے اچھے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ اب نیکی کرنے والے متقی انسان کی صفات یوں بتائی گئی ہے۔

1۔ اللہ کی راہ میں خلوص نیت سے مال دینا۔

2۔ اچھی اور نیک بات کو قبول کرنا۔

3۔ خلق خدا کی مدد کرنا بغیر کسی حرص و ہوس کے۔

4۔ خوف الٰہی اور عقیدہ ایمان پختہ ہونا۔

5۔ اعمال وکردار کا اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کے مطابق ہونا۔

6۔ ہر قسم کی آزمائش میں صبر وسکون سے رہنا۔

بیشک آپ اپنی زندگی میں خود آزمالیں کہ ایسے لوگ برا کام کر ہی نہیں سکتے ان کی فطرت برائی کی طرف مائل نہیں ہوتی اور وہ برے لوگوں کو برے کاموں کو دل سے ناپسند کرتے ہیں۔ لوگ بے اختیار ان کی تعظیم کرتے ہیں ان سے پیار کرتے ہیں۔

بیشک انسان بھی پھولوں کی طرح ہیں۔ بعض سے محبت' خلوص اور شفقت ومہربانی کی ایسی خوشبو نکلتی ہے کہ پورا ماحول مہک اٹھتا ہے اور بعض کے کردار سے ایسی گھن آتی ہے کہ دور بھاگنے کو دل چاہتا ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر الیگزینڈر کا نن لکھتا ہے۔

"زمین کی طرح انسان کی ہستی بھی مقناطیسی لہریں خارج کرتی ہے جن کا اثر مختلف حالات میں مختلف ہوتا ہے۔ اگر یہ لہریں ایک ایسے آدمی سے نکلیں جس کے اعمال وخیالات میں پاکیزگی ہے تو وہ دوسروں میں محبت پیدا کریں گی یہ مسئلہ کہ لوگ بعض آدمیوں سے محبت یا نفرت کیوں کرتے ہیں' یہیں سے حل ہو جاتا ہے"۔

اسی طرح برے، بدکردار لوگوں کی صفات قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

1۔ بخیل ہونا۔

2۔ غفلت میں پڑے رہنا۔

3۔ آخرت کو بھول جانا۔

4۔ ہر قسم کے فرائض کو بھول جانا۔

5۔ نیکی وبھلائی کو جھٹلانا۔

6۔ شیطانی اعمال کو پسند کرنا۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ جو بری مجلس کی زینت بنتے ہیں اور ان کے جسموں سے ایسی لہریں نکلتی ہیں کہ جو نیک لوگوں میں ان کے لیے نفرت پیدا کرتی ہیں۔ تو ایسے ہی بدنصیب لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خلوص نیت سے مال خرچ کرنے والے کو بہترین انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے کیونکہ یہ عمل جہاد بالمال کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے سب سے پہلا فائدہ خود انسان کو یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل سے مال کی محبت کو اعتدال پر لایا جائے۔ کیونکہ مال کی محبت بے شمار گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ "بیشک وہ مال سے شدید محبت کرتا ہے"۔ (سورۃ العدیت:8) پھر آتا ہے۔

"بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں"۔ (سورۃ التغابن:15)

اسی طرح کئی جگہ قرآن وحدیث سے اور عام زندگی کے واقعات سے یہ بات بڑی اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ مال واولاد کی محبت ہی انسان میں فتنہ پیدا کرتی ہے اور اللہ سے دور بھی کرتی ہے۔ اسی کو کنٹرول کرنے کے لیے جہاد بالمال کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک پنتھ دو کاج والی بات ہو جاتی ہے۔ ایک تو فرض پورا ہوتا ہے اور دوسرا اصلاح کردار ہو جاتی ہے۔ اب اس کی تھوڑی وضاحت ہو جائے کہ جہاد بالمال کس کو کہتے ہیں۔ یہ اس خرچ کو کہتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لیے انسانوں کی اصلاح اور دین کی سربلندی کے لیے خرچ کیا جائے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اس راہ میں یعنی اس نیک مقصد کے لیے کس قدر زیادہ مواقع اور راستے زندگی میں موجود ہیں۔ بس جہاں بھی ضرورت دیکھو دل کھول کر خوشی سے اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرو اور ثواب دارین حاصل کرو۔ ہے نا مزے کی بات! جمع کرو گے تو تمہارے بعد یہ تمہارا مال عزیز واقارب کے کام آئے گا اور تمہیں اس چھوڑے ہوئے مال جائیداد پر کچھ ثواب نہ ملے گا۔ ثواب تو صرف اس پر ملے گا جو تم دنیا کی زندگی میں خود اپنے ہاتھ سے راہِ خدا میں خرچ کرو گے۔ اور اصل میں تمہارا مال تو یہی ہے جو تم نے نیک اعمال کے ذریعے اپنے نامۂ اعمال کے ذریعہ آگے بھیج دیا باقی تو سب ورثاء کا مال ہے' جو تمہارے کام ہرگز نہ آئے گا۔ اب خود فیصلہ کریں یہ دنیا کا بینک بیلنس اچھا ہے یا کہ آخرت میں ملنے والے رجسٹر یا بہی کھاتے میں درج کیا گیا مال؟ دعا ہے:۔

"اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

سچ ہے کہ بدی کے اندھیرے صرف علم کی روشنی سے ہی چھٹ سکتے ہیں۔ ہماری کتاب اور اسوہ رسول ﷺ ہمارے لیے بہترین مشعلِ راہ ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہیے۔

خلاصہ سورۃ اللیل

آخر میں ایک پیارے بھائی صداقت کا بھیجا ہوا" مجھے اچھے لگتے ہیں"۔ یہ خوبصورت تحریر مجھے روزنامہ جنگ میں ملی آپ بھی محظوظ ہوں لکھتے ہیں۔" مجھے اچھے لگتے ہیں"۔

"وہ طلبہ جو دل لگا کر محنت کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو دکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

وہ تاجر جو عالمِ انسانیت کی خیر خواہی میں دعا گو رہتے ہیں۔

وہ دوست جو مشکل وقت میں کام آتے ہیں۔

وہ لوگ جو سچی اور حق بات کی طرفداری کرتے ہیں۔

وہ مسلمان جو موت کی تیاری میں رہتے ہیں۔ موت کو نہیں بھولتے۔

وہ والدین جو حلال روزی سے بچے پالتے ہیں۔

وہ لوگ جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ شب و روز عبادت کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو دشمن کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور شیطان سے ہارتے نہیں۔"

القرآن۔ "اور جو پرہیزگار رہے اسے بچالیا جائے گا"۔ (سورۃ الیل:17)

سبق یہی ملتا ہے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کا خوف اور اس کے سامنے پیش ہونے کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ یہی علاج ہے ہماری زندگی کی ہر بیماری کا۔ کیونکہ وقتِ اجل تو مقرر ہو چکا ہے اور یوم حساب بھی مقرر ہو چکا ہے۔ اور جنت و دوزخ بھی تیار ہو چکے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب سمجھ کر زندگی گزاریں۔ کیونکہ صرف زبان سے کہہ دینا ہی کافی نہیں۔

زبان نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

بفضل اللہ سورۃ الیل مکمل ہوگئی۔ الحمدللہ۔

تعارف سورۃ الضحیٰ

یہ سورت مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 93 ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ بھی مکہ کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ یہ خالصتاً نبی پاک ﷺ کی شان میں صرف ان کے لیے نازل ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مصلحتاً وحی کے نزول میں کچھ وقفہ دیا جس پر آپ ﷺ پریشان ہو گئے یہ سوچ کر کہ شاید کوئی غلطی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اللہ میاں ناراض ہو گئے ہیں جس پر آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی۔ یہ تمام وضاحت روایات اور تمام مفسرین کی رائے کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ آیئے سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمتیں اور نبی پاک ﷺ

وَالضُّحٰی ۝۱ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝۳ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝۴
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝۵ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۝۷
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝۸ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ
رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱ ع ۱۸

آفتاب کی روشنی کی قسم۔(1) اور رات کی تاریکی کی جب چھپ جائے۔(2) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے رب نے نہ تو تمہیں چھوڑا اور نہ تم سے ناراض ہوا۔(3) اور آخرت تمہارے لیے پہلی حالت یعنی دنیا سے کہیں بہتر ہے۔(4) اور تمہیں رب العزت عنقریب وہ کچھ دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔(5) بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ بیشک دی ہے۔(6) رستہ سے ناواقف دیکھا تو رستہ دکھایا۔(7) تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔(8) تو تم بھی یتیم پر ظلم نہ کرنا۔(9) اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔(10) اور اپنے رب کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔(11)

تشریح: بڑی خوبصورت سورت پاک ہے۔ اللہ کی رحمتوں برکتوں 'فضیلتوں' لطف وکرم اور قدرت وعظمت کا بیان بڑے خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے۔ اور اس خاص محبت کا ذکر جو اللہ جل شانہ کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بڑے محبت بھرے انداز میں کی گئی ہے۔ وحی کے رک جانے سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے تو حق تعالیٰ نے آفتاب کی روشنی اور رات کے گھپ اندھیرے کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان نہ ہوں جس طرح دن رات کا نظام انسان کے کام اور آرام کا ذریعہ ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے اترنے کا وقفہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعصابی آرام دینے کے لیے دیا گیا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی وجہ سے جو مشقت پڑتی ہے وہ وقفہ وقفہ سے پڑے۔ اور کوئی وجہ نہیں نہ تو اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ وہ جس طرح بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل مہربان رہا ہے آئندہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہوگا اور آخرت کا تو کیا ہی کہنا۔

اصل میں آیت 3 سے 8 تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور آخرت کی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی والد فوت ہو گئے۔ مگر اللہ کی خاص مہربانی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز بے سہارا نہ چھوڑا گیا۔ اللہ کی لوح محفوظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان چن لیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمائشوں سے ضرور گزرنا پڑا مگر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کسی بھی صورت زندگی کے کسی دور میں بھی بے سہارا بے یار ومددگار نہ چھوڑا۔

اسی لیے چھ سال کی عمر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان دادا کی کفالت میں آ گئے 8 سال کی عمر میں جب دادا فوت ہو گئے تو مہربان چچا ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صورت مدد کی اور باپ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظ اور مہربانی میں رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اتنے امیر نہ تھے تو اس کا بندوبست امیر ترین عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے ذریعہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے دست نگر نہ تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محنت سے تجارت کرتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیکی کا راستہ دکھایا اور اس کام پر فائز کیا کہ پوری دنیا کو راستہ دکھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعلمین اور نبی آخر الزمان کا بہترین رتبہ عطا کیا۔ اور بہترین مدد سے انتہائی کامیابیاں عطا

کیں۔ایسی کامیابی کہ جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ صرف 23 سال کی مدت میں عرب سے اتنا زبردست انقلاب اٹھا جو دیکھتے ہی دیکھتے عرب کے جنوب سے لے کر شمال میں سلطنت روم کی شامی اور فارس کی عراقی سرحدوں تک' مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحیرہ احمر تک آپ ﷺ کے زیر قیادت آ گئی۔

عرب خلافِ معمول پہلی دفعہ ایک ایسے قانون اور مضبوط طاقت کا نمونہ بن گئے کہ کوئی ان کو مسخر نہ کر سکتا تھا۔

آپ ﷺ کی تعلیمات آپ ﷺ کا دیا گیا دین اور آپ ﷺ خود اتنے مکمل اور جامع حیثیت رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی نہ کتاب کی اور نہ ہی دین کی ضرورت رہی ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مسلسل وقفہ وقفہ سے نبی آتے رہے آسمانی کتابیں آتی رہیں کیونکہ انسان کو ہر دور میں ہدایت کے لیے رسول ﷺ اور کتاب ہدایت کی ضرورت پڑتی رہی مگر آپ ﷺ انسان کامل آپ ﷺ کی کتاب' دین اور شریعت اس قدر کامل اور بہترین ہیں کہ اب قیامت تک مزید کسی رسول کتاب یا دین کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھر بھی سورت کے آخر میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چند اخلاقی ہدایات دی ہیں جو ہم سب کے لیے ہیں فرمایا۔ "یتیم پر سختی نہ کرو' سائل کو جھڑکو نہیں اور اپنے رب کی عظمت کا اظہار کرو۔ (9-10-11 سورۃ الضحیٰ)

آپ ﷺ تو ویسے مجسم اخلاق' متقی' ہادی برحق رحمت للعلمین ہیں پھر بھی آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وحی کے درمیان جو وقفہ آ گیا ہے وہ آپ کی سہولت کے لیے ہے تا کہ آپ کو وحی کے نزول کی شدت برداشت کرنے کی عادت ہو جائے اور آپ ﷺ پر بوجھ نہ پڑے یہ سلسلہ کسی ناراضگی کی وجہ سے منقطع نہیں کیا گیا آپ ﷺ تو اپنے رب کے محبوب ہیں۔ یہ اللہ کی خاص عنایات میں سے ایک عنایت ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات وحی الٰہی کے مطابق ہیں اسی لیے اللہ نے فرمایا "جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ (سورۃ النساء:80)

اللہ کا کلام اور آپ ﷺ کا اسوہ انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ اسی لیے آپ رہبر انسانیت 'رحمت للعالمین کہلاتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے

علامہ حالی

سورۃ الضحیٰ کا خلاصہ

کہ آپ ﷺ پوری دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کا علم وحی یعنی یقینی علم ہے جس میں ہرگز کسی شک و شبہ کا امکان نہیں اسی طرح آپ ﷺ کا کوئی قول' عمل اور تقریر بھی شک وشبہ کا حامل نہیں۔ بلکہ پوری انسانیت کے لیے اللہ نے آپ ﷺ کو سیرت کو نمونہ کامل قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

"بیشک رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لیے کامل نمونہ موجود ہے"۔ پھر سورۃ انفال میں فرمایا۔
"اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو"۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے۔ "اور اپنے رب کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا"۔ (سورۃ الضحیٰ آیت 11) کیونکہ اصل میں اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ "وہی عزت دینے والا ہے اور وہی ذلت دینے والا ہے"۔ "اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔ (آیۃ الکرسی) رسول ﷺ کی دعا کے ساتھ ہم اس کو ختم کرتے ہیں۔
"اے میرے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچادے اور خوبی کے ساتھ نکال لے اور مجھے اپنی طرف سے ایسا غلبہ عطا کر جس کے ساتھ نصرت ہو"۔ (بنی اسرائیل: 80)۔ الحمدللہ کہ سورۃ الضحیٰ مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ الم نشرح

یہ سورہ مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 94 ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ مضمون کے لحاظ سے سورہ الضحیٰ سے بہت ملتی جلتی ہے اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی، خوشخبری دی گئی اور نصیحت کی گئی۔ ان مضامین کی وضاحت یوں کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

نبی ﷺ کے لیے دنیا میں انعامات کی خوشخبری

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ﴿٨﴾ ع

(اے نبی ﷺ!) کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ (بیشک کھول دیا ہے)۔ (1) اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا۔ (2) جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ (3) اور تمہارا ذکر بلند کیا۔ (4) البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (5) اور بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (6) تو جب فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔ (7) اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ (8)

تشریح: بڑی ہی خوبصورت اور جامع سورت ہے اس میں بہت سے حقائق زندگی انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو اللہ کی نعمتوں، برکتوں، فضل و کرم اور مہربانیوں کا ذکر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ اور ان میں کوئی تخصیص نہیں۔ سب کو برابر عطا کرتا ہے مگر یہاں خاص طور سے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے خاص طور سے ان پر مہربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ پچھلی سورت میں بھی کیا گیا تھا۔ یہ احسان جتانے کے طور پر نہیں

بلکہ تسلی دینے کے لیے ہمت بڑھانے کے لیے کہا گیا ہے تاکہ آپ ﷺ انسان ہونے کے ناطے گھبراہٹ' پریشانی اور مشکلات سے دل برداشتہ نہ ہو جائیں۔ سب سے پہلے تو سینہ کھول دینے کا ذکر کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ دل سے تمام وسوسے' خلجان' شکوک وشبہات اور بے یقینی پوری طرح دور کر دی گئی۔ اور نور الٰہی کی ایسی روشنی نے دل کو منور کر دیا کہ وہ اللہ کے سچے اور پکے فرمانبردار بندے بن گئے اور وہ یقین وایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے ان کے اندر وہ تمام خوبیاں پیدا ہو گئیں جن کا حکم اللہ نے دیا ہے' یعنی توحید ورسالت پر یقین اور پھر عقائد واحکامات الٰہی پر عمل یعنی بہترین اخلاق' تمدن' تہذیب' معاشرت' عبادات اور اللہ کی بندگی۔ یہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دیتے ہیں۔ شرح صدر کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ پیغمبر بھی کرتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی۔ "میرے رب میرا سینہ میرے لیے کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے"۔ (سورۃ طٰہٰ :25-26)

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارا سینہ کھول دیا ہے۔ یعنی نور ایمانی سے پوری طرح منور کر دیا ہے اور اب آپ ﷺ کے اندر اللہ کی مدد کا ایسا چراغ روشن ہو گیا ہے جو کفر وشرک اور اس وقت کی پھیلی ہوئی تمام برائیوں کو دور کرنے اور لوگوں کے ساتھ نمٹنے کی جرات اور ہمت پیدا کر دیگا۔ اور آپ ﷺ کے اندر حوصلہ' ہمت اور جرات پیدا کر دی گئی ہے کہ اب آپ ﷺ منصب نبوت کی مشکل ترین ذمہ داریوں کو بڑی آسانی سے پورا کر سکیں گے ہرگز نہ گھبرائیں۔ کیونکہ ہر پریشانی کے بعد راحت ضرور ملتی ہے یہ نظام قدرت ہے اور آپ ﷺ کے لیے تو اس قدر بڑی خوشیوں اور درجات کا اہتمام کیا جا چکا ہے کہ جب آپ ﷺ کو معلوم ہو گا تو آپ پر سے ہر قسم کا بوجھ اور پریشانی دور ہو جائے گی۔ اور اپنے اردگرد کفر وشرک اور بدکاری و بے حیائی کی وجہ سے جو آپ ﷺ پریشان رہتے ہیں یہ سب پریشانی اور بوجھ یکسر دور کر دیا جائے گا۔ آپ ﷺ خوش ہو جائیں' مطمئن ہو جائیں کہ آپ ﷺ نے جس پر بھروسہ کیا ہے' جس کو مددگار سمجھا ہے' جس کے نام کے لیے اپنی بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں اور جس کا سہارا آپ ﷺ نے لیا ہے وہ بڑا کارساز ہے۔ مہربان ہے' محسن ہے اور سب سے بڑی طاقت کا مالک ہے۔ اس کے لیے کوئی کام ہرگز مشکل نہیں۔ یہ جو دنیا اور اس کے رہنے والے' نیکی و بدی اور کارخانۂ حیات بنایا ہے تو یہ سب اس کے پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔ اس کے پروگرام میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ آپ ﷺ کو ان تمام مشقتوں کا اتنا بڑا انعام اس دنیا میں دینے والا ہے کہ جس کا آپ گمان بھی نہیں کر سکتے۔ اور وہ خوشخبری یوں بیان کی "۔ اور تمہارا ذکر بلند کیا"۔ (آیت 4)

یہ اس وقت کی بات ہے جب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک شخص اور پھر ایک چھوٹی سی کمزور جماعت اس قدر کامیابی سے ہمکنار ہو جائے گی کہ اس کا بول بالا پوری دنیا میں ہونے لگے گا۔

1۔سب سے پہلے یہ کام تو خود کافروں سے اللہ نے کروادیا وہ اس طرح کہ حج کے موقعہ پر (جو کہ اس وقت کفار کے طریقوں سے کیا جاتا تھا) جب دور دراز سے قبیلے جمع ہوئے تو کفار مکہ نے ان کو حضور ﷺ سے تنفر کرنے کے لیے سب کو آپ ﷺ سے دور رہنے کی ترغیب دی۔ اور یوں آپ ﷺ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ لوگوں میں شوق پیدا ہو گیا آپ ﷺ کو دیکھنے کا۔ اسی کڑی کا دوسرا مرحلہ آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے ہوا۔ کہ اس چھوٹی سی اسلامی ریاست نے اپنے بہترین خدوخال سے دور دور اپنے بہترین اثرات مرتب کرنے شروع کر دیئے اور یوں 10 سال کے اندر یہ ہوا کہ پورے عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا اور وہاں بھی کلمہ کی صدا بلند ہونے لگی جہاں سے آپ ﷺ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہے نا! اللہ کی مہربانی اور مدد کی برکات۔ اس کے بعد تو پھر ہمارے سامنے ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں اذان میں اللہ کے نام کے ساتھ اور کلمہ میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام نہ لیا جاتا ہو۔ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات قرآن وسنت کی شکل میں ہر جگہ موجود ہیں۔ اور یہ تعلیمات اس قدر بہترین اور قابلِ ستائش اور عملی زندگی میں آسان ہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ القرآن۔ "بیشک یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو بہت ہی سیدھی ہے"۔ (بنی اسرائیل:9) مطلب یہ ہے کہ قرآن کا پڑھنا باعثِ ثواب' سمجھنا باعث ہدایت اور اس پر عمل کرنا باعثِ نجات ہے۔

اب ہم قرآن کی اس خوشخبری کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اس سورہ مبارکہ کی آیت 4 میں دی گئی ہے۔ "اور تمہارا ذکر بلند کیا"۔ کلمہ طیبہ' کلمہ شہادت اور اذان میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام اللہ نے رکھ دیا اور یہ ثبوت ہے قرآن کی سچائی اللہ کی قدرت' عظمت اور وحدانیت کا اور پھر رسول ﷺ کے رسولِ ﷺ خدا ہونے کا۔ اور آخر میں عبادتِ الٰہی کی تاکید کر دی گئی ہے۔ کہ ہر صورت' ہر لمحہ اور ہر حالت میں اللہ کو یاد کرنا اس کا شکر ادا کرنا اور اس سے مدد مانگتے رہنا ضروری ہے کیونکہ اسی سے روحانی بلندی' مستقل مزاجی' ہمت' جرات اور بہادری کے جواہر انسان میں پیدا ہوتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ خلاصہ یہی ہے کہ برتر و بالا تو اللہ کی ذات ہی ہے۔ انسانی پستی' بلندی اور کامیابی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ہر حال میں اس کے سامنے جھکنا اور اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے' لازمی ہے اور فرض بھی ہے۔ کیونکہ وہی الٰہ العٰلمین' اللہ الصمد' نہ اس کو کسی نے پیدا کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا' بس وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

"لا الٰہ الا اللہ"۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں "محمد الرسول اللہ' اور محمد رسول ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

مہ و ستارہ ہیں تجھ سے یہ کہکشاں تجھ سے
بہار تجھ سے ہر اک صبح گلستان تجھ سے

عبادات اور مذہبی عقائد کو غور سے دیکھا جائے تو یہ انسان کو ذہنی مرکزیت کی طرف لے جاتے ہیں اور یہ مرکزیت ایک خاص نکتہ پر قائم ہے اور وہ ہے اللہ باری تعالیٰ جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اسی حقیقت کو پانے کے لیے اعمال اور

ارکان کا نظام ترتیب دیا گیا ہے جو ظاہری و باطنی طور پر انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم نماز پڑھو تو یہ تصور کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھ رہے تو خیال کرو کہ اللہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ یہی وہ مشق ہے جو انسان کو ظاہری و باطنی غلاظتوں سے پاک کر کے روحانی سربلندی' طہارت اور عرفانِ الٰہی عطا کرتی ہے۔ جیسے جسم کو کپڑوں کو ہمیشہ صفائی کی ضرورت رہتی ہے اسی طرح روح کو بھی صفائی' طہارت اور تازگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہی ضروریات کے تحت عبادات کا نظام مرتب کیا گیا ہے۔ یہ نہ صرف صحت وصفائی کا ہی ذریعہ ہے بلکہ اللہ کی قربت کا احساس ہوتا ہے جو نفس کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ خوفِ خدا اور نورِ ایمان سے روح کو پاکیزہ اور بلندی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اور یہی احساس انسان کو جسمانی اور روحانی بیماریوں سے پاک صاف کر کے صحت مند اور کامیاب انسان بناتا ہے۔

یہ عمل اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانِ کامل آخری رسول ﷺ کو حکم دیا ہے۔ حالانکہ وہ تو خود ہی برگزیدہ' مردِ کامل اور بندہٗ خدا ہونے کا نمونہ تھے کہ ان کی صحبت میں جو لوگ رہتے تھے وہ علم وعرفان' روحانی پاکیزگی' تفکر وتدبر اور تقویٰ کا پیکر بن جاتے تھے۔ اتنی بابرکت اور متقی شخصیت کو اللہ نے یہی حکم دیا کہ "جب فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جایا کرو"۔ (آیات 7-8)

اللہ ہمیں سب کو آخر وقت تک نورِ ایمان سے منور رکھے اور ایمان کی سلامتی کے لیے عبادات کی توفیق دے آمین۔

بفضلِ خدا سورۃ الم نشرح ختم ہوگئی الحمد للہ

تعارف سورۃ التین

یہ سورت 95 ویں نمبر پر آتی ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے۔ یہ بھی مکی سورت ہے۔ اس میں چار بہترین چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ یہ یقین دلاتے ہیں کہ یوم الحساب ضرور آئے گا۔ کیا یہ ماننے کی بات ہے کہ ایک ایسی تخلیق جو دنیا کی بہترین تخلیق ہے اور جس کے لیے کائنات بنادی گئی تو اس کی تخلیق کا نہ کوئی مقصد ہو اور نہ انصاف؟ اس کا انصاف کرنا ضروری ہے کہ کس نے اللہ کی تابعداری کی اور کس نے نافرمانی؟ اسی کے لیے یوم الحساب مقرر کیا گیا ہے۔ تفصیلات پڑھتے ہیں۔

یوم الحساب کیوں ضروری ہے؟

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ
اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿٥﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ
غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾ ع

انجیر کی قسم اور زیتون کی ۔(1) اور طور سینین کی ۔(2) اور اس امن والے شہر کی ۔(3) کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے ۔(4) پھر رفتہ رفتہ اس کی حالت کو بدل کر پست سے پست کر دیا ۔(5) مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے ۔(6) تو اے آدم زاد! پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ ۔(7) کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ ۔(8)

تشریح: یہ سورت انسان کی روحانی مادی زندگی سے تعلق رکھنے والے بہت بڑے رازوں کو بیان کرتی ہے۔ مثلاً انسان کا احسن تقویم ہونا یعنی شکل وصورت' بناوٹ اور کردار اور منصب میں تمام قسم کی مخلوقات سے بہترین ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا اسی مقصد کے تحت اس کا حساب کتاب لے کر سزا و جزا ملنا ضروری ہے۔ اس بات کو اور بھی پکا کرنے کے لیے اللہ رب العٰلمین چار مشہور اور خاص صفات رکھنے والی چیزوں کی قسم کھاتے ہیں۔ وہ چار چیزیں بھی اپنی خصوصیات کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتی ہیں اور اسی وجہ سے ان کو منتخب کیا گیا ہے۔

پہلی چیز ہے انجیر:- اس کی بناوٹ حیران کن حد تک انسان سے مشابہت رکھتی ہے۔ انجیر اور زیتون کے بیجوں کا سائز تقریباً وہی ہے جو مردانہ سپرم کے خلیے کی مادہ عورت کے تخم سے ہے۔ اس کی قوت بخش غذائیت بنیادی خوراک کا ذریعہ ہے۔ انجیر کی بناوٹ میں انسانی حیات کے دو بنیادی سیال مادے' دودھ اور خون سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اور یہ انسان کے لیے انتہائی مفید اور صحت بخش غذا ہے۔

دوسری چیز ہے زیتون:- یہ صرف انسانوں کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ جانور اسے نہیں کھاتے اور یہ انسان کے لیے انتہائی کارآمد اور قوت بخش غذا ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ یہ انسانی دماغ' دل اور جنسی خلیوں کو مضبوط کرنے میں بہت بڑا حصہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں بہترین مفید کیمیائی اجزا پائے جاتے ہیں۔

تیسری چیز ہے طور سینین:- یہ وہ سرسبز اور مبارک علاقے ہیں جن کا تعلق شام اور فلسطین سے ہے۔ انتہائی صحت افزا مقامات ہیں۔ انہیں علاقوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور یوں اس مقدس علاقے کی قسم کھائی گئی۔

چوتھی چیز ہے شہر امن:- یعنی شہر مکہ یہ دنیا کا مقدس ترین شہر ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی یہاں چار مہینے امن کے مقرر تھے۔ اس شہر کے امن کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی "اے میرے رب اس کو پرُامن شہر بنا"۔ (بقرہ:126) کون نہیں جانتا کہ شہرِ مکہ ہی ہے جو مسلمانوں کے لیے مرکز کا نشان ہے۔ دنیا بھر سے مسلمان حج کے فرض کو پورا کرنے کے لیے اسی شہر مکہ کا رخ کرتے ہیں جہاں خانہ کعبہ موجود ہے۔ اور جہاں انسان حیوان بلکہ نباتات کو بھی تلف کرنا منع ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ یہ چاروں چیزیں انسان کی طرح اپنے اپنے حلقہ میں اعلیٰ مقام رکھتی ہیں اور اس اعلیٰ تخلیق یعنی جو احسن تقویم

ہے یعنی "انسان" سے قریبی مماثلت رکھتی ہیں۔ اسی لیے ان کی قسم رب العزت نے کھائی ہے۔ اب ذرا "احسن تقویم" انسان کی بات ہو جائے۔

انسان اللہ تعالیٰ کا بہترین شاہکار ہے کیونکہ انسان کو اس نے اپنے نائب کا درجہ دیا اور مسجود ملائک بنایا لہذا اس کا جسمانی و روحانی دونوں طرح سے مکمل ترین اور خوبصورت ترین ہونا ضروری ہے۔ انسانی جسم میں تمام حیاتیاتی عناصر موجود ہیں۔ انسانی جسم کا ہر حصہ حیرت انگیز بناوٹ کا مظہر ہے۔ مثلاً "دماغ" اپنی ساخت' حجم اور کام کے لحاظ سے بہترین ذخیرہ یا سٹور کہلاتا ہے۔ "جگر" کا خلیہ ایسے کیمیکل بناتا ہے جو ہر قسم کے زہر کی کیمیائی ساخت کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اسی طرح سفید خلیے یہ ہر اس نقصان دہ خلیے کو معلوم کر لیتے ہیں جو انسان کے لیے نقصان دہ ہو اور یہ بہترین پہرے دار ان اجنبی خلیوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جنسی ریکارڈ' یہ انتہائی پیچیدہ کارڈ ہے جو سپرم کے اندر ہ انسان کے چہرے کی تصویر' تقدیر' جنس' فنگر پرنٹس تک پہلے ہی سے کوڈ (درج) کر دیئے جاتے ہیں۔

D.N.A جینی رازوں کو انتہائی کمال سے ایک نقطے کے دس لاکھویں حصہ میں درج کر دیا جاتا ہے۔ یہ مالیکیول کی حیرت انگیز تخلیق ہے۔ غرض انسان کے جسم کا ہر حصہ آنکھ' کان' ناک' ہاتھ' پیر' دل و دماغ غرض ہر چیز انتہائی عجیب وغریب اور بہترین تخلیق کا نمونہ ہے۔ کس قدر خوبصورتی اور احتیاط سے بنایا گیا ہے۔ پھر انسان کو عقل دی ارادہ دیا اور سمجھانے کے لیے قرآن نازل کیا اور تشریح کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث کیا۔

پھر بھی کچھ نافرمان لوگ راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور یوں خود کو انسانیت کے بہترین درجے سے نیچے گرا کر انتہائی گہرائیوں میں گرا دیتے ہیں مگر جو عقل و ارادہ کو ٹھیک سمت میں رکھ کر اللہ کے فرمانبردار نیک بندے ہوتے ہیں اور بلندیوں تک پہنچ کر سرخرو ہوتے ہیں۔ تو یہ انصاف کس طرح ہو سکتا ہے کہ اگر اچھے برے ایک ہی انجام کو پہنچ جائیں۔ یہ اللہ کی حکمت اور انصاف کے بالکل خلاف ہے اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تو اے آدم زاد! پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے"۔ (آیات 7-8)

خلاصہ سورۃ التین

ہمیں زندگی گزارتے ہوئے اپنے انجام پر نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہمارے چاروں طرف بے شمار مسائل' خواہشات اور آزمائشیں ہیں ان سب سے بہترین طریقہ سے نمٹ کر بہترین راستہ اور مقام حاصل کرنا ہی ہمیں زیب دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "موت مومن کو تحفے کے طور پر پیش کی جاتی ہے"۔ اور وہ اس کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست
علامہ اقبال رحمہ اللہ

بفضل اللہ سورۃ التین مکمل ہوئی۔ الحمد للہ

تعارف سورۃ العلق

یہ سورہ مبارکہ 96 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں 19 آیات اور ایک رکوع ہے۔ دراصل یہ اس ابتدائی زمانہ میں مکہ میں نازل ہوئی جب نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بننے والے ہیں اور نہ ہی اللہ کی طرف سے وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ نبی کے رتبہ کے لیے اللہ کی طرف سے تیار کئے جا رہے تھے۔ اس لیے بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطانی غلبہ سے محفوظ و مامون رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر تمام لوگ چھوٹے' بڑے عورتیں مرد کفار و مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک فطرت' نیک کردار اور بہترین پاکیزہ اخلاق سے پوری طرح واقف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی گرے ہوئے ماحول میں پیدا ہوئے بڑھے مگر اس ماحول کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرگز ذرا بھی اثر نہ ہوا تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شراب نہ پی تھی' جوا نہ کھیلا تھا' جھوٹ نہ بولا تھا اور بتوں کی پوجا نہ کی تھی۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے دلی طور پر نفرت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام برائیوں کے خلاف کسی سچائی کی جستجو تھی۔ اسی جستجو میں آپ تمام لوگوں سے دور غار حرا میں چلے جاتے تھے۔ کھانے پینے کا کچھ سامان ساتھ لے جاتے اور وہاں غور و فکر میں ڈوبے رہتے کیونکہ جو کچھ وہ ارد گرد ہوتے دیکھ رہے تھے وہ ان کو جھوٹ غلط اور بے بنیاد دکھائی دیتا تھا۔ اور سچ کی تلاش میں وہ دن رات مصروف رہتے۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پروگرام کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و دماغ اور روح کو بتوں کی نجاست سے اچھی طرح پاک صاف رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قابل بنایا کہ اللہ کو پہچان سکیں اس کا پیغام حاصل کر سکیں اور دنیا کو اس پیغام الٰہی سے روشناس کروا سکیں۔ تو اس پیغام رسانی کے لیے وحی کا طریقہ ہی مستند و محترم چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا اسی وحی کا ابتدائی سلسلہ اسی سورہ کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا۔ ہوا یوں کہ آپ غارِ حرا میں تنہا غور و فکر کی دنیا میں ڈوبے ہوئے بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کے حکم سے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا "پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کو بنانے والا ہے"۔(1)

بے شمار مستند احادیث' روایات اور مستند تفاسیر میں اس واقعہ کو اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "میں تو پڑھ نہیں سکتا"۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر زور سے دبایا۔ اتنے زور سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھک

گئے۔تو چھوڑ دیا پھر کہا۔" پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کو بنانے والا ہے"۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر زور سے دبایا۔یہ عمل تین مرتبہ کیا اور پھر آیت پانچ تک انہوں نے پڑھا۔فرشتہ جبرائیل علیہ السلام چلے گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اچانک واقعہ سے انتہائی خوف زدہ ہو گئے۔کیونکہ اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول بنائے جائیں گے۔لہٰذا خوف وہراس میں کانپتے ہوئے گھر آئے۔

سیدنا خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور آرام پہنچایا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکون میں ہو گئے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیز ورقہ بن نوفل جو کہ بوڑھے نابینا تھے اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے۔ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئیں تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی آسمانی کتاب میں پڑھ رکھا تھا اس لیے وہ پورا واقعہ سننے کے بعد بولے۔" کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کیا ہے"۔اور خواہش کی کہ کاش وہ اس وقت تک زندہ رہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دے گی۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت سے پوچھا۔" کیا میری قوم مجھے نکال دے گی"؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں جو شخص ایسی چیز لاتا ہے جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں تو لوگ اس کے اسی حد تک دشمن ہو جاتے ہیں"۔

بہرحال اس سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بننے کا واقعہ بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔سورت بڑی ہی دلچسپ اور علم و عرفان کے خزانے سے بھرپور ہے۔آیئے پڑھتے ہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور پہلی وحی

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝٥

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔(1) جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔(جمے ہوئے خون)۔(2) پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔(3) جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔(4) اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا"۔(5)

تشریح: ان آیات میں پانچ بڑے زبردست حقائق بڑی مختصر آیات میں سمجھائے گئے ہیں۔

1۔ نبوت ملنے کا آغاز اور اللہ کا پیغام

2۔ اللہ کی عظمت اور قادرِ مطلق ہونے کا ثبوت۔

3۔ انسان کی تخلیق کا ابتدائی راز اور اس کی حقیقت کا بیان۔

4۔ رب العزت کی صفات میں سے ایک بڑی صفت اکرام کا ذکر یعنی مہربانی اور حد سے زیادہ رحم کا بیان۔ کہ اس نے انسان کو علم وعرفان سے مالا مال کیا یعنی عقل وفہم اور علم وارادہ دیا۔

5۔ اور انسان کو اتنی عظمت دی کہ اس کو فرشتوں سے زیادہ علم اور فرشتوں سے بڑا درجہ دیا۔

اوران آیات کے نازل ہونے کا انداز اور واقعہ بڑی تفصیل سے بتایا جا چکا ہے سورت کے تعارف میں۔

یہاں ہم وحی الٰہی جو سب سے پہلی نازل ہوئی اس کے بارے میں بات چیت کریں گے۔ اسلام میں ناخواندگی کا کوئی تصور نہیں۔ سب سے پہلا حکم ہی پڑھنے کا دیا گیا ہے۔ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا پہلا ثبوت ہی یہ ہے کہ اس کو فرشتوں سے زیادہ علم دیا گیا اور اس کے علم کی وجہ سے ہی فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا گیا۔ اور یہ تمام واقعہ سورۃ بقرہ میں بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے۔ (آیات 30 تا 35)

سب سے پہلی وحی الٰہی میں پہلا لفظ ہی پڑھنے کا ہے جو علم کے حصول کی تاکید کرتا ہے۔ دنیا میں انسان کے نائب اللہ ہونے کی شرط بھی یہی تھی کہ وہ علم وعرفان رکھتا تھا۔ اور علمی طور پر علم کی اہمیت یوں بتائی کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ ہی سب سے پہلی درس گاہ "صفہ" کے نام سے بنادی اور آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے لیے علم کا حصول فرض قرار دیا۔ کیونکہ علم ہی انسانی زندگی کو سنوار سکتا ہے۔ دنیا و دین کی زندگی اور فلاح کا دارومدار علم پر ہی ہے۔ "علم ایک ایسا پھول ہے جو جتنا زیادہ کھلتا ہے اتنی ہی خوشبو دیتا ہے"۔

غرض علم اتنا وسیع وعریض خزانہ ہے کہ جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ مختصراً غرض ہے کہ مسلمانوں کی ترقی وکامیابی کی ایک بڑی وجہ ہر قسم کی تعلیمات سے لگاؤ ہی تھا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں ہمیشہ تعلیم کو بہت اہمیت دی۔ ہر مسجد میں تعلیم کا بندوبست ضرور ہوتا تھا جہاں بچوں کو دینی ودنیوی تعلیمات دی جاتی تھیں اسی طرح بعض مساجد میں اعلیٰ تعلیم کا بھی بندوبست تھا۔ پھر آہستہ آہستہ مساجد کے علاوہ پورے عالمِ اسلام میں مدارس 'اعلیٰ مدارس اور جامعات کا جال بچھا دیا گیا جہاں پر غیر مسلم بھی علم حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ اسلام میں شرح خواندگی بہت زیادہ تھی۔ ایک غیر مسلم مورخ ڈوزی لکھتا ہے۔

"سپین کے تقریباً ہر آدمی کو لکھنا پڑھنا آتا تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب مسیحی یورپ بس ہم کے مبادیات ہی جانتا تھا اور یہ مبادیات بھی بڑی حد تک گنتی کے اراکین کلیسا جانتے تھے"۔

مطالعۂ کتب سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے تمام علوم کی بنیاد علم قرآن پر ہی ہے۔ مسلمان علماء' فقہاء' کیمیادان' محقق' اور ماہرین علوم نے تحقیقات سے بے شمار حقائق وضع کئے۔

اسلام کی ان دریافتوں کو یورپ نے اپنا کر خوب ترقی کر لی۔ بہر حال سائنس دانوں کی تحقیقات میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے جب کہ وحی الٰہی کے ذریعے آنے والا علم جو قرآن اور حدیث میں دیا گیا ہے اس میں کوئی ردو بدل نہیں ہوا اور نہ ہو سکے گا۔ مثال کے طور پر انسان کی پیدائش کے تمام مراحل قرآن پاک میں صاف طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے متعلقہ کئی آیات موجود ہیں جن میں سے ایک میں ابتدائی مرحلے کی نشاندہی کی گئی ہے کہ "جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا"۔ (2 آیت)

اس موضوع پر بڑی تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وحی الٰہی ہی انسانی علوم وفنون کی بنیاد ہے۔ اور یہ ہی انسان پر اللہ کا سب سے بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنی مہربانی سے انسان کو علم وحکمت سے روشناس کیا اور یوں وہ تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا گیا۔ اگلی آیت میں انسان کی نااہلی کو بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

انسان کی سرکشی اور اس کا انجام

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۙ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ
يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۙ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۙ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ
كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۙ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴿۱۹﴾ ع

مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ (6) جب کہ خود کو غنی دیکھتا ہے۔ (7) کچھ شک نہیں کہ اس کو تمہارے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (8) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (9) یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے۔ (10) بھلا دیکھو تو اگر یہ راہ راست پر ہو۔ (11) یا پرہیز گاری کا حکم کرے تو۔ (منع کرنا کیسا)۔ (12) اور دیکھ تو نے اگر جھٹلایا اور منہ موڑا۔ (13) کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھتا ہے۔ (دیکھ رہا ہے)۔ (14) دیکھو اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ (15) یعنی اس جھوٹے خطا کار کی پیشانی کے بال۔ (16) تو وہ اپنے دوستوں کو بلا لے۔ (17) ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ (18) دیکھو اس کا کہنا نہ ماننا اور سجدہ کرنا اور قرب الٰہی حاصل کر لو۔ (19)

تشریح: ان آیات میں انسان کی غلط سوچ عمل اور خراب انجام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جو بھی ماحول ہو زمانہ ہو یا دنیا کا کوئی بھی علاقہ ہو وہاں یعنی ہمیشہ انسان کا یہی رویہ رہا ہے کہ کچھ تو اللہ کو اس کی

رحمتوں سے پہچان کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس کا بہترین طریقہ ہے اللہ کے حضور سجدہ کرنا اور کچھ ایسے خبیث فطرت' ہٹ دھرم' خود پسند اور نافرمان بے وقوف ہوتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ خود ہی اللہ سے لا پرواہ اور نافرمان ہو جاتے ہیں بلکہ جو ان کے سامنے اللہ کی بات کرتے ہیں یا سجدہ کرتے ہیں وہ ان کو بھی برا بھلا کہتے ہیں ڈراوے دیتے ہیں اور دھونس جماتے ہیں۔ جیسا کہ روایت سے معلوم ہوا کہ ان آیات کا شانِ نزول ہی وہ واقعہ ہے جو ابو جہل کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا۔

مفسرین مستند روایات کی روشنی میں اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ہوا یوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تو ابو جہل برا بھلا کہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا۔ جیسا کہ فی زمانہ بھی کسی نومسلم کو ستایا جاتا ہے ابو جہل اپنی حمایتی جماعت کا رعب دیتا تو رب العزت نے فرمایا کہ اگر یہ شخص ۔(یا تمام برے لوگ) ایسی گستاخیوں سے باز نہ آئے تو ہم اس کو گھسیٹ کر جہنم میں داخل کریں گے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں بھی اس کو یہ سزا ملی کیونکہ جب بدر کی لڑائی میں وہ مارا گیا تو گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے لیے فرماتا ہے۔'' کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھتا ہے۔(آیت 14)

آیات 14 سے 18 تک ایسے نافرمان' بے وقوف اور ناعاقبت اندیش لوگوں کے برے انجام کا خوفناک انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر پیارے نبی اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کبھی کسی صورت بھی باطل اور گمراہی کے راستے پر ہرگز نہ چلنا کیونکہ تم لوگ اس حی القیوم' قادر مطلق خالق کون ومکان کے بندے ہو جس کا کوئی ثانی نہیں اور جو اس کی راہ اختیار کرے اس کی مدد اور اس کی حفاظت میں رہے اس کو ہرگز کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بے خوف وخطر پورے یقین اور اعتماد سے اس کی راہ میں چلتے چلو۔

نماز پڑھو اس سے مدد طلب کرو۔ اس سے بڑا نہ کوئی مددگار ہے نہ حافظ و ناصر ہے۔ اسی لیے انسان پوری دنیا سے بلکہ خود اپنے آپ سے بھی بے نیاز ہو کر صرف اللہ کے لیے اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ سجدہ انسان کی نفی کر دیتا ہے اور اس کے اندر وہ بندگی پیدا کر دیتا ہے جو اس کو صرف اللہ سے ڈرنے والا' کفر اور کسی بھی طاقت سے بے خوف بنا دیتا ہے ایسا شخص قوت وکردار میں انتہائی مضبوط' پاکیزگی' خیال کا مجسمہ' روحانی بلندیوں میں لاجواب اور مضبوط بندۂ خدا بن جاتا ہے۔ اس کے اندر اللہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس قدر بھر جاتی ہے کہ اس کو ہر جگہ اللہ ہی اللہ دکھائی دینے لگتا ہے اور پھر بے اختیار اس کے سامنے جبین نیاز ٹیک دیتا ہے اس ذکر وفکر سے وہ اللہ کے حضور بلند مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ یہ طاقت انبیا' اولیاء کو بھی حسب مراتب ملتی رہتی ہے اور عام انسان بھی اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کا کچھ تھوڑا بہت حصہ حسب عبادت وریاضت حاصل کر لیتا ہے۔

نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
ازل اس کے پیچھے' ابد سامنے

اللہ جو تمام عظمتوں' برکتوں اور طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس سے حصہ لینے کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ اللہ سے خود کو مربوط کر لیں اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ تو اس مقصد میں کامیابی کا ذریعہ صرف عبادت و ریاضت ہے اور اس میں اول ترین طریقہ سجدہ ہے۔ ایسا سجدہ جو اس کو مردِ کامل 'مقبولِ الٰہی اور آہنی بندہ بنا دے اور وہ اقبال کا ایسا بندۂ آہن بن جائے۔

دو نیم اس کی ٹھوکر سے صحرا' و دریا
سمٹ کر پہاڑ اس کی ہیبت سے رائی

خلاصہ سورۃ العلق

اس سورۂ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی کے نازل ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد ابو جہل کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جب وحی کے نزول کے بعد نبی پاک ﷺ نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نماز ادا کی تو ابو جہل نے آپ ﷺ کو روکنا چاہا تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور مداخلت سے ایسا نہ کر سکا اللہ تعالیٰ حکم صادر فرماتے ہیں کہ تم میرے حکم کی تعمیل میں سجدہ ریز رہو اگر وہ تمہیں روکنے کے لیے اپنے حامیوں کی ایک جماعت بھی بلا لے گا تو ہم آپ ﷺ کی مدد کو فرشتے بھیج دیں گے جو ان کو آپ ﷺ سے دور رکھیں گے آپ ﷺ بے ہو کر نماز ادا کریں اس سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

اور جو سجدہ سے منہ موڑ دے تو پھر اس کو جہنم کے گڑھے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ اللہ کا یہی فرمان ہے۔

الحمدللہ کہ سورت العلق مکمل ہوگئی

تعارف سورۃ القدر

یہ سورت مبارکہ 97 ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں یہ بھی قیام مکہ میں ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں لیلۃ القدر کی فضیلت' اہمیت اور عظمت کا ذکر کیا گیا ہے آیئے تفصیلات سورت مبارکہ میں پڑھتے ہیں۔

لیلۃ القدر ہزار راتوں سے بہتر ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥ ع

ہم نے اسے اتارا شب قدر میں۔(1)اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟۔(2)شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔(3)اس میں فرشتے اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے۔(4)یہ رات طلوع صبح تک امان اور سلامتی ہے"۔(5)

تشریح: سب سے پہلے تو "اسے اتارا"۔تمام مفسرین نے سورۃ کی ضمیر کو قرآن کا مرجع ہی ظاہر کیا ہے۔یعنی ہم نے قرآن کو شب قدر یعنی لیلۃ القدر میں نازل کیا۔اب شب قدر کے بارے میں کیونکہ یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ کونسی رات ہے اور کس مہینے میں آتی ہے۔ بیشتر علماء اور مفسرین اور مستند محدثین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے اس کی دلیل یہ ہے "رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔ (سورۃ البقرہ 185)

اسی طرح "ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا"۔ (دخان:3)

ان دونوں آیات سے ایک تو ضمیر کا قرآن کی طرف ہونا اور دوسرے شب قدر کا رمضان کے مہینے میں ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔اس کے بعد دوسری بات جس کی وضاحت قرآن پاک میں صاف طور پر نہیں کی گئی کہ آیا قرآن پاک کی تکمیل اس رات میں کی گئی یا کہ صرف اس کا نزول اس رات میں شروع ہوا؟ اس میں بھی بہت اختلاف ہے۔ بہر حال یہ بات تو یقینی ہے کہ قرآن کا نزول اسی رات میں شروع ہوا۔ جوکہ سورۃ العلق کی شروع کی پانچ آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر کچھ مفسرین نے "قدر" کا مطلب تقدیر بتایا ہے۔ وہ اس کی دلیل میں سورہ دخان کی آیات 5 بیان فرماتے ہیں جوکہ یوں ہے۔ "اس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے"۔ ظاہر ہے جو رمضان کے مبارک مہینہ کی ایک ایسی مبارک رات ہو کہ جس میں قرآن الحکیم جیسی مبارک' مکمل اور آخری کتاب کا نزول شروع ہوا وہ یقیناً اپنی برکت کیوجہ سے عام ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ مبارک اور بابرکت ہوگی۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اس رات میں جشنِ نزولِ قرآن کا سا سماں ہوتا ہے جس میں نہ صرف انسان ہی شامل ہوتے ہیں بلکہ فرشتے بھی اللہ کے حکم سے اس میں شامل ہونے کے لیے صبح تک زمین پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

کبھی کسی مسجد میں یا گھر میں یا کہیں بھی جب کبھی بھی کوئی ایسا پروگرام منعقد کیا جاتا ہے جس میں رب کائنات کی توحید اور رسول کائنات ﷺ کی سیرت یا درس قرآ یا درس حدیث ہو تو دلوں میں روح اور چہروں پر ایک عجیب سا نور' خوشی اور چمک دکھائی دیتی ہے اور جس قدر زیادہ پرخلوص اور متقی لوگ اس پروگرام میں شامل ہوتے ہیں اسی قدر زیادہ یہ مجلس پُر نور دکھائی دیتی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ واقعی رحمت و برکت کے فرشتے اللہ کے حکم سے اس جگہ نازل ہو رہے ہیں۔ کچھ ایسا سماں بندھ جاتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ کیونکہ اس رات میں بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں اس لیے ہزار مہینوں سے بہتر رات ہوتی ہے۔ یہاں ہزار کا لفظ محاورتاً استعمال ہوا ہے کیونکہ عرب کثرت کے اظہار کے لیے ہزار کا لفظ استعمال کرتے

ہیں۔اب اس بات کا تعین کہ یہ رات رمضان کی کس تاریخ میں آتی ہے۔

تو حدیث سے اس کو ثابت کرتے ہیں۔حضرت عائشہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "شبِ قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات میں تلاش کرو"۔(بخاری' مسلم' احمد' ترمذی)

اس رات کی برکت حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ کے اجر کی خاطر عبادت کے لیے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔(بخاری' مسلم)

تاریخ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ اسلام کی بنیاد کا دن ہے کہ جو قرآن الحکیم کے شروع سے کر دی گئی جو 23 سال کی طویل مدت میں ہمارے سامنے ایک مستحکم کتاب کی شکل میں نمودار ہو گئی۔جب ہم رمضان' قرآن اور لیلۃ القدر کو ملا کر سوچتے ہیں تو ہمارے سامنے اس پوری سورت کی وضاحت آ جاتی ہے۔وہ یوں کہ رمضان کا مہینہ مسلمانوں کے جسم اور روح کے لیے ایک پاکیزہ ایکسر سائز کا مہینہ ہوتا ہے۔تیس دن یہ مشق جاری رہتی ہے کہ صرف اللہ کی رضا کے لیے تمام فضولیات' خواہشات کو محدود کر دینا یعنی روزے کے احکامات کی پابندی میں کم بولنا' کم کھانا اور کم سونا یہ عادات ہماری روح کو ایک ایسی چمک پاکیزگی اور جلا بخشتی ہے کہ جو ہمیں اللہ کے بہت زیادہ قریب کر دیتی ہے۔ہمارے اندر وہ تجلی پیدا ہونے لگتی ہے جو ہمیں عام انسان سے بلند درجے پر لے جاتی ہے جس میں ہماری آنکھ نور اللہ سے بھر جاتی ہے۔ہمارے کان پیغامِ الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔جو دلوں کو پاک اور روح کو منور' مطہر اور ہلکا کر دیتی ہے اور یوں ہم بلندیوں میں پرواز کرنے لگتے ہیں۔

یہی عمل جب انتہاء کو پہنچ جاتا ہے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب ملتا ہے اور اللہ کا دیدار تجلی کی صورت میں ہوتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا لقب اسی نسبت سے ملا اور پھر نبی کریم ﷺ کا واقعہ معراج بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔عام انسان اس درجہ کو تو نہیں پا سکتا مگر انبیاء کے بعد صلحاء' شہداء' متقین اولیاء و صالحین میں ضرور شامل ہو سکتے ہیں اولیاء کے بھی چار درجے ہیں۔اعلیٰ' عالی' وسطی اور ادنیٰ اسی طرح صدیقین' شہداء اور پھر اصحاب الیمین۔جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اور آگے نکل جانے والے سب سے آگے ہیں۔یہی لوگ خاص قرب رکھنے والے ہیں یہ لوگ نعمت کے باغوں میں ہوں گے وہ اگلے لوگوں میں بہت سے ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں تھوڑے سے ہوں گے۔(سورۃ الواقعہ:10 تا 14)

یہ تمام درجات سوائے نبوت اور معجزات کے درجے کے کیونکہ یہ تمام درجات نعمت سے ملتے ہیں صرف محنت سے نہیں۔

رمضان کا مہینہ ہمیں کافی حد تک دنیاوی آلائشوں سے دور کرتا ہے اور روحانی پاکیزگی عطاء کرتا ہے اور یہ مشق تیس دنوں میں بتدریج پالش کا ذریعہ بنتی رہتی ہے اور یوں آخری عشرہ انتہائی پاکیزگی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔اگر ہم کوشش کریں تو یہ آخری عشرہ ہماری چھپی ہوئی روحانی طاقتوں کو ہمارے سامنے لا کر ہماری سربلندی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔انسانی عقل اور تحقیق

کے بل بوتے پر اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے اس پیغام کو کچھ نہ کچھ سمجھ لیا ہے۔ جو اس سورت مبارکہ میں ہمیں دیا گیا ہے۔ دعا یہ ہے کہ ہم اس پیغام کی حقیقت کو سمجھ کر اس کی تہہ تک پہنچ کر اللہ کی معرفت کا انمول موتی حاصل کر کے دنیا و آخرت میں اللہ کا قرب حاصل کر سکیں۔ یہ زندگی اس کی نذر کر سکیں اور اس کی فرمانبرداری میں دین اسلام کی خدمت کر سکیں اس کے بندوں تک زیادہ سے زیادہ اس کا پیغام پہنچا سکیں۔ آمین ثم آمین۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی عمل انسان کو عذاب قبر سے نجات دلانے والا نہیں"۔ (احمد، جامع الصغیر)۔ الحمدللہ سورۃ القدر ختم ہو گئی۔

تعارف سورۃ البینہ

یہ سورہ مبارکہ ترتیب میں 98ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔ اس کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے مکی قرار دیتی ہیں۔ مضمون کے لحاظ سے اور ترتیب کے لحاظ سے یعنی سورۃ علق اور سورۃ قدر کے بعد آنے میں کچھ مصلحت یوں دکھائی دیتی ہے۔ کہ پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ پہلی وحی کیا تھی یہ کب نازل ہوئی اور بعد میں یہ کہ آخری رسول ﷺ کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

اس سورت میں مندرجہ ذیل موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ پہلے یہ کہ مشرکین اور اہل کتاب قرآن کی تکذیب کیوں کرتے ہیں۔ دوسرا ایمان لانے کے لیے اصلی عمل کون سا ہے؟ تیسرا کون لوگ ایمان لانے والے نہیں؟ چوتھا اس سورہ میں کس چیز کی عظمت بیان کی گئی ہے؟ پانچواں یہ کہ اہل کتاب اور مشرکین کا آخری ٹھکانا کیا ہوگا؟ اور چھٹا رسول ﷺ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بات کی تسلی دی گئی ہے؟ آیئے ان تمام سوالات کے جوابات سورہ مبارکہ سے حاصل کرتے ہیں۔

اہل کتاب کی مخالفت اور رسول ﷺ کی ضرورت

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ۠﴿۸﴾ ع

جولوگ کافر ہیں اہل کتاب اور مشرک وہ کفر سے باز رہنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔(1) یعنی اللہ کے پیغمبر جو پاک اوراق پڑھتے ہیں۔(2) جن میں مستحکم آیات لکھی ہوئی ہیں۔(3) اور اہلِ کتاب دلیل آنے کے بعد متفرق ہوئے ہیں۔(4) اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ خلوص دل سے اللہ کی عبادت کریں' یکسو ہو کر نماز پڑھیں' زکوٰۃ دیں کہ یہی سچا دین ہے۔(5) اور جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔(6) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوقات سے بہتر ہیں۔(7) ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہ اجر اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔(8)

تشریح: ایک ہی پیغام ہے جو ہمیشہ تمام پیغمبر دیتے رہے ہیں۔ کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرو جس کا بہترین طریقہ ہے نماز۔ کیونکہ اس سے طہارت ملتی ہے۔ دل کو سکون ملتا ہے وقت کی پابندی کی عادت پڑتی ہے۔ سستی اور کاہلی دور ہوتی ہے۔ اللہ سے ملاقات کا اور دعا کا موقعہ ملتا ہے انسان کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس کی محبت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ دنیا سے بے نیازی' خودداری اور کردار میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔

شرط یہ ہے کہ نماز پورے خلوص' توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اللہ کے غضب سے ڈرتے ہوئے پڑھی جائے۔

اسی طرح زکوٰۃ دینے کا حکم بھی تمام مذاہب میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی باہمی بھائی چارے کی بنیاد ہے اور لوگوں میں معیشت و معاشرت کے لحاظ سے ایک توازن پیدا کرتی ہے اور دلوں سے مال کی محبت' لالچ' ہوس اور خودغرضی دور کرتی ہے۔

یہ دونوں باتیں تو ہمیشہ ہر نبی ﷺ نے بتائی ہیں۔ کیونکہ انسان کی روحانی حالت سدھارنے کے لیے شروع دن سے اللہ تعالیٰ نبی' رسول ﷺ اور پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ لیکن مسئلہ یہی رہا کہ لوگ اپنے رسول ﷺ کی پیروی زیادہ دیر نہ کرتے۔ تعلیمات بھول جاتے' احکامات میں مرضی سے ردوبدل کرتے رہتے۔

یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلتا آیا ہے۔ پھر آخر میں رسول رحمت ﷺ کو اس شرط کے ساتھ بھیجا گیا کہ بس یہ آخری نبی ہوں گے۔ اسی لیے ان کو دی گئی کتاب قرآن کی حفاظت کا ذمہ رب العزت نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ تو جو لوگ خوفِ خدا رکھتے ہوئے پکے مسلمان ہیں۔ تمام احکاماتِ الٰہی کی خوش دلی سے پیروی کرتے ہیں اللہ کا خوف دلوں میں رکھتے ہیں۔ ان کے لیے بہترین باغات اور شاندار ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جو اس کے خلاف چلتے ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ضرور

ڈالے جائیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ بھی کہ دونوں ٹھکانے عارضی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ کیونکہ وہاں موت کا تصور نہیں دیا گیا۔

غرض زندگی میں سب سے زیادہ ضروری چیز ہے خوفِ خدا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے مقبول بندے ہوتے ہیں۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش رہتے ہیں۔ اللہ ہمیں اسی گروہ میں شامل ہونے کی توفیق دے آمین۔

حدیثِ دل کسی درویش بے کلاہ سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

الحمد للہ کہ سورۃ البینۃ مکمل ہوگئی

سورۃ الزلزال

قیامت کا واقعہ اعمال کا اندراج اور گواہی

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝٣
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا
أَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝٨

"جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے گی ۔(1) اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال ڈالے گی۔(2) اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا؟۔(3) اس روز وہ اپنے حالات بیان کردے گی ۔(4) کیونکہ تمہارے رب نے اس کو حکم بھیجا ہوگا۔(5) اس دن لوگ گروہوں میں آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ۔(6) تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔(7) اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا"۔(8)

تشریح: یہاں قیامت کا ذکر کرتے ہوئے زمین کے حالات بتائے جا رہے ہیں کہ زمین میں شدید زلزلہ آئے گا۔ جیسے انڈہ توڑو تو اس کے اندر کا مال سفیدی زردی سب باہر نکل آتا ہے ایسے ہی زمین کا حال ہوگا۔ ہم زمین کے بارے میں کافی بحث کر چکے ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ زمین کی اوپر کی سطح نے اس کے اندر کے سارے مال کو محفوظ کر رکھا ہے۔ وہ مال ہے تیل گیس 'معدنیات' کوئلہ 'ہیرے اور قیمتی پتھر یہ سب کچھ سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ جس کی نشاندہی قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ اور اس کی تصدیق ان آتش فشاں پہاڑوں سے نکلنے والے لاوے سے ہوتی رہتی ہے جو اکثر و بیشتر پہاڑ کی کسی نہ کسی دراڑ یا چوٹی سے نکلنے لگتا ہے۔

جیسا کہ حال ہی میں مائننگ انجینئر اعجاز حسین ۔ (پاکستانی) نے بتایا کہ "زمین کے اندر پگھلا ہوا معدنیات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جو کبھی کبھی آتش فشانی کے عمل سے زمین کے اوپر آ جاتا ہے۔ اور یوں زمین سب کچھ نہیں اگلتی بلکہ اس کو۔ (کھٹی ڈکار) کہہ سکتے ہیں ایسے میں جو معدنیات باہر نہیں آتیں وہ پتھروں کی شکل میں پڑی رہتی ہیں پھر ان میں مختلف رنگ برنگ دھاتوں کی آمیزش ہوتی رہتی ہے اور یوں وہ رنگ برنگ کے قیمتی پتھر بن جاتے ہیں۔ چونے کا پتھر اگر زمین کے اندر بھٹی چڑھ جائے تو ماربل بن جاتا ہے۔ اس میں سبز رنگ کے کوبالٹ کی آمیزش ہو جائے تو اونکس کا قیمتی پتھر بن جاتا ہے۔ غرض کروڑوں سنٹی گریڈ حرارت والی قدرت کی بھٹی کسی پتھر کو چونا اور کسی کو ہیرا بنا دیتی ہے۔ (سنڈے میگزین جنگ)

یہ تو بات ہوگئی زمین کے اندر کے بوجھ کی جو قیامت کے دن ٹوٹ پھوٹ کے نتیجہ میں باہر آ جائے گا۔ اب آتے ہیں قرآن کی آگاہی کی طرف کہ اس روز وہ ۔ (زمین) اپنے حالات بیان کردے گی"۔ (آیت 4)

اس کو بھی سائنس دان اس طرح ثابت کر چکے ہیں کہ زمین کا ذرہ ذرہ شعور اور یادداشت رکھتا ہے۔ جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جب انسان مدتوں زمین میں پانی میں ہوا میں زمین میں غرض کہیں دفن رہنے کے بعد ذرہ ذرہ ہو کر بکھر چکا ہوگا تو قیامت کے دن اللہ کے حکم پر تمام ذرات اپنے ساتھی ذرات کو پہچان لیں گے اور انسان اپنے جسم کے ساتھ مکمل اٹھ کھڑا ہوگا۔ اس حقیقت کو بھی سائنس ثبوت کے ساتھ مان چکی ہے۔ 1993ء میں فرانس کی ایک لیبارٹری میں پانی مالیکولوں پر تجربات کئے گئے تو ثابت ہوا کہ ان کی یادداشت ہے۔ ریکارڈ اور یادداشت کے سلسلے میں سائنسی اصول "سبب اور اثر"۔ (Cause and Effect) کا ہے۔ یعنی ہر اثر اپنے اندر اپنے سبب کی یادداشت محفوظ رکھتا ہے۔ فضا میں جو ایٹمی ذرات اور شعاعیں ہیں۔ ان سے پندرہ بیس ارب سال پہلے ہونے والے کائنات کی تخلیق کے واقعات کا پتہ چل رہا ہے۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

اسی طرح ہمارے اعمال' سوچ اور ارادے کی فلم بھی زمین اپنے معجزاتی طریقہ سے بنا رہی ہے۔ کس قدر نازک اور پتے کی باتیں۔ قرآن چند الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔ آج کے کیمرے' ایکسریز مشینیں مقناطیسی شعاؤں سے ریکارڈ کرنے والی مشینیں کیا اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت نہیں ہے؟ بالکل یہی حقیقی سچائی ہے جو قرآن میں عرصہ دراز پہلے انسانوں کو بتا دی گئی ہے۔

تو کیا ہمیں اس دنیا میں لا پرواہی اور نافرمانی کی زندگی بے فکری سے گزارنی چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور خبردار کیا کہ زمین سے ڈرو' اپنے جسم سے ڈرو' اپنے ماحول سے ڈرو یہ سب قیامت کو تمہارے خلاف گواہی دیں گے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا" آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے۔ (سورۂ یٰس: آیت 65)

اب آخر میں روزِ جزا کا نقشہ اللہ جل شانہ یوں کھینچ رہے ہیں۔ جو کہ آیت 6 تا 8 تک وضاحت کرتا ہے۔ جس سے

یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے کئے کی سزا بڑے انصاف سے دی جائے گی اور اسی طرح انعام بھی بڑے انصاف سے دیا جائے گا۔ کیونکہ اس جزاوسزا کے انصاف کے لیے اس نے ہمارے اردگرد کائنات کا ایسا نظام بنا رکھا ہے کہ جس میں ہمارا کوئی عمل' کوئی ارادہ اور کوئی منصوبہ ہرگز کسی صورت بھی چھپ نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ علیم وخبیر ہے۔ الحی القیوم ہے۔ تو کیوں نہ سکون' نیکی' پاکیزگی اور بھلائی کی زندگیاں گزار دیں کہ جو ہمارے لیے سدا کا سکھ پیدا کریں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں اس کے لیے چند باتوں کا خیال رکھیں تو کمالِ انسانیت حاصل ہوسکتا ہے۔

پہلا بندگی' فرمانبرداری' اطاعت قانون' دوسرا ضبطِ نفس یعنی خود کو ہر وقت قابو میں رکھنا۔ کیونکہ اسی سے انسان حیوان سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

"ایک آئین شکن مشرک گویا آسمانی بلندیوں سے گر پڑتا ہے' اسے راہ میں یا تو پرندے اچک لیتے ہیں یا تند آندھیاں اسے اڑا کر کسی دور دراز مقام پر پھینک دیتی ہیں"۔ ۔(سورۃ الحج آیت 31)

دوسرا ہے ضبط نفس:۔ بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا۔

قرآن پاک میں سورۃ الفجر کی آیات 27-28-29 اور 30 ملاحظہ ہوں۔ "اے اطمینان پانے والی روح۔ اپنے رب کی طرف لوٹ جا تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے ممتاز بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری بہشت میں داخل ہو جا"۔ یہ صلہ ہے نفسِ مطمئنہ رکھنے والے بندوں کا۔ کیا خوب صلہ ہے! اللہ ہمیں نصیب کرے آمین۔

تیسرا ہے نیابتِ الٰہی کا خیال:۔ پچھلے دونوں مراحل کو اگر ہم خوفِ الٰہی کے ساتھ مکمل کر لیتے ہیں تو نیابت الٰہی کے حق دار خود بخود ہو جاتے ہیں۔

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی
اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری
اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

تعارف سورۃ العادیات

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورۃ مبارکہ 100 ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔ یہ مکہ کے قیام کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں انسان کو اللہ اپنے مالک و خالق سے فرمانبرداری کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اسے گھوڑے کی فرمانبرداری کی مثال دے کر اور قسم کھا کر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ گھوڑا بڑا وفادار جانور ہے اپنے مالک کا انتہائی فرمانبردار اور وفادار جانور ہے۔ آخر میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے یوم الحساب ہونے کا اور الہ العلمین کے علیم وخبیر اور انصاف کرنے والا بتایا گیا ہے کہ اسی کی طرف انسان کو لوٹ کر جانا ہے اور یہ خبر بالکل سچ ہے۔ سورۃ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

گھوڑے کی وفاداری سے بندہ سبق سیکھے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝٨ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ ع

ان سرپٹ دوڑنے والوں۔ (گھوڑوں) کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔ (1) پھر۔ (پتھروں پر نعل مار کر) آگ نکالتے ہیں۔ (2) پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں۔ (3) پھر اس میں گرد اٹھاتے ہیں۔ (4) پھر اس وقت دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ (5) کہ انسان اپنے رب کا احسان فراموش اور ناشکرا ہے۔ (6) اور وہ اس سے آگاہ بھی ہے۔ (6) وہ تو مال سے سخت محبت کرنے والا ہے۔ (8) کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جب۔ (مردے) قبروں سے نکال لیے جائیں گے۔ (9) اور دلوں کے بھید ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ (10) بیشک ان کا رب اس روز ان سے خوب واقف ہوگا"۔ (11)

تشریح: یہ سورت پوری کی پوری انسان کو راہ ہدایت دکھانے، آخرت، حساب کتاب اور اس سچی خبر کی تصدیق میں ہی نازل کی گئی ہے کہ دنیا کے عیش وآرام مال ودولت میں اس قدر مگن نہ ہو جاؤ کہ اپنے پیدا کرنے والے' پرورش کرنے والے اور پھر اپنے آخری ٹھکانے سے ہی غافل ہو جاؤ۔ اس سچائی کو مزید تقویت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اس وفادار' مضبوط اور انتہائی فرمانبردار پرخلوص جانور کی قسم کھا رہا ہے جو کہ تمام مفسرین کی رائے کے مطابق گھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ انسان کے کام آنے والا خاص طور سے جنگوں میں' سفر میں اور بار برداری میں گھوڑا ہی ہے۔ یہ بڑا مضبوط' چاک وچوبند اور وفا شعار جانور ہے۔ انتہائی شاندار تحفہ ہے اللہ کی طرف سے۔ جب وہ بھاگتا ہے تو اس کے

انداز میں بڑی دلربائی اور شان دکھائی دیتی ہے۔ اسی لیے رب العزت نے اپنی اس شاندار مخلوق کی قسم کھا کر انسان کو تنبیہ بھی کی ہے کہ تم انسان لوگ بعض اس جانور سے بھی گئے گزرے ہو کہ اس قدر نعمتیں اللہ کی طرف سے حاصل کرنے کے بعد بھی نہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہو اور نہ ہی اس کے بتائے ہوئے آسان' فائدہ مند اور بہترین راستوں پر ہی چلتے ہو۔ جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مرکر تم آزاد نہیں ہو جاؤ گے بلکہ تمہاری دوسری زندگی شروع ہو جائے گی جو پوری کی پوری اس زندگی میں کئے گئے اعمال پر ہی انحصار کرے گی۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ اپنی پوری کوشش علیین یعنی بلندی کے حصول میں صرف کریں نہ کہ سجین یعنی نیچائی کی طرف لڑھکنے میں کردیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

"اپنے خیالات پر کڑی نظر رکھو' کیونکہ تمہارے خیالات تمہارے الفاظ بن جاتے ہیں اور تمہارا عمل تمہاری عادت بن جاتا ہے۔ اور تمہاری عادت تمہارا کردار بن جاتا ہے اور تمہارا کردار ہی تمہارے آخری انجام کو متعین کر دیتا ہے"۔

خلاصہ سورۃ العادیات

ذرا توجہ اور غور سے اس پیغام کو پڑھیے۔

ایک شخص شیخ ابراہیم بن ادھم ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ "حضرت مجھے نصیحت فرمایئے"۔ آپ نے فرمایا "اگر تو مجھ سے چھ خصلتیں قبول کرے تو تجھے کوئی خطرہ نہیں۔

1 جب تو گناہ کرے تو اللہ کا رزق نہ کھا' کتنی بڑی نمک حرامی ہے کہ انسان جسکا رزق کھائے اس کی نافرمانی بھی کرے۔

2 جب تو نافرمانی کرے تو اس کے ملک سے نکل جا۔ اس کے ملک میں رہتے ہوئے اس کی نافرمانی بے غیرتی ہے۔

3 گناہ ایسی جگہ کر جہاں خدا نہ دیکھ سکے 'اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے' کیسے گناہ کرے گا۔

4 ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اسے واپس لوٹا دینا اگر یہ اختیار نہیں تو پھر کس بھروسے پر گناہ کرتا ہے۔

5 قبر میں منکر نکیر کو قریب نہ آنے دینا' اگر یہ اختیار نہیں تو اس کے سوالوں کے جوابات کی تیاری کرلے۔

6 قیامت کو جہنم سے بھاگ جانا' اگر یہ اختیار نہیں تو پھر یہاں گناہ سے باز آجا"۔

الحمد للہ سورۃ العدیت مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ القارعہ

یہ سورۃ مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 101 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔ یہ قیامِ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کو ان کے اصلی انجام اور اصلی گھر کے بارے میں بتایا گیا ہے جس کی طرف وہ موت کے بعد اور روزِ جزا کے بعد جائیں گے پھر ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ تو یہ سورت پوری کی پوری قیامت کے ہولناک واقعہ کے

بارے میں اتری ہے۔ آیئے سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

عظیم حادثہ کیا ہے؟

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝٥ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٦ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١ ع

کھڑکھڑانے والی۔(القارعہ کا لفظی مطلب ہے ٹھونکنے والی) (1) کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟۔(2) اور تم کیا جانو کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے ۔(3)۔(وہ قیامت ہے) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے ۔(4) اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔(5) تو جس کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے۔(6) وہ دلپسند عیش میں ہوگا ۔(7) اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے۔(8) تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہوگا ۔(9) اور تم کیا سمجھے کہ گڑھا کیا چیز ہے ۔(10) وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔(11)

تشریح: سورت کا نام ہی اس کے متن کا اظہار کر رہا ہے "القارعہ" یعنی دو چیزوں کا اس طرح ٹکرانا کہ خوفناک آواز پیدا ہو۔ واقعی اس خوفناک آواز اور خوفناک منظر کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے اندازہ کر سکتے ہیں اور وہ بھی معمولی سا وہ اس طرح کہ کبھی ہماری زندگی میں اس قسم کا کوئی ہلکا سا واقعہ پیش آیا ہو۔ مثلاً زلزلہ' آندھی یا طوفان یا سیلاب یا سمندری طوفان۔ نہیں مگر یہ سب تو قیامت کی تباہی کا عشر عشیر بھی نہیں۔ بس آپ قرآن کی بات سن لیجئے کہ اس دن کی سختی اتنی زیادہ ہو گی کہ یہ دیو ہیکل شاندار بلند و بالا مضبوط پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر یوں اڑنے لگیں گے جیسے روئی کے رنگ برنگ گالے اڑنے لگیں۔ کتنی انہونی بات ہے! مگر سائنس دانوں نے اس حیرت کو یقین میں تبدیل کر دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اس سلسلے میں سلطان بشیر محمد کی کتاب کے حوالے سے بہت کچھ لکھ چکی ہوں۔ تو یہاں بھی اس حوالے سے لکھوں گی۔ انہوں نے اپنی کتاب میں پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور روئی کی طرح اڑنے کی وجوہات بڑی تفصیل سے بیان کی ہیں مختصراً عرض ہے کہ ایک تو مرکز گریز طاقتوں کا عدم توازن یعنی محور کے گرد رفتار میں تیزی جس سے باہر کی طرف پھینکنے والی طاقت اندر کی طرف کھینچنے والی طاقت یعنی ثقل کی طاقت بڑھ جائے گی اور ساتھ ہی سورج کی تپش اور کشش بھی بڑھ جائے گی۔

جس کی وجہ سے کائنات میں زبردست عدم توازن پیدا ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے زمین کے اوپر کی ہر چیز زمین سے اکھڑ کر گولی سے کئی گنا زیادہ تیزی سے ادھر اُدھر اُڑنے لگے گی مثال کے طور پر جیسے کمہار کے کھڑ نگے سے مٹی اڑ کر الگ

ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ پہاڑوں کے فضاء میں اڑنے کی ہو سکتی ہے۔ اب آپ سوچیں کہ ہر چیز جو توازن سے زمین پر جمی ہوئی ہے یک دم عدم توازن کی وجہ سے جڑ سے اکھڑ کر فضا میں اڑنے لگے درخت مکان پہاڑ غرض سب کچھ' تو کیا حال ہوگا۔ انسان کا؟ بالکل یہی جیسے بکھرے ہوئے تباہ حال طوفان زدہ پریشان حال پتنگے۔ تو جب یہ حال اس پر سکون دنیا کا ہوگا تو زمین ایک چٹیل میدان ہو جائے گا۔ دوسری وجہ اس تباہی کی زمین کا اندرونی سخت ترین دباؤ ہے کہ جس میں جب کبھی توازن بگڑ گیا تو پھر اس دباؤ کی شدت کی وجہ سے زمین زوردار دھماکے سے پھٹ جائے گی۔ آپ خود بخود اندازہ کر سکتے ہیں زمین کے عظیم گولے کے پھٹ جانے سے لوگوں کا اور کائنات کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ اس کا واقع ہونا اللہ کی مرضی اور اس نظام پر ہے جو اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ بہر حال ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اس زمین پر زندگی گزارنے کا جو بھی موقعہ مل گیا ہے اس کو صرف اللہ و رسول ﷺ کی بتائی گئی ہدایات کے مطابق ہی گزاریں اور اس دن کی بھرپور تیاری کریں جو قیامت کے بعد آنے والا ہے یعنی جزا و سزا کا دن۔

وہ دن بھی اپنی سختی کے لحاظ سے کوئی کم سخت دن نہ ہوگا۔ ہم اس دن کو اپنی تصور کی آنکھ سے یوں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک انتہائی عظیم ترین' محترم ترین' عالم ترین اور بارعب جج کے سامنے ہمیں اس لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ جو ہماری زندگی کے ایک ایک پل سے واقف ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا اسی کے رزق سے بڑے ہوئے اسی کے حکم سے مر گئے اور پھر اسی کے حکم سے دوبارہ زندہ کر کے اس کے سامنے پیش ہونے پر مجبور ہوئے۔ تاکہ وہ ہماری تمام بیتی ہوئی زندگی کے پل پل کے حساب سے ہمیں انعام دے یا سزا دے۔ اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ یہ دربار ایسا ہے کہ یہاں مال' دھاندلی' رشتہ داری' سفارش اور معافی مانگنے کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ ہماری زبان بند ہوگی اور ہماری گواہی ہمارے اعضاء دیں گے۔ اور ثبوت کے طور پر ہماری وہ فلم ہمارے سامنے چلائی جائے گی جو اس دنیا میں اللہ کے اس کائناتی نظام کے ذریعے بنائی گئی تھی جس کا ذکر بے شمار دفعہ قرآن پاک میں اور احادیث میں کیا جا چکا ہے اور جو بالکل سچ ثابت ہوگا۔

تو جن لوگوں نے غیب کی دی گئی سچی خبر کو سچ سمجھا اور اللہ کے خوف سے حساب کے دن کے خوف سے اپنی زندگیاں نیکی' خیر خواہی' سچائی' بھلائی' تقویٰ' اور توحید و رسالت پر پابند رکھتے ہوئے اللہ کے بتائے ہوئے راستوں پر سختی سے پابند رہتے ہوئے گزاری ہوں گی تو ان کے لیے یہ اجر کا دن یعنی یوم الدین بڑی ہی خوشی' سکون اور مسرت کا دن ہوگا۔ کیونکہ اللہ ان کو ایک ایسی جنت انعام میں دے گا جس کا اندازہ ہم صرف اللہ کے بتائے ہوئے کلام سے ہی کر سکتے ہیں۔ وہ بڑا ہی مطمئن' شاندار اور ہر قسم کی سہولیات اور خوشیوں سے بھرپور ٹھکانا ہوگا۔ سبحان اللہ اور پھر یہ بھی کہ اس میں کسی قسم کی کوئی فکر پریشانی اور موت کا ڈر نہ ہوگا کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ الحمد للہ' اللہ ہمیں تمام مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ اس مقامِ عظیم کو حاصل کر سکیں آمین۔

لیکن اگر ہم نے اس یوم الدین کو اپنی زندگی میں یاد نہ رکھا اور دنیا کی گہما گہمی میں اس قدر محو ہو گئے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو ہی بھول گئے اور دنیاوی آسائشوں میں قرآن وسنت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایمان اور آخرت کے دن کو یوم الحساب کو بھول گئے تو پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ چاہے ہم بے عمل مسلمان ہوں یعنی صرف نام کے یا غیر مسلم ہوں مشرک' منافق' یا کافر ہوں۔ سب ہی اس جزا کے دن اس گڑھے میں ضرور ڈال دیئے جائیں گے جو دہکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا ہے جس کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں' جہاں سے نجات کا کوئی راستہ نہیں اور جو بدترین مصیبتوں' عذابوں سے بھرا ہوا ٹھکانا ہوگا اور ہوگا بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔ استغفر اللہ' اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

یہ مسئلہ ہماری زندگی اور موت کا اتنا سنگین اور ضروری مسئلہ ہے کہ ہماری بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس خبر کو قرآن کے ذریعے ہم تک بے شمار دفعہ اور بے شمار ناموں سے ہم تک پہنچایا ہے۔ توحید ورسالت سے زیادہ بیان یوم آخر کا آیا ہے۔ جیسا کہ "یوم الآخر 24" دفعہ آیا ہے اور لفظ "بالآخرۃ 112" دفعہ آیا ہے اور پھر 200 کے قریب آیات میں آخرت کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ اور پھر بیس سے زیادہ مقامات پر دنیا و آخرت کا ذکر ہوا ہے۔ جس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ نافرمان مت بنو دنیا اور آخرت کا خیال رکھ کر زندگی گزار دو وہ یوں کہ جہاں آخرت کا نقصان ہوتا ہوا دکھائی دے وہاں دنیا کے فائدے کو چھوڑ دو۔ مثلاً جھوٹ بول کر' خیانت سے' دھوکہ دہی سے یا چوری سے غرض کسی بھی شیطانی راستے سے اگر مال ملے' عزت ملے' شہرت ملے یا کوئی دنیاوی فائدہ ملے تو ہرگز قبول مت کرو کیونکہ یہ ہمیں غلط اعمال نامے کی تشکیل میں مدد دیں گے جو کہ ہمیں ہرگز کسی صورت بھی منظور نہیں ہونا چاہیے۔ جبکہ یہ تمام چیزیں حاصل کرنے کے لیے جائز اور اچھے طریقے دنیا میں ہمارے لیے موجود ہیں۔ جو صبر سکون اور توکل سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ہر عقل مند شخص چاہے وہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو وہ یہ عقل اور فائدے کی بات بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے جو کہ ہمیشہ کی آسائش اور بے فکری کا باعث ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے آج کا نوجوان مسلمان اس حقیقت سے بالکل ناواقف اور لاپرواہ ہے۔ اس لیے عقیدہ آخرت کو خوب سمجھ کر دوسروں کو سمجھانا ہر شخص کا فرض اولین ہے۔ ہماری زندگیوں میں سچی خوشیاں' ملک میں سکون ترقی کامیابی اور عزت کی راہیں اسی وقت پوری طرح کھل سکتی ہیں جب ہم اس بات پر یقین کر لیں کہ دنیا دار فانی ہے۔ اصل اور ہمیشہ کا گھر جو ہمیں مرنے کے بعد ضرور ملنا ہے وہ "یوم الدین" کو ہی ملے گا۔ یعنی جزا و سزا کا دن۔

قرآن پاک میں یہ حقیقت بتا دی گئی ہے کہ موت کے بعد والی زندگی میں شعور کا تسلسل جاری رہے گا اور ہمیں اس جہان میں گزاری گئی زندگی کا ہر عمل یاد رہے گا۔ اصل میں انسان جسم کا نام نہیں اس روح کا نام ہے جو ہمارے اندر قوت پیدا کرتی ہے "عمل کی"۔ کیونکہ انسانی جسم کی بناوٹ یوں ہے کہ گھٹتا بنتا رہتا ہے اور بالآخر ختم ہو جاتا ہے مگر روح نہ مرتی ہے نہ ختم ہوتی ہے بلکہ انتظار کرتی ہے۔ اور پھر اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا و جزا پا کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے گی۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے۔

"دنیا آخرت کی کھیتی ہے"۔لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ عقیدہ آخرت ہی ہماری راہوں کو درست کر سکتا ہے۔اور ہم برائی سے بچ کر نیکی پر چلنے کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں۔دیکھا جائے تو اسلام کی ابتدائی فتوحات' کامیابیاں' ترقیاں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت صرف اس عقیدہ آخرت پر مضبوط ایمان کی وجہ سے ہی ہوا۔اس لیے اس عقیدہ آخرت کی موجودہ زمانے کے لوگوں کے دل و دماغ میں جگانے کی سخت ضرورت ہے۔تاکہ وہ اپنی گم شدہ طاقت کو بحال کر سکیں۔دنیا کی حرص و ہوس کی بجائے آخرت کی مستقل خوشیوں پر نظریں جمائیں اور یوں نائب اللہ ہونے کا ثبوت دیں۔بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

ہاتھ ہے اللہ کا' بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کارکشا' کارساز
خاکی و نوری نہاد' بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
نقطۂ پرکارِ حق' مردِ خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح سورہ نجم کی 29 آیت میں اسی بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"تو جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اور صرف دنیا کی زندگی کا خواہاں ہو اس سے تم بھی منہ پھیر لو"۔پھر فرمایا۔"تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے' اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے"۔(کہف:110)

الحمد للہ قیامت کا پیغام ہمیں مل گیا ہے اللہ ہمیں اس دن کے لیے بہترین تیاری کرنے کے قابل بنائے آمین

بفضل خدا سورۃ القارعہ ختم ہو گئی۔الحمد للہ

تعارف سورۃ التکاثر

یہ سورہ مکی ہے اور ترتیب کے لحاظ سے یہ 102 نمبر پر آتی ہے۔اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔سورۃ مبارکہ کا نام ہی اس کے مضمون کا اظہار کر رہا ہے یعنی کثرت' تکاثر کا مادہ ہے ک۔ث۔ر۔یعنی "کثرۃ" زیادتی۔مال و اولاد میں زیادتی۔اور پھر علم کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں۔علم الیقین یعنی دلیلوں سے دیا جانے والا یقین کہ بات واضح ہو جائے۔اور دوسرا ہے عین الیقین۔وہ یقین جو آنکھوں سے دیکھ کر کیا جائے۔تو آیئے سورۃ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

دنیاوآخرت کا مقابلہ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨ ع

لوگو! تم کو مال کی زیادہ طلب نے غافل کر دیا ۔(1) یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ۔(2) دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ۔(3) دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ۔(4) اگر تم جانتے ۔(یعنی) علم الیقین رکھتے تو غفلت نہ کرتے ۔(5) تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے ۔(6) پھر اس کو ایسا دیکھو گے کہ عین الیقین ہو جائے گا ۔(7) پھر اس دن تم سے آرام کی حقیقت پوچھیں گے ۔(8)

تشریح: عام طور پر یہی دکھائی دیتا ہے کہ ہر کوئی مال و دولت کے حصول میں پریشان اور مصروف ہے۔ کیونکہ اولاد کی محبت سب کو پاگل کئے ہوئے ہے۔ جب کہ دونوں چیزیں ہی انسان سے جدا ہو جانے والی ہیں۔ ساتھ اگر کچھ دے گا تو صرف وہ جو ہم نے علم الیقین کو سامنے رکھ کر کمایا اور جو اس علم پر یقین نہ رکھ کر حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں تو وہ سخت دکھ اٹھائیں گے کیونکہ اس کے بعد پھر جو زندگی شروع ہوگی تو پھر علم العین یعنی مشاہدہ کی زندگی ہوگی۔ تو وہاں وہ پچھتائیں گے جس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو ضروری ہے کہ ہم اس پر یقین کریں عمل کریں جو ہمیں علم القرآن والحدیث سے مل رہا ہے۔ قرآن میں ہر قسم کا علم موجود ہے۔ ہماری تمام دوسری نعمتوں کے ساتھ پیغمبر اور قرآن کا نزول بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ آخرت میں جو دیکھنے کو ملے وہ ہماری نجات' باغات اور پُر آسائش زندگی کی صورت میں ملے نہ کہ بھڑکتی ہوئی آگ' بدترین زندگی' مصیبتوں اور دکھوں سے بھرے ہوئے ٹھکانے ملیں۔

ہمارے سامنے قرآن کا پیغام ہے رسول ﷺ کی ہدایات ہیں۔ اولیاء کرام کے مشاہدات فرمودات اور پھر سائنس کے تجربات' سب کچھ تو بتا رہا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر حساب کتاب دینا ہے اس کے مطابق جنت یا دوزخ ملنی ہے۔ کیونکہ ہمیں اللہ نے علم و یقین اور ارادہ کی آزادی دے رکھی ہے تو یہ آزادی یوں ہی تو نہیں ملی ہوئی۔ اس کا باقاعدہ حساب دینا ہوگا۔ تو پھر کیا یہ اچھا نہیں کہ نفسِ مطمئنہ کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور خود الٰہ العٰلمین ہمارا یوں استقبال کریں۔

"اے نفسِ مطمئنہ واپس آجا اپنے رب کے پاس کہ تو راضی ہے اس سے اور وہ راضی ہے تجھ سے میرے۔ (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میری خاص جنت میں داخل ہو جا"۔ (سورۃ الفجر آیات 26 تا 30)

اللہ ہمیں سب کو اپنی خاص رحمت کے سائے میں بہترین' پاکیزہ اور صالح زندگیاں گزار کر جنت الفردوس میں جانے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد' میں اسی لیے نمازی

تعارف سورۃ العصر

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورۃ 103 نمبر پر آتی ہے۔اس میں ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔ یہ مکی سورت ہے اس میں چار ایسی خصوصیات بتائی گئی ہیں جو انسان کو خسارے سے بچا سکتی ہیں۔ یہ بڑی ہی مختصر مگر معنی کے لحاظ سے بڑی ہی وسیع سورت ہے۔یوں کہنا بجا ہوگا کہ کوزے میں سمندر بند کر دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت اس روایت سے ظاہر ہوتی ہے۔

خسارہ اور اس سے بچاؤ

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع

عصر کی قسم۔(1) کہ انسان نقصان میں ہے۔(2) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔(3)

تشریح: تین آیات کی یہ چھوٹی سی سورت علم وعرفان کا خزانہ ہے۔عصر کا مطلب ہے زمانہ تو اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انسان خسارے میں ہے۔ یہاں پہلے عصر یعنی زمانے کی کچھ وضاحت کر دی جائے۔تو کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ زمانہ میں خود ہوں اس لیے اس کو برا بھلا ہرگز نہ کہا کرو۔حقیقت بھی یہی ہے جب وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن ہے تو پھر کون سا زمانہ رہ جاتا ہے جو اللہ کے وجود یا نظر یا حفاظت سے خالی رہ جاتا ہے۔ بیشک ماضی' حال' مستقبل سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جب ہمارا عقیدہ پوری طرح مضبوط ہے تو پھر ڈانواں ڈول ہونے گھبرانے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔بس جو لوگ عقیدہ کی اس پختگی سے محروم ہیں وہ سراسر خسارے میں ہیں۔ کیونکہ ہماری روحانی' جسمانی' صحت اس عقیدہ کی مضبوطی اور کمزوری پر ہی انحصار کرتی ہے۔

جیسا کہ قدیم تاریخ سے پتہ چلتا ہے اور انسانی نفسیات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بندہ جب کسی مصیبت پریشانی یا بے سکونی میں گرفتار ہوتا ہے تو ایسی طاقت کا سہارا ڈھونڈتا ہے جو بہت مضبوط ہو۔ جیسے بچہ ہر دکھ درد میں ماں کو پکارتا ہے۔اور جب اس کو وہ مضبوط سہارا مل جاتا ہے تو وہ ذہنی طور پر بڑا مطمئن اور پرسکون ہو جاتا ہے اس سکون اور اطمینان سے وہ اس ذہنی کھچاؤ اور پھر اس کھچاؤ سے پورے جسم کی متعدد تکلیفات سے نجات پا لیتا ہے۔

اصل میں ہر بیماری چاہے روحانی ہو یا جسمانی وہ سوچ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ غلط سوچ غلط راستوں پر چلاتی ہے یعنی جھوٹ' چوری' غیبت' قتل و غارت گری' دنگا فساد' بدعہدی' بد دیانتی وغیرہ وغیرہ یہ تمام غلط سوچ کی پیداوار ہیں اور یہ سوچ رکھنے والا شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے یہ تمام کام ہمارے لیے بے سکونی اور مسلسل ذہنی دباؤ کا سبب ہوتا ہے۔ تمام بیماریاں ذہنی دباؤ سے پیدا ہوتی ہیں۔ بیماریوں کی اور بھی بڑی وجوہات ہوتی ہیں ان میں سب سے بڑی وجہ ذہنی دباؤ ہے تو جو لوگ توحید' قرآن' رسول اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عام طور پر اس دباؤ کا شکار رہتے ہیں اسی حقیقت کو رب العزت نے دو لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ "انسان خسارے میں ہے"۔ اور ساتھ ہی اس خسارے سے بچنے کا نسخہ بھی بتا دیا"۔ وہ نسخہ یہ ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھنا:۔

ایسے لوگ بڑے پرسکون مطمئن اور صحت مند ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی محبت اور حفاظت ماں سے ستر گنا زیادہ ہے۔ خود اندازہ کر لیجئے کہ ہم اس سے محبت کر کے اس کے بندے بن کر اس کے احکامات کو مان کر کس قدر محفوظ اور مطمئن ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کے بتائے ہوئے اصول اور قانون ہر بندے کے لیے مفید اور سکون و نجات کا ذریعہ ہیں۔

2۔ نیک عمل کرنا:۔

اس کی بڑی لمبی فہرست ہے جو کئی بار بتائی جا چکی ہے ہر وہ کام کرنا جس کے کرنے میں نہ کوئی خوف نہ ندامت اور نہ ہی گھبراہٹ پیدا ہو نیک عمل ہے۔

3۔ حق سچ کی تاکید کرنا:۔

حق کا مطلب ہے وہ تعلیمات جو حق تعالیٰ نے ایک حق کتاب کے ذریعے حق رسول ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچائیں۔ یعنی دینِ اسلام کی تعلیمات پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کرنے کی تاکید کرنا۔

4۔ صبر کی تلقین کرنا:۔

صبر و برداشت انسان میں لازوال ہمت طاقت' جواں مردی' اعتماد اور مضبوطی پیدا کرتے ہیں۔ ایک صابر و شاکر انسان پختہ دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے اللہ نے جو پریشانی یا مصیبت اس پر ڈالی ہے وہ یقیناً کسی مصلحت کسی بہتری کے لیے ہی ڈالی ہے۔

یہ سچ ہے کہ اللہ کا کوئی کام بھی مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ مصیبت' پریشانی' بیماری اور نقصانات یہ سب زندگی کا لازمی حصہ ہیں کیونکہ جس طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے اسی طرح مشکلات کے بعد راحتوں کا آنا ضروری ہے۔

اور یہی وہ مقام ہے جہاں بندے کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اس میں کس قدر توکل' صبر اور شکر کی طاقت موجود ہے جو کہ اللہ کی محبت کا پیمانہ ہیں۔

دیکھا آپ نے کیسی خوبصورت اور جامع سورت ہے۔ یہ سورت کیا پورا قرآن ہی ہمیں اپنی محبت میں اللہ تعالیٰ نے تحفہ میں دے دیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ ایک ایک سطر حکمتوں برکتوں اور رحمتوں کا خزانہ ہے۔ ہے نا خسارے میں! وہ شخص جو اس بہترین تحفہ سے دور رہ کر در بدر کی ٹھوکریں کھا کر زندگی کے حقائق ڈھونڈنے کی کوشش میں درماندہ و حیران پھر رہا ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ خود کو پہچانو' اپنے خالق کو پہچانو' اس سے محبت کرو' اس کی عبادت کرو اور اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلو۔ اور دنیا و آخرت کی نعمتوں برکتوں اور کامیابیوں سے مالا مال ہو جاؤ۔ دنیا میں بھی خوش آخرت میں بھی خوش۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے۔

ذرا غور سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ چھوٹی سی سورت ہمارے لیے دنیا کا بہترین نسخہ ہے۔ اس سے جسمانی' روحانی صحت ملتی ہے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں بہترین آسائش و آرام کا ابدی انعام۔ آخر میں حدیث ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں اس شخص کے لیے جنت کی حدود میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو دکھاوے سے باز رہے اگر چہ اس کا عمل نیک ہی کیوں نہ ہو۔ اور میں اس شخص کے لیے جنت کے عین بیچ گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ سے باز رہا' اگر چہ مذاق ہی کیوں نہ ہو۔ اور میں اس شخص کے لیے جنت کی بلندیوں پر گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو اعلیٰ اخلاق والا ہو۔ (ابوداؤد)

یہی خلاصہ ہے اس سورت کا۔ الحمدللہ سورۃ العصر مکمل ہو گئی۔

تعارف سورۃ الھمزۃ

یہ سورہ مبارکہ بھی مکی ہے اور اس میں 9 آیات اور ایک رکوع ہے یہ بھی انسانی کردار' اور پھر بد کردار کے برے انجام کی وضاحت کرتی ہے۔ دوزخ کا نقشہ بڑا ہولناک کھینچا گیا ہے۔ اور اس میں ڈالے جانے والے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آیئے سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

بد کردار انسان اور دوزخ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

ع

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے کی۔(1) جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔(2) اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ رہے گا۔(3) ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔(4) اور تمہیں کیا معلوم حطمہ کیا ہے۔(5) وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔(6) جو دلوں پر جا لپٹے گی۔(7) اور وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے۔(8) لمبے لمبے ستونوں میں۔(9)

تشریح: اس سورت میں دوزخ کے ایک خاص درجے کا ذکر کیا گیا ہے جو خاص برائیاں کرنے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔جس طرح جنت میں درجات مقرر ہیں اسی طرح دوزخ میں بھی درجات بنائے گئے ہیں۔یعنی اعمال کے مطابق سزا جزا دی جائے گی۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو دنیا میں دوسروں کو طعنہ زنی' عیب جوئی سے تنگ کرتے ہیں۔یعنی دوسروں کی عزت خراب کرتے ہیں اور مال سے محبت اس قدر رکھتے ہیں کہ جہاں ضرورت ہو وہاں بھی خرچ نہیں کرتے انتہائی بخیل اور تنگ نظر لوگ ہوتے ہیں۔یعنی ہر وقت اسی چکر میں رہتے ہیں کہ کیسے مال بڑھتا رہے کم نہ ہو۔مثل مشہور ہے کہ 99 کے چکر میں ہی رہتے ہیں کہ بس 100 بن جائے کسی طرح۔انتہائی مال پرستی اور حرص و ہوس کا ثبوت دیتے ہیں۔ان کو اس بات کا بھی خیال نہیں آتا کہ مال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بہت احکامات دے رکھے ہیں مثلاً یہ کہ مال جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے عزیز رشتہ دار' دوست احباب' مسافر' غریب' مسکین اور فقیر سب کو دو اور کوئی بھوکا ہو تو اسے کھانا کھلاؤ۔صدقہ خیرات کرو زکوۃ دو۔یہ تمام احکامات اللہ کی طرف سے بندوں کو ان کی بہتری کے لیے دیئے گئے ہیں تو جو لوگ ان احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال کو مل بانٹ کر خرچ کرتے ہیں وہ تو آخرت میں اجر ضرور پائیں گے لیکن جو مال کی محبت میں ان تمام فرائض کو بھول کر صرف مال ہی جمع کرتے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اس نافرمانی اور مال کی انتہائی محبت میں گم ہو کر زندگی گزارنے کی سزا ان کو جہنم کے اس درجہ کی دی جائے گی کہ جو "دلوں پر جا لپٹے گی"۔اس کی تشریح ہم اس حدیث سے کر سکتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: بعض دوزخیوں کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی' بعض کو گھٹنوں تک' بعض کو کمر تک' بعض کو گردن تک اور بعض کو ہنسلی تک۔(مسلم)

تو ثابت یہ ہوا کہ دوسروں کو طعنہ زنی کرنے والے اور بخیل لوگوں کو ایسی سزا دی جائے گی کہ جہنم کے اس درجہ کی آگ میں ان کو ضرور ڈالا جائے گا جو فوراً "دلوں پر لپٹ جائے گی۔

یہ دونوں اخلاقی برائیاں کوئی معمولی برائیاں نہیں ان کی سزا بھی بڑی سخت ملے گی۔لوگ مذاق مذاق میں دوسروں سے طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں۔تو ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اس طرح دوسروں کی عزت خراب کرنا اور دل دکھانا اللہ کو بہت زیادہ ناپسند ہے اور اسی طرح اس مال سے محبت کر کے نافرمانی کرنا کہ جو مرنے کے بعد ہرگز کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ یہاں سے تو خالی ہاتھ ہی جانا ہوگا۔سب جمع پونجی۔مال دولت جائیداد اس دنیا میں ہی پڑی رہ جائے گی یہ بھی بڑا سخت گناہ ہے۔ہمارے سامنے ہر

وقت یہ واقعہ دیکھنے میں آتا رہتا ہے کہ بڑے سے بڑا کنجوس' مالدار' امیر کبیر جب یہاں سے رخصت ہوا تو خالی ہاتھ رخصت ہوا۔ سکندر اعظم فاتح اعظم نے اس بات کو لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت کا مقام بنانے کے لیے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرا ہاتھ کفن سے باہر چھوڑ دینا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک فاتح اعظم جب دنیا سے رخصت ہوا تو بالکل خالی ہاتھ رخصت ہوا۔ یہ حقیقت تو دن رات ہمارے سامنے عیاں ہوتی رہتی ہے۔ تو کیا اس حقیقت کو اور اس سورت میں بیان کی گئی حقیقت کو اپنی عملی زندگی میں نشان منزل بنا لینا اچھا ہے یا اس سے آنکھیں بند کر کے لاپرواہی اور نافرمانی کی زندگی گزاری جائے اور آخرت میں اذیت ناک زندگی گزاری جائے گی جس کی خبر اللہ نے ہمیں وقت پر دے دی ہے یعنی "اللہ کی سلگائی ہوئی آگ' جو دل تک پہنچ جاتی ہے۔ (6-7)

محبت بڑا ہی مقدس جذبہ ہے لیکن جب یہ محبت دولت سے ہو جائے تو ہوس بن جاتی ہے۔ اسی بات کو حضرت شیخ سعدی نے یوں کہا " جو زیادہ پیسے والا ہے وہی محتاج ہے"۔ کیونکہ ایسے شخص میں حرص' طمع' لالچ' خود غرضی اور اللہ کی نافرمانی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ خود کو کبھی آسودہ حال سمجھ ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اپنی اس ہوسِ مال کی عادت کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہیے تاکہ دنیا و آخرت سنور سکے۔

تاریخ کے جھروکے سے ہمیں بے شمار بادشاہ' علماء' فلاسفر اور فاتحین و ادباء و شعراء دکھائی دیتے ہیں۔ کتنے ہیں ان میں سے جو مقبولِ الٰہی ہوئے اور کتنے ہیں جو مغضوبِ الٰہی ہوئے۔ اللہ ہی جانتا ہے ان کی ظاہری زندگی کو دیکھ کر علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

دوزخ کی کسی طاق میں افسردہ پڑی ہے
خاکسترِ اسکندر و دارا و ہلاکو

اس دنیا کی حقیقت اور جزا و سزا کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کچھ فرماتے ہیں

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

اللہ ہمیں اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل کرے اور اس حطمہ سے محفوظ رکھے جس کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ آمین ثم آمین۔ الحمد للہ کہ سورۃ الھمزہ مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ الفیل

یہ سورہ مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 105 نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔ یہ چھوٹی سی سورت بہت سے مقاصد لیے ہوئے ہے اور تاریخی حیثیت سے بھی بڑی محکم ہے اور عبرت دلانے ڈرانے کے لیے بہترین ثبوت ہے۔

بعثتِ رسول ﷺ سے زیادہ دور کی بات نہ تھی اس لیے عرب کا ہر شخص نہ صرف یہ کہ اس واقعہ سے اچھی طرح واقف تھا بلکہ خوفزدہ بھی تھا۔ حضرت ام ہانی اور سیدنا زبیر بن العوام کی روایت ہے کہ۔(اس واقعہ کے متعلق) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قریش نے 10 سال تک اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کی۔

کیونکہ ''ابرہہ'' کے حملہ آور ہونے پر انہیں یقین تھا کہ وہ اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے لہٰذا عبدالمطلب اور دوسرے بڑے بڑے سرداران قریش نے حرم کا کنڈا پکڑ کر اللہ سے دعائیں مانگیں۔ بتوں سے دعائیں نہ کی تھیں اور ابن جریر نے ان کی دعا یوں بیان کی ہے۔

اے میرے رب تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت کر' اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک"۔ یہ اللہ پر ایمان کا عقیدہ اس وقت اہل مکہ میں بڑی شدت سے پیدا ہوا تھا۔ کہتے ہیں نا۔ کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔

اسی سے متعلقہ ایک اور واقعہ بھی ہے جب ابرہہ۔(بروایت محمد بن اسحاق) المغمس پہنچا تو اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ کر لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے دو سو اونٹ تھے۔ ابرہہ نے اپنا ایلچی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "میں تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ صرف خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں اگر تم نہ لڑو تو میں تمہارے جان و مال کو نقصان نہ پہنچاؤں گا"۔ اور کسی سردار کو بات چیت کے لیے طلب کیا۔ جس پر عبدالمطلب گئے۔ تو انہوں نے کہا "میرے اونٹ مجھے واپس کر دو۔ ابرہہ حیران ہوا کہ " تمہیں اونٹوں کی فکر ہے اور خانہ کعبہ کی کوئی فکر نہیں "۔ تو وہ بولے "اونٹ میرے ہیں خانہ کعبہ اللہ کا ہے وہ اس کی خود حفاظت کرے گا"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کو مانتے تھے مگر پھر بھی گمراہی میں پڑ کر بتوں کو پوجتے رہے۔ بہر حال ابرہہ کا واقعہ عربوں کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ابرہہ کون تھا اور خانہ کعبہ کو کیوں مسمار کرنا چاہتا تھا۔

اس کی دو بڑی وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ تجارتی راستہ تھا جو جنوبی عرب سے شام کی طرف جاتا تھا۔ یہ بڑا اہم راستہ تھا جس پر مدتوں سے عربوں کا قبضہ تھا اور وہ اس کے ذریعہ خوب کماتے تھے۔ دوسرا عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتا تھا۔ اور وہاں گرجا گھر بنانا چاہتا تھا۔

ابرہہ کے متعلق یہی معلوم ہوا ہے کہ یہ اصل میں حبش کی بندرگاہ کے ایک یونانی تاجر کا غلام تھا جو بعد میں اپنی ہوشیاری کی وجہ سے یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس طرح اس نے مکہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ 571ء میں 60 ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر روانہ ہوا۔ جب مکہ میں داخل ہونے لگے تو اس کا خاص ہاتھی اچانک بیٹھ گیا۔ اور پھر پرندوں کے غول کے غول اپنی چونچوں میں خاص پتھر لیے ہوئے ان کی فوج پر حملہ آور ہو گئے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی اس فوج کا ہر پتھر جس انسان کو لگتا وہ کھائے ہوئے

بھس کی طرح زمین پر گر پڑتا۔ اور یوں فوج تتر بتر ہوگئی۔ بہت سے ادھر ہی مر گئے اور بہت سے واپس جا کر مر گئے ان میں ابرہہ بھی تھا۔

عطا بن یسار کی روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو صرف یہی سزا نہیں دی بلکہ تین چار سال کے اندر یمن سے حبشی اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا"۔

ایک اور خاص بات جو تمام یعنی اکثر مفسرین نے بیان کی ہے کہ اسی سال یعنی عام الفیل کے سال میں ہی محرم میں یہ واقع پیش آیا اور ولادتِ رسول ﷺ ربیع الاول میں ہوئی۔ "اصحاب الفیل" یہ اتنا بڑا اور اہم حیرت انگیز واقعہ تھا کہ تمام شعراء نے قصائد کہے اور یہ بات نمایاں طور پر کہی کہ یہ سب صرف اور صرف اللہ ہی کی قدرت سے ہوا۔ اس سورت کو یہاں اس لیے نازل کیا گیا تا کہ عرب لوگ اس ماضی قریب کے واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور بتوں کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت شروع کر دیں جیسا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ بتا رہے ہیں۔ ورنہ وہ بھی اسی طرح عذابِ الٰہی میں مبتلا کئے جا سکتے ہیں۔

اللہ کی قدرت کا زبردست مظاہرہ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥ ع

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ (1) کیا ان کا داؤ غلط نہیں کر دیا؟۔ (2) اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے۔ (3) جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ (4) تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھس"۔ (5)

تشریح: اس سورت میں اس بہت بڑے عجیب و غریب واقعہ کی دلیل دے کر نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ عظیم ہے' کبیر ہے اور قدرت و حکمت میں بے مثال ہے۔ تو تم سب رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کرو اور اس اللہ لاشریک پر ایمان لے آؤ جس نے ابھی ماضی قریب میں ہی تمہارے سامنے ہاتھی والوں یعنی ابرہہ کی 60 ہزار کی فوج کو کیسے معمولی پرندوں کی کنکریوں سے ہلاک کر ڈالا۔ یہ صاف صاف کفر اور اسلام یا شیطان کا اللہ سے مقابلہ تھا جو دنیا نے دیکھا کہ کس طرح اس کا فیصلہ ہوا۔ اور اللہ نے کفار کی چھپی ہوئی تدبیر کو کس طرح ناکام کر دیا۔ چھپی ہوئی تدبیر کو ملیا میٹ کر دیا۔ چھپی ہوئی تدبیر یوں کہا کہ ظاہراً تو انہوں نے قریش سے اپنے کلیسا کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کا بہانہ بنایا جب کہ اصل میں وہ عربوں کو کچل کر اس اہم تجارتی شاہراہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جو راستہ جنوب عرب سے شام و مصر کی طرف جاتا تھا۔ اور دوسرا مقصد عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے۔

مگر اللہ تعالیٰ کے سامنے کس کی تدبیر چل سکتی ہے؟ وہ تو سب سے بڑا تدبیر کرنے والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے معمولی

پرندوں کے ذریعہ اتنی بڑی (60) ہزار کی ہاتھیوں والی فوج کو یوں ملیا میٹ کر دیا کہ جیسے معمولی کھایا ہوا بھس ہو۔ تو سبق یہی ملتا ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ کو ہی اپنا سب کچھ سمجھو اسی سے دعا کرو کیونکہ وہ بہترین سننے والا ہے اور مدد کرنے والا ہے۔ دعا کی بڑی فضیلت ہے جب کہ سچے دل سے مانگی جائے۔ دوسرا فخر و غرور انسانی زندگی کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ تکبر' بڑائی اور نخوت اللہ کو ہرگز ناپسند ہے۔ تیسرا اپنے رتبہ پر غرور اور اپنے جاہ و جلال پر اترانا' اپنی دولت اور کثرت پر بھروسہ کرنا یہ سب اللہ کو ناپسند ہے اور ہمارے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ اعلیٰ کردار کے خلاف ہے۔ اور سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اور یہ آنی جانی چیزیں ہیں ان پر بھروسہ کرنا خود کو دھوکہ دینے کے برابر ہے۔

خلاصہ سورۃ الفیل

کہ سب سے بڑی ذات اللہ کی ہے اور عظیم شخصیت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ عظیم کتاب قرآن پاک' عظیم مذہب اسلام اور عظیم دعوت اذان ہے۔ لہٰذا انسان کو ہمیشہ عاجزی سے کام لینا چاہیے۔ مال و دولت' جاہ و جلال اور آل اولاد پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔

فخر کی بات صرف یہ ہے کہ آپ مسلمان ہیں متقی' پرہیزگار اور سچے مسلمان ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ "تم کو ایسی امت بن کر رہنا چاہیے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے"۔

حدیث دل کسی درویش بے کلاہ سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

اللہ اہل ایمان کا دوست ہے انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں' یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ (بقرہ:257)

الحمدللہ سورۃ الفیل مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ القریش

ترتیب کے لحاظ سے 106 نمبر پر یہ سورہ مبارکہ آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور 4 آیات ہیں۔ یہ مکی سورت ہے۔ یہ اس لحاظ سے بڑی اہم سورت ہے جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ قبیلہ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ قبیلہ قریش عرب کا محترم ترین قبیلہ ہے۔ سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ یہ نبی پاک ﷺ کا قبیلہ ہے دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ خانہ کعبہ کے متولی ہیں۔ خانہ کعبہ مکہ میں ہے اور مکہ خود ہر لحاظ سے بڑا اہم اور مبارک شہر ہے۔ سب سے پہلے تو اس کی بنیاد ہی بڑی عظیم اور مبارک وجوہات سے رکھی گئی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ کا اللہ کی رضا سے وہاں جا کر رہنا

اور بڑھنا یہ سب تاریخ اسلامی میں سنہری الفاظ میں لکھا جا چکا ہے کون اس عظیم الشان واقعہ سے واقف نہیں۔ انہی محترم ہستیوں کی وجہ سے اس بے آب و گیاہ صحرا میں مکہ جیسا تجارتی شہر آباد ہوا اور پھر اس شہر کو یہ فضیلت ملی کہ وہ زراعت کے لحاظ سے بالکل نامناسب زمین رکھتا ہے مگر اللہ کی خاص رحمت اس پر یہ ہے کہ پوری دنیا کی مصنوعات' مشروبات اور کھانے پینے کا سب سامان وہاں ملتا ہے۔ بے موسم کے پھل اور سبزیاں۔ غرض کون سی دنیا کی ایسی چیز ہے جو وہاں نہ ملتی ہو۔ یہ تو ہوگی تجارتی حیثیت اب معاشرتی لحاظ سے اس کو فوقیت یوں مل گئی کہ وہاں اللہ کا گھر بنایا گیا جس کی وجہ سے وہ امن کا شہر بنا دیا گیا۔ قریش کے ہاتھ میں سرداری دی گئی کہ نبی ﷺ پاک اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو اللہ نے عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ عزت' شان اور احترام بخشا۔ انہی کی وجہ سے مکہ میں تجارت کا بہترین کاروبار چمکا اور مکہ جزیرۃ العرب کا اہم ترین مرکز بن گیا اور تجارت کی وجہ سے قریش کے تعلقات شام' مصر' عراق' ایران' یمن اور حبش سے مضبوط ہو گئے جو قبیلہ قریش کے لیے بہت مفید ثابت ہوئے۔ یہ قبیلہ سب سے زیادہ امیر' معزز' اور پڑھا لکھا قبیلہ بن گیا اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "قریش لوگوں کے لیڈر ہیں۔ (مسند احمد)

ان کی عظمت' شرافت' لیاقت اور امارت کی وجہ سے کسی کی جرات نہ ہوتی تھی ان پر حملہ کرنے کی اور لوٹ مار کرنے کی یہ بڑے سکون سے یمن اور شام کا سالانہ سفر کرتے تھے۔ اور پھر اللہ نے خانہ کعبہ کی وجہ سے شہر مکہ کی حرمت میں یوں اضافہ کر دیا کہ اصحاب الفیل کو اپنی قدرت سے پرندوں کے ذریعہ نیست و نابود کر دیا مکہ سے یمن تک پورے راستے میں ابرہہ کی فوج کے سپاہی مر مر کر گرتے چلے گئے۔ یہ واقعہ اس قدر عجیب ہیبت ناک اور اثر انگیز و عبرت ناک تھا کہ جس کی وجہ سے عربوں کے دلوں میں اور سب کے دلوں میں اللہ کی وحدانیت' عظمت اور ہیبت پوری طرح بیٹھ گئی۔ یہ سب کچھ شروع سے اللہ کی طرف سے اس کی خاص رحمت' برکت اور عنایت سے ہوتا چلا آیا تھا اور ہوتا رہا ہے۔ ان شاء اللہ ہوتا رہے گا۔ مسلمانوں کا مرکز اللہ کا گھر امن و سکون کا شہر اور عزت و احترام اور مال و دولت کا خزانہ سعودی عرب۔ جہاں تیل کے ذخائر اور سونے کے خزانے بے بہا موجود ہیں اور اللہ کی رحمت کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔

کعبۃ اللہ اور قبیلہ قریش

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

ع

کیونکہ قریش مانوس ہوئے۔ (1) جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس ہوئے۔ (2) لوگوں کو چاہیے کہ اس نعمت کے شکر میں اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ (3) جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔ (4)

تشریح: مکہ بذات خود بے آب وگیاہ زمین کا علاقہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کے قبیلہ کے دل میں تجارت کا خیال ڈال کر ان کو بھوک افلاس اور مشکل سے بچالیا اور ان کو یہ عادت ڈال دی کہ سردیوں میں یمن کی طرف جو گرم ملک ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد ملک ہے تجارت کے لیے سفر کریں اور پھر متولی کعبہ ہونے کی وجہ سے ان کی عزت اور احترام میں اس قدر اضافہ کیا کہ کوئی ان پر حملہ نہ کرتا تھا بلکہ بڑی خوش دلی اور عزت سے ان کا استقبال کرتے تھے۔ اور یوں ان کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ و مامون کر دیا نہ ان کو بھوک اور غربت کا ڈر رہا اور نہ ہی حملہ آوروں اور جنگ وجدل کا ہی خوف رہا۔ تو ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اس رب رحیم کی عبادت کرنی چاہیے جس نے ان کے لیے یہ تمام بندوبست کئے ہیں۔ پھر بھی اگر یہ لوگ اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے رسول اللہ کو ستاتے ہیں اور سچے پیغام سے آنکھیں بند کرتے ہیں تو پھر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان پر عذاب بھی آ سکتا ہے جیسا کہ ان کے سامنے ابرہہ اور اس کے لشکر کا حال ہوا ہے۔ لہٰذا ان کو عقل سے کام لیتے ہوئے رسول ﷺ کی پیروی کرنی چاہیے اور اللہ کی بندگی کرنی چاہیے۔ جو کچھ نعمتیں اب تک ان پر خاص طور سے اللہ نے نازل کی ہیں وہ سب ان کی نظروں کے سامنے ہیں جن کی وجہ سے یہ اللہ کو دل سے مان چکے ہیں مگر صرف ایک ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بتوں کو الٰہ بنائے بیٹھے ہیں۔ تو یہ ہٹ دھرمی ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی بلکہ عذاب کے قریب ان کو لے آئے گی۔ چاہیے کہ یہ عقل سے کام لیں۔

خلاصہ سورۃ القریش

کہ آج کے دور میں بھی ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی موجود ہے جو اللہ کے سوا اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی اور خود اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے عجیب وغریب بتوں اور قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے ان کی عقل پر اور کچھ ایسے ہیں کہ تین تین اللہ کو مانتے ہیں۔ بہرحال ان کو سمجھانے کے لیے خود ان کا مادی جسم ان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات اور کائنات کا ایک ایک حصہ ایک ایک چیز خود بتا رہی ہے کہ یہ سب اس طاقت کے قبضہ میں ہیں جس کے ہم محتاج ہیں جو ہماری آنکھوں کی طاقت سے باہر ہے ہماری عقل سے باہر ہے۔ جس کو ہم اپنی عقل علم اور رسول ﷺ وقرآن کی مدد سے پہنچان تو سکتے ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے۔ پہچان لینے کے بعد بھی اگر کفر پر اڑے رہنا چاہتے ہیں تو پھر یہ ہماری بدنصیبی ہے جو ہمیں دنیا میں بھٹکائے رہے گی اور آخرت میں انتہائی عذاب میں ڈال دے گی۔ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے۔

''ان نافرمان ارباب نعمت کو میرے حوالے کرو' اور قدرے انتظار کرو۔ ان کے لیے بیڑیاں' جہنم' بدذائقہ غذا اور ہولناک

عذاب تیار ہے"۔ ۔(مزمل:11 تا 13)

دوسری طرف ان لوگوں کے لیے انعام و اکرام کا پیغام ہے جو نیک ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔"جو لوگ ایمان لانے کے بعد پاکیزہ' نیک اور عمدہ کام کریں گے ہم ان کے دکھ۔ (گناہ) یقیناً دور کر دیں گے اور انہیں بہترین اجر دیں گے"۔ (عنکبوت:7) اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔

خدا اس مسافر کی ہمت بڑھائے
جو منزل کو ٹھکرائے منزل سمجھ کر

سورۃ القریش مکمل ہو گئی۔ الحمد للہ

تعارف سورۃ الماعون

یہ سورہ مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 107 ویں نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور سات آیات آتی ہیں۔ اس میں بھی اخلاقی اور دینی فرائض کی پابندی پر زور دیا گیا ہے اور بری عادتوں کو چھوڑنے کی نصیحت کی گئی ہے جس میں خاص طور سے نماز سے غفلت' یتیم سے سختی' بخل' حسد اور تنگ دلی و ریاکاری سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ عادات انفرادی و مجموعی ہر طرح سے خود اپنے لیے' خاندان' قوم و ملک اور پوری انسانیت کے لیے انتہائی نقصان دہ اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ جس کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں گے آیئے سورت کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں۔

نماز سے غفلت ریاکاری اور بخل سے بچو

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۞ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۞ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۞ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۞ ع

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔(1) یہ وہی بد بخت ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔(2) اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے ترغیب نہیں دیتا۔(3) تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے۔(4) جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔(5) جو ریاکاری کرتے ہیں۔(6) اور برتنے کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے۔(7)

تشریح: اس میں کچھ ایسی نصیحت کی باتیں بتائی گئی ہیں جو دنیا و آخرت کو سنوار سکتی ہیں جس میں سب سے اول

عقیدۂ آخرت کی مضبوطی ہے۔ اصل میں یہ عقیدہ انسانی کامیابی کے لیے ایک چابی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہوگا کہ ہمارا محاسبہ ضرور ہوگا اور ایسی ذات کے سامنے ہوگا جو ہمارے ظاہر باطن سے خوب واقفیت رکھتا ہے۔ جس کو نہ دھوکہ دیا جا سکتا ہے نہ سفارش کی گنجائش ہے نہ جھوٹ اور رشوت سے چھوٹ سکتے ہیں۔ تو پھر کوئی پاگل ہی ہوگا جو غلط کام کرے گا۔ لیکن ایسے سر پھرے لوگوں کی نہ پہلے کمی تھی نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ تو ایسے ہی منافق لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیونکہ جو جزا سزا کے دن پر یقین نہیں رکھتا اس لیے یہ تمام برائیاں وہ بڑے آرام سے کرتا ہے اور ان سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ سب سے پہلی برائی کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

یتیم معاشرے کا ایسا فرد ہوتا ہے جو قدرت کے نظام حفاظت یعنی والدین کی شفقت سے محروم ہوتا ہے۔ اس پر شفقت کرنا نہ صرف اخلاقی فرض ہے بلکہ دینی فریضہ بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا''۔

اگر یتیم کو سہارا نہ دیا جائے تو وہ محرومی کی وجہ سے بھٹک سکتا ہے اور خود اور معاشرے کے لیے باعث زحمت ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اس کی خبر گیری سب کا فرض ہے۔ دوسری یہ کہ بخیل ہوتا ہے اس حد تک کہ نہ تو خود بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ بھی اخلاقی کمزوری اور کردار کی خرابی کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے حکم ہے کہ ''مسکینوں سے محبت کرو اور ان سے مل بیٹھا کرو''۔ کیونکہ اس میں انسان کی عظمت ہے اور فخر و غرور کا سد باب ہو جاتا ہے اور انسان میں انسان دوستی' انکساری' ہمدردی اور شفقت و مہربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یوں انسان اللہ اور خلق خدا کا مقبول اور پیارا بندہ بن جاتا ہے۔

چوتھی یہ کہ نماز میں سستی کرتا ہے۔ نماز اللہ کی طرف سے عبادت کا ایک اسلامی طریقہ ہے اور صلوٰۃ کے اصطلاحی معنی ہیں۔ دعا' رحمت' استغفار اور حسن ثنا۔

''بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔ (النساء: 103) ''نماز مومن کا نور ہے''۔ (ترمذی)

''جو صبح و شام نماز پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (بخاری)

یہ ایک انتہائی مقدس طریقہ ہے اللہ کے حضور حاضر ہو کر دعا کرنے کا اپنی حاجات بیان کرنے کا مدد مانگنے کا اور استغفار کرنے کا۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عبادت میں سراسر ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے نماز کے بے شمار فوائد ہیں جو کئی دفعہ بیان کئے جا چکے ہیں یہاں اس سورت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے جو اس قدر اچھی نعمت والی عبادت میں غفلت کرتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو اس نیت سے کہ لوگ ان کو عبادت گزار کہیں۔ خلوص نیت سے نماز کے تمام واجبات کو پورا نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کو نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ایسے لوگوں کو اس کوتاہی پر ضرور سزا ملے گی سورۃ الماعون میں ایسے نمازیوں کے لیے تباہی' بربادی اور ہلاکت کا

اعلان کیا گیا ہے۔اور ان کے لیے وَیل (جہنم کی وادی کا نام) تیار کر رکھی ہے جس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ ڈالے جائیں گے۔
پانچویں:- بخل، تنگ نظری اور خود غرضی۔یعنی مدد کے طور پر اگر کوئی شخص اس سے کوئی چھوٹی موٹی چیز مانگ لے تو وہ دینے میں تردد کرتا ہے۔

خلاصہ سورۃ الماعون

کہ عقیدۂ آخرت انسانی زندگی کو بہترین رخ عطا کرتا ہے اور یوں انسان میں مستحکم، مضبوط اور پاکیزہ کردار پیدا ہوجاتا ہے۔ جو ایک مسلم کو غیر مسلم سے ممتاز کرتا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پکے اور سچے مسلمان بننے کی توفیق دے آمین کیونکہ اگر۔

زبان نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

سورۃ الماعون مکمل ہوگئی۔الحمدللہ

تعارف سورۃ الکوثر

یہ سورت مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 108ویں نمبر پر آتی ہے۔اس میں ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔یہ مکی سورت ہے یہ اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ دعوتِ توحید کی وجہ سے آپ ﷺ کے اکثر رشتہ دار آپ ﷺ سے علیحدہ ہو کر آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے تھے۔ کہ ایک اور پریشانی آپ ﷺ کے لیے بیٹے کی وفات کی کھڑی ہوگئی۔ آپ ﷺ کے دو صاحبزادے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے تو اس وقت آپ ﷺ غمگین ہوئے اور سرداران قریش بڑے خوش ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے اور کہنے لگے کہ چلو قصہ پاک ہوا۔اب محمد ﷺ کا کوئی بیٹا بھی نہیں رہا یعنی وہ "ابتر" ہوگیا۔ابتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کا کام اور نام چلانے والا کوئی نہ ہو۔یعنی نسل نہ چلے یعنی اولاد نرینہ سے محروم ہو جائے عرب ایسے شخص کو "ابتر"۔(یعنی دم کاٹ دینا) کہتے ہیں۔اس وقت آپ ﷺ کی تسلی اور ہمت افزائی کے لیے یہ خوشخبری آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دی۔اسی طرح کئی سورتوں میں پہلے بھی آپ ﷺ کو مختلف خوشخبریاں دی جاچکی ہیں۔اب ہم سورۃ الکوثر کا مطالعہ کرتے ہیں۔

پیارے نبی ﷺ کے لیے اللہ کا انعام

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝٢ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝٣ ع

بیشک ہم نے تجھے۔(نبی ﷺ) کوثر دی۔(1) تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔(2) بیشک تمہارا دشمن

ہی جڑ کٹا ہے۔(3)

تشریح: یہ چھوٹی سی سورت بہت بڑے مقاصد کو بیان کر رہی ہے۔مثلاً کوثر کی خوشخبری نبی اکرم ﷺ کیلئے۔یوں تو کوثر کا مطلب ہے خیر کثیر۔یعنی وہ تمام درجات جو آپ ﷺ کو دیئے گئے۔حسن کردار' حسن سیرت' حسن معاملہ اور سب سے بڑھ کر رتبہ کے لحاظ سے آپ ﷺ محسن انسانیت' حامل قرآن اور تکمیل دین کے لحاظ سے آخری نبی کا بلند ترین درجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو دیا گیا ہے۔مگر یہاں اس سورت میں کوثر سے مراد وہ نہر ہے جو جنت میں موجود ہے۔اس کا ثبوت ہمیں احادیث سے ملتا ہے۔جیسا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا "ایک دن میں جنت میں جا رہا تھا تو میں نے وہاں ایک نہر دیکھی' جس کے کناروں پر موتیوں کے گنبد بنے ہوئے تھے۔میں نے کہا' اے جبریل یہ کیا ہے۔کہا کہ کوثر ہے' وہ کوثر جو اللہ نے آپ ﷺ کو عنایت کیا ہے' یہ کہہ کر فرشتے نے (نیچے) ہاتھ ڈالا' تو اس کی کیچڑ نہایت خوشبودار مشک کی تھی۔(بخاری 149/8)

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا۔"جنت کی ایک نہر کوثر ہے' اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں' موتی اور یاقوت کے اوپر سے بہتی ہے' اس کی مٹی مشک سے بہتر' اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں' اور برف سے زیادہ شفاف ہے"۔(ترمذی)

بہت سے مفسرین اور محدثین نے جنت کی چار نہروں کا ذکر کیا ہے۔پانی کی نہر' دودھ کی نہر' شراب طہور کی نہر' اور شہد کی نہر۔ قرآن پاک میں ان نہروں کی تصدیق کی گئی ہے۔ ۔(القرآن)

"اس جنت کی حالت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے ۔(عمدہ) پانی کی نہریں ہیں جو بو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں (یعنی نہ سر گھومے اور نہ نقصان دے) اور صاف شہد کی نہریں بھی ہیں۔اور وہاں ان کے لیے ہر قسم کے میوے بھی ہیں۔(سورۂ محمد:15)

ان بڑی نہروں میں ایک نہر کوثر ہے۔یہی وہ نہر ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہے کہ بطور خاص آپ ﷺ کو دی جائے گی اور اسی نہر کا ذکر اس سورہ پاک "کوثر" میں کیا گیا ہے۔

پھر حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کے شکریہ کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔یہ خوشخبری اور یہ حکم کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ یہ اس مالک کون ومکان' حي القیوم اللہ الصمد' وحدہ لاشریک کا قول ہے کہ جو ہمارا خالق و مالک ہے اور ہم اس کے بندے یعنی غلام ہیں۔یہ کسی معمولی ہستی کا قول قرار نہیں۔اس پر شک کرنا یا حیل وحجت میں پڑنا ہمارے ایمان کے خلاف ہے۔یہ بات ہمیں اس کتاب میں بتائی گئی ہے۔"جس میں کوئی شک نہیں ہے۔(سورۃ البقرہ:2)

اب فیصلہ کرنے کا ہمیں حق دیا گیا ہے چاہیں تو جنت کے حصول کے لیے اور موجودہ نعمتوں کے لیے اللہ کے حضور جھک جائیں جس کا بہترین طریقہ ہے رکوع وسجود پورے خشوع وخضوع کے ساتھ کرو اور یہ بدنی وروحانی عبادت رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ سے یعنی نماز کے تمام آداب' ارکان' شرائط اور نیت کے ساتھ ادا کرنا ضروری اور قابل قبول ہیں یہ نہیں کہ بے دلی سے چند ٹھونگے

مارے اور اٹھ گئے۔ ایسی نماز نا قابل قبول ہوگی بلکہ قابل سزا بھی ہوگی جیسا کہ پچھلی سورت میں بتایا جا چکا ہے۔ یہ ہمارے علم میں ہے کہ نماز کا حکم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیارے نبی محمد ﷺ تک سب کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز بہترین عبادت ہے اور شکر یہ ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور خود کو اللہ سے منسلک رکھنے کا نافرمانی سے بچنے اور نیک راہیں اختیار کرنے کا بہترین ذریعہ اور بہترین وسیلہ نماز ہی ہے یہاں اللہ نے حکم دیا ہے پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر"۔ (آیت 2)

اور پھر تسلی دی یقین دلایا اور وعدہ کیا کہ بالکل بے فکر ہو جاؤ یہ کفار جو آپ ﷺ کو جڑ کٹا کہہ رہے ہیں خود ہی نامراد' ذلیل وخوار اور جڑ کٹے ہوں گے۔ پھر یہ خوشخبری یہ وعدہ کیسے پورا ہوا۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ آپ ﷺ کے پیروکار اللہ کے نام لیوا دنیا کے کس حصہ میں موجود نہیں۔ ساری دنیا میں اسلام اور مسلمان کہیں کم کہیں زیادہ مگر موجود ضرور ہیں۔ اور اس عالمی معاشرے کی بنیاد ساتویں صدی عیسوی میں رکھ دی گئی تھی جو اپنے بہترین نظامِ اخلاق' کردار' تمدن' معیشت اور معاشرت کی وجہ سے انتہائی مختصر مدت میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمان دنیا کی آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی ہیں اگر آج تمام مسلم ممالک تمام مسلمان اور ہر مسلمان اپنے اندر قرآن وسنت کی بتائی ہوئی روح پیدا کر لیں تو ہم اپنی گمشدہ طاقت ضرور اور بہت جلد حاصل کر سکتے ہیں مگر "میری نظر میں اس وقت تین اسباب ہیں جو مسلمانوں کو متحد نہیں ہونے دیتے۔

1 ہر اجتماع کے نتیجہ میں افتراق

2 ہر تنظیم کے نتیجہ میں تفریق

3 ہر اصلاح اور دعوت کے نتیجہ میں فساد اور نفرت

کاش ہم مل کر سوچیں اور دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ کیونکہ اصل مرض یہی ہے کہ حب مال و جاہ' حسد و بغض کی نجاستوں سے اپنے قلوب پاک نہیں۔ ہمیں اس پر بڑا ناز ہے۔ کہ ہم چوری' رشوت' سود' شراب' رقص وسرود اور سینما سے پرہیز کرتے ہیں اور نماز روزے کے پابند ہیں۔ مگر یہ سب صرف شخصی ریاء کی بنا پر ہے ورنہ تو اگر یہی تمام کام خالصتاً خوف خدا سے کئے جائیں تو ہم بھی اپنے اسلاف کی طرح پھل پھول سکتے ہیں۔ (ترجمان القرآن اکتوبر 1996)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس نماز اور اس قربانی کی اصل سے متعارف کروا دے جس کا ذکر اس سورت پاک میں کیا گیا ہے۔

"تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو"۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے"۔ (سورۃ الکوثر آیات 2-3)

خلاصہ سورۃ الکوثر

اس چھوٹی سی مختصر مگر جامع سورت میں ہمیں انفرادی' اجتماعی دینوی اور آخروی ہر قسم کی کامیابیوں کا نسخہ بتایا گیا ہے خوشخبری دی گئی ہے اللہ ہمیں اس کو پڑھنے' سمجھنے اور عمل کرنے کی پوری پوری توفیق دے آمین ثم آمین۔ اور ہمیں اس شعر کا مصداق بنا دے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

الحمدللہ سورۃ الکوثر ختم ہوگئی۔

تعارف سورۃ الکافرون

یہ سورت بڑے فیصلہ کن حکم کی حامل ہے۔ یہ بھی مکی سورت ہے ترتیب کے لحاظ سے 109 نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور 6 آیات ہیں۔ یہ بھی بڑی بابرکت سورت ہے اس کا شانِ نزول یوں بیان کیا گیا ہے۔

اس میں تمام مفسرین اور محدثین متفق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اعلانِ توحید سے ہر طرف کھلبلی مچ گئی اور مخالفین طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگے کہ کسی طرح محمد ﷺ کو دعوتِ اسلام و دعوتِ توحید سے باز رکھا جائے انہوں نے آپ ﷺ کو اذیتیں دیں' لالچ دیئے' پیار سے سمجھایا مگر آپ ﷺ اپنے کام پر جمے رہے اور ان کی ذرہ بھی پرواہ نہ کی آخر سرداران قریش نے مل کر ایک تجویز آپ ﷺ کے سامنے رکھی کہ ایک سال آپ ﷺ ہمارے بتوں کی پوجا کریں تو ایک سال ہم آپ ﷺ کے خدائے واحد کی عبادت کریں گے۔ تو اس تجویز کے جواب میں یہ فیصلہ کن پیغامِ الٰہی نازل ہوا۔ مطالعہ کرتے ہیں۔

دین کے بارے میں اللہ کا محکم فیصلہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ ع

تو کہہ اے منکرو! ۔(1) جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔(2) اور جس اللہ کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔(3) اور میں نہ اسے پوجتا ہوں جسے تم نے پوجا۔(4) اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔(5) تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔(6)

تشریح: اس سورہ مبارکہ میں حق و باطل اور دین کی مضبوط حدود کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے حق و باطل یعنی روشنی اور اندھیرا' یعنی ایک ہی وقت میں دن بھی ہو اور رات بھی' یہ تو قانونِ قدرت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے یہ تو کسی صورت ممکن ہی نہیں کہ سردارانِ قریش کی یہ تجویز مان لی جائے کہ کچھ مدت اللہ کے رسول ﷺ ان کے بتوں کی پرستش کریں اور کچھ مدت وہ کفار توحید کا اقرار کر کے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ کفر و اسلام کا تو اکٹھا ہونا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے سچ اور جھوٹ ایک ہو جائیں یا روشنی اور اندھیرے کو یکجا کر دیا جائے۔ اس ناممکن عمل کو یعنی شرک اور توحید کو یکجا کر دینا کسی

صورت بھی ممکن نہیں یہ دونوں عقیدے دونوں عمل ایک دوسرے کے انتہائی مخالف ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے پیارے رسول ان کو اچھی طرح سمجھا دو فرمایا" کہہ دو ان سے تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے۔ (آیت 6)
دین کوئی چیز نہیں کہ جس کا لین دین کر لیا جائے یہ تو عقیدہ ہے۔ اور عقیدے کی اہمیت اور ضرورت یوں ہے کہ اس سے انسان کی بے شمار پریشانیوں' تکلیفوں اور گمراہیوں کا علاج خود بخود ہو جاتا ہے۔ تفکر و تدبر کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے مگر عقیدہ سے ہٹے بغیر۔ جب ہم نے یعنی انسان نے علم و عرفان حاصل کیا تو تفکر و تدبر سے اس نے اللہ کو پہچان لیا۔ علم نے یہ گتھی سلجھادی کہ انسان کیسے پیدا ہوا۔ تو یوں ڈارون اور بے شمار مفکرین کی الٹی سیدھی الجھی ہوئی تھیوریوں سے نجات مل گئی۔ یہ تھیوری کفر کی بنیاد پر بنائی گئی لہٰذا قرآن کی خبر انسان کی پیدائش کے بارے میں بہت سی قباحتوں سے بچا لیتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "اللہ کا انکار کرنا اور گندگی کے کیڑے کی طرح زندگی گزارنا' اس نظریہ کی جڑ بنیاد اور اس کا اصل مقصد ہے"۔
اس لیے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا کہ یہ نیکی ہے یہ بدی ہے۔ تم نائب اللہ ہو۔ اشرف المخلوقات ہو۔ تمہیں علم' زبان' عقل اور ارادہ دیا گیا ہے۔ یہ دنیا بڑی آزمائشوں' ترغیبات اور طرح طرح کے اونچے نیچے راستوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس زندگی کو اگر قرآن و سنت کے قوانین' اصول اور رہبری کے مطابق گزارو گے تو خوش رہو گے' زندگی آسان اور خوش گوار گزرے گی۔ پھر بار بار یہ خبر یہ عقیدہ اور حکم سنایا گیا کہ یاد رکھو زندگی صرف کھیل تماشہ نہیں بلکہ پکی بات ہے کہ تم نے مرنے کے بعد قیامت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنی اس زندگی کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے اور اجر پانا ہے۔ جس کا یہ عقیدہ مضبوط ہوگا وہ یقیناً دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی آزمائشوں سے خود کو زیادہ سے زیادہ بچانے کی کوشش کرے گا تو یوں انسانی زندگی بے شمار برائیوں سے پاک صاف ہو جاتی ہے۔ تو یہ عقیدہ اللہ کی وحدانیت سے یوم الدین پر ایمان تک ایک مکمل عقیدہ کے اندر سمٹ جاتا ہے۔ اس کے برعکس عیسائی' یہودی مجوسی' بدھ اور ہندو دھرم وغیرہ وغیرہ یہ سب اس عقیدہ اسلام سے ہٹ کر ہیں۔ سب میں اللہ کو مانا جاتا ہے مگر شرک کے ساتھ تو جب بنیاد ہی کمزور اور بے معنی ہے تو اس پر عمارت کیسے مضبوط ہو سکتی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کفر و شرک کو ایک مدت کے لیے مان لینا اس شرط پر کہ کفار اتنا عرصہ اللہ پر ایمان لے آئیں گے' یہ کیسے عملی صورت میں قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فیصلہ کن انداز میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے۔" کہ کہہ دو تمہارا دین تمہارے لیے ہے اور میرا دین میرے لیے ہے۔ (آیت 6)
ہمارا دین ہمارا دستور حیات اور ہمارا عقیدہ وحی الٰہی سے ترتیب دیا گیا ہے۔ بھلا اس کا مقابلہ انسان کا بنایا ہوا دین کہاں اللہ خالق و مالک اور کہاں "انسان مخلوق و مجبور؟ اللہ کا یہ فرمان ہر وقت یاد رکھنا چاہیے۔ (القرآن) اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے' تو کسی شخص کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی۔ (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے میں تنہا کافی ہیں۔ (الانبیاء: 47) اللہ ہمیں دین اسلام پر قائم و دائم رکھے اور ہماری نجات کر دے آمین ثم آمین۔ الحمد للہ کہ سورۃ الکٰفرون مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ النصر

یہ سورت مبارکہ ترتیب کے لحاظ سے 110 نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔ یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہجرت کے دسویں سال نازل ہوئی تھی۔ اس کے نفسِ مضمون اور مسلمانوں کے حالات اور اسلام کی ترقیوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کام تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے نزول پر اندازہ لگا لیا تھا کہ اب رسول اللہ ﷺ کا ان سے جدا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ وہ رو پڑے تھے حضور ﷺ جس مشن عظیم کے لیے بھیجے گئے تھے وہ مکمل ہو چکا تھا کیونکہ پورا عرب بفضلِ اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ اور مسلمانوں کی بہترین شہرت اور اسلام کے بہترین اصولوں کی وجہ سے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے۔ یہ سب رسول پاک ﷺ کی جدوجہد کا اللہ کی خاص مہربانی اور فضل و کرم کا ہی نتیجہ تھا۔ اور اب اس کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے گئے تھے جو 23 سال پہلے بالکل ناممکن لگتے تھے۔ بہرحال یہ جان جوکھوں کا عظیم ترین کام تکمیل کے مراحل طے کر چکا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شاباش دی ایک طرح سے مبارکباد دی اور حکم دیا کہ اب اس عظیم کام سے تمہیں فراغت مل گئی ہے۔ لہٰذا اللہ کے حضور شکرانہ ادا کرنے کے لیے اس کی پاکی بیان کرو اور اب پوری طرح اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ اور استغفار کرتے رہو۔ یہ بھی بہت بڑا سبق ہے پوری امت کے لیے کہ کسی بھی کام میں کامیاب ہونے پر فخر و غرور سے اللہ کو نہ بھول جاؤ بلکہ سمجھ لو کہ جو بھی کامیابی ہوئی ہے اس میں اللہ کی مہربانی اور مدد ضرور شامل ہے۔

اور اللہ بھی ان ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ جن کے اندر نیک مقاصد حاصل کرنے کی امنگ ہوتی ہے اور جو اس کے حصول کے لیے پوری محنت' جانفشانی' کوشش' خلوص' اور نیک نیتی سے کام کرتے ہیں۔ اور کامیاب ہونے پر مغرور نہیں ہوجاتے بلکہ اور بھی زیادہ عبادت گزار اللہ کے خاص بندوں کی طرح ذکر و شکر اور استغفار کرنے لگتے ہیں وہی اللہ کے بندے ہیں۔ "اپنی تعریف ہلاکت کا باعث یوں ہوتی ہے کہ انسان کے اندر فخر و غرور پیدا ہوجاتا ہے۔ اور پھر استغفار کی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ ﷺ محسن انسانیت' رحمت للعلمین رہبرِ اعظم فخرِ موجودات' مردِ کامل اور ختم المرسلین کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ عبادت کرو اور استغفار کرو۔ یہ مختصر سی سورت بہت سے معاملات کی وضاحت کرتی ہے۔

اس سورت کے نزول کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ کی زبان مبارک پر آپ ﷺ کے آخری زمانہ حیات میں اٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ الفاظ جاری رہتے سبحان اللہ وبحمدہ میں نے ایک روز پوچھا کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا' مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھی"۔ (ابن جریر)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ "آپ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ (مسلم' بخاری' ابوداؤد)

تسبیح اور مغفرت کا حکم

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣ ع

جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی ۔(1) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول درغول دینِ خدا میں داخل ہو رہے ہیں۔(2) تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو' بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔(3)

تشریح:۔ اس سورت میں شانِ ربوبیت کی بڑی اچھی تصویر پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ کی پوری زندگی کی عبادت' ریاضت' جسمانی وروحانی محبتِ الٰہی اور جانفشانی ومحنت کا نتیجہ دنیا کے سامنے آ گیا تھا۔ پہلے تو لوگ اسلام کے نام سے ڈرتے تھے اسلام کے نام لیوا کو بدترین دشمن سمجھتے تھے مگر اب یہ حال تھا کہ دور دراز سے قبیلوں کے قبیلے اسلام میں داخل ہو رہے تھے کیونکہ 9ھ سے 10ھ تک پورے کا پورا عرب مسلمان ہو چکا تھا کوئی مشرک باقی نہ رہا تھا۔

تب اللہ کا حکم نازل ہوا کہ اس اتنی بڑی کامیابی پر اللہ کے سامنے شکر بجا لاؤ۔ بے شک یہ کامیابی کوئی معمولی کامیابی نہیں۔ یہ عزت یہ کامیابی اور یہ وقار آپ ﷺ کو اللہ نے دیا ہے۔ لہٰذا اس کا شکر ادا کرو کہ اس خدمت کے لیے اللہ نے آپ ﷺ کو چن لیا اور پھر قدم قدم پر آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور آپ ﷺ کے درجات بلند کیے اور آپ ﷺ کو لازوال اور بے مثال کامیابی دی۔ تو یہ اللہ کی مہربانی اور اس کے حسنِ انتخاب کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اللہ قادرِ مطلق ہے وہ یہ کام اپنی قدرت وطاقت سے بھی کر سکتا تھا۔ مگر کیونکہ آپ ﷺ کو اپنے بندوں کا راہبرِ اعظم بنانا مقصود تھا کہ بندے اس کے مقرب بندے کے اعمال وارادہ سے ہی عمل وارادے کے راستے سیکھیں اور اپنی زندگیاں انہی کے نقشِ قدم پر چل کر سنواریں لہٰذا یہ عزت افزائی اور اپنے مشن میں کامیابی پر اللہ کا شکر ادا کریں اس کی حمد وثنا کریں اور انسان ہونے کے ناطے پوری زندگی میں جہاں کہیں غلطی یا کوتاہی ہوگئی ہو تو اس کے لیے اللہ سے معافی مانگ لیں تاکہ جب اللہ کے حضور حاضر ہوں تو ایک انتہائی پاکباز مقبولِ خدا متقی اور گناہوں سے پاک انسان کی حیثیت سے مقامِ محمود پر میدانِ حشر میں کھڑے ہو سکیں۔

یوں بندہ کبھی بھی غرور میں نہیں آ سکتا۔ اور یہی صفت ہے ایک بندۂ رب کی۔ خلیل جبران کا قول ہے۔ "دعا روح اور آرزو کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ دینے اور لینے والے کے مابین ایک ایسے لمحے کی تخلیق کا پیش لفظ ہے جس میں خواہشوں کی

تکمیل موجزن رہتی ہے۔ دعا نہ مانگنے والے ہاتھ ان ریگستانوں کی طرح خالی رہتے ہیں جن پر پانی کی ایک بوند برسائے بغیر بادل تیزی سے گزر جاتے ہیں۔ دعا تزکیہ نفس کا عمل ہے۔ دعا آرزو کا گہوارہ ہے۔

یہ اللہ اور بندے کے درمیان بڑا ہی مضبوط اور دلکش رابطہ ہے۔ لہٰذا اس سے تو کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ خوشی اور غمی دونوں میں بندے کا رخ اللہ کی طرف موڑتا ہے۔ اور بندہ افراط وتفریط سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور یوں اللہ کی رحمتیں اس پر اور بھی زیادہ ہونے لگتی ہے ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا۔

"اور تم اپنے رب کی تسبیح کرتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو۔ اور سجدے کرنے والوں میں داخل رہو۔ تا کہ تمہیں نعمتِ یقین حاصل ہو"۔ (الحجر:98-99) تو یہ ہے اس سورت کا لب لباب:-

تیری ذات ہے منبعِ خیر و خوبی
کوئی ایسا مرجع و مصدر نہیں ہے
ہیں جس کی عطائیں ہر اک بحر و بر پر
کوئی اور ایسا تو نگر نہیں ہے

منظور الحق ڈار

الحمدللہ کہ سورۃ النصر مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ اللھب

یہ ترتیب کے لحاظ سے 111ویں نمبر پر آتی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ مکی ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جس میں کسی دشمنِ اسلام کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اس کی کچھ وجوہات ہیں ان میں بنیادی اور پہلی وجہ اور شان نزول یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا اور توحید کی دعوت دی تھی اور ابولہب نے جواباً کہا تھا تجھے ہلاکت اے محمد! کیا تو نے اس لیے ہمیں یہاں جمع کیا تھا تو اس کے جواب میں یہ سوت مبارکہ نازل ہوئی۔

دوسری : یہ کہ ابولہب آپ ﷺ کا سگا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا۔ یوں یہ آپکا قریبی رشتہ دار تھا اور عربوں کی روایت تھی کہ قطع رحمی کو بڑا ہی برا سمجھا جاتا تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہے تو صلہ رحمی کے جذبہ کے تحت ہی بنی ہاشم اور بنی المطلب آپ کے ساتھ رہے۔ اور ابولہب بجائے ساتھ جانے کے الٹا ان کو زیادہ سے زیادہ تنگ کرتا رہا۔ بجائے صلح صفائی کے آپ ﷺ کو تنگ کرتا رہتا اور اس کی بیوی بھی

تنگ کرتی رہتی۔

تیسری۔ اس کے دو بیٹوں سے حضور ﷺ کی دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ جنہوں نے بعثت کے بعد دونوں کو طلاق دے دی۔

چوتھی۔ جب آپ ﷺ کے بیٹوں کا انتقال ہوا تو اس نے خوشی منائی اور آپ ﷺ کو "جڑ کٹا" کہا۔

پانچویں۔ جہاں جہاں آپ ﷺ تبلیغ کے لیے جاتے، یہ آپ ﷺ کو جھوٹا کہتا۔

چھٹی۔ ذوالمجاز کے بازار میں دعوت و تبلیغ کے وقت اس نے آپ ﷺ کو اتنے پتھر مارے کہ آپ ﷺ کی ایڑیاں خون سے بھر گئیں۔ غرض اس نے آپ ﷺ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور ہر اخلاقی اصول کو توڑ دیا۔ اور بڑھ چڑھ کر آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ اسی لیے اس کا نام لے کر اس کی بھرپور مذمت کی گئی۔ اس سے لوگوں پر بڑا اچھا اثر پڑا کہ انسانوں میں محترم وہ ہے جو ایمان لے آئے اور ذلیل و خوار وہ ہے جو کفر پر قائم رہے۔ سورۃ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ابولہب اور اس کی بیوی کے لیے عذاب کی خبر

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ ع

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ نامراد ہو گیا۔(1) اس کا مال اور اعمال اس کے کسی کام نہ آئے ۔(2) وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔(3) اور اس کی جورو بھی جو سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے ۔(4) اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔(5)

تشریح: ابولہب لقب ہے کیونکہ وہ بڑا ہی خوبصورت انسان تھا اس کا چہرہ آگ کی طرح دمکتا تھا اسی لیے لہب یعنی آگ کی لپٹ یا شعلہ اس کا لقب پڑ گیا۔ وہ بڑا مالدار خوشحال انسان تھا یہاں ہاتھ ٹوٹ گئے محاورتاً کہا گیا ہے۔ یعنی یہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس کا فخر، غرور، دشمنی، آل اولاد اور مال و دولت سب کچھ غارت ہو جائے گا اور ان میں کچھ بھی اس کو دوزخ کی اس آگ سے ہرگز بچا نہ سکیں گے جو کہ خاص اس کے لیے تیار کی جا چکی ہے۔ اور وہ آگ لپٹیں مارتی ہوئی تیز آگ ہوگی۔ پھر اس کی بیوی کے لیے بھی سخت ترین سزا کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ کہ یہی جو ایندھن اٹھا کر لاتی ہے وہی سخت اور کھردری رسی اس کے گلے میں پڑ جائے گی۔ روایت ہے کہ اس کی موت اسی مونجھ کی رسی سے گلے میں پھندہ پڑ جانے سے ہوئی تھی۔ اور ابولہب کو ایسا زہریلا پھوڑا نکل آیا کہ موت اور بیماری پر کوئی بھی اس کے قریب نہ آتا تھا۔ جب وہ مرا تو حبشی غلام نے لکڑی کی مدد سے گھسیٹ کر اس کو گڑھے میں ڈال دیا تھا۔

سبق اور خلاصہ سورت کا یہ ہے

کہ دنیاوی مال و دولت' عزت' شان و شوکت' اور رسول پاک ﷺ کی رشتہ داری کچھ بھی آخرت کے عذاب سے بچانے کے کام ہرگز نہیں آئے گا۔ سب کچھ ادھر ہی رہ جائے گا سوائے نیک اعمال کے صرف وہی نجات دلائیں گے۔

اس سورت میں جو سب سے بڑا سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی کسی اصلاحی کام کا رخ کریں تو اپنا محاسبہ ضرور کرلیں وہ اس طرح کہ کسی صورت بھی آپ کے اندر نہ تو احساس کمتری ہو نہ احساس پستی ہو اور نہ ہی احساس برتری اور غرور ہو۔

آنحضرت ﷺ اور ان کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے۔ کس مضبوط ارادے خود اعتمادی' ہمت' جرات' اور اعتماد و یقین کے ساتھ وہ اسلام اور ہدایت کا جھنڈا لے کر اتنے بڑے بڑے دولت مند' مضبوط سرکش اور اس وقت کے مانے ہوئے بہادر سرداروں کے ساتھ ٹکرا گئے اور کامیاب ہوئے۔ صرف اس لیے کہ جب کھڑے ہوئے تو پورے اعتماد کے ساتھ اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے ہر قسم کے خطرہ سے بے نیاز مصمم ارادے کے ساتھ چلتے چلے گئے تو اللہ نے قدم قدم پر ان کی مدد کی۔ اور اپنی ہر کامیابی پر اللہ کے شکر گزار ہی بنے رہے۔ فخر و غرور نام کی کوئی چیز ان کی ذات میں پیدا نہ ہوئی۔

جب کہ ابولہب جیسا خود پسند مغرور جو خود اپنے ہی غرور کے محل کے نیچے دب کر پاش پاش ہو گیا۔ جب بیمار ہوا تو اپنی اولاد بھی ساتھ چھوڑ گئی جب مر گیا تو کسی نے عزت سے دفنانے کی بھی زحمت نہ کی وہی اولاد اور مال و دولت سب دھرے رہ گئے اور کسمپرسی کی حالت میں مر گیا اور گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ اس دنیا سے رخصت ہوا تو کس ذلت سے اور جو حال اس کا یوم الدین پر ہوگا وہ بھی قرآن میں صاف الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ "وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی جورو بھی۔ (آیات 2-3)

تو جب بھی کوئی جماعت یا فرد کسی نیک کام کے لیے کھڑا ہوا سے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے راہنمائی لینی ہوگی اور آپ ﷺ جیسی خود اعتمادی' توکل' یقین اور بے خوفی سے قدم بڑھانا ہوگا۔ پھر اللہ کی مدد بھی اترے گی۔ بس سب سے بڑی اور نا قابل تسخیر یہی طاقتیں ہیں۔

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر کئی مرتبہ لگاتار فاقے آ جاتے اور اکثر جو کی روٹی اور کھجوروں پر گزارہ چلتا تھا مگر کیا مجال کہ ان کے ارادوں میں لغزش آ جائے ان کی ہمت میں پستی یا نا امیدی آ جائے یا وہ بددل ہو جائیں یا ان کے کام اور جدوجہد میں کسی قسم کی کمزوری آ جائے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہر مصیبت پڑنے پر اور بھی زیادہ مستعد ہو جاتے تھے جیسے پانی کے بہاؤ کو روکنے سے بہاؤ میں اور تیزی اور شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے چہروں پر عزم و ارادہ اور یقین و ایمان سے ایسا نور آ جاتا تھا کہ اللہ

نے بھی اس نور کا ذکر کیا ہے۔فرمایا۔

"محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل تو ان کو دیکھتا ہے کہ ۔(خدا کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں۔وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور رضامندی اوران کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔(ایک خاص قسم کی چمک پائی جاتی ہے ان کے چہروں پر) ۔(سورۃ الفتح:29)

پھر فرمایا۔"تم ان کو ان کے چہروں سے پہچان لو گے"۔سبحان اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ حیات
نگاہ شوق اگر ہو شریکِ بینائی
اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری
اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

یورپ کے مشہور فاضل ایمرسن کا قول ہے:۔

"اللہ کے دائرے میں آتے ہی انسانی ہستی میں بے پناہ وسعت و پنہائی آجاتی ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ ابولہب کی زندگی کفر کی نحوستیں ظاہر کر رہی ہے اور نبی پاک ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے توحید کی برکتیں ظاہر کر رہی ہے۔ہم جو چاہیں اختیار کرلیں یہ ہماری اپنی پسند ہے۔

اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ایمان کے نور سے منور کرے اور ہمیشہ منور رکھے آمین ثم آمین۔

بفضل اللہ سورۃ اللھب مکمل ہوئی الحمدللہ

تعارف سورۃ الاخلاص

یہ سورہ مبارکہ ترتیب میں 112 ویں نمبر پر آتی ہے یہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں ایک رکوع اور چار آیات ہیں۔ اس سورت کے نام سے ہی اس کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی جو بھی اس سورت کے مضمون دل سے مان لے گا وہ یقین شرک سے خلاصی پا جائے گا۔ یہ سورت خاصتاً شرک کی تردید کرتی ہے۔ شان نزول اس کا کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی نے رسول پاک ﷺ سے کہا کہ "اپنے رب کا نسب ہمیں بتائیے اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (ابویعلی' ابن جریر' ابن المنذر' طبرانی' بیہقی' ابونعیم فی الحلیہ)

اسی طرح کی روایات موجود ہیں۔ یہ اس لیے کہ اہل عرب جو اجنبی سے تعارف کے وقت نسب ضرور پوچھتے تھے اور یہ بھی کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لحاظ سے لوگ آپ ﷺ سے یہ پوچھتے تھے کہ آپ ﷺ کا رب ہے کیسا۔ کیونکہ ان لوگوں نے تو اپنے رب کی شکلیں بنا رکھی تھیں۔ اور کوئی کائنات کی چیزوں کو پوجتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اس سورت سے کروا دیا۔ اس بات کی گہرائی کی تصدیق وہ لوگ تو فوراً کر لیتے ہیں۔ جن کے عقیدے راسخ اور جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ نور ایمان نے ان کی عقلوں سے کفر کا پردہ ہٹا دیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا ہی علم اور اتنی ہی عقل دی ہے جو اس کے اشرف المخلوقات اور نائب اللہ ہونے کے لیے ضروری تھی۔ باقی بے شمار راز ایسے ہیں جو صرف اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ مثلاً زندگی موت کا راز' مستقبل کا راز وغیرہ وغیرہ تو اسی طرح اللہ کی پہچان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے ہو سکتی ہے۔ جو کہ خاص لوگوں کا درجہ ہے۔ اور عام لوگوں کے لیے خود ان کا وجود اور چاروں طرف پھیلی ہوئی اللہ کی مخلوقات اس کے خالق کے وجود کا اظہار کر رہی ہے۔ منکرین یہی کہتے ہیں کہ اگر اللہ کا کوئی خالق نہیں تو پھر تمام چیزوں کا کوئی خالق کیوں ہے۔ وہ بھی خود بخود ہی پیدا ہو رہی ہیں تو جواب یہ ہے کہ ہماری عقل کا دائرہ بڑا محدود ہے۔ ہم یہ فیصلہ کرنے سے قطعاً قاصر ہیں کہ پہلا پرندہ' پہلا درخت' پہلا جانور وغیرہ وغیرہ یہ کیسے پیدا ہوئے؟ کہاں سے آئے ابتدا کیسے ہوئی۔ جب ہم اتنی چھوٹی سی بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے تو بھلا اتنے عظیم "اللہ" کی پیدائش کا معمہ کیونکر حل کر سکتے ہیں۔ اور پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس مسئلے کی الجھن میں پڑ کر اپنا سکون غارت کریں۔

بس مان لیں کہ "وہ خدا ہی کیا جو عقل انسانی میں آ جائے"۔ ہمارا سکون ہماری نجات اور ہماری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کریں' عمل کریں اور پورے اعتماد و خلوص کے ساتھ اللہ و رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان لے آئیں۔ اور جو اس بات کو لغو سمجھتے ہیں تو پھر ان کو چاہیے کہ اس وقت کا انتظار کریں جب قیامت کے بعد میدان حشر میں ان کی ملاقات الہ العالمین سے ہوگی۔ اور اس ملاقات کے وقت ایسے لوگ حیران و پریشان اور انتہائی افسوس کی حالت

میں ہوں گے اور کچھ نہ کر سکیں گے جبکہ اللہ پر خلوص دل سے ایمان لانے والے مزے میں ہوں گے۔ جیسا کہ ارشاد ربی ہے۔

"جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور ان کا ایمان گناہ سے آلودہ نہیں ہوا انہیں امن وسکون کی نعمت ملے گی اور وہی ہدایت پانے والے ہیں"۔ ۔(انعام:83)

اللہ وحدہ لاشریک لہ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۞ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔(1) اللہ بے نیاز ہے۔(2) نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔(3) اور کوئی اسکا ہمسر نہیں۔(4)

تشریح:۔ اصل میں یہ چھوٹی سی سورت اس رب ذوالجلال' مالک کون ومکان حي القیوم، رب العلیٰ کی تعریف بیان کر رہی ہے۔ جو ہم انسانوں کی عقل سے باہر ہے۔ انسانی عقل اس کا احاطہ کرنے سے بالکل قاصر ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے اہل مکہ یہی سوال کرتے تھے کہ "اچھا بتاؤ تو تمہارا اللہ ہے کیسا' جس کی تم عبادت کرتے ہو"؟ تو اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ الاخلاص نازل فرمائی۔ اور قصہ ہی تمام کر دیا کہ پیچھے سوچتے رہو۔ بتا دیا کہ بس وہ اپنی ذات' اوصاف' شکل' کمالات اور مرتبہ میں ایسا بلند و بالا اور بے مثال ہے کہ کسی چیز کی مشابہت سے تم اس کو پہچان نہیں سکتے کیونکہ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس کو کسی کی مدد کی ہرگز کسی صورت بھی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے آپ میں اپنے تمام فیصلوں میں اپنے کاموں میں اکیلا اور بااختیار ہے۔ وہ کسی صورت بھی کسی لحاظ سے بھی کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہی توحید کا مطلب ہے ہم اس کی وضاحت تین قسموں میں بیان کر سکتے ہیں۔

1۔ توحید ربوبیت　　2۔ توحید الوہیت　　3۔ توحید اسماء وصفات

1۔توحید ربوبیت:۔

کائنات کا خالق اور اس کو چلانے اور رکنے والا اور تمام مخلوق کو پالنے والا، روزی دینے والا۔

2۔توحید الوہیت:۔

عبادت کے لائق صرف اور صرف وہی ہے۔

3۔توحید اسماء وصفات:۔

اپنی صفات' کمالات اور قدرت کاملہ میں وہ صرف اکیلا ہے۔ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

جب یہ سب کچھ ہے تو پھر اس کو ہی سب کچھ مان لینے میں کیا قباحت ہے۔ اس مسئلہ کا حل کسی بڑے سے بڑے دانشور' فلسفی

سائنسدان یا کسی عالم کامل کے پاس نہیں ہے۔مزید فرمان الٰہی یہ ہے۔۔(القرآن)

(اے پیغمبر) کہہ دو کہ بیشک میری نماز' میری عبادت' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔جس کا کوئی شریک نہیں' اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں اللہ کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں"۔ (سورۃ الانعام:163-164)

اللہ کی وحدانیت پوری طرح ثابت ہوچکی ہے اور ظاہر بھی ہوچکی ہے اسی لیے تمام انبیاء و رسل نے اپنی قوموں کو یہی پیغام دیا ۔(القرآن)

"اے قوم! اللہ کی عبادت کرو۔کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"۔ ۔(الاعراف:85)

ثابت ہوگیا کہ دین اسلام کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ تا قیامت زندہ و سلامت رہے گا۔اور اس نے ہی مخلوق خدا میں مساوات اور بھائی چارہ کی بنیاد رکھ کر سکون اور امن کی فضا پیدا کردی ہے یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے قیصرِ روم اور ہرقل کو خطوط بھیجے تو ان کا مضمون بھی یہی تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلاۃ کے بعد' اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر (مسلّم) ہے' وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں' اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں' اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ بنائے"۔ ۔(آل عمران:64۔بخاری)

تاریخ' روایات اور قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے آخری رسول اللہ ﷺ تک جس قدر نبی آئے سب نے اسی کلمہ اور اللہ کی وحدانیت کا ہی حکم دیا۔لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ عبادت خواہ مالی ہو' بدنی ہو روحانی ہو صرف اللہ کے لیے ہی کرنے کا حکم ہے اور فائدہ بھی اسی میں ہے۔

خدایا! کوئی تجھ سے بڑھ کر نہیں ہے
تیرا کوئی بھی کفو و ہمسر نہیں ہے
تو داتا ہے سب کا ' فقط ایک داتا
کہیں اور داتا کہیں پر نہیں ہے

منظور الحق ڈار

بفضل اللہ سورۃ الاخلاص مکمل ہوگئی۔الحمد للہ

تعارف سورۃ الفلق

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے ترتیب میں 113 نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔ یہ بھی علم وحکمت کے خزانہ سے بھری ہوئی سورت ہے۔ اس کی حکمتیں بیان کرنے کے لیے پورا دفتر چاہیے بہر حال مختصراً یہی عرض ہے کہ اس میں شامل ہدایات انسانی زندگی کے معمولات سے بڑی مطابقت رکھتی ہیں۔ اور ساتھ ہی کچھ فزکس اور حیاتیات سے متعلقہ پیغام بھی دیا گیا ہے۔ وہ یوں کہ لفظ "فلق " کئی معنی رکھتا ہے جب کہ بنیادی مطلب ہے۔ "اچانک پھاڑا جانا"۔ یا "پھٹ جانا" سائنس دان کی زبان میں یہ وہ دھماکہ ہے جو اذنِ الٰہی سے وجود میں آیا اور جس کے نتیجہ میں کائنات وجود میں آئی۔ مفسرین اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ وہ روشنی جو اندھیرے سے پھوٹتی ہو یعنی " صبح صادق "۔ یعنی صبح' دن کا آغاز' سورج کا نکلنا۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کی بڑی خوبصورت وضاحت کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"یہ سورت ہمیں یہ اصل نسخہ عطا کرتی ہے کہ ہم ہر قسم کے شر سے خالق مطلق کی پناہ حاصل کریں۔ اور اسی میں مخلوقات کی ابتداء کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ یقیناً یہ ایک ناقابل بیان بصیرت ہے۔ یہ سورت اللہ کی زبان میں یہ کہتے ہوئے معلوم ہو رہی ہے کہ "میری ربوبیت میں ان تمام پیدا کردہ چیزوں سے پناہ حاصل کرو جو میرے حکم پر ایک دھماکے کے ذریعے وجود میں آئیں۔ میں ہی تمہارا رب ہوں اور میں ہی ان کہکشاؤں کا حاکم مطلق ہوں جن کو ایک حیران کن دھماکے کے ذریعے' جو کہ ایک اکائی سے شروع ہوا' پیدا کر کے فضائے بسیط کی لامتناہی دوریوں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ جو کوئی بھی مجھ میں پناہ لیتا ہے وہ تمام قسم کی برائیوں اور شر سے محفوظ ہو جاتا ہے"۔ ۔(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

اب ہم اس کو دینی اور قرآنی نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پورا قرآن سورۃ فاتحہ کی دعا کے جواب میں انسان کو دیا گیا اور آخر میں بندہ اپنے رب رحمن ورحیم سے یہی دعا کرتا ہے کہ یہ دنیا جن وانس کی شرارت اور گمراہیوں سے بھری پڑی ہے یا الہ باری تعالیٰ میری مدد فرمانا اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھنا۔ اصل میں یہ آیات شدید ترین دشمنی' اذیت اور ہر قسم کے حملے سے اللہ کی پناہ میں آنے کا بہت بڑا ہتھیار ہیں۔ جیسا کہ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور دعوتِ توحید کو عام کرنے کا ارادہ کیا تو اہل مکہ بوکھلا اٹھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو روکنے کی پوری کوشش کی اور بالآخر آپ ﷺ پر جادو کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے اندر جسمانی اور ذہنی کمزوری ہونے لگی تھی۔

ہوا یوں اکہ صلح حدیبیہ کے بعد محرم سنہ 7ھ میں یہودیوں کے ایک وفد نے مدینہ کے جادوگر لبید بن اعصم سے ملاقات کی اور آپ ﷺ پر جادو کرنے کو کہا۔ جادو تو کفر ہے کرنے والا کافر ہے۔ لہٰذا اس نے آپ ﷺ کے بال اور نر کھجور کے خوشے کے ذریعے آپ ﷺ پر جادو کر دیا جس کا اثر ایک سال میں آپ ﷺ پر ہونے لگا۔ جس کی خبر آپ ﷺ کو اللہ

کی طرف سے کر دی گئی۔ اور اس طرح جادو کیے جانے کا طریقہ اور دور یعنی توڑ کرنے کا طریقہ آپ ﷺ کو بتا دیا گیا کہ زریق کے کنویں میں تہہ میں پتھر کے نیچے آپ ﷺ کی کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں' موم کا ایک پتلا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی ہیں۔ اس کی خبر جبریل علیہ السلام نے دی اور بتایا کہ اس کو نکالیں معوذتین پڑھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر آیت کے ساتھ ایک گرہ کھولتے اور پتلے سے سوئی نکالتے جاتے۔ سب گرہیں کھلنے اور سوئیاں نکل جانے کے بعد آپ ﷺ جادو کے اثر سے آزاد ہو گئے اور معوذتین یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی افادیت اور بھی عیاں ہو گئی۔ ان دونوں سورتوں کے مضمون سے ہی ان کی افادیت اور مقصد ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کے لیے بڑی ہی اکسیر دعائیں ہیں۔ ڈاکٹر بھی جب اپنے علاج معالجے سے ناامید ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں "اب تو صرف دعا ہی کام آ سکتی ہے"۔

جادو کا ذکر سورۃ البقرہ میں سورۃ طٰہٰ میں بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اور ہمیں جادو' نفرت' حسد' بغض اور برے عملیات سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں تحفہ دی ہیں۔ تا کہ اس دم کے طریقے سے خود کو اللہ کی پناہ میں دیئے رکھیں۔ دم کا یہ آسان بہترین اور جائز طریقہ ہمیں اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے زہریلے جانوروں کے کاٹے' اور ذباب کے مرض اور نظر بد کے جھاڑنے کی اجازت دی ہے۔ (مسلم' ابن ماجہ)

قرآن پاک میں شفاء کا ذکر متعدد بار آ چکا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم تعویذ یا جادو ٹونے ٹوٹکے کا کاروبار ہی شروع کر دیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت 102 میں ہاروت و ماروت سے جادو سیکھنے اور لوگوں کو تنگ کرنے کا ذکر ہو چکا ہے کیونکہ یہ ایک انتہائی گرا ہوا اور قبیح کام ہے اس لیے اس کی اجازت ہرگز نہیں دی گئی۔ ہمارا مذہب امن اور سکون کا مذہب ہے۔ شر و فساد کی اس میں ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا معوذتین کا استعمال بھی سو فیصد خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سورۃ فلق سے بہتر کوئی دعا پناہ لینے کے متعلق نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ معوذتین کے مثل پناہ پکڑنے کے باب میں کوئی سورت میرے اوپر نازل نہیں ہوئی۔ لوگو! اس حفاظت کے قلعہ کی نگرانی کرو اور اس کی پناہ میں آرام لو"۔

دیکھا جائے تو یہ کائنات پیار' محبت' سکون' امن' آسائش اور ہر قسم کی راحت کا سامان لیے ہوئے ہے۔ مگر اس سکون کو برباد کرنے والے جن و انس اور شیاطین ہی ہیں جو پر امن انسانوں کو اپنی شرارت کا شکار بناتے ہیں۔ تو اس کا علاج اللہ نے ان سورتوں کے ذریعے کرنے کو کہا ہے۔ غرض ماضی' حال اور مستقبل کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس کی بہترین رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی طریقہ قرآن پاک میں بندے کو نہ بتایا ہو۔ یہ کتاب باعث ہدایت بھی ہے اور باعث شفا بھی ہے اور

باعث نجات بھی ہے۔اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

انسان' جن اور شیطان یہ سب بھی ہر وقت نیک انسانوں کی تاک میں رہتے ہیں۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

"اور شیطان کی ذریت تمہیں وہاں وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تمہاری نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں"۔

اسی طرح دنیا میں بے شمار بیماریاں ہیں جن کے علاج اللہ نے پیدا کر رکھے ہیں۔اور علاج کے ساتھ ساتھ دعا کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔جو بہت مضبوط سہارا بھی ہے۔اسی طرح نفس' خواہشات اور روحانی بیماریاں' جادو' تعویز اور ٹونے ٹوٹکے کا علاج ان معوذتین میں موجود ہے۔ان تمام چیزوں یعنی عملیات کا اثر دور کرنے کے لیے آخری تین سورتوں کو پڑھ کر دم کرنا بڑا اکسیر ہے۔

اور جیسے "قل" کے ساتھ یہ نازل ہوئی ہیں ویسے "قل" کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے۔ان دو کے علاوہ 330 اور آیات ہیں جو "قل" سے شروع ہوتی ہیں۔سب "قل" کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہیں۔کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اس لیے اس میں کمی بیشی کی اجازت نہیں۔امید ہے کچھ تفصیلات بیان کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔بہرحال اب سورت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ہر قسم کے خطرے سے اللہ کی پناہ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی ۔(1) ہر چیز کی بدی سے جو اس نے پیدا کی ۔(2) اور اندھیری رات کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے ۔(3) اور گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی برائی سے ۔(4) اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے"۔(5)

تشریح: یہ سورت ہر قسم کی پریشانی' نقصان' تکلیف' ضرر' کفر' شرک' گناہ' نفرت' حسد' بغض، جادو اور گناہوں سے بچنے کے لیے اس رب العزت' خالق و مالک الہ العلمین کی پناہ کی فضیلتیں بیان کرتی ہے جو انسانی زندگی میں ہر وقت آتی جاتی رہتی ہیں اور جن کا مداوا ہر صورت میں اللہ ہی کے حکم اور مدد سے ہوتا ہے۔

اس سورت میں خاص طور سے ان تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انسانی تکالیف کی بنیاد ہیں۔

1۔رات کی تاریکی: یہ بھی اکثر جرائم کے لیے کافی مددگار ثابت ہوتی ہے۔رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب سورج

غروب ہوجائے تو شیاطین ہر طرف پھیل جاتے ہیں' لہٰذا اپنے بچوں کو گھروں میں سمیٹ لو۔ اور اپنے جانوروں کو باندھ رکھو جب تک رات کی تاریکی ختم نہ ہوجائے"۔ ویسے بھی عام طور پر زہریلے کیڑے مکوڑے رات کو نکل آتے ہیں۔

2۔ جو گرہوں میں پھونک ماریں: جادو' تعویز اور ٹونے ٹوٹکے۔ عام طور پر جادو کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ بالوں پر یا دھاگے پر گرہیں لگا کر جادو کیا جاتا ہے یا پھر پتلا بنا کر اس میں سوئیاں وغیرہ لگادی جاتی ہیں۔

3۔ حسد: یہ انسانی کمزوری ہے جو اول تو خود حاسد کے لیے ہی آگ بن جاتی ہے اور پھر حسد کی آگ کو بجھانے کے لیے حاسد اوچھے ہتھکنڈے اور اخلاق سے گرے ہوئے انتہائی غلط کام کر جاتا ہے جو انسانی اخلاق و کردار سے بالکل گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو اس کا بہترین علاج تو یہی ہے کہ اس کو اخلاقی ماردی جائے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ ایسے شخص کی غلط منصوبہ بندیوں اور شرارتوں سے بچنے کے لیے سورۃ الفلق پڑھ کر فلق کے مالک سے دعا مانگی جائے کہ وہ اسے اپنی پناہ میں لے لے۔ کیونکہ پناہ کے لیے سب سے بلند ترین' مضبوط ترین اور بہترین جگہ ہے اللہ کی پناہ۔ شرط یہ ہے کہ پورے یقین' بھروسے اور اعتماد و ایمان کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگو اور پھر بے فکر ہو جاؤ۔

اب مسئلہ آتا ہے کہ کیا جادو ٹونا جائز ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ عمل شرک کی ہی ایک قسم ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں دعا اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کے لیے معوذتین دے دی ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔ کیا یہ ہمارے لیے کافی نہیں کہ اسی کا دامن پکڑیں جس نے پوری کائنات بنائی ہے۔ اور اسی کی پناہ میں خود کو دے دیں اسی طریقے سے جو اس نے خود ہمیں بتادیا ہے۔ معوذتین کی فضیلت میں یوں حدیث میں بیان آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "ابن عابس رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں وہ بے نظیر کلمات نہ بتاؤں جن کے ذریعے پناہ ڈھونڈنے والے زیادہ بہتر طریقے پر اپنے رب کی پناہ ڈھونڈ سکتے ہیں؟

میں نے عرض کی' کیوں نہیں' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا! وہ یہ سورتیں ہیں:

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ----- الخ۔ ۔(نسائی)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کو معوذتین کی برکت سے ہر طرح سے ہر وقت ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

سورۃ الفلق مکمل ہوگئی، الحمد للہ۔

تعارف سورة الناس

یہ سورۃ مبارکہ 114 ویں نمبر پر آتی ہے اس میں ایک رکوع اور چھ آیات ہیں اور یہ مکی سورت ہے۔ جیسا کہ سورۃ فلق کے تعارف میں تفصیلات دی گئی ہیں تو وہی تفصیلات اس سورت کے لیے بھی ہیں کیونکہ دونوں ساتھ نازل ہوئیں اور ایک ہی مقصد کے لیے نازل ہوئیں۔ دونوں کا مقصد اور دونوں کا مفہوم ومعنی ایک ہی ہے کہ خود کو اللہ کی پناہ میں دینا یا اللہ سے ہر مصیبت میں اس کی مدد' پناہ اور حفاظت طلب کرنا۔ اس کو پڑھنا اس لیے اکسیر ہے کہ یہ جنات' شیاطین اور آفات سماوی' کالے علم' جادو کے اثرات کو ختم کرتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "پڑھ" میں نے عرض کی کیا پڑھوں؟ فرمایا پڑھ اور چاروں قلوں کو پڑھنے کو کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "ہر صبح وشام تین' تین بار پڑھو۔ ہر آفت سے بچاؤ کے لیے کافی ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب فضائل القرآن، فصل دوم)

شیطان جن وانس سے اللہ کی پناہ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ﴿٤﴾
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿٥﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿٦﴾

ع ۱ | ۳۹

کہو کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ (1) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی ۔(2) لوگوں کے معبود برحق کی۔ (3) شیطان وسوسے ڈالنے والے کی برائی سے جو اللہ کا نام سن کر پیچھے ہٹ جاتا ہے ۔(4) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (5) خواہ وہ جنات سے ہوں یا انسانوں میں سے"۔ (6)

تشریح: یہاں اس پناہ اور حفاظت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی ضرورت انسان کو اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ سخت مشکل یا پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو ایسے میں اللہ کی پناہ سے بڑھ کر کون سی پناہ گاہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ ہی وہ عظیم الشان' مضبوط بلند و برتر ہستی ہے کہ خلقت کا رب ہے پالنے والا ہے۔ ذرا غور کریں چرند پرند' انسان وحیوان اپنے انتہائی ابتدائی مراحل سے کس قدرت' مہارت اور بہترین نظام کے تحت خوراک حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً وہی پوشیدہ ہاتھ جو اپنی قدرت سے مادہ کے رحم میں بچے کی پرورش کرتے ہیں۔ اور جب دنیا میں وارد ہوتا ہے تو کس قدرت اور حکمت سے ماں کے دودھ سے اس کی پرورش ہوتی ہے۔ یہ صرف انسان ہی نہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹے کیڑے مکوڑے سے لے کر بڑے سے بڑے جانور' چرند پرند کی خوراک کا بندوبست اس کی حفاظت کا بندوبست اس کی ضروریات کے عین مطابق کر دیا گیا ہے۔

اور یہ تمام انتظامات پالنے پوسنے کے کون کر رہا ہے؟ رب العلمین ہی کر رہا ہے کیونکہ یہ سب اسی کی ملکیت اسی کی ذمہ داری اور اسکی نگہداشت میں پل بڑھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہی پالنہار ہے وہی مالک و آقا ہے اس لیے اسی کی بندگی ہم پر فرض ہے۔

کیا یہ نمک حرامی اور انتہائی نافرمانی' بدعہدی اور بے وفائی نہیں کہ کھائیں تو الہ العلمین کا دیا ہوا اور بندگی کریں کسی اور کی جو خود اللہ کا ہی محتاج اور اللہ کا ہی غلام ہو؟ جو کسی صورت بھی نہ تو خود کا پالنہار ہو نہ خود کا مالک یعنی نہ اپنی مرضی سے مرسکے نہ اپنی مرضی سے جی سکے اور نہ اس کون ومکان سے باہر اپنا کوئی ٹھکانا بنا سکے۔ تو پھر کیا یہ بے وقوفی اور حد درجہ حماقت نہیں کہ کسی بھی دوسری چیز کی فرمانبرداری کی جائے اور اس کو معبود برحق کے مقابلہ میں رکھ کر پوجا جائے؟ اس قسم کے غلط خیالات' اعتقادات اور منصوبے کچھ تو خود ہماری اپنی کمزوری یعنی خود پر پورا کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدۂ ایمان اور نفس اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ ہم خود کو کسی مضبوط راستے پر چلانے کے قابل ہی نہیں ہوتے اور جب معاملہ ایسا ہو تو پھر باہر سے ہم پر حملے ہوتے ہیں۔ کچھ تو شیطان فطرت لوگوں کے ذریعے کچھ شیطان فطرت جنوں کے ذریعے اور کچھ بذات خود شیطان کے ذریعے۔ یہ حملے انسان کی ذاتی مضبوطی اور کردار کی کمی بیشی کے لحاظ سے اکثر و بیشتر ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص ذکر وفکر کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کئے ہوئے ہوتا ہے اس پر نہ تو اس کے نفس کی طرف سے حملے ہوتے ہیں اور نہ ہی باہر جن وانس اور شیطان کو ہی اس پر حملے کرنے کی جرات ہوتی ہے۔ اور جو شخص خود اپنے کردار میں جس قدر کمزور ہوتا ہے اس پر وقتاً فوقتاً بار بار حملے ہوتے رہتے ہیں اور یوں پہلے اس کے تصور میں برائی آتی ہے پھر عمل میں آنے لگتی ہے۔ پہلے چھوٹی برائی سرزد ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ برائی کی اہمیت ختم ہونے لگتی ہے اور پھر بالآخر وہ برائی' برائی لگتی ہی نہیں بلکہ وہی اچھی لگنے لگتی ہے۔ اور یوں انسان گناہ کو خوبصورت سمجھ کر گناہوں کی دلدل میں غرق ہونا شروع کر دیتا ہے۔ اسے نہ برائی بری لگتی ہے اور نہ برے دوست برے لگتے ہیں اور نہ ہی حرام وحلال کی تمیز باقی رہتی ہے اور پھر وہ مکمل طور پر برے لوگوں برے جنوں اور شیاطین کی گرفت میں جکڑ لیا جاتا ہے۔

تو ہر انسان کو ہر وقت چوکنا' مضبوط اور دین اسلام کی طرف رغبت رکھنی چاہیے اور جونہی ان کی طرف سے یعنی غلط لوگ اور شیاطین کی طرف سے حملہ ہونے لگے یعنی دل میں ذرا بھی کوئی غلط اندیشہ آنے لگے تو فوراً اپنے اس رب کی پناہ مانگو۔ جو سب کا رب ہے پالنہار ہے۔ جو ہر مخلوق کا رازق ہے۔ چاہے وہ زمین کے اوپر ہو زمین کے اندر ہو' پتھر کے اندر ہو' پانی کے اندر ہو یا فضا میں ہو۔ غرض جہاں بھی ہو اس کا رزق اس کو مل جاتا ہے۔ جو مالک الملک بادشاہوں کا بادشاہ اور سب سے برتر واعلی معبود حقیقی الہ العلمین وحدہ لاشریک' عظیم بلند وبالا اور قادر مطلق ہے۔ انسان تو ہر وقت ہر صورت کئی گمراہ کن موجودات میں گھرا رہتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ خود کو مضبوط بناؤ اور خود کو مضبوط ترین سہارے کی پناہ میں دیئے رکھو۔ اور وہ پناہ ہمیں اللہ کے پاس ہی مل سکتی ہے۔ جس کے حصول کا طریقہ قرآن پاک میں معوذتین کی صورت میں انسانوں کو دیا

گیا ہے۔ یہ ایک مضبوط ترین ڈھال ہے جو ہمیں اندرونی خدشات' گمراہ کن خیالات اور شیطانی فطرت جن وانس اور شیطان کے حملوں سے ہمیشہ بچائے رکھنے کے کام آ سکتا ہے۔

قرآن پاک کے فرمان کے مطابق نیکی کی اس قدر اہمیت اور فضیلت ہے کہ اگر دشمن بھی کر رہا ہو تو اس کی تعریف کرو اور اس نیکی کو اپناؤ۔ القرآن۔

"جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو۔ اور گناہ کے کاموں میں ہر کسی سے تعاون مت کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔" (المائدہ:2)

اصل میں تمام سماجی برائیاں پیدا ہی اس لیے ہوتی ہیں۔ کہ انسان ہر معاملہ کو انسان کی نظر سے دیکھتا ہے بجائے اللہ کی نظر سے دیکھنے کے۔ جو لوگ ہر معاملے کو اللہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنے عمل و ارادہ میں مضبوط ہوتے ہیں تو وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرتے کرتے اپنے درجات میں دن بدن اضافہ ہوتے دیکھ لیتے ہیں اور یہ راستہ ہے جو ذاتی محنت' عبادت اور خلوص نیت سے طے کیا جاتا ہے۔ اور بندہ اسی راستے سے کمال کے درجے کو پہنچ سکتا ہے۔ اور مقرب الٰہی بن سکتا ہے۔ اس درجے میں وہ لوگ شامل ہیں جو پیدائشی مسلمان نہیں ہوتے بلکہ علم و عرفان سے اللہ کی ذات کو پہچان کر اس کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ایمان و یقین سے ان کے دل منور ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرا درجہ ہے انسانوں کا جو پیدائشی مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اللہ کی وحدانیت کا تصور تو ضرور ہوتا ہے مگر تلاش و جستجو اور تحقیق و تجسس کی کمی کی وجہ سے وہ ایک متوسط درجہ کے مسلمان ہوتے ہیں۔ اور وہ تقویٰ و عبادت گزاری میں بھی متوسط سا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ اللہ و رسول ﷺ کی ہدایت پر توجہ دیتے ہیں اس پر عمل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ معرفتِ الٰہی' اس کی محبت اور اس کے اخلاص میں ڈوب جاتے ہیں۔ دنیا و آخرت کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ کر زندگی گزارتے ہیں۔ تو یہ لوگ اللہ کی بندگی اور اللہ کے خوف سے دلوں کو بھرے رکھتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ کے ذکر و فکر سے دل و دماغ کو خالی نہیں رکھتے تو ایسے لوگ مومنین صادقین کے درجہ کو حاصل کر لیتے ہیں۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل منتخب کر لیتا ہے وہ معرفت و برکت کے بلند ترین درجات کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جو کہ آسان کام نہیں۔ ان کے اندر ایمان توحید' آخرت' خوف خدا' استقامت' صبر و برداشت' ذکر و فکر' بندگی اور اطاعت و محبت الٰہی غرض تمام اخلاقی' ذہنی' بدنی اور روحانی صلاحیتیں اور کردار کی پختگی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کو رب العزت درجاتِ عالی عطاء کرتا ہے اور انہیں اپنے مقدس ترین کام کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ اور اللہ اپنی خاص عنایات سے اپنے خاص فضل و کرم اور مہربانی سے ان کو فہم و فراست اعلیٰ درجہ کی اور یقین و آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے' اور ایسے لوگوں کو انبیاء و رسل کے مقدس گروہ میں شامل کر لیتا ہے۔

یہاں چار درجات کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو بنیادی طور پر اللہ کے بنائے ہوئے بندے ہیں۔ مگر اپنی لاپرواہی نافرمانی سے نچلے درجہ پر رہے اور اپنی ریاضت وعبادت سے بلند سے بلند ترین درجات حاصل کرتے چلے گئے۔ تو ان تمام مراحل میں شیطان اپنی اصلی شکل میں کبھی انسان کی شکل میں اور کبھی جن کی شکل میں مسلسل حملہ آور ہوتا رہتا ہے تو اس کے حملوں سے پناہ دینے والا صرف خالق و مالک الہ العلمین اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ لہٰذا خود کو وساوس سے ہمیشہ بچانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے کبھی بھی کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ یا لغزش کو چھوٹا سمجھ کر اپنانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ یہی بڑے گناہوں کی بنیاد بنتے ہیں۔ اس لیے مدد' استغفار' صبر اور اللہ کی پناہ ہر وقت اللہ سے مانگتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ قرآن کی ابتداء میں سورۃ الفاتحہ میں سبق دیا گیا ہے۔ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ (سورۃ فاتحہ:5)

اور پھر قرآن کے اختتام پر مدد مانگنے کا بہترین نسخہ معوذتین کی صورت میں بتادیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اسی کی تلقین کرتے ہوئے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مانگو تو اللہ سے مانگو' اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو"۔ (ترمذی)

یہ دونوں سورتیں جو معوذتین کہلاتی ہیں اللہ سے پناہ اور دعا مانگنے کے لیے بہترین سورتیں ہیں اس کا ذکر احادیث میں بھی آچکا ہے۔

(دعا)

"اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' مجھے پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالیجیے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کردیجئے"۔ آمین ۔(یوسف:101)

بفضل رب العلمین سورۃ الناس مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ۔ اور یہ سورت قرآن الحکیم کی آخری سورت ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِعِزَّتِہٖ وَ جَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

ترجمہ:- اللہ کی ذات پاک کا بہت بہت شکر ہے جس کی عزت وعظمت کے ذریعے میں اچھا کام پورا ہوا ہے۔

خلاصہ قرآن

قرآن پاک میں کل پارے تیس ہیں۔ منازل سات۔(7) سجدے 15 سورتیں 114' مکی سورتیں 86، مدنی سورتیں 28' رکوع 588 آیات قصص' 1000 آیات وعدہ' 1000 کا تبان وحی' 40 کلام الہ العلمین ۔ پیغمبر جن پر نزول قرآن ہوا۔ حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم قرآن الحکیم حکمتوں' برکتوں' رحمتوں اور فضل وکرم کا ایک بہترین تحفہ ہے انسانوں کے لیے، تمام دنیا کے انسانوں کیلئے۔ پہلی سورۃ الفاتحہ ہے جو انسان کی طرف سے رب العلمین کے حضور ایک دعا

ہے۔ جو اللہ نے قبول کی اور اس کے جواب میں بہترین اصول وضوابط کا ایک مجموعہ' کتاب ہدایت قرآن الحمید کی صورت میں عطا کر دیا۔ اور فرمادیا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ "۔ آج تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ انسانوں کی روحانی وجسمانی صحت وسلامتی کا بہترین نسخہ

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

علامہ حالی رحمۃ اللہ علیہ

مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو قرآن کو پڑھتے ہیں' سمجھتے ہیں' عمل کرتے ہیں اور سب سے مبارک وہ لوگ ہیں جو اس کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ مجھے وہ لوگ بے حد پسند ہیں جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں تعلیمات قرآن کے ذریعے۔ اسی شوق میں میں بھی نکل کھڑی ہوئی۔ میں بے سروسامان' کمزور وناتواں اس طویل سفر میں کیسے کامیاب ہوئی۔ یہ خود مجھے معلوم نہیں۔ بس قرآن کریم کی محبت اور اس ذات پر توکل تھا جس نے یہ قرآن نازل فرمایا، معبود برحق کی مدد اور دعاؤں کا سہارا۔ یہ سہارا ہر پل ہر لحہ اور ہر صورت میرے ساتھ رہا۔ اور اب قبولیت دعا پر ہر دم میری زبان پر شکریہ کی یہ دعا رہتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِعِزَّتِهٖ وَ جَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

ترجمہ:" - اللہ کی ذات پاک کا بہت بہت شکر ہے جس کی عزت وعظمت کے ذریعے اچھا کام پورا ہوا"۔

کہاں تک یہ کام ٹھیک یا صحیح ہوا؟ یہ اللہ جانتا ہے یا پھر آپ قارئین جان سکتے ہیں۔ غلطیوں اور کوتاہیوں کے لیے اللہ بزرگ و برتر سے تہہ دل سے استغفار کرتی ہوں۔ سورۃ النصر میں ہر صورت تسبیح اور استغفار کی تاکید کی گئی ہے۔ فرمایا" تو اپنے رب کی تعریف کیساتھ تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ بیشک وہ معاف کرنے والا ہے"۔ (سورۃ النصر:3)

یہ اس لیے کہ کسی بھی کامیابی پر دل ودماغ میں فخر وغرور پیدا نہ ہو جائے۔ اور اس طرح ہم شیطان کے غلبہ سے بچ سکیں۔ بے شک اللہ کی پناہ سب سے بڑی مضبوط اور ناقابل تسخیر پناہ گاہ ہے۔

معزز قارئین سے درخواست ہے کہ جو کوتاہی یا غلطی میری تشریحات میں وہ دیکھیں مجھے ضرور آگاہ کریں آخر میں پھر اللہ سے دعا ہے۔ جو دعا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہونے پر پڑھی تھی وہی دعا میں اس تفسیر کے مکمل ہونے پڑھتی ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ ۔(البقرۃ)

اے ہمارے رب! ہم سے (یہ) قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

تعارف ومقاصد "بیت القرآن"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان بنایا ہے۔ جس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴾ سورۃ القمر آیت 17

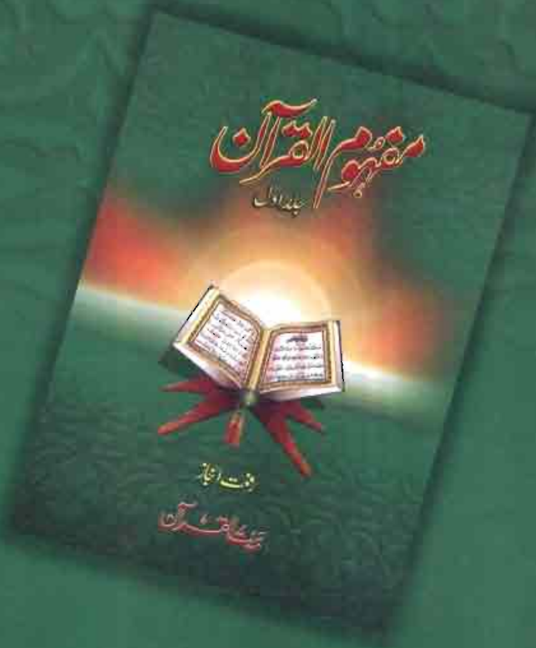
''اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان بنادیا ہے، پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے۔؟''

اب اسے ہر انسان تک پہنچانا اور اسکے متعلق اس تاثر کو دور کرنا کہ یہ بہت مشکل کتاب ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے "بیت القرآن" کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

- قرآن مجید کے ترجمہ کو آسان فہم بنانے کی کوشش کرنا۔
- قرآنی تعلیمات پر مبنی ایسی عام فہم کتب کی اشاعت کرنا جن سے قرآن فہمی میں مدد ملے۔
- قرآنی گرامر کو آسان تر بنانے کی کوشش کرنا۔
- قرآن مجید سے متعلقہ موضوعات پر مختلف سیمینارز منعقد کرانا۔
- قرآن فہمی کیلئے شارٹ کورسز کا انعقاد کرانا اور ان میں گرامر کے بغیر صرف علامات کے ذریعے قرآن مجید کا ترجمہ سکھانا۔
- قرآن فہمی کے لیے ٹیچر ٹریننگ کورسز منعقد کرانا۔
- انٹرنیٹ کے ذریعے فہم قرآن میں مدد دینا۔ (www.bait-ul-quran.org)
- عامۃ المسلمین کو احکام الٰہی کے مطابق اپنے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ سے عقیدت و محبت کے ساتھ آپ ﷺ کی مسنون زندگی کو اپنانے اور اس کی سیرت کو دنیا پر غالب کرنے کی کوشش کرنا۔

آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو سکتے ہیں اور جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ "بیت القرآن" کی مطبوعہ کتب خرید کر عوام الناس میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

الداعی الی الخیر: "بیت القرآن" لاہور، پاکستان



بیت القرآن

لاہور - پاکستان